فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّيْنِ

فتاویٰ قاسمیہ

منتخب فتاویٰ

حضرت مولانا مفتی شبیر احمد القاسمی

خادم الافتاء و الحدیث جامعہ قاسمیہ

مدرسہ شاہی مراد آباد، الہند

(جلد ۲۵)

المجلد الخامس و العشرون

الوصیۃ، الفرائض

بتمام ابوابہا

۱۱۲۰۶ ——— ۱۱۶۰۰

ناشر

مکتبہ اشرفیہ، دیوبند، الہند

01336-223082

مکمل اجمالی فہرست ایک نظر میں

❖❖　　○❖○

فہرست عناوین

(۳) باب الوصیة بالثلث ۶۶

(۴) باب الوصية للأقرباء وغيرهم ۷۷

۴۳ کتاب الفرائض

(۱) باب ما یتعلق بنفس الفرائض ۱۴۴

	(۹) باب الحجب والحرمان	۴۲۹

٤٢ كتاب الوصية

١ باب ما يتعلق بنفس الوصية

وصیت کرنا کب واجب ہے؟ اور کب مستحب؟

سوال [۱۱۲۰۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: وصیت کرنا فی نفسہٖ مباح ہے اور قیود لگی ہوں، مثلاً اس پر کسی کا قرض ہو تو وصیت کرنا واجب اور مستحب ہے، کیا یہ عبارت درست ہے کیونکہ ایک مولانا صاحب کہہ رہے ہیں کہ وصیت کرنا فی نفسہٖ مستحب ہے اور قیود کے ساتھ واجب ومباح وغیرہ ہے، دونوں میں سے کون سی بات درست ہے؟

المستفتی: مجیب الرحمٰن

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وصیت کی دو قسمیں ہیں:

(۱) ایسی چیز کی وصیت کرنا جس کی ادائیگی اس کے اوپر لازم ہے، مثلاً کسی سے قرض لے رکھا ہے یا کسی اور طریقہ سے کسی کا حق اس پر لازم ہے تو اس کے ترکہ میں اس حق کی ادائیگی لازم اور واجب ہے، اسی طرح اس کے ذمہ نماز یا روزہ یا حج کا فریضہ باقی ہے تو اس سلسلے میں وصیت کرنا لازم اور واجب ہے، ورنہ اللہ کے یہاں مؤاخذہ دار ہوگا۔

(۲) ایسی چیز کی وصیت جو اس کے اوپر لازم نہیں مثلاً: سرمایہ والا آدمی یہ چاہتا ہے کہ کسی غیر رشتہ دار کو اپنے تمام سرمایہ میں سے کچھ دے کر مالک بنا دے، یا اپنے سرمایہ میں سے کچھ مدرسہ یا مسجد وغیرہ میں دینے کا ارادہ ہے تو اس کی وصیت کرنا مستحب ہے واجب نہیں۔

عن سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه قال: مرضت عام الفتح مرضا أشفيت منه على الموت فأتاني رسول الله صلى الله عليه وسلم يعودني، فقلت: يا رسول الله! إن لي مالا كثيرا،

وليس يرثني إلا ابنتي فأوصي بمالي كله؟ قال: لا، قلت: فثلثي مالي، قال: لا، قلت: فالشطر؟ قال: لا، قلت: فالثلث؟ قال: الثلث و الثلث كثير، إنک إن تذر ورثتک أغنياء خير من أن تذرهم عالة يتكففون الناس. (سنن الترمذي، باب ما جاء في الوصية بالثلث، النسخة الهندية ۲/ ۳۳ دار السلام رقم: ۲۱۱٦، صحيح البخاري، باب رثاء النبي ﷺ سعدابن خوله، النسخة الهندية ۱/ ۱۷۳ رقم: ۱۲۸۱، ف: ۱۲۹۵، صحيح مسلم، كتاب الوصية، النسخة الهندية ۲/ ۳۹ بيت الأفكار رقم: ۱٦۲۸)

الوصية بما عليه من الفرائض والواجبات كالحج والزكاة والكفارات واجبة وفي المواهب تجب على مديون بما عليه لله تعالىٰ أو للعباد. (شامي، كتاب الوصايا، زكريا ۱۰/ ۳۳٦، كراچی ٦/ ٦٤۸، بدائع الصنائع زكريا ٦/ ٤۲٤، كراچی ۷/ ۳۳۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

كتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶؍ شعبان ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۷۱۳)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۶/ ۸/ ۱۴۲۹ھ

عام حالات میں وصیت کرنے کی حیثیت

سوال [۱۱۲۰۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: اگر مرنے والے کے ذمہ دین ہوتو وصیت کرنا واجب ہے اسی طرح دوسری قیودات کے ساتھ سنت وغیرہ ہے، مگر عام حالات میں وصیت کرنے کی کیا حیثیت ہے، بعض کتب مثلاً قدوری وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مستحب ہے اور بعض سے محض جواز معلوم ہوتا ہے، دلیل کے ساتھ تحریر فرمائیں کہ عام حالات میں وصیت کرنے کی کیا حیثیت ہے؟

المستفتی: مجیب الرحمٰن

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وصیت کی دو قسمیں ہیں:

(۱) وصیت واجبہ: اس کی شکل یہ ہے کہ اگر دوسروں کا حق مریض کے اوپر لازم ہے یا مریض کا حق دوسروں پر لازم ہے یا کوئی اور حقوق دوسروں کے اس کے اوپر لازم ہیں تو ان صورتوں میں وصیت کرنا مریض پر واجب ہے، اور اس طریقے سے صراحت کے ساتھ وصیت لکھ دے کہ فلاں کا اتنا مال یا اتنا پیسہ میرے اوپر لازم ہے، یا فلاں کے اوپر میرا اتنا پیسہ یا دیگر مال لازم ہے تا کہ مرنے کے بعد ورثاء میت کی وصیت کے مطابق میت کا قرضہ ادا کردیں، یا میت کا قرضہ وصول کرلیں، اور میت کے قرض کی ادائیگی میں ثلث مال وغیرہ کی قید نہیں، بلکہ جمیع مال سے میت کا قرضہ ادا کیا جائے گا، اس کو حدیث شریف میں ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ما حق امرئ مسلم یبیت لیلتین وله ما یوصي فیه إلا ووصیته مکتوبة عنده. (سنن الترمذی، باب ماجاء فی الحث علی الوصیة، النسخة الهندیة ۲/ ۳۲ دار السلام رقم: ۲۱۱۸، صحیح البخاری، کتاب الوصایا، النسخة الهندیة ۱/ ۳۸۲، رقم: ۲۶۵۷، ف: ۲۷۳۸، صحیح مسلم کتاب الوصیة، النسخة الهندیة ۲/ ۳۸-۳۹ بیت الأفکار رقم: ۱۶۲۷)

(۲) وصیت اختیاری واستحبابی: اس کی شکل یہ ہے کہ مریض کے اوپر کسی کا حق لازم نہیں اور نہ ہی دوسروں پر مریض کا حق ہے، بلکہ مریض یہ چاہتا ہے کہ اپنے سرمایہ میں سے کچھ غیر وارث کو مل جائے، یا کارِ خیر میں دیدے، تو اس بات کی اپنی مرضی سے وصیت کرنا ایک امر مستحب ہے، اور میت کے ثلث مال سے اس وصیت کو نافذ کیا جائے گا، جن کتابوں میں وصیت کرنا مستحب لکھا ہے وہاں پر وہی وصیت مراد ہے جو نمبر ۲ / میں درج ہے۔

عن سعد بن أبی وقاص رضی اللہ عنہ قال: مرضت عام الفتح مرضا أشفیت منه علی الموت فأتانی رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یعودنی، فقلت: یا رسول الله! إن لی مالا کثیرا، ولیس یرثنی إلا ابنتی فأوصي بمالی کله؟ قال: لا، قلت: فثلثی مالی، قال: لا، قلت: فالشطر؟ قال: لا، قلت: فالثلث؟ قال: الثلث والثلث

كثير، إنك إن تذر ورثتك أغنياء خير من أن تذرهم عالة يتكففون الناس . (سنن الترمذي، باب ما جاء في الوصية بالثلث، النسخة الهندية ۲/ ۳۳ دار السلام رقم: ۲۱۱٦، صحيح البخاري، باب رثاء النبي ﷺ سعدابن خوله، النسخة الهندية ۱/ ۱۷۳ رقم: ۱۲۸۱، ف: ۱۲۹٥، صحيح مسلم، كتاب الوصية، النسخة الهندية ۲/ ۳۹ بيت الأفكار رقم: ۱٦۲۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍رجب المرجب ۱۴۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۰۵۴)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۸؍۷؍۱۴۲۷ھ

عام حالت میں وصیت کرنے کا حکم

سوال [۱۱۲۰۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: وصیت کے متعلق یہ نہ بتایا جائے کہ کن حالات میں واجب اور کن حالات میں مستحب ہے؟ بلکہ صرف یہ بتلایا جائے کہ عام حالات میں وصیت کرنے کی کیا حیثیت ہے؟ آیا فی نفسہٖ مباح ہے یا مستحب ہے؟

المستفتی: مجیب الرحمٰن

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: عام حالات میں وصیت کرنا فی نفسہٖ جائز ہے، لیکن بعض نے استحباب کی بات بھی کہی ہے۔

فالوصية غير واجبة بل جائزة وبه أخذ أبو الليث . (بدائع كتاب الوصية زكريا ٦/ ٤٢٤، كراچی ۷/ ۳۳۱)

فالقياس يأبى جواز الوصية إلا أنهم استحسنوا جوازها بالكتاب العزيز. (بدائع، كتاب الوصية زكريا ٦/ ٤٢٢، كراچی ۷/ ۳۳۰)

الوصية غير واجبة وهي مستحبة، قال ابن الهمام: أقول الحكم

بالاستحباب علی الوصیة مطلقا لایناسب. (فتح القدیر، باب فی صفة الوصیة، کوئٹہ ۹/۳۴۳، زکریا ۱۰/۴۴۳، دار الفکر ۱۰/۴۱۳، البحر الرائق کوئٹہ ۸/۴۰۴ زکریا ۹/۲۱۳)

وقد أجمع علی الأمر بها لکن مذهب الأربعة أنها مندوبة لا واجبة. (إرشاد الساری، باب الوصایا، دار الفکر ۶/۲۴۶ تحت رقم الحدیث: ۲۷۳۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲؍صفر المظفر ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۸۹۳)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۱/۲/۱۴ھ

وصیت کے ثبوت کی شرط

سوال [۱۱۲۰۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مکان حافظ نور الحسن عرف منن کا تھا، ان کی ایک لڑکی ہے جس کی عمر ساڑھے ۱۹؍سال ہے، نور الحسن کا انتقال ہوگیا ہے، لڑکی کے ایک چچا ہیں، ریاض الحسن وہ کہتے ہیں کہ تمہارے والد یہ مکان ہمارے نام سے وصیت کر گئے ہیں، جبکہ وہ نابالغہ تھی، اب ساڑھے ۱۹؍سال عمر ہے، انتقال سے قبل زمین کی تقسیم ہوگئی تھی، دونوں بھائی کے حق میں برابر برابر، اب چچا کہتے ہیں کہ ہم کو وصیت کر گئے ہیں، تمہارے والد، دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ زمین کس کو ملے گی، کون اس کا حقدار ہے، قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں؟

المستفتی: رئیس احمد برولان مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ریاض الحسن کے محض دعویٰ سے وصیت کرنا ثابت نہ ہوگا، بلکہ دو عادل باشرع مرد یا ایسا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت یا سرکاری رجسٹری کاغذ کا ہونا لازم ہوگا، جس میں نور الحسن اور گواہوں کے دستخط ہوں، اس کے بغیر وصیت کا دعویٰ صحیح نہ ہوگا، اور شرعی وارث کو محروم نہیں کیا جائے گا، نیز ریاض الحسن بھی نور الحسن کا شرعی وارث ہے اور وارث کے حق میں وصیت صحیح نہیں ہوتی ہے، لہٰذا مذکورہ وصیت اگر

معتبر اور ثابت ہو جائے گی تب بھی وارث کے حق میں ہونے کی وجہ سے باطل ہو جائے گی، کیونکہ دوسرے ورثاء اس پر راضی نہیں ہیں۔

عن ابن عباس قال: قال رسول الله ﷺ: لاتجوز الوصية لوارث، إلا إن شاء الورثة. (السنن الکبریٰ للبیهقی، باب نسخ الوصية للوالدين والأقربين الوارثين، دار الفكر ٣٥٦/٩، رقم: ١٢٧٩٧- ١٢٧٩٨، سنن الدارقطنی، دار الكتب العلمية بيروت ٨٦/٤، رقم: ٤٢٥١)

عن أبی أمامة الباهلی -رضی الله عنه- قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول فی خطبته عام حجة الوداع، إن الله تبارک وتعالیٰ قد أعطیٰ كل ذی حق حقه فلا وصية لوارث. (سنن الترمذی، باب ما جاء لا وصية لوارث، النسخة الهندية ٢/ ٣٢ دار السلام رقم: ٢١٢٠)

ولاتجوز لوارث لقوله عليه السلام إن الله تعالیٰ أعطیٰ كل ذی حق حقه ...... لاوصية للوارث. (هدايه كتاب الوصايا رشيديه ٦٤١/٤، اشرفی دیوبند ٦٥٧/٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم جمادی الثانیہ ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۳۱۲/۳۳)

ضمناً وصیت سے رجوع کرنا

سوال [۱۱۲۱۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میری والدہ صاحبہ نے میرے پاس تین سو روپیہ جمع کیے اور جمع کرتے وقت یہ وصیت کی کہ جب میرا انتقال ہو جائے اور میرے بھائی کفن دفن نہ کریں تو ان پیسوں سے کفن دفن کر دینا، اور اگر بھائیوں نے کفن دفن کر دیا تو یہ پیسے اپنی بہن کی لڑکی کی شادی میں لگا دینا، پھر ایسا ہوا کہ میرے یہاں تنگی آ گئی، تو والدہ صاحبہ نے کہا کہ ان پیسوں سے تم اپنی مجبوری رفع کر لو، میں نے کر لی، کچھ عرصہ بعد والدہ صاحبہ کا انتقال ہو گیا، ان کا کفن دفن ان کے

بھائیوں نے کر دیا، پھر میری ہمشیرہ نے اپنی لڑکی کی شادی کی ان کو بھی بھات میرے بھائی صاحب نے اچھا دیدیا تھا اور وہ پیسہ میرے ہی پاس رہا، اب سوال یہ ہے کہ جب والدہ صاحبہ نے یہ کہا تھا کہ تم خرچ کرلو تو یہ نہیں کہا تھا کہ ہمیشہ کے لیے رکھ لو، اور نہ یہ کہا تھا کہ میری وصیت کے مطابق عمل کرنا۔

اب دریافت طلب بات یہ ہے کہ وہ تین سو روپیہ والدہ صاحبہ کے کیا کروں آیا بہن کو دیدوں یا نہ دوں، یا قرآن کریم لے کر مسجد و مدرسہ میں برائے ایصالِ ثواب والدہ صاحبہ دیدوں، کیا کروں؟ شریعت سے جو حکم ہو تحریر فرمادیں جس سے مجھ پر کوئی وبال نہ رہے۔

المستفتی: خورشید فاطمہ عمرہ بجنور یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورت مسئولہ میں جب تنگدستی کے وقت والدہ صاحبہ نے وصیت کی ہوئی رقم خرچ کرنے کی اجازت دیدی تو اس اجازت دینے میں ضمناً وصیت سے رجوع پایا جارہا ہے، لہٰذا یہ رقم آپ کے لیے عطیہ ہوگئی ہے،، اب آپ پر کوئی چیز لازم نہیں ہے، نہ وہ رقم بہنوں کو دینا ضروری ہے اور نہ ہی قرآن کریم وغیرہ لے کر مسجد و مدرسہ میں دینا ضروری ہے، بلکہ آپ کو اختیار ہے پھر بھی اگر قرآن کریم وغیرہ خرید کر مسجد یا مدرسہ میں وقف کردیا جائے تو آپ کے اور آپ کی والدہ صاحبہ کے حق میں صدقۂ جاریہ ہونے کی وجہ سے بہتر ہوگا

قال: وإذا صرح بالرجوع أوفعل ما يدل على الرجوع كان رجوعا أما الصريح فظاهر وكذا الدلالة لأنها تعمل عمل الصريح فقام مقام قوله قد أبطلت. (هدايه، كتاب الوصايا، باب فى صفة الوصية اشرفى ٤/ ٦٦٠، مختصر القدورى ص: ٢٨٥، هنديه زكريا قديم ٦/ ٩٢، جديد ٦/ ١٠٩) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۲۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۵ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۴۰۴۴)	۱۴۱۵/۵/۲۹ھ

رضا مندی کا اعتبار کس وقت ہے؟

سوال [۱۱۲۱۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کے ۵/لڑکے ہیں ایک لڑکا زید کی زندگی میں انتقال کرجاتا ہے، اس کے دو لڑکے ہیں زید نے اپنے بڑے لڑکے کو کچھ دے کر راضی کرلیا، پھر وصیت نامہ لکھا کہ میں نے ایک لڑکے کو تو جو کچھ دینا تھا وہ دیدیا، اور بقیہ میرے تین لڑکے کی اولاد میں برابر برابر تقسیم کردیں، اور اسی وصیت نامہ پر بڑے لڑکے کی دستخط بھی ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ وراثت کس طرح تقسیم ہوگی؟ بڑے لڑکے کو بھی حصہ ملے گا یا نہیں؟

المستفتی: حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالجبار صاحب مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بڑے لڑکے کی رضا مندی کا اعتبار زید کے مرنے کے بعد ہے، زندگی میں راضی ہونے کا اعتبار نہیں۔

عن ابراهيم قال: إذا أوصى الرجل بوصية لوارث فأجاز الورثة قبل أن يموت ثم رجع الورثة بعد موته فهم على رأس أمرهم. (المصنف لابن أبي شيبة، مؤسسة علوم القرآن ١٦/١٤٢، رقم: ٣١٣٦٥)

ولاتعتبر إجازة الورثة في حال حياة الموصي حتى كان لهم أن يرجعوا بعد موت الموصي. (مجمع الأنهر، كتاب الوصايا، دار الكتب العلمية بيروت ٤/٤١٩، مصري قديم ٢/٦٩٢، هدايه اشرفي ٤/٦٥٥، بدائع الصنائع زكريا ٦/٤٨٣، كراچی ٧/٣٧٠)

إن إجازتهم في حال حياة المورث ساقطة؛ لأن إجازتهم في ذٰلك الوقت غير معتبرة أصلا. (فتح القدير زكريا ١٠/٤٤٨، دار الفكر ١٠/٤١٧، كوئٹه ٩/٣٤٧)

صلبی لڑکوں کی موجودگی میں پوتے وصیت کے باوجود شرعی وارث نہیں ہوسکتے، البتہ اگر پوتوں کے حق میں اجنبی کی طرح وصیت کرجائے تو ایک ثلث یا اس سے کم میں وصیت نافذ ہوسکتی ہے۔

عن عامر بن سعد، عن أبيه رضي الله عنه قال: مرضت، فعادني النبي

صلى الله عليه وسلم -إلي- قلت: أريد أن أوصي بالنصف؟ قال: النصف كثير، قلت: فالثلث؟ قال: الثلث كثير أو كبير، قال: فأوصى الناس بالثلث، فجاز ذٰلك لهم. (صحيح البخاري، باب الوصية بالثلث، النسخة الهندية ١/٣٨٣، رقم: ٢٦٦٣، ف: ٢٧٤٤)

وتصح الوصية بالثلث للأجنبي وإن لم يجيزوا. (مجمع الأنهر، كتاب الوصايا، دار الكتب العلمية بيروت ٤/٤١٩، مصري قديم ٢/٦٩٢) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲/ ذی قعدہ ۱۴۰۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/ ۳۶۲)

وصیت نامہ رجسٹری نہ ہوا ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال [۱۱۲۱۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: حاجی امام بخش ولد خیر اللہ قوم قصاب محلہ اصالت پورہ مراد آباد کے تین لڑکے تھے: مولیٰ بخش، علی بخش، ولی محمد، اور امام بخش کی موجودگی میں ولی محمد کا انتقال ہوگیا اور ولی محمد کا ایک لڑکا نیاز محمد موجود تھا تو حاجی امام بخش نے اپنے بیٹے مولیٰ بخش کو ذمہ دار بنایا کہ اپنے پوتے نیاز محمد کے حق میں کل دولت میں سے ایک ہزار روپیہ کی وصیت کردیں، یہ ۱۸۹۷ء کی بات ہے اور حاجی امام بخش اس وقت اپنے ضعف اور بیماری کی وجہ سے سرکاری کاغذات کچہری جاکر نہیں بنا سکتے تھے، اس لیے اپنے بیٹے مولیٰ بخش کو اختیار دیا کہ ایک ہزار روپیہ کی مالیت نیاز محمد کے لیے وصیت میں رجسٹری کردیں اور اپنے بیٹے علی بخش کے ذریعہ سرکاری اسٹام خرید کر وصیت نامہ سرکاری کاغذ پر لکھ دیا، مگر اس کی رجسٹری نہیں ہو پائی، وصیت نامہ سوالنامہ کے ساتھ منسلک ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ حاجی امام بخش نے اپنے پوتے نیاز محمد کے لیے جو وصیت کی ہے یہ شرعی نقطۂ نظر سے صحیح ہے یا نہیں؟ اور آج سے ۹۷ سال پہلے کی ایک ہزار روپیہ کی مالیت پر وصیت جاری ہوچکی ہے یا نہیں؟ جو بھی شرعی حکم ہو دلائل کے ساتھ تحریر فرمائیں۔

نوٹ: اس سے پہلے مدرسہ شاہی مرادآباد سے مولیٰ بخش اور علی بخش کے وارثین نے وصیت نامہ کو ظاہر نہ کرکے صرف ولی محمد کو باپ کی موجودگی میں مرجانا دکھا کر فتویٰ حاصل کیا ہے جس میں مفتی صاحب نے سوال کے مطابق ولی محمد کے لڑکے نیاز محمد کو محروم قرار دیا ہے، اب یہ سوال وضاحت کے ساتھ لکھا جارہا ہے۔

المستفتی: صغیر احمد ظہیر احمد اصالتپورہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ۲۳؍محرم الحرام ۱۴۱۵ھ کو اسی واقعہ سے متعلق ایک سوال آیا تھا جس میں ولی محمد کے لڑکے نیاز محمد کے حق میں وصیت کا کوئی تذکرہ نہیں تھا، اس لیے اس میں سوال کے مطابق نیاز محمد کو محروم قرار دیا گیا تھا، اور اب وصیت نامہ کے ثبوت کے ساتھ سوال آیا ہے، اس لیے اس کا جواب دوسرا ہوگا کہ سرکاری اسٹامپ پر تحریر شدہ مذکورہ وصیت نامہ اگرچہ رجسٹری نہیں ہوا ہے مگر شرعی اعتبار سے یہ وصیت نامہ معتبر ہوگا اس لیے ولی محمد کے لڑکے نیاز محمد کے حق میں اس کے دادا نے جو وصیت کی ہے وہ شرعی طور پر صحیح ہے، لہٰذا اگر ایک ہزار کی مالیت تہائی مال سے کم ہے تو ایک ہزار کی مالیت پر وصیت جاری ہوکر نیاز محمد کو پورے ایک ہزار مل جائیں گے، اور اگر ایک ہزار کی مالیت تہائی مال سے زائد ہے تو صرف ایک تہائی مالیت پر وصیت جاری ہوگی، اور نیاز محمد اسی ایک تہائی کا حقدار ہوجائے گا۔

عن عامر بن سعد، عن أبيه رضی الله عنه قال: مرضت، فعادنی النبی ﷺ –إلی– قلت: أريد أن أوصی بالنصف؟ قال: النصف كثير، قلت: فالثلث؟ قال: الثلث كثير أو كبير، قال: فأوصی الناس بالثلث، فجاز ذٰلک لهم. (صحيح البخاری، باب الوصية بالثلث، النسخة الهندية ۱/ ۳۸۳، رقم: ۲۶۶۳، ف: ۲۷۴۴)

ولاتجوز بما زاد علی الثلث. (هدایه، كتاب الوصايا اشرفی ۴/ ۶۵۴) **فقط** واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح	کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ	۱۸؍صفر المظفر ۱۴۱۵ھ
۱۴۱۵/۲/۱۸ھ	(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۸۶۹)

زبانی وصیت کی ایک جائز شکل

سوال [۱۱۲۱۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ساجدہ کا انتقال ہوا، ساجدہ نے دو کمرے اوران کمروں کے برابر ایک دوکان آبادی میں اور دو دوکانیں بازار میں چھوڑیں، ساجدہ کا یہ کہنا تھا کہ آبادی والے کمروں اور دوکان میں میراج اور درسگاہ بنے گی، اولاد سے ساجدہ نے کہا اپنے انتقال سے دو ماہ قبل، لیکن یہ بات ایک وارث کے سامنے کہی اور دیگر وارث موجود نہیں تھے، ویسے ساجدہ کہتی یہی تھی کہ آبادی والے کمرے اور دوکان میں میراج اور درسگاہ بنے گی اور بازار کی دوکانوں کے لیے کہتی تھی کہ تم آپس میں سب وارث تقسیم کرلینا۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ وصیت ساجدہ کی صرف دو کمروں اور ایک دوکان آبادی والی میں چلے گی یا بازار والی میں بھی چلے گی، اور دونوں جگہوں کی جائیداد ملا کر تہائی مال لگایا جائے گا یا صرف آبادی والی جائیداد میں تہائی مال میں یہ وصیت چلے گی، اور تہائی مال میں حج اور درسگاہ بنوائی جائے گی، یا کل روپیہ آبادی والے کمروں کا حج اور درسگاہوں میں صرف ہوگا اور دوکانیں بازار والی الگ رہ جائیں گی، کیا صورت ہوگی؟

ساجدہ کے وارث یہ ہیں: شوہر، ۶ لڑکے، ایک لڑکی،

المستفتی: سعید احمد غفرلہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زبانی وصیت کا بھی اعتبار ہوتا ہے، بشرطیکہ تمام وارثین اس کی تصدیق کرتے ہوں، لہٰذا سوالنامہ میں جس وصیت کا ذکر ہے اس کو نافذ کرنے میں تمام وارثین متفق ہوں، تو اس کے نافذ کرنے کی صورت یہ ہے کہ اگر حج اور درسگاہ آبادی والے کمرے اور دوکان کے پیسہ سے بنائی جاسکتی ہے اور وہ کل ترکہ کی تہائی کے اندر ہے تو صرف اسی سے حج بھی کرایا جائے اور درسگاہ بھی بنائی جائے اور اگر آبادی والے کمرے اور دوکان کی قیمت کل ترکہ کی ایک تہائی سے بہت زیادہ ہے تو یہ کمرے اور دوکان کل کے کل

وصیت میں داخل نہ ہوں گے، بلکہ کل ترکہ کی ایک تہائی کی مقدار وصیت میں داخل ہوسکتی ہے اوراگر یہ کمرے اور دو کان کل ترکہ کی ایک تہائی سے بہت ہی کم ہے، اور حج اور درسگاہ ان کی قیمت سے پوری نہیں ہوتی ہے تو ایک تہائی مقدار کے اندر رہ کر بازار والی دو کانوں سے بھی اس کام کے لے لینے کی اجازت ہے۔

عن عامر بن سعد، عن أبيه رضی الله عنه قال: مرضت، فعادنی النبی ﷺ –إلی– قلت: أريد أن أوصی بالنصف؟ قال: النصف كثير، قلت: فالثلث؟ قال: الثلث كثير أو كبير، قال: فأوصى الناس بالثلث، فجاز ذٰلک لهم. (صحيح البخاری، باب الوصية بالثلث، النسخة الهندية ۱/۳۸۳، رقم: ۲۶۶۳، ف: ۲۷۴۴)

عن إبراهيم النخعی قال: إذا أوصیٰ بحج أو زكاة فهی من الثلث حج أو لم يحج. (السنن الكبریٰ للبيهقی، باب الوصية بالحج، دار الفكر ۹/۳۷۹، رقم: ۱۲۸۶۸، المصنف لابن أبی شيبة، مؤسسة علوم القرآن بيروت ۱۶/۱۶۳، رقم: ۳۱۴۶۸)

ولاتجوز بما زاد علی الثلث لقول النبی ﷺ فی حديث سعد بن أبی وقاص رضؓ: الثلث كثير (وقوله) إلا أن يجيزها الورثة بعد موته. (هدايه، كتاب الوصية، باب فی صفة الوصية، اشرفی ۴/۶۵۴-۶۵۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲؍محرم الحرام ۱۴۱۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۵۷۶)

جعلی وصیت نامہ کو گرفت کرنے کی ایک شکل

سوال [۱۱۲۱۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: جلال الدین کا انتقال ہوگیا، ان کے ورثاء میں دولڑکے جمال الدین، کمال الدین، چھ لڑکیاں: صاحبزادی بیگم، شمشادی بیگم، دلشادی بیگم، سکندر بیگم، منی بیگم، روبانہ بیگم ہی۔

۲۴؍ستمبر ۱۹۸۱ء میں والد کا انتقال ہوگیا تھا، پھر ۱؍اکتوبر ۱۹۸۱ء کو ایک کاغذ اسٹامپ

پر یہ تحریر لکھی گئی، کہ میرے والد جلال الدین نے مرنے سے قبل یہ وصیت کی تھی کہ میرے مرنے کے بعد میرا مسکونہ مکان میرے دونوں لڑکوں کو ملے گا، ان کے مرنے کے بعد وصیت کے مطابق ہم مقرات بحالت صحت نفس وثبات عقل خوب سوچ سمجھ کر بذریعہ تحریر ہذا اقرار کرتی ہیں کہ وصیت مذکورہ صحیح ہے، اس کے نفاذ میں ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے، بموجب وصیت مذکورہ ہمارے ہر دو برادران جمال الدین وکمال الدین مالکان ہیں ہم یا ہمارا کوئی وارث اب یا آئندہ وصیت مذکورہ کے خلاف معترض نہیں ہوگا۔

دریافت یہ کرنا ہے کہ شرعاً یہ وصیت صحیح تھی یا نہیں، اور جب بہنوں نے تحریر لکھدیا اور اپنے سہام سے دستبردار ہوگئیں اور کاغذ پر دستخط کردیئے صرف ایک بہن سکندر پروین کے دستخط کسی وجہ سے نہیں ہوسکے تھے تو یہ مکان بھائیوں کا ہوگیا، یا سب بھائی بہنوں کو شریعت کے مطابق اب حصہ ملے گا، اب بہنیں اتنے عرصہ کے بعد اپنا اپنا حصہ طلب کررہی ہیں، شرعی حکم کیا ہے؟

المستفتی: جمال الدین تمباکو والان مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وصیت نامہ خود بتلا رہا ہے کہ یہ جعلی وصیت نامہ ہے اس لیے کہ مالک اپنی زندگی میں بحالت ہوش وحواس اپنی ملکیت کے بارے میں خود لکھتا ہے اور یہاں مالک کے مرنے کے بعد لڑکوں نے باپ کی طرف سے خود اپنے حق میں لکھا ہے، ایسا وصیت نامہ شرعاً معتبر نہیں ہے، اگر باپ نے اپنی زندگی میں اپنی مرضی سے لکھا ہوتا اور تمام بیٹیاں اپنی رضامندی سے باپ کے وصیت نامہ پر دستخط کردیتیں تب اس کا اعتبار کیا جاسکتا تھا، اصل مسئلہ تو یہ ہے کہ وارثین کے حق میں وصیت درست نہیں ہے، لیکن دوسرے ورثاء کی رضامندی سے درست ہے، اور یہاں جو وصیت نامہ لکھا گیا ہے وہ خود مورث کی طرف سے نہیں ہے اس لیے وصیت نامہ کا اعتبار نہیں ہے۔

عن ابن عباس قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: لاتجوز الوصیة لوارث، إلا إن شاء الورثة. (السنن الکبریٰ للبیهقی، باب نسخ الوصیة للوالدین والأقربین الوارثین،

دار الفکر ۹/۳۵٦، رقم: ۱۲۷۹۷ - ۱۲۷۹۸، سنن الدار قطني، دار الکتب العلمیة بیروت ٤/٨٦، رقم: ٤٢٥١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۶۷۴۱)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۶/۷ھ

زندگی میں وصیت کا تبصرہ نہ کرنے کا حکم

سوال [۱۱۲۱۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) میری بہن کا نام رشیدہ طلعت ہے اس کی تاریخ وصال ۷/ اکتوبر ۲۰۰۹ء ہے، میری بہن بہنوئی کے کوئی اولاد نہیں ہے، میری بہن کا ایک بھائی حیات ہے، اور شوہر عقیل احمد ہے۔

(۲) پھر میرے بہنوئی عقیل احمد کا انتقال ۱۵/ جنوری ۲۰۱۳ء کو ہو گیا میرے بہنوئی کا ایک بھائی ہے، شکیل احمد اور چار بہنیں ہیں، مبین فاطمہ، رئیس فاطمہ، ممتاز فاطمہ، ریاض فاطمہ، بہنوئی کی اپنی ذاتی خریدی ہوئی یا ان کے والد محترم کی طرف سے دی ہوئی کوئی ملکیت نہیں ہے، بہن رشیدہ طلعت کو والد مرحوم کے ذاتی مکان کا ایک تہائی سے زیادہ حصہ بذریعۂ عدالت دیدیا گیا تھا، بہن کے مکان کا رقبہ ۵۷۵ مربع فٹ ہے، بہن نے اپنی حیات میں اپنے مکان کا نہ کسی کو وارث بنایا اور نہ کسی کے نام لکھا، بہن کافی زمانہ سے بیمار چل رہی تھی، بہن بہنوئی نے ایک بالغہ لڑکی جس کا نام روشنی بنت ممتاز فاطمہ (بہنوئی کی بہن) کو اپنی خدمت کے لیے رکھ لیا تھا، بہنوئی کے انتقال کے بعد وہ لڑکی جو کچھ عرصہ سے خدمت کرتی تھی یہ کہتی ہے کہ یہ مکان آپ کے بہنوئی صاحب نے میرے نام بذریعۂ وصیت نامہ ۸/ جولائی ۲۰۰۴ء کو کردیا تھا، وصیت نامہ کی ایک کاپی (یہ وصیت نامہ فرضی ہے) منسلک ہے، ہبہ زبانی یادداشت کے نام سے بہن کی طرف سے بہنوئی کو جواب بہنوئی کے انتقال کے بعد دکھایا ہے وہ بھی فرضی ہے، اس کی ایک کاپی منسلک ہے۔

المستفتی: انجینئر غلام حسین شوکت باغ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب بہن بہنوئی کی زندگی میں وصیت کا کوئی تبصرہ نہیں ہوا ہے اوران کی وفات کے بعد وصیت کی بات پیش کی جارہی ہے تو اس پر ثبوت شرعی لازم ہے، آخراس کی وجہ کیا ہے کہ ان کی زندگی میں وصیت کا تذکرہ کیوں نہیں آیا، اس لیے منسلک وصیت نامہ فرضی معلوم ہوتا ہے لہٰذا اس پر حکم شرعی نہیں لگایا جاسکتا اور رشیدہ طلعت کا زبانی ہبہ کرنے کا جوتذکرہ ہے اس میں صرف یہ لکھا ہے کہ گواہان اورعزیزوں کی موجودگی میں ہبہ کیا ہے، لیکن اس ہبہ نامہ میں نہ کسی گواہ کا نام موجود ہے اور نہ ہی عزیزوں میں سے کسی کا نام ہے، اور نہ کسی گواہ کے دستخط موجود ہیں، اور ہبہ نامہ لکھنے کا جو ضابطہ اور اصول ہے یہ تحریر اس سے بالکل ہٹی ہوئی ہے، اس لیے یہ ہبہ نامہ بے ثبوت ہوگا، اور شرعی ثبوت کے بغیر کوئی حکم نہیں لگایا جاسکتا، لہٰذا مذکورہ جائیداد رشیدہ طلعت کے وارثین کے درمیان شرعی طور پر تقسیم ہوگی، اور سوالنامہ کے مطابق وارثین میں شوہر اور ایک حقیقی بھائی ہے اس لیے پوری جائیداد دو حصوں میں تقسیم ہوکر نصف حصہ شوہر کو ملے گا، اور نصف حصہ حقیقی بھائی غلام حسین کو ملے گا اور اس کے بعد شوہر عقیل احمد کا انتقال ہوا تو اس کا آدھا حصہ اس کے حقیقی وارثین کے درمیان تقسیم ہو جائے گا، اور اس کے حقیقی وارثین میں ایک بھائی اور چار بہنیں ہیں، لہٰذا اس کا نصف حصہ چھ میں تقسیم ہوکر بھائی کو دو ملیں گے، اور چاروں بہنوں کو ایک ایک مل جائے گا، لہٰذا مذکورہ جائیداد درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگی۔

$\frac{۱۲}{۲}$

رشیدہ طلعت میتہ

شوہر عقیل احمد	بھائی غلام حسین
۱	$\frac{۱}{۶}$
۶	تداخل

عقیل احمد میت

بہن	بہن	بہن	بہن	بھائی
ریاض فاطمہ	ممتاز فاطمہ	رئیس فاطمہ	مبین فاطمہ	شکیل احمد
۱	۱	۱	۱	۲

۱۲
المبلغ
الأحیاء

ریاض فاطمہ	ممتاز فاطمہ	رئیس فاطمہ	مبین فاطمہ	شکیل احمد	غلام حسین	سہام
۱	۱	۱	۱	۲	۶	

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۰۸۳)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۴/۵/۳ھ

تعلیق بالشرط سے وصیت کا عدم بطلان

سوال [۱۱۲۱۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ محمد صدیق مرحوم نے یہ وصیت کی ہے کہ میرے مرنے کے بعد میری ساری جائیداد کی مالک میری بیوی ہوگی، بیوی کی موت کے بعد میرا بھانجہ اقبال حسین مالک ہوگا، جبکہ محمد صدیق کی بوقت وفات دو بہنیں بھی موجود تھیں، تو کیا اقبال حسین کے حق میں وصیت درست ہوگی؟ جو بیوی کی موت پر معلق رکھا ہے، یا اس تعلیق کی وجہ سے وصیت اقبال حسین کے حق میں باطل ہے؟

المستفتی: افضل حسین تحصیل اسکول بڑھیا والی مسجد مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وصیت معلق کرنے سے باطل نہیں ہوئی، لیکن چونکہ بیوی شرعاً وارث ہے اور شریعت میں دوسرے وارثین کی موجودگی میں وارث کے حق

میں وصیت نافذ نہیں ہوتی، اس لیے بیوی کو ساری جائیداد نہیں مل سکتی، اور اقبال حسین چونکہ شرعاً وارث نہیں ہے اس لیے اس کے حق میں وصیت درست ہے، مگر ساری جائیداد میں وصیت درست نہ ہوگی، بلکہ کل جائیداد کو تین حصوں میں تقسیم کرکے ایک حصہ وصیت کی بنا پر اقبال حسین کو بیوی کے مرنے کے بعد ملے گا، اور بیوی کے مرنے تک وہ حصہ بیوی کے قبضہ میں رہے گا، بعد وفات اقبال حسین کو ملے گا، اب کل جائیداد میں سے ایک ثلث اقبال حسین کے لیے الگ کر لینے کے بعد باقی دو ثلث ۸/ سہام میں تقسیم ہو کر بیوی کو ۲/ سہام اور دونوں بہنوں کو تین تین سہام ملیں گے، اور اگر بیوی کا کوئی شرعی وارث نہیں ہے اور اس نے اپنا حصہ اقبال حسین کو دینے کے لیے کہا ہے تو بیوی کے دو سہام بھی اقبال حسین کو ملیں گے، اور بہنوں کے سہام میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۴/۲۸۳)

والوصية تارة تكون منجزة و تارة معلقة بشرط فيجب أن يعلم بأن تعلق الوصية بالشرط جائز . (البحر الرائق، كتاب الوصايا كوئٹه ۸/ ۴۰۵، زكريا ۹/ ۲۱۴ وهكذا فى المغنى لابن قدامه ۶/ ۹۰، رقم: ۴۶۶۳)

وقال أبو حنيفة رحمه الله إذا قال أوصيت أن يخدم عبدى فلانا سنة ثم هو لفلان فقال فلان لا أقبل الوصية قال يخدم الورثة سنة (إلى قوله) فإن مات فلان خدم تمام السنة للورثة ثم يدفع إلى الوصى له بعد تمام السنة. (البحر الرائق، كتاب الوصايا زكريا ۹/ ۲۱۵، كوئٹه ۸/ ۴۰۵)

ولأن الشرط الفاسد فى معنى الربا وهو يعمل فى المعاوضات دون التبرعات . (هدايه، كتاب الهبة، باب ما يصح رجوعه و ما لا يصح، اشرفى ۳/ ۲۹۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳/ محرم الحرام ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/ ۱۵۹۵)

موصی کی زندگی میں موصیٰ لہ کی موت

سوال [۱۱۲۱۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ چند لوگوں نے مل کر کچھ خاص خاص مقدار پیسہ جمع کر کے ایک شرکت کی سوسائٹی قائم کی اور اس میں جو نفع ہوتا ہے وہ اپنے اپنے حصوں کے تناسب سے سب کو مل جاتا ہے، اور اگر گھاٹا ہو جائے تو اس میں سب شریک ہو جاتے ہیں، تو ایسی سوسائٹی میں جناب عزیز احمد مرحوم بھی شریک تھے، اتفاق سے انہوں نے اپنی بیوی کو زندگی میں طلاق دیدی اور اولاد بھی پیدا نہ ہوئی، تو عزیز احمد نے بحالت صحت اپنی شرکت اپنے بڑے بھائی عبداللطیف کے نام کردی، کہ میرے مرنے کے بعد اس سوسائٹی میں عبداللطیف شریک رہے گا، لیکن اتفاق سے ایسا ہوا کہ پہلے عبداللطیف کا انتقال ہو گیا، پھر اس کے بعد عزیز احمد کا انتقال ہوا، اب سوال طلب امر یہ ہے کہ عزیز احمد کا ایک اور بھائی ہے بنام علی احمد، یہ چاہتا ہے کہ عزیز احمد کی شرکت مجھے مل جائے اور عبداللطیف کی بیوی یہ چاہتی ہے کہ چونکہ میرے شوہر کے نام کردیا ہے، اس لیے مجھے ملنا چاہیے؟ اب شریعت کا جو حکم ہو وہ تحریر فرمادیں۔

المستفتی: سکینہ بیگم پیرزادہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عزیز احمد کا اس طرح نام کردینا کہ میرے مرنے کے بعد عبداللطیف اس سوسائٹی میں شریک رہے گا یہ وصیت شرعاً دو وجہوں سے باطل ہے۔

(۱) عبداللطیف عزیز احمد کا شرعی وارث ہے، اور وارث کے لیے وصیت شرعاً درست نہیں ہے۔

عن أبی أمامة الباهلی –رضی الله عنه– قال: سمعت رسول الله صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول فی خطبته عام حجة الوداع، إن الله تبارک وتعالیٰ قد أعطیٰ کل ذی حق حقه فلا وصیة لوارث. (سنن الترمذی، باب ما جاء لا وصیة لوارث، النسخة الهندیة ۲/ ۳۲، دار السلام رقم: ۲۱۲۰)

(۲) موصی کے انتقال سے پہلے موصیٰ لہ کا انتقال ہو چکا ہے، تو شئ موصیٰ بہ مالک کی ملکیت کی طرف لوٹ گئی ہے، اس لیے مذکورہ وصیت شرعاً درست نہیں ہے، اور سارا حق عزیز کا شرعی وارث علی احمد کو مل جائے گا۔

وقبول الوصية بعد الموت (وقوله) فإن قبلها موصىٰ له في حال الحياة أو ردها فذٰلك باطل. (الجوهرة النيرة، كتاب الوصايا، امداديه ملتان ۲/ ۳۹۱، دار الكتاب ديوبند ۲/ ۳۷۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷ر محرم الحرام ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/ ۲۱۰۰)

شئ موصیٰ بہ کو اپنی ملکیت سے خارج کرنے کا حکم

سوال [۱۱۲۱۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسماۃ شکورا بیوی محمد حسین جسپور نے وصیت کی کہ میرے مکان کا نصف حصہ میرے مرنے کے بعد مسجد کو دیدیا جائے، کچھ عرصہ کے بعد اپنے لڑکے سے ناراضی ختم ہوگئی، اور مسماۃ مذکورہ نے مکان کی رجسٹری لڑکے کے نام کرادی، اور یہ کہہ دیا کہ اس کی قیمت مسجد کو دیدینا، مسماۃ مذکورہ کا انتقال ہوگیا۔

سوال یہ ہے کہ لڑکے پر رقم مسجد کو دینا لازم ہے یا نہیں؟ یا رقم دینا استحسانا ہے، نیز اس مسجد کے علاوہ اس بستی میں ایک دوسری مسجد اور تعمیر ہوئی ہے جس پر کافی قرض ہوگیا ہے حتی کہ تعمیری قرض ابھی تک ادا نہیں ہوا ہے، اور لڑکا اس دوسری مسجد مقروض کی زیادہ ضرورت دیکھ کر چاہتا ہے کہ اس کے ذریعہ مسجد کا قرض ادا ہو جائے اور پہلی مسجد کا معاملہ ایسا نہیں ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں مسجد مقروض کو نصف یا اس سے کم وزیادہ دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

جواب باصواب سے مطلع فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

المستفتی: محمد شفیع غفرلہ محلّہ علی خاں کاشی پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وصیت کے بعد اگر موصی کسی بھی طریقے سے عین اور شئ موصیٰ بہ کو اپنی ملکیت سے نکال دے تو وصیت ختم ہو جاتی ہے، لہٰذا مذکورہ صورت میں جب مسماۃ مذکورہ نے اپنے بیٹے سے راضی ہو کر مکان مذکور بیٹے کے نام رجسٹری کر کے مالک بنا دیا تو مذکورہ مسجد کے حق میں وصیت باطل ہو چکی ہے، اب بیٹے کا مسجد کو دینا احسان اور تبرع ہوگا، اور جس کو چاہے دے سکتا ہے۔

ولو أوصیٰ بعبده لفلان ثم كاتبه أو دبره أو أخرجه عن ملكه بوجه من الوجوه كان رجوعا حتى لو عاد إلى ملكه لايكون وصية. (عالمگیری، كتاب الوصايا الباب الأول زكريا قديم ٦/٩٣، جديد ٦/١١٠)

ولو باع العين الموصىٰ بها ثم اشتراها أو وهبها ثم رجع فيها بطلت الوصية. (هنديه جديد زكريا ٦/١٠٩، قديم ٦/٩٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۷؍ربیع الاول ۱۴۱۱ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/۲۱۵۵)	۷؍۳؍۱۴۱۱ھ

قریب المرگ وصیت کرنا

سوال [۱۱۲۱۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک شخص اپنی زندگی میں وراثت کو غیر شرعی طریقے سے اپنے وارثین میں وصیت کے نام سے تقسیم کر دیتا ہے کہ یہ تو لے لینا۔

اسی میں جواب طلب بات یہ ہے کہ آیا قریب المرگ انسان کے لیے اپنی وراثت کی وصیت یا وقف اپنے وارثین کے لیے جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ وہ اس میں انصاف بھی نہیں کر پاتا کسی کو زیادہ دیتا ہے تو کسی کو کم دیتا ہے، اگر یہ جائز نہیں ہے تو کیا شکل ہوگی کہ اس کی خواہش بھی پوری ہو جائے کہ زندگی ہی میں ہر وارث کو اس کا حق وراثت بتا دیا جائے، اس میں یہ بھی واضح کریں کہ

زندگی میں تقسیم وراثت کرتے وقت لڑکے اورلڑکی کو برابر رکھا جائے یا نہیں؟ اگر کوئی شخص ناجائز طریقے سے اپنی زندگی میں شرعی مسائل کا خیال نہ کرکے اس کے خلاف وصیت نامہ لکھ دے کہ میرا فلاں لڑکا اس کا مالک ہے اور فلاں لڑکا اس کا مالک ہے، اور فلاں لڑکی اس کی مالک ہے، تو اس کے مرنے کے بعد اس وصیت نامہ کا اعتبار ہوگا یا نہیں؟ اگر نہیں ہوگا تو اس کے وارثین پر اس وقت موت کے بعد کیا واجب ہوتا ہے؟ آیا اسلامی فتویٰ کے مطابق دوبارہ تقسیم کریں یا نہیں؟ اگر دوبارہ تقسیم واجب ہوتی ہے اور جن کو زیادہ مال وصیت نامہ میں ملا ہے وہ اس دوبارہ تقسیم کو نہ مانے اور کہہ دے کہ جو ہمارے باپ کہہ کر مرے ہیں وہ صحیح ہے، اور کے فتویٰ کو ہم نہیں مانتے تو اس شکل میں گناہ مرنے والے پر ہوگا یا اس دوبارہ تقسیم کرنے کو نہ ماننے والوں پر ہوگا؟

المستفتی: عطاء اللہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وارثین کے لیے وصیت جائز نہیں ہے، اگر زندگی میں میراث تقسیم کرنا ہے تو لڑکیوں کو لڑکوں کے برابر دینا لازم ہے، ورنہ باپ گنہگار ہو جائے گا۔

عن أبی أمامة الباهلی –رضی الله عنه– قال: سمعت رسول الله ﷺ یقول فی خطبته عام حجة الوداع، إن الله تبارک و تعالیٰ قد أعطیٰ کل ذی حق حقه فلا وصیة لوارث. (سنن الترمذی، باب ما جاء لا وصیة لوارث، النسخة الهندیة ۲/ ۳۲ دار السلام، رقم: ۲۱۲۰)

فسویٰ بینهم یعطی البنت کالابن عند الثانی وعلیه الفتویٰ، ولو وهب فی صحته کل المال للولد جاز و أثم. (در مختار، کتاب الهبة زکریا ۸/ ۵۰۱، کراچی ۵/ ۶۹۶، قاضیخان زکریا جدید ۳/ ۱۹۴، وعلی هامش الهندیة ۳/ ۲۹۷، هندیه زکریا قدیم ۴/ ۳۹۱، جدید ۴/ ۴۱۶) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹؍ رمضان المبارک
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۵۹۷)

۲ باب ما يجوز من الوصايا و مالا يجوز

اپنا کل مال فلاحی کاموں میں لگانا

سوال [۱۱۲۲۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک شخص جو لاولد ہے، اور گود لیا ہوا ایک بچہ رکھتا ہے، اور وہ اپنی ساری جائیداد اس گود لیے ہوئے بچہ کو دینا چاہتا ہے، یا اس کا کچھ حصہ یا کل فلاحی کاموں میں لگادینا چاہتا ہے، کیا اس کو ایسا کرنے کا حق ہے، جبکہ اس کے جائز ورثاء موجود ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مذکورہ شخص بحالت صحت وبحالت ہوش و حواس اپنا مال لے پالک کو دینا چاہتا ہے یا کل مال فلاحی کاموں میں خرچ کردینا چاہتا ہے تو اس کے لیے جائز اور درست ہے، ہاں مرض الموت میں جائز نہیں ہے، البتہ مرض الموت میں صرف ایک ثلث میں ایسا کرنا جائز ہوتا ہے۔

المالک هو المتصرف فی الأعيان المملوكة كيف شاء من الملک. (بیضاوی شریف رشید ۱/۷)

الملک ما من شانه أن يتصرف فيه بوصف الاختصاص. (شامی مطلب: فی تعریف المال زکریا ۷/۲۳۵، کراچی ۵/۵۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴۱۲/۲۹)

وصی کا اپنی جائیداد اللہ کی راہ میں دینا

سوال [۱۱۲۲۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: مرنے والے کی وصیت تھی کہ میرے مرنے کے بعد میرا کفن دفن یعنی میت کا جملہ خرچ میرے ہی پیسہ سے کیا جائے اور باقی جو روپیہ پیسہ بچے وہ اللہ کی راہ میں دیدیا جائے، لہٰذا متوفی کے پڑوس میں ایک مسجد و مدرسہ بھی ہے، جس میں فرش، پلاسٹر وغیرہ کے لیے پیسہ کی ضرورت ہے، اب جناب والا سے معلوم یہ کرنا ہے کہ کفن دفن وغیرہ کے بعد جو روپیہ بچے اس میں پڑوس کی مسجد اور مدرسہ کا کیا حق بنتا ہے، کیا باقی مساجد و مدرسہ کو بھی دینا ضروری ہے؟ اگر ضروری ہے تو کتنا؟ واضح رہے کہ وارثین بھی لینا نہیں چاہتے ہیں بلکہ نفاذ وصیت پر تیار ہیں۔

المستفتی: محمد نسیم قریشی اصالت پورہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: اگر واقعی وارثین وصیت کے نفاذ پر تیار اور خوش ہیں اور کوئی چھوٹے نابالغ وارث موجود نہیں ہیں تو مرحوم کے مابقیہ کل مال کو محلّہ کی مسجد و مدرسہ میں خرچ کرنے کی اجازت ہے، دیگر مساجد اور مدارس میں دینا کوئی ضروری نہیں، کیونکہ اپنے پڑوس کا زیادہ حق ہوتا ہے اور اگر مرحوم کا کوئی وارث نابالغ ہے تو اس کا حصہ محفوظ رکھنا لازم ہے۔

وتجوز بالثلث للأجنبي ...... لا الزيادة عليه إلا أن تجيز ورثته بعد موته وهم كبار. (تنوير الأبصار، كتاب الوصايا، زكريا ۱۰/۳۳۹، كراچی ۶/۶۵۰)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۲۴/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۵ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۴۰۲۱)	۱۴۱۵/۵/۲۴ھ

جائیداد وقف کرنے کی صورت میں وصیت کا حکم

سوال [۱۱۲۲۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کے تین بھائی اور چار بہنیں تھیں، زید کے دو بھائیوں کی شادی باپ کی سرپرستی میں ہوگئی تھی، کچھ دنوں کے بعد باپ اللہ کو پیارے ہو گئے، والدہ کچھ دن حیات

رہیں، پھر وہ بھی اللہ کو پیاری ہوگئیں، اور چاروں بہنیں شادی شدہ تھیں، بعدہ دونوں بھائی چھوٹے بھائی سے الگ ہوگئے، چھوٹا ادھر ادھر اپنی محنت ومشقت اور مزدوری کرتا رہا، پھر اللہ نے اس کی روزی میں برکت عطا کی اور اپنی گاڑھی کمائی سے اپنا مکان بنوایا، پھر اس کے بعد اپنی شادی کرلی، اب مذکورہ شخص کے دونوں بھائی اور زید اور تینوں بہنیں اللہ کو پیاری ہوچکی ہیں، اب ہم تینوں بیوہ ہیں اور تینوں بیواؤں کے پاس اپنے اپنے شوہر کا مکان اور جائیداد الگ الگ موجود ہے، میرے شوہر حیات تھے تو میرے اور ان میں معاہدہ ہوا تھا کہ اگر میرا پہلے انتقال ہوجائے تو میرا مکان اور جائیداد مسجد میں وقف کردینا، میں نے اپنے شوہر کے فرمان کے مطابق ایسا ہی کیا ہے کیا ان بیواؤں کا حق میرے مکان اور جائیداد میں ہوتا ہے یا نہیں؟ یا جو میں نے ایسا کیا ہے یہ ٹھیک ہے یا نہیں؟ جواب سے مطلع فرمائیں۔

المستفتی: زیتون بیوہ، گودھنا، سیتاپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر آپ کا سوال صحیح اور درست ہے تو آپ کا ایسا کرنا کل مکان وجائیداد میں سے ایک تہائی میں درست ہے، باقی دو تہائی آپ کے جو شرعی ورثاء ہیں ان کے درمیان ان کے حقوق کے مطابق تقسیم ہوگی، کیونکہ وصیت صرف ایک ثلث میں نافذ ہوتی ہے۔

عن عامر بن سعد، عن أبيه رضي الله عنه قال: مرضت، فعادني النبي صلی اللہ علیہ وسلم –إلى– قلت: أريد أن أوصى بالنصف؟ قال: النصف كثير، قلت: فالثلث؟ قال: الثلث كثير أو كبير، قال: فأوصى الناس بالثلث، فجاز ذٰلک لهم . (صحيح البخاري، باب الوصية بالثلث، النسخة الهندية ۱/۳۸۳، رقم: ۲٦٦۳، ف: ۲۷٤٤)

اگر آپ اپنے شوہر کے وارثین اور تعداد لکھ دیتیں تو حصہ بھی بنادیا جاتا، آپ کے شوہر کی جائیداد میں سے مذکورہ بیواؤں کو بطور وراثت کوئی حق نہیں مل سکتا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۱۱۷)

متوفیہ کی نماز، روزہ کے فدیہ اور حج بدل کی وصیت کا حکم

سوال [۱۱۲۲۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: متوفیہ کے ذمہ دو سال کے روزے اور تین سال کی زکوٰۃ واجب ہے، آیا تقسیم سے پہلے ادا کیے جاسکتے ہیں یا نہیں؟ ان کی ادائیگی کے بارے میں متوفیہ کی وصیت بھی ہے، متوفیہ نے زبانی بھی وصیت کی کہ میرے مال سے جو منقولہ یا غیر منقولہ ہے اس سے پہلے حج بدل ادا کرادیں، روزے، زکوٰۃ کا بدل دیں، اس کے بعد جو بچے وہ وقف للہ کردیں، آیا اس طرح وصیت کرنا شرع محمدی میں درست ہے؟ کل یا کچھ حصہ کے بارے میں وصیت کرسکتے ہیں؟ تحریر کریں، مہربانی فرما کر درج بالا مسائل پر از روئے شرع فتویٰ دیں۔

المستفتی: احسان الحق محلہ بھٹی مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر متوفیہ نے زکوٰۃ کی ادائیگی، روزہ ونماز کا فدیہ اور حج بدل کی وصیت کی ہے تو متوفیہ کے کل ترکہ میں سے تہائی حصہ نکال کر اس میں سے اولاً زکوٰۃ، روزہ، نماز اور حج بدل وغیرہ میں وصیت کے مطابق صرف کردیئے جائیں، اور ان سب کی ادائیگی کے بعد بھی تہائی حصہ میں سے بچ جائے تو وقف للہ کو نافذ کردیں ورنہ نہیں، اور کل ترکہ کا دو تہائی مذکورہ ورثاء کا حق ہوگا، اور ورثاء کو دو تہائی میں سے مذکورہ چیزوں میں خرچ کرنے پر شرعاً مجبور نہیں کیا جائے گا۔

إذا مات من عليه زكاة، أو فطرة، أو كفارة، أو نذر لم تؤخذ من تركته عندنا إلا أن يتبرع ورثته وهم من أهل التبرع ولم يجبروا عليه و إن أوصىٰ تنفذ من الثلث. (شامی، باب صدقة الفطر، كراچی ۲/ ۳۵۹، كوئٹه ۲/ ۷۸، زكريا ۳/ ۳۱۱، هنديه زكريا قديم ۱/ ۱۹۳، جديد ۱/ ۲۵۵، الجوهرة النيرة، امداديه ملتان ۱/ ۱۶۵، دار الكتاب ديوبند ۱/ ۱۶۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵ رشعبان المعظم ۱۴۰۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/ ۲۴۱)

حج کے لیے بطور وصیت دیئے گئے روپیہ سے حج کرنا واجب ہے یا نہیں؟

سوال [۱۱۲۲۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: معلوم ہو کہ میرے خسر نے انتقال سے پہلے مجھے حج بدل کرنے کی وصیت کی اور ساتھ ہی رقم بھی ادا کردی، تقریباً ڈھائی ماہ ہو چکے ہیں، مرحوم نے اپنے متعلقین کے لیے گھر، کھیت وغیرہ کافی جائیداد چھوڑی ہے، میرا خود کا معاملہ یہ ہے کہ میرے پاس کھیت ہے، نقد رقم اتنی نہیں کہ خود کا فرض ادا کرسکوں، میرے بڑے بھائی ان کی بھی حیثیت ہے، مگر ابھی تک حج کے لیے نہیں گئے، والدہ وہ بھی نہ جاسکیں، والد کا انتقال ہو چکا ہے، یہاں میں نے اپنی حالت بیان کردی ہے تاکہ آپ نیک مشورہ سے نوازیں۔

المستفتی: محمد رفیق، نزد درگاہ مسجد قاضی پورہ، امراؤتی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب آپ کے خسر نے آپ کو حج بدل کرنے کے لیے رقم دے کر وصیت کردی تو آپ پر واجب ہے کہ ان رقموں سے حج بدل خود کریں اور بصورت عذر دوسرے کے ذریعہ حج بدل کروادیں، ورنہ آپ سخت گنہگار ہوں گے، البتہ اگر آپ نے اپنا حج ابھی تک نہیں کیا ہے اور آپ پر حج فرض بھی نہیں ہے، تو آپ کا حج بدل کرنا مکروہ تنزیہی اور غیر مستحسن ہے، اگر آپ پر حج فرض ہو چکا ہے تو مکروہ تحریمی ہے، آپ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ پر حج فرض نہیں ہے، بہرصورت اگر آپ حج بدل کریں گے تو حج ادا ہو جائے گا۔ (مستفاد: جواہر الفقہ قدیم ۱/۵۰۷، جدید زکریا ۴/۲۱۵، فتاویٰ دار العلوم ۶/۵۷۶)

اور اگر آپ حج بدل کر کے اس کی اجرت لینا چاہتے ہیں تو جائز نہیں ہے۔

ولایجوز الاستئجار علی الطاعات. (رسم المفتی قدیم ص: ۳۷، جواهر الفقه قديم ۱/۵۰۱، جديد زكريا ٤/۲۰۸)

عن إبراهيم النخعي أنه قال: إذا أوصىٰ بحج أو زكاة فهي من الثلث حج أو لم يحج. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، باب الوصية بالحج، دار الفكر ۹/۳۷۹، رقم: ۱۲۸٦۸،

المنصف لابن أبی شیبة مؤسسة علوم القرآن ١٦/١٦٣ رقم: ٣١٤٦٧) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶ر صفر المظفر ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۴۴/۴۰)

وارث مسجد کے حق میں وصیت کا منکر ہو اور گاؤں والے مدعی ہوں

سوال [۱۱۲۲۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ گاؤں والوں کا کہنا ہے کہ بڑے بھائی نے مرتے وقت یہ وصیت کی تھی کہ سو گز مکان میں سے ساٹھ گز مسجد میں وقف ہوگا، اور چالیس گز چھوٹے بھائی کو دیدیا جائے گا، تو کیا یہ وصیت جاری ہوگی یا نہیں؟ جبکہ چھوٹے بھائی کا کہنا ہے کہ میرے بھائی نے کوئی وصیت نہیں کی، بلکہ گاؤں والے مجھ کو مکان سے محروم کر دینے کا پروپیگنڈہ کر رہے ہیں؟

المستفتی: نصیر احمد محلّہ زاہد نگر مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ساٹھ گز میں وصیت کسی بھی طرح نافذ نہیں ہوگی، نیز اگر دو عادل آدمی کی شہادت سے وصیت کا ثبوت نہ ہو تو کل سو گز ورثاء کے درمیان تقسیم ہو جائے گا اور اگر وصیت کے لیے دو عادل باریش یا پابند صوم وصلاۃ آدمی شہادت دیدیں تو بڑے بھائی کے سو گز میں سے صرف ایک تہائی مسجد کو مل سکتا ہے، بقیہ نصیر احمد اور نور جہاں کے درمیان حصص شرعی کے طور پر تقسیم ہوگا۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۸/ ۴۱۵، جدید زکریا مطول ۱۲/ ۳۳۶)

ثم تنفذ وصايا من ثلث ما بقي بعد الدين. (شريفيه ص: ٧)

وإذا شهد شاهدان أن الميت أوصى إلى هذا الرجل (إلى قوله) أجزت شهادتهما. (عالمگيری، كتاب الوصايا، الباب العاشر فی الشهادة علی الوصية، زكريا جديد ٦/ ١٨٢، زكريا قديم ٦/ ١٥٩) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹ر صفر المظفر ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/ ۱۶۵۵)

مسجد کے لیے وصیت کردہ رقم کو مدرسہ میں لگانا

سوال [۱۱۲۲۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نے اپنی وفات سے قبل ہزار روپیہ دے کر یہ وصیت کی کہ ان کو مسجد وغیرہ میں لگا دینا، پھر اس کا انتقال ہوگیا، اب آیا ان کو مدرسہ میں لگا دیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد ادریس رامپوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ ہزار روپیہ مرحوم کی شرط کے مطابق مسجد میں صرف کرنا واجب ہوگا، مدرسہ میں لگانا جائز نہ ہوگا۔

أما الوصية لمسجد كذا أو قنطرة كذا، صرف إلى عمارته و إصلاحه. (بزازيه كتاب الوصايا زكريا جديد ٣/٢٦٢، وعلى هامش الهندية ٦/٤٣٨)

شرط الواقف كنص الشارع، مالم يكن مخالفا للشرع. (الموسوعة الفقهية الكويتية ٣٦/١٠٠)

صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبة. (شامی، مطلب: مراعاة غرض الواقفين واجبة كراچی ٤/٤٤٥، زكريا ٦/٦٦٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶؍ ربیع الثانی ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۲۰۹/۲۴)

مسجد کے لیے کل مال کی وصیت کرنا

سوال [۱۱۲۲۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حبیب احمد نے اپنی زندگی میں اپنی تمام جائیداد، صحرائی وسکنائی، محلّہ کی مسجد و مدرسہ کو وصیت کر دی تھی، اس کے بعد حبیب احمد کا انتقال ہوگیا ہے، حبیب احمد نے حسب

ذیل ورثاء کو چھوڑا، بیوی خدیجہ، بھائی مولوی مختار احمد صاحب، دونوں وارثوں نے مورث کی وصیت کو قائم رکھا، اور اس سے راضی رہے، مرحوم کے بھائی مولوی مختار احمد صاحب نے نماز جنازہ پڑھا کر تمام نمازیوں کے سامنے یہ اعلان کر دیا تھا کہ بھائی کے ترکہ میں سے جو حصہ میرا ہوتا ہے وہ میں مرحوم کی وصیت کے مطابق مسجد و مدرسہ ہی کو دیتا ہوں، اور اب مولوی مختار احمد کے انتقال کے بعد ان کے وارثوں نے بھی مسجد و مدرسہ کے حق میں ہی چھوڑ دیا، مسجد و مدرسہ نے حبیب احمد کے انتقال کے بعد قانونی کارروائی کی تاکہ وصیت شدہ جائیداد مسجد و مدرسہ کی ملکیت میں آجائے، اور ان دونوں وارثوں یعنی مرحوم کے بھائی اور مرحوم کی بیوی نے مسجد و مدرسہ کے نام داخل و خارج ہونے میں کسی قسم کی کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی، جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ دونوں وارثوں نے یہ جائیداد وصیت شدہ اپنی ملکیت سے نکال کر بخوشی مسجد و مدرسہ کی ملکیت میں دیدی، اب بھائی اور بیوہ کا اس جائیداد سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں رہتا، لیکن مورث کی زبانی وصیت کے مطابق کہ وصیت شدہ آراضی کی پیداوار سے بیوہ اپنا گذارہ کرتی رہے گی، کیونکہ اس کے گذارے کے لیے کوئی دوسرا ذریعہ نہیں، لہٰذا بیوہ تا حیات اس جائیداد کی پیداوار سے گذارا کرتی رہی، اب بیوہ کا انتقال ہوگیا ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ: (۱) اس صورت میں بیوہ کے وارثوں کا کوئی حق و حصہ نکلتا ہے کہ نہیں؟

(۲) حبیب احمد کے دونوں وارثوں کے حصص قائم کر دیئے جائیں؟

(۳) وصیت شدہ کی پیداوار جو بیوہ کے انتقال کے وقت کھیت میں کھڑی ہوئی تھی اس میں بیوہ کے وارثوں کا کوئی حصہ ہوتا ہے کہ نہیں؟

المستفتی: حاجی نور احمد قصبہ منڈاؤ ضلع بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: انفاق اور صرف کرنے کی قید لگائے بغیر مسجد کے لیے وصیت نافذ ہونے میں اختلاف ہے، امام ابو حنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وصیت باطل ہوجاتی ہے، اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز و درست ہوجاتی ہے۔

لو قال أوصيت بثلث مالي للمسجد جاز عند محمدؒ وقال أبو يوسف لايجوز إلا أن يقول ينفق على المسجد، في الخانية: ولو أوصىٰ بثلث ماله للمسجد وعين المسجد أو لم يعين فهي باطلة في قول أبي يوسف جائزة في قول محمد ولو أوصىٰ بأن ينفق ثلثه على المسجد جاز في قولهم. (البحر الرائق، كتاب الوصايا، باب الوصية بثلث المال، كوئٹه ۸/۴۱۳، زكريا ۹/۲۲۹-۲۳۰، الدر مع الرد زكريا ۱۰/۳۵۹، كراچی ۶/۶۶۴، زكريا ۱۰/۴۰۳، كراچی ۶/۶۹۶، بزازيه زكريا جديد ۳/۲۶۱ وعلى هامش الهندية ۶/۴۳۷، قاضيخان زكريا جديد ۳/۳۶۸ وعلى هامش الهندية ۳/۴۹۷)

نیز شرعی ورثاء کے ہوتے ہوئے کل جائیداد ترکہ کی وصیت شرعاً نافذ نہیں ہوتی بلکہ کل جائیداد کی وصیت کی صورت میں ایک تہائی میں وصیت نافذ ہوتی ہے باقی دو تہائی جائیداد وارثین کے درمیان تقسیم ہو جائے گی۔

لايجوز بما زاد على الثلث. (الجوهرة النيرة، كتاب الوصايا، امداديه ملتان ۲/۳۸۹، دار الكتاب ديوبند ۲/۳۷۰، مختصر القدوری ص: ۲۸۱، هدايه اشرفی ۴/۶۵۴، البحر الرائق كوئٹه ۸/۴۰۲، زكريا ۹/۲۱۴)

ہاں البتہ جو وارث اپنا حصہ بخوشی چھوڑ دے گا اس کے حصہ میں بھی وصیت نافذ ہو جائے گی۔

وإن أجاز أحدهما دون الآخر يجعل في حق الذي جاز. (الجوهرة النيرة، كتاب الوصايا، امداديه ملتان ۲/۳۸۹، دار الكتاب ديوبند ۲/۳۷۰، شامی زكريا ۱۰/۳۴۰، كراچی ۶/۶۵۱، فتح القدير زكريا ۱۰/۴۴۸، دار الفكر ۱۰/۴۱۷، كوئٹه ۹/۳۴۷)

امام محمدؒ کے قول کے مطابق اگر مذکورہ وصیت کو صحیح اور نافذ قرار دیا جائے تو مولانا مختار احمد صاحب مرحوم کے حصہ میں بھی وصیت نافذ ہو کر مسجد کو مل جائے گا، اسی طرح اگر بیوہ نے بھی صراحت کے ساتھ اپنا حصہ مسجد کو دینے کے لیے کہہ دیا تھا تو وہ بھی مسجد کو مل جائے گا، اور بیوہ کے ورثاء نہ جائیداد ملے گی اور نہ اس کی پیداوار میں سے کچھ مل سکتا ہے اور اگر بیوہ نے اپنا حصہ مسجد کو دینے کے لیے صراحت کے ساتھ رضامندی کا اظہار نہیں کیا ہے تو بیوہ کے حصے

میں وصیت نافذ نہیں ہوگی؟ لہٰذا کل جائیداد کے دوثلث میں بیوہ کا جو حصہ شرعاً نکل سکتا ہے وہ تمام فقہاء کے قول کے مطابق مسجد کو نہیں ملے گا، بلکہ بیوہ کے شرعی ورثاء کو جائیداد و پیداوار سب مل جائے گی، ہاں البتہ وہ لوگ اپنی رضامندی سے مسجد کو دینا چاہتے ہیں تو جائز ہوسکتا ہے ورنہ نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم جمادی الثانیہ ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/۱۲۱۳)

مسجد کے لیے کی گئی وصیت کا حکم

سوال [۱۱۲۲۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حاجی خلیل کی ایک بیوی اور دو لڑکوں نے حاجی صاحب کو خرچہ وغیرہ کچھ نہیں دیا اور بہت تنگ کیا، اس لیے حاجی صاحب نے تقریباً دس سال سے مسجد میں قیام کرلیا، اور حاجی صاحب نے دوکان اور ۹/ بیگہ زمین کا بیع نامہ بیوی اور لڑکوں کے نام کردیا اور بقیہ چھ بیگہ زمین مسجد کے نام اس شرط پر رجسٹری کردی کہ زندگی میں میری اور بعد مرنے کے مسجد کی، ۹۳ء میں حاجی صاحب کا انتقال ہوگیا پاکستان جاکر اور زمین چھ بیگہ پر دونوں لڑکے ظفیر اور ظہیر نے قبضہ کرلیا، اور مسجد کو بالکل دینا نہیں چاہتے، جبکہ مسجد کے منتظمین کل زمین چھ بیگہ مسجد کے لیے لینے پر بضد ہیں، اس صورت میں منتظمینِ مسجد کو کیا کرنا چاہئے؟ مرحوم کی دو لڑکیاں بھی ہیں۔

المستفتی: منتظمین مسجد شاہ آباد رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حاجی خلیل احمد صاحب نے اپنی زندگی میں چھ بیگہ زمین مسجد کے نام اس شرط پر رجسٹری کی ہے کہ زندگی میں میری اور میرے مرنے کے بعد مسجد کی، یہ وصیت کی ہے، اور وصیت کا نفاذ میت کے ثلث مال میں ہوتا ہے، لہٰذا چھ بیگہ زمین اگر کل جائیداد کا ثلث ہے تو وہ مسجد کی ہے اور اگر ثلث سے زیادہ ہے تو زیادہ ورثاء کی ہے، اور

بقدر ثلث مسجد کی ہوگی۔

عن عامر بن سعد، عن أبيه رضي الله عنه قال: مرضت، فعادني النبي صلى الله عليه وسلم -إلي- قلت: أريد أن أوصي بالنصف؟ قال: النصف كثير، قلت: فالثلث؟ قال: الثلث كثير أو كبير، قال: فأوصى الناس بالثلث، فجاز ذلك لهم. (صحيح البخاري، باب الوصية بالثلث، النسخة الهندية ١/٣٨٣، رقم: ٢٦٦٣، ف: ٢٧٤٤)

ولاتجوز بما زاد على الثلث لقوله عليه السلام في حديث سعد بن أبي وقاص (الثلث والثلث كثير) بعد ما نفي وصيته بالكل والنصف. (هدايه، كتاب الوصايا باب في صفة الوصية اشرفي ٤/٦٥٤-٦٥٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم شعبان المعظم ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۵٦۱)

مسجد کے لیے ثلث مال سے زائد کی گئی وصیت کا حکم

سوال [۱۱۲۲۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: محمد گل شیر مرحوم ولد محمد اسماعیل مرحوم ساکن شہزاد پور ضلع بجنور نے اپنی اولاد سے چھپا کر جو کہ پانچ لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں، اپنی آراضی کاشت کی جو کہ کل ۷۵ گز ہے، اور اخیر میں بعض لوگوں کے کہنے اور بہکانے میں چالیس بیگہ زمین جس میں باغ کھڑا ہے، جامع مسجد شیر کوٹ کو وصیت کردی تھی، جو کہ ان کی وفات کے بعد ہم وارثین کو معلوم ہوا، اس باغ کی آمدنی جامع مسجد شیر کوٹ والے لینے لگے، اور باغ میں جو کاشت ہوتی تھی ان کے وارثین یعنی اولاد استعمال کرتی رہی، اب جامع مسجد شیر کوٹ کی کمیٹی نے اس باغ پر مکمل قبضہ کرلیا ہے، اور وارثین کو کاشت کرنے سے روک دیا ہے، اور باغ کا کٹان کرا رہے ہیں، سوال یہ ہے کہ یہ وصیت جو کہ چالیس بیگہ زمین کی ہے، صحیح اور درست اور نافذ العمل ہے یا نہیں؟ جبکہ ان کی ملکیت میں صرف پچھہتر بیگہ آراضی ہی تھی، بعض علماء سے معلوم کیا تو انہوں

نے بتایا کہ ان کو صرف ۲۵ ربیگہ ہی وصیت کرنے کا حق تھا، زیادہ کا نہیں تھا، اگر وصیت صحیح نہیں ہے تو کیا کمیٹی جامع مسجد شیر کوٹ کو کٹان کا حق ہے؟ اور چالیس بیگہ آراضی پر قبضہ کرنے کا حق ہے؟ جواب باصواب سے نوازیں۔

المستفتی: دلدار احمد ولد گل شیر احمد شہزاد پور بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جن علماء نے یہ مسئلہ بتایا ہے کہ کل آراضی کی ایک تہائی میں وصیت نافذ ہوگی، جبکہ اس کے علاوہ کوئی اور جائیداد اس کے پاس نہ ہو، صحیح اور درست ہے، لہٰذا اگر واقعۃً مرحوم نے مسجد کے لیے وصیت کی ہے تو چالیس بیگہ میں وصیت نافذ نہیں ہوگی بلکہ پچیس صرف بیگہ میں وصیت نافذ ہوسکتی ہے، اور مسجد کے ذمہ داران کے لیے پچیس بیگہ سے زائد پر قبضہ کرنا جائز نہیں ہے، اور پچیس بیگہ سے زائد کی آمدنی اور پیداوار مسجد کے لیے حلال نہیں ہوگی۔

ثم تصح الوصية للأجنبي بالثلث من غير إجازة الوارث ...... وإن ردوا الزيادة بطلت. (تبيين الحقائق، كتاب الوصايا زكريا ۷/ ۷۳۵-۷۳۶، امداديه ملتان ۶/ ۱۸۲، البحر الرائق كوئٹه ۸/ ۴۰۴، زكريا ۹/ ۲۱۳)

وتكون الزيادة عن الثلث موقوفة على الإجازة فإن أجاز الورثة الزائد عن الثلث للأجنبي نفذت الوصية، وإن ردوا الزيادة بطلت. (الفقه الإسلامى هدى انٹر نيشنل ۸/ ۵۷)

عن سعد بن أبي وقاصؓ قال: كان النبي ﷺ يعودني و إنما أنا مريض بمكة فقلت لي مال أوصي بمالي كله قال: لا، قلت: فالشطر قال: لا، قلت: فالثلث؟ قال: الثلث والثلث كثير، أن تدع ورثتك أغنياء خير من أن تدعهم عالة يتكففون الناس في أيديهم (الحديث). (صحيح البخارى باب فضل النفقة على الأهل، النسخة الهندية ۲/ ۸۰۶، رقم: ۵۱۴۵، ف: ۵۳۵۴)

عن سالم عن أبيه قال قال النبي ﷺ: من أخذ من الأرض شيئا بغير

حقه خسف به يوم القيامة إلى سبع أرضين. (بخاری، إثم من ظلم شيئا من الأرض، النسخة الهندية ١/ ٣٣٢، رقم: ٢٣٩٠، ف: ٢٤٥٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳/ ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۳۳۰)

مسجد کے لیے مکان کی وصیت کرنے کا حکم

سوال [۱۱۲۳۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک بیوہ عورت جس کے دو بچے ہیں، دونوں کی شادی کردی ہے، لڑکے کا انتقال ہو چکا ہے، لڑکے کی بیوی نے دوسرا نکاح کرلیا ہے بچے ماں کے ساتھ ہیں، لڑکے کے انتقال کے بعد ماں نے لڑکی داماد کو اپنے گھر بلا کران کو مالک بنادیا ہے، ماں دماغ سے کچھ کمزور ہے، محلّہ میں مسجد ہے، ماں کو چڑھا کرلوگوں نے مکان مسجد کے نام وصیت کروا دیا ہے، لڑکا لڑکی داماد کی غیر موجودگی میں، لڑکی داماد کو بلائے ہوئے سترہ سال ہو چکے ہیں، لڑکی کو سسرال سے بلا کروہاں کی مالیت سے بے دخل کروادیا ہے، چھ لڑکیاں ہیں، جن میں تین لڑکیاں جوان ہیں اس وقت لڑکی بے سہارا ہے، داماد نے جو کچھ کمایا وہ بچوں کی پرورش اور ساس کے اخراجات میں خرچ کردیا، ان حالات میں اپنی جوان لڑکیوں کو لے کر کہاں جائے، مسجد والے تنبیہ کررہے ہیں کہ مکان خالی کرو، کیا ان حالات میں وصیت جائز ہے، مسجد والوں کو ان حالات میں مسجد کے لیے مکان لینا جائز ہے یا نہیں؟ ماں دماغی حالات میں ہوتی ہے تو کہتی ہے کہ مکان تیرا ہے، تجھے کوئی نہیں نکال سکتا اور جب دماغ میں کمی ہوتی ہے تو کہتی ہے کہ نکل، گھر سے نکل جا، لڑکی بہت پریشان ہے، لڑکی نہ سسرال کی رہی اور نہ میکے کی، اور داماد بہت پریشان ہے، لڑکی ماں کی خدمت کرنے کو تیار ہے، لڑکی کہتی ہے کہ ماں تمہاری پوری زندگی خدمت کروں گی، ہر اعتبار سے خدمت انجام دوں گی، کبھی شکایت کا موقع نہیں آنے دوں گی، ماں تم میرے اوپر مہربانی کرو، مسجد والوں سے لڑکی داماد نے بات کی تو جواب دیا کہ

مسجد کو ایسا مال لینا جائز ہے؟ کیا مسجد والوں کا کہنا صحیح ہے؟

المستفتی: اعظم کاشی پوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مذکورہ عورت نے ہوش وحواس کی درستگی کی حالت میں مسجد کے نام سے مکان کی وصیت کی ہے، اور اس عورت کے پاس اس مکان کے علاوہ کوئی دوسری جائیداد نہیں ہے تو اس عورت کی موت کے بعد مذکورہ مکان کی صرف ایک تہائی میں وصیت نافذ ہوگی، باقی دوتہائی، اس عورت کی اولاد کے درمیان شرعی حساب سے تقسیم ہوگا، سوالنامہ میں درج ہے کہ اس عورت کے لڑکے کا انتقال عورت کی زندگی میں ہو چکا ہے اور اس لڑکے کی بیوی اور اس کی اولایں موجود ہیں، اور اس عورت کی ایک لڑکی بھی موجود ہے جو اس گھر میں رہ رہی ہے تو عورت کی لڑکی اور اس کے پوتے پوتی اس کے شرعی وارث ہوں گے، مکان کے دوتہائی کے حقدار وہی لوگ ہوں گے اور لڑکے کی بیوی چونکہ مذکورہ عورت کی وارث نہیں ہے، اس لیے لڑکے کی بیوی کو اس میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا، اور یہ بات بھی یاد رکھیں کہ یہ وصیت عورت کے مرنے کے بعد نافذ ہوگی، اس کی زندگی میں مسجد والے مسجد کے لیے ایک ثلث حصہ لینے کا مطالبہ نہیں کر سکتے، اور جب تک وہ عورت زندہ رہے گی اس وقت تک پورے مکان کی وہی مالک رہے گی، لہٰذا مسجد والوں کو عورت کی زندگی میں مکان کا کوئی حصہ لینے کا حق نہیں ہے، اور اگر عورت وصیت پر بدستور قائم رہے اور اس کو باطل نہ کرے، پھر اسی حالت میں مرجائے تو مرجانے کے بعد مسجد والوں کو ایک ثلث کے مطالبہ کا حق ہوسکتا ہے، اور باقی دوثلث اس کے شرعی وارثین کے درمیان تقسیم ہوجائے گا، اور عورت اپنی زندگی میں اس وصیت کو باطل کرنے کا حق بھی رکھتی ہے۔

ولاتجوز بما زاد علی الثلث وقوله: ويجوز للموصی الرجوع عن الوصية لأنه تبرع لم يتم فجاز الرجوع عنه. (هدايه، كتاب الوصايا، باب فی صفة الوصية، اشرفی ٤/٦٥٤ - ٦٦٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹؍شوال المکرّم ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۱۸۱)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۹؍۱۰؍۱۴۳۱ھ

عمرہ کرانے کی وصیت کا شرعی حکم

سوال [١١٢٣١]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: محمد عامر مرحوم کینسر کے مریض تھے، مرحوم اپنے والد اور خسر کو عمرہ کرانے کا ارادہ رکھتے تھے، مرحوم نے حج کو جاتے وقت کاروباری نائب اپنے بہنوئی سے کہا کہ آپ اگلے سال والد اور ہمارے خسر صاحب کو عمرہ کرا دینا، اگر میں اس سفر سے واپس نہ بھی آؤں تو آپ یہ کام کرادیں، اور خسر صاحب سے یہ کہا (کسی دوسرے موقع پر) کہ آپ کو (ہمارے والد) پاپا کو لے کر اگلے سال جانا ہے، نائب سے کہا کہ یومیہ کچھ (٢٠٠) رقم علاحدہ جمع کرنا شروع کر دینا، مرحوم سفر حج سے واپس آئے، تقریباً چار ماہ بعد انتقال فرما گئے، اس وقت تک (انتقال تک) مبلغ تینتیس ہزار روپیہ جمع ہو چکے تھے، مرحوم کے ورثاء میں ایک بچی جس کی عمر انتقال کے وقت سوا ماہ زوجہ، والد اور والدہ ہیں تو کیا مرحوم کے مال متروکہ سے اس ارادہ کی تکمیل کرائیں؟ یا وراثت تقسیم کرادیں، جواب سے نوازیں؟

المستفتی: محمد آصف رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مرحوم محمد عامر نے اپنے خسر اور اپنے باپ دونوں کے لیے ایک ساتھ عمرہ کے خرچہ کی وصیت کی ہے، اب مرحوم کی موت کے بعد جمع کردہ ٣٣/ ہزار روپیہ اور مرحوم کا دیگر سرمایہ جمع کرنے کے بعد اولاً تین حصہ کیے جائیں گے، اور تین حصہ کرنے کے بعد ثلث مال یعنی تہائی حصہ میں وصیت نافذ ہونے کی بات تھی، لیکن خسر کے ساتھ اپنے باپ کے عمرہ کی وصیت کو بھی جوڑ دیا تھا، اس لیے اس ایک تہائی کو دو حصوں میں تقسیم کردیا جائے گا، ایک حصہ باپ کا جس میں باپ کے وارث ہونے کی وجہ سے وصیت نافذ نہ ہوگی، اور ایک حصہ خسر کا جس میں خسر کے وارث نہ ہونے کی وجہ سے وصیت نافذ ہوگی اس لیے کل سرمایہ ٦/ حصوں میں تقسیم کرنے کے بعد سدس یعنی چھٹا حصہ اتنا ہے کہ عمرہ کا خرچہ پورا ہو جاتا ہے تو خسر کے حق میں وصیت نافذ ہو جائے گی اور باپ کے حق میں

وصیت نافذ نہ ہوگی بلکہ باپ کو وراثت کا شرعی حصہ ملے گا۔

ومن أوصیٰ لأجنبي ولوارثه فللأجنبي نصف الوصية وتبطل وصية الوارث لأنه أوصیٰ بما يملك الإيصاء به وبما لا يملك فصح في الأول وبطل في الثاني. (هدايه، كتاب الوصايا، باب الوصية بثلث المال اشرفی ٤/٦٦٧- ٦٦٨) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ر محرم الحرام ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۶۴۷)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۱/۲۰ھ

کنواں بنوانے کی وصیت

سوال [۱۱۲۳۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حسین کے نانا محسن نے اپنی زندگی میں حسین کو کچھ رقم دی کہ اسے تجارت میں لگا لو، بعد میرے مرنے کے اپنی نانی کی کفالت اسی پیسے سے کرنا اور اپنی نانی کے فوت ہونے پر نفع کے پیسے کا ایک کنواں بنوا دینا تاکہ اس کے پانی سے سیراب ہونے والوں کی دعائیں میرے ساتھ رہیں، لیکن آج نانا نانی کی وفات کے بعد کنواں کا رسم ورواج ختم ہو گیا، نل ٹنکی کا استعمال ہے، اب کیا کنواں ہی کی بناء ضروری ہے یا ٹنکی مسجد میں بنوادی جائے اور ایک ٹوٹی مسجد کے باہر کردی جائے جس سے راہگیر وغیرہ استفادہ کریں، واضح رہے کہ نانا کی زندگی میں حسین نے ایک بار ذکر کرتے ہوئے محسن سے دریافت کیا تھا کہ اب تو کنواں کا استعمال وبناء مفقود ہو گیا، کیا میں ٹنکی نہ بنوا دوں گا تو نانا محسن کنواں ہی بنانے پر مصر رہے، اب حسین اس وقت کیا کرے؟ اگر کنواں کے علاوہ دیگر کوئی امر کرنے پر نانا کی وصیت پوری ہوتی ہے تو احسان فرما کر مطلع فرمائیں، نوازش ہوگی۔

المستفتی: احمد علی پرتا پگڈھی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب نانا محسن کا اصرار کنواں بنانے پر رہا ہے تو

وصیت پوری ہونے کے لیے کنواں ہی بنانا لازم ہوگا۔

شرط الواقف كنص الشارع. (الأشباه قديم ص: ۱۷۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱؍ جمای الثانیہ ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۲۷۴۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۲/۶/۱۱ھ

اپنے باغیچہ میں تدفین کی وصیت

سوال [۱۱۲۳۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے والد بزرگوار نے اپنی قبر اپنی حیات میں باغیچہ میں کھدوائی ہے اور اپنی اہلیہ کو بھی اپنے ہی بغل میں دفن کرنے کی وصیت کی ہے، میرے تایازاد بھائیوں کا اس پر کچھ اعتراض ہے، چونکہ خاندان کے سبھی لوگ اور پردادا بھی جس کا یہ باغیچہ ہے، قبرستان میں دفن ہیں، قبرستان گھر سے قریب ہی ہے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان کی وفات کے بعد ان کو قبرستان میں دفن کریں یا جہاں انہوں نے اپنی قبر کھدوائی ہے وہاں دفنایا جائے، قبرستان میں دفن ہونے سے ان کو اس لیے کراہت ہے کہ وہاں خنزیروں کی آمد ورفت سے گندگی رہتی ہے، باغیچہ تقسیم ہو چکا ہے؟

المستفتی: محمد نسیم المورڑہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: آپ کے والدین کی وصیت شرعاً معتبر نہیں ہے، ان کو باغیچہ میں دفنانے کے بجائے عام مسلمانوں کے قبرستان میں دفنانا مسنون ہوگا۔

(مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴/ ۳۰۵)

ولو أوصىٰ بأن يدفن في داره فوصيته باطلة إلا أن يوصى أن يجعل داره مقبرة للمسلمين. (هنديه، كتاب الوصايا، الباب الثاني، زكريا قديم ٦/ ٩٥، جديد ٦/ ١١٢، كتاب الفقه على المذاهب الأربعة، دار الفكر ٣/ ٣٣٠، البحر الرائق زكريا

۹/ ۳۰۱، کوئٹہ ۸/ ۴۵۳)

بل ینقل إلی مقابر المسلمین. (شامی، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب: فی دفن المیت زکریا ۳/ ۱۴۰، کراچی ۲/ ۲۳۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍رجب المرجب ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/ ۱۸۴۷)

قبر پر سورۂ بقرہ پڑھنے کی وصیت

سوال [۱۱۲۳۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: بعض حضرات اپنے متعلقین کو وصیت کردیتے ہیں کہ ہمارے دفن کے بعد ہماری قبر پر سورۂ بقرہ مکمل پڑھنا، لہٰذا چند حضرات مل کر سورۂ بقرہ پڑھ دیتے ہیں۔

دریافت یہ کرنا ہے کہ اس طرح کی وصیت کرنا بعدۂ اجتماعی شکل میں پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: جلیل احمد ٹانڈہ رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس کی وصیت کرنا اور اس کے مطابق قرآن شریف پڑھنا درست ہے، مگر لازم نہیں۔

ویستحب إذا دفن المیت أن یجلسوا ساعۃ عند القبر بعد الفراغ بقدر ما ینحر جزور و یقسم لحمھا یتلون القرآن ویدعون للمیت کذا فی الجوھرۃ النیرۃ. (ھندیہ، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی عشر فی الجنائز، الفصل السادس فی القبر والدفن، زکریا قدیم ۱/ ۱۶۶، جدید ۱/ ۲۲۷، الجوھرۃ النیرۃ امدادیہ ملتان ۱/ ۱۳۳، دار الکتاب دیوبند ۱/ ۱۳۲، طحطاوی علی المراقی قدیم ۳۳۸، جدید دار الکتاب دیوبند ۶۱۶) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍رجب المرجب ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۴۱۱۴)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۳؍۷/ ۱۴۱۵ھ

قطع تعلق کی وصیت کا شرعی حکم

سوال [۱۱۲۳۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میری والدہ کو والد مرحوم کی وصیت ہے کہ مرحوم کے بیٹے کی دوسری اہلیہ سے نہ ملیں، اگر دوسری اہلیہ سے تعلق رکھا جائے گا تو میں راضی نہیں ہوں، شرع کی رو سے جواب دیں؟

المستفتی: حاجی محمد اکرم طویلہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بلا کسی جرم اور شرعی قصور کے کسی سے قطع تعلق کرلینا ممنوع ہے اور اسی طرح قطع تعلق کی وصیت بھی شرعی طور پر صحیح نہیں ہوتی ایسی وصیت کو پورا کرنا بھی بیوی اور دوسرے متعلقین پر لازم نہیں ہے، لہٰذا بیٹے کی دوسری اہلیہ سے تعلق قائم کرنا آپس میں مل جل کر رہنا باعث گناہ نہیں ہوگا، بلکہ ثواب ملے گا، اس لیے کہ قطع تعلق کرنے سے حدیث میں ممانعت آئی ہے۔

عن أبی أیوب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم: لا یحل لمسلم أن یهجر أخاه فوق ثلاث. (صحیح البخاری، کتاب الاستیذان، باب السلام للمعرفة وغیر المعرفة، ۲/۹۲۱، رقم: ۵۹۹۶، ف: ۶۲۳۷)

عن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: (إلی قوله) فإذا أمر بمعصیة فلا سمع ولا طاعة. (صحیح البخاری، کتاب الأحکام، باب السمع والطاعة للإمام مالم تکن معصیة ۲/۱۰۵۷، رقم: ۶۸۶۱، ف: ۷۱۴۴) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴؍رجب المرجب ۱۴۱۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۴۱۲۱)

والد کا بیٹے کو قطع تعلق کی وصیت کرنا

سوال [۱۱۲۳۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: بڑے بیٹے کو والد مرحوم کی وصیت ہے کہ چھوٹے بیٹے کی دوسری اہلیہ سے نہ ملیں، جوکوئی اس سے تعلق رکھے تو میں راضی نہیں، اس بات کو دس سال کا عرصہ گذر چکا ہے لیکن والدہ کا کہنا ہے کہ اس سے تعلق رکھ لیں، شرع کی رو سے کیا حکم ہے، جواب دیجئے ؟

المستفتی: حاجی محمد اکرم شمسی طویلہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر چھوٹے بیٹے کی دوسری اہلیہ نے اپنے خسر صاحب کے ساتھ از خود کسی قسم کی بے ادبی نہیں کی ہے بلکہ اس لیے خسر صاحب ناراض ہیں کہ بیٹے نے اس عورت سے والد کی اجازت کے بغیر نکاح کیا ہے، تو ایسی صورت میں یہ عورت (دوسری اہلیہ) شرعاً کسی قسم کی قصوروار یا مجرم نہیں ہے، اور کسی مسلمان سے بلا کسی شرعی جرم کے قطع تعلق کرنا جائز نہیں ہے، اس لیے اب اس ناراضگی کو ختم کرکے دل صاف کرلینا چاہیے، اور آپس کی رشتہ داری اور تعلقات کو بحال کرنے سے والد مرحوم کی نافرمانی نہ ہوگی، اور والد مرحوم کے لیے سب لوگ دعا کریں اور جس بہو سے ناراض تھے وہ بھی اپنے خسر صاحب مرحوم کے لیے ہمیشہ دعائے مغفرت کرتی رہے، حدیث شریف میں اس طرح قطع تعلق کرنے کی ممانعت آئی ہے۔

عن أنسؓ قال قال رسول الله ﷺ: لاتقاطعوا ولاتدابروا ولا تباغضوا ولا تحاسدوا وكونوا عباد الله إخوانا، ولا يحل لمسلم أن يهجر أخاه فوق ثلاث. (ترمذی، أبواب البر و الصلة، باب ماجاء فی الحسد، النسخة الهندية ۲/ ۱۵ دار السلام رقم: ۱۹۳۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴؍ رجب المرجب ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۴۱۲۰)

۳ باب الوصیة بالثلث

ثلث مال میں وصیت کا نفاذ

سوال [۱۱۲۳۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید کے دو ماموں تھے، عبدالرشید، عبدالواحد، دونوں کی مشترکہ زمین سو بیگہ تھی، بڑے ماموں عبدالرشید لاولد تھے، انہوں نے اپنے چھوٹے بھائی عبدالواحد کو یہ وصیت کی تھی کہ پچاس بیگہ زمین جو ہمارے حصہ کی ہے زید کو دیدینا، لیکن عبدالواحد نے نہ دی، اور مجھ سے کہا کہ اگر تم اپنی فلاں زمین جو مارکیٹ میں ہے، اپنے خالو کو دیدو تو میں تم کو تیس بیگہ زمین دیدوں گا، چنانچہ زید نے وہ زمین اپنے خالو کو دیدی، اس کے بعد بھی ماموں نے حسب وعدہ ۳۰ ربیگہ زمین نہ دی اور اپنے لڑکوں کو وصیت کر گئے کہ تیس بیگہ زمین زید کو دیدینا، پھر چھوٹے ماموں کا بھی انتقال ہوگیا، پھر بھی ان کے لڑکوں نے زید کو زمین نہ دی۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید اس تیس بیگہ زمین کا حقدار شریعت کی رو سے ہے یا نہیں؟

نوٹ: جو زمین میں نے اپنے خالو کو دی تھی وہ زمین آج بھی پڑی ہوئی ہے، جس کی مالیت اس زمانہ میں تقریباً بیس لاکھ روپیہ ہیں اس کا کون حقدار ہے، آیا زید یا زید کا خالو؟

المستفتی: محمد اسلام ٹھاکردوارہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عبدالرشید نے اپنے حصہ پچاس بیگہ زمین کی جو وصیت اپنے بھانجہ زید کو کی ہے اس کے ایک ثلث یعنی پونے سترہ بیگہ زمین میں وصیت نافذ ہوگی اور ازروئے شرع پونے سترہ بیگہ زمین زید کی ملک ہوگی، اور دو ثلث یعنی سواتیس بیگہ بقیہ ورثاء کا حق ہے، اس میں وصیت نافذ نہ ہوگی۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۳۱۲/۱۵، ۴۴۸/۱۱، جدید ڈابھیل

۲۰/ ۲۱۶، ۲۱۴، کفایت المفتی قدیم ۸/ ۴۳۹، جدید زکریا مطول ۱۳/ ۳۲۲- ۳۲۳، امداد المفتیین ۲/ ۱۰۴۱)

عن عامر بن سعد، عن أبيه رضى الله عنه قال: مرضت، فعادنى النبى ﷺ -إلى- قلت: أريد أن أوصى بالنصف؟ قال: النصف كثير، قلت: فالثلث؟ قال: الثلث كثير أو كبير، قال: فأوصى الناس بالثلث، فجاز ذٰلك لهم. (صحيح البخارى باب الوصية بالثلث، النسخة الهندية ١/ ٣٨٣ رقم: ٢٦٦٣، ف: ٢٧٤٤)

لأن الوصية بأكثر من الثلث إذا لم تجز تقع باطلة، وفى الشامية: وإنما المراد بطلان الزائد. (شامى كتاب الوصايا، باب الوصية بثلث المال، كراچى ٦/ ٦٦٧، زكريا ١٠/ ٣٦٣)

نیز عبدالواحد کے کہنے پر زید نے جو زمین اپنے خالو کو دی ہے وہ تیس بیگہ زمین کے عوض پر دی ہے، اگر زید کو مذکورہ تیس بیگہ مل جائے تو مارکیٹ کی زمین زید کے خالو کی ملک ہوگی، اور جب تک تیس بیگہ زمین زید کو نہیں ملتی ہے اس وقت تک مارکیٹ کی زمین زید کی ملکیت میں رہے گی، زید کے خالو مارکیٹ کی زمین کے حقدار اس وقت تک نہیں ہوں گے جب تک زید کو تیس بیگہ زمین نہ دی جائے۔

إذا باع دارا من إنسان ببلدة أخرىٰ ولم يسلمها إليه إلا باللفظ ثم امتنع المشترى عن تسليم الثمن كان له ذٰلك، كذا فى المحيط. (هنديه، كتاب البيوع، الباب الرابع، الفصل الثانى، زكريا قديم ٣/ ١٧، جديد ٣/ ١٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/ شعبان المعظم ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۵۳۱)

وصیت صرف ثلث مال میں واجب العمل ہے

سوال [۱۱۲۳۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عبدالکریم صاحب کا انتقال ہوا، تین آدمی کہ جن کے پاس ایک بینک کی کاپی تھی، ۱۸۴۳۵ روپئے درج تھے، اس کتاب کو اپنے چچازاد بھائی عبدالحکیم کو دینے کو کہا ہے،

اورانہیں تین آدمی کے پاس جن کے پاس بینک کی کاپی تھی، ۸۶۰۰ روپئے تھے، اور پچیس ہزار ایک سوروپئے کی چینی تھی، اب ان تینوں آدمیوں کا کہنا ہے کہ عبدالکریم نے اپنے کل روپئے کواور چینی کے روپئے کو مسجد میں دیدینے کو کہا ہے، نیز یہ بھی کہا کہ اگر نہیں دوگے تو روز حشر میں دامن گیر ہوں گا، جب کہ ان ۴ ورثاء میں ایک لڑکی، ایک چچازاد بھائی عبدالحکیم، دونواسی، دونواسے موجود ہیں، یہ مذکورہ ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا، آیا مذکورہ وصیت کے بعد ورثاء کو حصہ ملے گا یا نہیں؟ وضاحت کے ساتھ تحریر فرمائیں، عین کرم ہوگا۔

المستفتی: جمیل احمد حسن پور مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس مالیت کو مسجد میں دینے کی وصیت کی ہے اگر وہ مرحوم کی کل ملکیت کا ایک ثلث یا اس سے کم ہے تو وصیت کے مطابق اس مالیت کو مسجد میں دینا ضروری ہوگا اور اگر کل ملکیت کے ایک ثلث سے زیادہ ہے، تو صرف ایک تہائی مسجد میں دیدے اور باقی دوتہائی ورثاء کے درمیان تقسیم کردینا لازم ہوگا۔

عن عامر بن سعد، عن أبيه رضي الله عنه قال: مرضت، فعادني النبي ﷺ -إلی- قلت: أريد أن أوصي بالنصف؟ قال: النصف كثير، قلت: فالثلث؟ قال: الثلث كثير أو كبير، قال: فأوصى الناس بالثلث، فجاز ذٰلک لهم. (صحيح البخاری، باب الوصية بالثلث، النسخة الهندية ۱/ ۳۸۳، رقم: ۲۶۶۳، ف: ۲۷۴۴)

ولاتجوز بما زاد على الثلث. (هدايه، كتاب الوصايا، رشيديه ۴/ ۶۳۸ اشرفی ديوبند ۴/ ۶۵۴، تبيين الحقائق امداديه ملتان ۶/ ۱۸۲، زكريا ۶/ ۳۷۵، هنديه زكريا قديم ۶/ ۹۰، جديد ۶/ ۱۰۶، مجمع الأنهر، دار الكتب العلمية بيروت ۴/ ۴۱۸، البحر الرائق كوئٹه ۸/ ۴۰۳، زكريا ۹/ ۲۱۲، تاتارخانية زكريا ۱۹/ ۳۸۱، رقم: ۳۱۸۵۹)

اور باقی دوثلث میں ایک ثلث لڑکی کو ملے گا اور ایک ثلث چچازار بھائی عبدالحکیم کو ملے گا، نواسیاں محروم ہوں گی۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸؍ صفر المظفر ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۳۱۷)

غیر وارث کے لیے ثلث مال میں وصیت کا نفاذ

سوال [۱۱۲۳۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسماۃ شاہدہ خانم بیوہ نسیم الدین جس کا عقد ثانی مسمّیٰ رونق امیرالدین کے ہمراہ ہوگیا، عقد ثانی کے وقت بیوہ کے پاس نسیم الدین سے ایک لڑکی ارم خانم تھی جو کہ رونق امیرالدین کی سوتیلی لڑکی اورسگی بھتیجی ہوئی، پھر شاہدہ خانم کا انتقال ہوگیا، تو رونق امیرالدین نے سوتیلی لڑکی اورسگی بھتیجی ہے ارم خانم کے بارے میں ایک وصیت نامہ لکھا کہ میرے مرنے کے بعد میری جائیداد ونقد روپیہ کی میری سوتیلی لڑکی ارم خانم مالک ہوگی، پھر رونق امیر الدین کا انتقال ہوگیا، تو یہ وصیت کتنے میں نافذ ہوگی؟ اورورثاء میں والد نصیرالدین، والدہ محمودہ، دو بھائی: نعیم الدین، عظیم الدین اور چار بہنیں موجود ہیں، انہیں بھی ملے گا یا نہیں؟

المستفتی: لڈن خاں، مفتی ٹولہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ارم خانم چونکہ امیرالدین کی شرعی وارث نہیں ہے اس لیے اس کے حق میں وصیت تو نافذ ہوگی مگر کل ترکہ میں سے صرف ایک ثلث میں نافذ ہوگی باقی دو ثلث اس کے شرعی ورثاء کے درمیان تقسیم ہوجائیں گے۔

عن عامر بن سعد، عن أبیه رضی الله عنه قال: مرضت، فعادنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم –إلی– قلت: أرید أن أوصی بالنصف؟ قال: النصف کثیر، قلت: فالثلث؟ قال: الثلث کثیر أو کبیر، قال: فأوصی الناس بالثلث، فجاز ذٰلک لهم. (صحیح البخاری، باب الوصیة بالثلث، النسخة الهندیة ۱/۳۸۳، رقم: ۲۶۶۳، ف: ۲۷۴۴)

ولایجوز بما زاد علی الثلث. (هدایه کتاب الوصایا اشرفی دیوبند ۴/۶۵۴، رشیدیه ۴/۶۳۸)

لہٰذا کل ترکہ میں سے ایک تہائی ارم خانم کو دینے کے بعد بقیہ دو تہائی ترکہ مذکورہ ورثاء کے درمیان حسب ذیل طریقے سے تقسیم ہوگا۔

۳
امیرالدین میــــــــــــــــــــــــــــت

والد	والدہ	بھائی	بہن
۲	۱	محروم	محروم

بقیہ دوتہائی تین سہام میں تقسیم ہوکر والدکو۲/سہام اور والدہ کوایک سہام ملے گا،اور سب بھائی بہن محروم ہوجائیں گے۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیراحمدقاسمی عفااللہ عنہ
یکم محرم الحرام۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر:۳۱/ ۳۷۸۹)

کل جائیداد کی وصیت اپنی زوجہ کے نام

سوال [۱۱۲۴۰]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حمیداحمد خاں ولدعزیزاحمد خاں نے اپنے انتقال پرحسب ذیل وارثان چھوڑے اورمرنے سے قبل مرحوم نے سال۱۹۸۰ء میں اپنی تمام جائیداد کی ایک وصیت بحق اپنی زوجہ مسماۃ کوثراختر لکھ دی تھی کہ میرے مرنے کے بعدمیری کل جائیداد کی میری زوجہ مسماۃ کوثراختر تنہا مالک ہوگی، اورمسماۃ سرفرازبیگم ہمشیرہ حمیداحمدخاں اورضمیراحمدخاں برادرحقیقی حمیداحمدخاں نے اپنے اپنے بیان حلفی میں وصیت مذکورہ کی تائیدوتوثیق کردی کہ وصیت مذکورہ صحیح ہے،اور ہماری جائیداد کاحمیداحمدخاں سے کوئی تعلق نہیں ہے،یہ بیان حلفی مقدمہ عدالت ججی مرادآباد ۱۹۸۲/۱۳۱ءمسماۃ صدیق فاطمہ بنام مسماۃ کوثراختروغیرہ میں داخل ہیں۔

نام وارثان: حمیداحمدخاں،ایک بیوہ مسماۃ کوثراختر، برادرحقیقی ضمیراحمد،ہمشیرہ حقیقی مسماۃ سرفرازبیگم، برادرتایازادرفیق الرحمٰن،خان ولدعبدالغفورخان۔

نوٹ: حمیداحمدخاں کےانتقال کے بعدان کے حقیقی برادرضمیراحمداورحقیقی ہمشیرہ سرفراز بیگم نے بیان حلفی کے ذریعہ وصیت مذکورہ کی تائیدوتوثیق کردی اوروصیت نامہ کااقرارکرتے

ہوئے کہا کہ جائیداد کا حمید احمد خان سے ہمارا کوئی تعلق نہیں تو اب حمید احمد کے تایا زاد بھائی رفیق الرحمٰن کی اولاد کا یہ دعویٰ کرنا کہ اس میں ہمارا حق ہے، کیسا ہے؟ کیا شرعاً حمید احمد کے تایا زاد بھائی رفیق الرحمٰن کی اولاد کو مل سکتا ہے یا نہیں؟ جو بھی شرعی حکم ہو مفصل تحریر فرمائیں۔

المستفتی: ہاشم اختر گھیر سید خاں مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر حمید احمد خاں کے انتقال کے وقت اس کے حقیقی بھائی ضمیر احمد اور حقیقی بہن، سرفراز بیگم باحیات تھے، تو رفیق الرحمٰن تایا زاد بھائی اور اس کی اولاد شرعاً حمید احمد خاں کے ورثاء میں شامل نہیں ہیں، اور جب حمید احمد خاں کے انتقال کے بعد اس کے حقیقی بھائی اور بہن نے مذکورہ وصیت پر رضامندی کا اظہار کرلیا ہے، تو شرعاً کوثر اختر کے حق میں پوری جائیداد کی وصیت درست اور صحیح ہو چکی ہے، اور پوری جائیداد کی مالک شرعی طور پر کوثر اختر ہوگی، اور اس میں رفیق الرحمٰن کی اولاد کا دعویٰ شرعاً ناجائز اور باطل ہوگا۔

عن ابن عباس قال: قال رسول الله ﷺ: لاتجوز الوصية لوارث، إلا إن شاء الورثة. (السنن الكبرىٰ للبيهقى، باب نسخ الوصية للوالدين والأقربين، دار الفكر ٩/٣٥٦، رقم: ١٢٧٩٧ - ١٢٧٩٨، سنن الدار قطنى، دار الكتب العلمية بيروت ٤/٨٦، رقم: ٤٢٥١)

لاتجوز لوارثه إلا أن يجيزها الورثة. (هدايه كتاب الوصايا، باب فى صفة الوصية رشيديه ٤/٦٤١، اشرفى ديوبند ٤/٦٥٧، مجمع الأنهر دار الكتب العلمية بيروت ٤/٤١٨، البحر الرائق كوئٹه ٨/٤٠٣، زكريا ٩/٢١٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰؍ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/۲۶۱۴)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۳۰/۳/۱۴۱۲ھ

زندگی میں نواسے کے نام کل مال کی وصیت کرنا

سوال [۱۱۲۴۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: ولی داد خاں کا انتقال ہوگیا، وارثین میں ۳ ربیٹے علی محمد خاں، ولی محمد خاں، وزیر محمد خاں تھے، علی محمد، ولی محمد باپ کی زندگی ہی میں وفات پاچکے تھے، علی محمد نے صرف ایک بیٹا چھوڑ کر انتقال کیا تھا، جس کا نام فقیر محمد خاں ہے جبکہ ولی محمد کے کوئی اولا نہیں تھی، باقی ولی داد خاں کے انتقال کے وقت صرف وزیر محمد خاں حیات تھے، پھر وزیر محمد کے انتقال کے وقت صرف وزیر کی دو بیٹیاں عقیلہ، جمیلہ زندہ تھی، جبکہ وزیر محمد خاں کا بیٹا ان کی زندگی میں ہی فوت ہو چکا تھا، انتقال کے وقت صرف ایک بیٹی تھی، جو آج بھی حیات ہے، یعنی وزیر کی پوتی، وزیر محمد خاں نے اپنی زندگی میں اپنی بیٹی جمیلہ کے دو بیٹوں کے نام کل مال کی وصیت کردی تھی، اس وصیت کا شرعاً اعتبار ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کتنے میں وصیت نافذ ہوگی، اور اس وقت وزیر محمد کے وارثین میں صرف ایک بھتیجہ فقیر محمد خاں اور ایک پوتی قمری بیگم موجود ہے، ان کو شرعاً حصہ ملے گا یا نہیں؟ اگر ملے گا تو کتنا کتنا؟ شرعی حکم تحریر فرمائیں؟

المستفتی: نسیم احمد غازی پوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بشرط صحت سوال وبعد ادائے حقوق وزیر محمد خاں کا اپنے دونوں نواسوں کے نام کی ہوئی وصیت کل مال کے صرف تہائی حصے میں نافذ ہوگی، باقی ترکہ وزیر محمد خاں کی پوتی اور بھتیجہ کے درمیان درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا۔

وزیر محمد فاروق　میـــــــــــــــــــــــــــت ۲

پوتی	بھتیجہ
۱	۱

وزیر محمد خاں کے ترکہ میں سے تہائی حصہ میں وصیت نافذ ہوگی، اور بقیہ مال دو سہام میں تقسیم ہو کر ایک حصہ پوتی قمری بیگم اور بقیہ ایک حصہ بھتیجہ محمد رفیق کو ملے گا۔

ولا تجوز بما زاد علی الثلث. (هدایه، کتاب الوصایا رشیدیه ٤/٦٣٨ اشرفی دیوبند ٤/٦٥٤، تبیین الحقائق امدادیه ملتان ٦/١٨٢، زکریا ٦/٣٧٥، هندیه زکریا قدیم ٦/٩٠، جدید ٦/١٠٦، مجمع الأنهر، دار الکتب العلمیة بیروت ٤/٤١٨،

البحر الرائق کوئٹه ۸/۴۰۳، زکریا ۹/۲۱۲، تاتارخانیة زکریا ۱۹/۳۸۱، رقم: ۳۱۸۵۹)

ثم تنفذ وصایاه من ثلث ما بقیي ...... ثم یقسم الباقي بین الورثة علی سهام المیراث. (فتاویٰ عالمگیری، کتاب الفرائض، الباب الأول زکریا قدیم ۶/۴۴۷، جدید ۶/۴۴۰، سراجی ص: ۴-۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲؍جمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۷۲۳۰)

پوتوں کے لیے وصیت ثلث مال میں نافذ ہوگی

سوال [۱۱۲۴۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حاجی رمضان احمد کے پانچ لڑکے تھے، عبداللطیف، حبیب احمد، عبدالحمید، نثار حسین، اسحاق حسین، پانچوں لڑکوں میں سے ایک لڑکے عبدالحمید کا انتقال حاجی رمضان کی موجودگی میں ہوگیا تھا، حاجی رمضان نے مرنے سے پہلے ایک وصیت چند حضرات کے سامنے تحریر کرادی تھی، اوراس وصیت نامہ پر موجودہ اولاد کے دستخط کرادیئے، حاجی رمضان ایک لڑکے سے ناراض ہوگئے تھے، ناراضگی کی وجہ یہ ہوئی کہ عبداللطیف نے غیر قوم میں والد کی مرضی کے خلاف شادی کرلی تھی، اس جرم میں حاجی رمضان نے عبداللطیف کو ایک چھوٹا سا مکان دے کر بقیہ جائیداد سے محروم کردیا تھا، وصیت نامہ کا مضمون یہ ہے کہ: عبداللطیف کو صرف فلاں مکان دے رہا ہوں، عبداللطیف کو بقیہ جائیداد سے مطلب نہیں، اور عبدالحمید جن کا انتقال باپ کی موجودگی میں ہوگیا تھا، ان کے نام وصیت فرمائی کہ عبدالحمید کو وراثت میں جو حصہ ملتا میں اس حصہ کی عبدالحمید کے بچوں کے لیے وصیت کرتا ہوں، ضروری بات یہ معلوم کرنی ہے کہ کیا وصیت نامہ صحیح ہے یا غلط؟ کیا عبدالحمید کے بچوں کو وراثت میں حصہ ملے گا یا نہیں؟

المستفتی: مکرم الحق

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: عبدالحمید کی اولاد وارثین سے خارج ہونے کی

وجہ سے ان کے حق میں ایک ثلث یا اس سے کم وصیت نافذ ہوگی، زیادہ ہونے کی صورت میں حاجی رمضان کی موت کے بعد موجودہ ورثاء کی اجازت پر موقوف ہوگی۔

وتجوز بالثلث للأجنبی عند عدم المانع وإن لم یجز الوارث ذٰلک لا الزیادۃ علیه إلا أن تجیز ورثته بعد موته. (در مختار، کتاب الوصایا، کراچی ٦/ ٦٥٠، زکریا ١٠/ ٣٣٩، مصری ٥/ ٥٧١، هدایه رشیدیه ٤/ ٦٣٨، اشرفی دیو بند ٤/ ٦٥٥، هندیه زکریا قدیم ٦/ ٩٩، جدید ٦/ ١١٦، الجوهرة النیرة، امدادیه ملتان ٢/ ٣٨٩، دار الکتاب دیوبند ٢/ ٣٦٩، البحر الرائق کوئٹه ٨/ ٤٠٤، زکریا ٩/ ٢١٤)

وفی الدر المختار: وأما الجد و ولد الولد فیدخل فی ظاهر الروایة وقیل لا واختاره فی الاختیار، وفی الشامیة ثم قال لکن فی شرح الحموی بخطه أن الدخول هو الأصح. (در مختار مع الشامی، باب العتق فی المرض، کراچی ٦/ ٦٨٦، زکریا ١٠/ ٣٩٠، مصری ٥/ ٤٨٦)

ولا تعتبر إجازة الورثة فی حال حیاة الموصی حتی کان لهم أن یرجعوا بعد موت الموصی و تصح الوصیة بالثلث للأجنبی وإن لم یجیزوا. (مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر، دار الکتب العلمية بيروت ٤/ ٤١٩) **فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲/ ذی قعدہ ۱۴۰۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/ ۳۶۱)

زندگی میں کسی ایک وارث کے نام کل ترکہ کی وصیت کر کے قبضہ دیدینے کا حکم

سوال [۱۱۲۴۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک مکان جس کے دو شخص مالک تھے، شہزادہ مرحوم اوران کی والدہ شہزادہ نے ایک وصیت کے ذریعہ اپنی زندگی میں اور بیوی کے انتقال کے بعد اپنی جائیداد بیٹی کے نام کردی، اور دادی نے بھی ایک وصیت کے ذریعہ شہزادہ مرحوم (بیٹے) کی زندگی میں ان کی

بیٹی کے نام جائیداد کردی، یہ وصیت تحریری موجود ہے، اور زبانی بھی لڑکے کے چچا شہزادہ کے بھائی و پھوپھی وغیرہ کی موجودگی میں ایسا کیا، ان کی گواہی موجود ہے، شہزادہ مرحوم نے دو شادیاں کیں، پہلی بیوی سے لڑکی ہے، جس کا اوپر بھی ذکر ہے، اور جس کے نام دادی اور باپ نے وصیت کی ہے اور دوسری بیوی کو شہزادہ نے شادی کے سال دو سال کے بعد طلاق دیدی، اس سے ایک لڑکا ہے، وصیت میں شہزادہ نے اپنے لڑکے کا کوئی ذکر نہیں کیا، اور نہ دادی نے لہٰذا چند سوال نیچے تحریر ہیں، ان کے جواب سے ان لوگوں کے مسائل حل ہوجائیں گے، برائے کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جو جواب ہوتا ہو، عنایت فرمائیں:

(۱) کیا دادی وصیت کے ذریعہ تنہا اپنی پوتی کو جائیداد دے سکتی ہے جبکہ چچا اور پھوپھی اس کے لیے راضی ہیں؟

(۲) کیا شہزادہ مرحوم وصیت کے ذریعہ لڑکی کو کل جائیداد کی وصیت کر کے قبضہ دے سکتے ہیں، موجودہ حالت میں تنہا لڑکی مکان پر قابض ہے، قبضہ والد نے اپنی زندگی میں اور دادی نے بھی اپنی زندگی میں لڑکی کو کرایا دیا تھا۔

(۳) لڑکا اپنے حصے کا مطالبہ اوپر کے حالات کے باوجود کر رہا ہے، کیا اس کا مطالبہ درست ہے؟ اگر درست ہے تو شرعاً اس کا کتنا حق ہوتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بشرط صحت سوال اگر واقعی معاملہ وصیت کا ہی ہوا ہے تو وصیت موت کے بعد نافذ ہوتی ہے، اور زندگی میں جو قبضہ ہوا ہے شرعاً وہ قبضہ عاریت ہوگا، اور شریعت اسلامی میں وارثین کے حق میں وصیت نافذ نہیں ہوتی ہے اس لیے مذکورہ صورت میں لڑکی پورے ترکہ کی مالک نہ ہوگی، بلکہ اس لڑکے کا بھی شرعی حق ہوگا، لہٰذا کل ترکہ تین سہام میں تقسیم ہو کر دو لڑکے کو اور ایک لڑکی کو ملے گا۔

عن أبی أمامة –رضی الله عنه– قال: سمعت رسول الله ﷺ یقول: إن الله قد أعطیٰ کل ذی حق حقه فلا وصیة لوارث. (سنن أبی داؤد، الوصایا،

باب ما جاء فی الوصیة للوارث، النسخة الهندیة ۲/ ۳۹۶، دار السلام رقم: ۲۸۷۰)

ولاتجوز لوارثه لقوله علیه السلام إن الله قد أعطیٰ کل ذی حق حقه ألا لا وصیة للوارث. (هدایه کتاب الوصایا رشیدیه ۴/ ۶۴۱، اشرفی دیوبند ۴/ ۶۵۷، شامی کراچی ۶/ ۶۵۵، زکریا ۱۰/ ۳۴۶) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/ جمادی الثانیہ ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/ ۲۷۰۸)

٤ باب الوصية للأقرباء وغيرهم

شرعی حصص کے مطابق جائیداد تقسیم کرنے کی وصیت

سوال [۱۱۲۴۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میں اپنی جائیداد سے متعلق یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ میرے مرنے کے بعد کس طرح تقسیم ہوگی؟ میرے ورثاء میں ایک بیوی چار لڑکے، دولڑکیاں ہیں، کیا یہ وصیت کرسکتا ہوں کہ میرے مرنے کے بعد میرے ورثاء شرعی حصص کے مطابق تقسیم کریں، اور کیا وصیت نامہ میں ان کے حصے متعین ونامزد کرسکتا ہوں؟ تاکہ ان کے درمیان آئندہ جھگڑے نہ ہوں، ترکہ میں ۱۹۲ گز ہیں۔

المستفتی: جمیل احمد نئی بستی مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ آپ کے مرنے کے بعد آپ کے مذکورہ ورثاء کے درمیان آپ کی جائیداد کس طرح تقسیم ہوگی، اور آپ کی وفات کے بعد ہر ایک کو جو شرعی حق ملنا ہے اس کے متعلق نامزد کر کے حصہ متعین کر کے ایک وصیت نامہ اس طرح لکھنا چاہتے ہیں کہ ہر ایک حقدار کو اپنا شرعی حق مل جائے، اور آپس میں کوئی اختلاف اور لڑائی پیدا نہ ہو، تو آپ کے لیے ایسا کرنا جائز اور درست ہے، تاکہ آپ کے وارثین کے درمیان جھگڑا پیدا نہ ہو۔

وأما إذا أراد الرجل أن يقسم أملاكه فيما بين أولاده في حياته لئلا يقع بينهم نزاع بعد موته، فإنه وإن كان هبة في الاصطلاح الفقهي، ولكنه في الحقيقة والمقصود استعجال لما يكون بعد الموت وحينئذ ينبغي أن يكون سبيله سبيل الميراث. (تكمله فتح الملهم، كتاب الهبات، مذهب الجمهور التسوية بين الذكر والأنثىٰ اشرفيه ديو بند ۲/ ۷۵)

لہٰذا آپ کی مذکورہ جائیداد درج ذیل نقشہ کے مطابق مذکورہ وارثین کے درمیان آپ کی وفات کے بعد تقسیم ہوگی۔

تو افق/۱۶

میــت

	بیوی	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی
سھام	۱	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۷	۷
ترکہ	۱۰	۳	۳	۳	۳	۴	۴
	۲۴رگز	۵	۵	۵	۵	۵	۵
		۳۳رگز	۳۳رگز	۳۳رگز	۳۳رگز	۱۶رگز	۱۶رگز

مذکورہ جائیداد ۸۰رسہام میں تقسیم ہوکر اسی کے تناسب سے ۱۹۲گز متروکہ جائیداد میں سے ہر ایک کو اتنا ملے گا جو اس کے نام کے نیچے ترکہ کے سامنے درج ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷رصفر المظفر ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۴۶۹)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۲/۲۷ھ

جھگڑے سے بچانے کے لیے وراثت سے متعلق وصیت

سوال [۱۱۲۴۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرے نام ۸۰رگز مکان ہے اور میں بیوہ ہوں، میرا کوئی ذریعۂ معاش بھی نہیں، میرے چار بیٹے، تین بیٹیاں ہیں، جن میں سے ایک بیٹا دماغی طور پر معذور ہے، ایک بیٹا نافرمان اور مجھے پریشان کرنے والا ہے، میں اپنی زندگی میں چاہتی ہوں کہ اپنے بچوں کے متعلق وصیت کردوں تو کتنے کتنے گز کی وصیت کروں، شریعت کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: اکبری بیگم زوجہ محمد حفیظ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: وارثین کے حق میں وصیت درست نہیں ہوتی

ہے، اگر موت کے بعد وصیت پر ایک آدھ وارث راضی نہ ہو تو وہ وصیت منسوخ ہو جاتی ہے اور متروکہ جائیداد شرعی حصوں کے حساب سے سب کے درمیان تقسیم ہو جاتی ہے، اگر آپ کا مقصد یہ ہے کہ آپ کے فوت ہو جانے کے بعد بچوں کے درمیان اختلاف اور جھگڑا پیدا نہ ہو تو ایسی صورت میں شرعی حصوں کے حساب سے وصیت کی جاسکتی ہے کہ کل جائیداد گیارہ حصوں میں تقسیم ہو کر چاروں لڑکوں کو دو دو حصہ اور تینوں لڑکیوں کو ایک ایک حصہ ملے گا۔

عن أبی أمامة الباهلی –رضی الله عنه– قال: سمعت رسول الله ﷺ یقول فی خطبته عام حجة الوداع، إن الله تبارک وتعالیٰ قد أعطیٰ کل ذی حق حقه فلا وصیة لوارث. (سنن الترمذی، باب ما جاء لا وصیة لوارث، النسخة الهندیة ۲/ ۳۲ دار السلام رقم: ۲۱۲۰، سنن أبی داؤد، کتاب الوصایا، باب ما جاء فی الوصیة للوارث، النسخة الهندیة ۲/ ۳۹۶، دار السلام رقم: ۲۸۷۰)

ولا لوارثه إلا بإجازة ورثته لقوله علیه السلام: لا وصیة لوارث.

(شامی، کتاب الوصایا، کراچی ۶/ ۶۵۵-۶۵۶، زکریا ۱۰/ ۳۴۶)

وأما إذا أراد الرجل أن یقسم أملاکه فیمابین أولاده فی حیاته لئلا یقع بینهم نزاع بعد موته، فإنه وإن کان هبة فی الاصطلاح الفقهی، ولکنه فی الحقیقة والمقصود استعجال لما یکون بعد الموت وحینئذ ینبغی أن یکون سبیله سبیل المیراث. (تکمله فتح الملهم، کتاب الهبات، مذهب الجمهور التسویة بین الذکر والأنثیٰ، اشرفیه دیوبند ۲/ ۷۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴ / ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۰۵۰)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴/ ۴/ ۱۴۳۴ھ

مورث کی وفات کے بعد حصص شرعیہ کے مطابق کی گئی وصیت کا حکم

سوال [۱۱۲۴۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسئلۂ ذیل کے

بارے میں: کہ عالی جناب محمد قمر الدین صاحب مرحوم کی دو بیویاں ہیں، پہلی بیوی کے بطن سے چھ لڑکے، دو لڑکیاں ہیں، سب کی شادی مرحوم کی زندگی میں ہوئی، دوسری بیوی سے دو لڑکے اور دو لڑکیاں شادی شدہ اور دو لڑکے زیر تعلیم ہیں، تو مرحوم نے اپنی زندگی میں ساری جائیداد کی اپنی اولاد کو مدنظر رکھتے ہوئے نعیم کے اور چند گواہوں کے سامنے وصیت کی تاکہ کل کے دن یعنی میری زندگی کے بعد کسی بچے کی حق تلفی نہ ہو، اور جائیداد کے تعلق سے کسی قسم کا ایک دوسرے سے لڑائی جھگڑا نہ ہو، ان ساری باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے، اور آئندہ کا خیال کرتے ہوئے مرحوم نے اپنی زندگی میں جائیداد تقسیم کردی، اور اب آخری ایک وصیت نامہ لکھا تاکہ میرے مرنے کے بعد ہی اس پر عمل ہو، تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس وصیت نامہ پر عمل کیا جائے یا نہ کیا جائے، کیونکہ ان کی زندگی میں عمل کیا گیا تو کیا ضروری ہے کہ ان کے گذر جانے کے بعد بھی اس پر عمل کیا جائے، اس بارے میں شریعت کے لحاظ سے علماء دین کیا فرماتے ہیں؟

المستفتی: محمد عظیم الدین مشیر آباد، حیدر آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر وصیت نامہ اس طرح تحریر میں آیا ہے کہ فخر الدین کے مرنے کے بعد دونوں بیویوں کو آٹھواں حصہ اور لڑکیوں کو لڑکوں کے اعتبار سے آدھا ملے گا، اور فخر الدین کی موت کے بعد ہی مالک ہوں گے، تو یہ درحقیقت فخر الدین کی موت کے بعد حکم شرعی پر عمل کرنے کے لیے ان کی طرف سے وصیت ہے نہ کہ جائیداد کی وصیت، اس لیے اس طرح وصیت نامہ پر عمل درست ہے اور ہر ایک کو اپنے اپنے حقوق کے مطابق حصہ ملے گا، اور اگر تقسیم شرعی سے قطع نظر کر کے حصہ متعین کر کے وصیت کی ہے، تو وہ وصیت نافذ نہ ہوگی، بلکہ حصۂ شرعی کے اعتبار سے تقسیم کرنا لازم ہوگا، کیونکہ شرعاً وارثین کے لیے وصیت درست نہیں ہے۔

عن أبی أمامة الباهلی –رضی الله عنه– قال: سمعت رسول الله ﷺ یقول فی خطبته عام حجة الوداع، إن الله تبارک وتعالیٰ قد أعطیٰ کل ذی حق حقه فلا وصیة لوارث. (سنن الترمذی باب ما جاء لا وصیة لوارث

النسخة الهندية ۲/ ۳۲ دار السلام رقم: ۲۱۲۰، سنن أبی داؤد، کتاب الوصايا، باب ما جاء فی الوصية للوارث، النسخة الهندية ۲/ ۳۹٦، دار السلام رقم: ۲۸۷۰)

ولا لوارثه إلا بإجازة ورثته لقوله عليه السلام: لا وصية لوارث.

(شامی، کتاب الوصايا، کراچی ٦/ ٦٥٥-٦٥٦، زكريا ۱۰/ ۳٤٦، کوئٹه ٥/ ٤٥٩، الجوهرة النيرة، امداديه ملتان ۲/ ۳۸۹، دار الكتاب ديو بند ۲/ ۳٦۹)

ومنها كون الموصیٰ له أجنبيا حتى لا تجوز الوصية لوارث. (مجمع الأنهر، قديم ۲/ ٦۹۱، جديد دار الكتب العلمية بيروت ٤/ ٤۱۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵/ رجب المرجب ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۲۲/۲۴)

وارث کے حق میں وصیت نافذ نہیں ہوتی

سوال [۱۱۲۴۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے والد صاحب نے ایک مکان اپنے ذاتی سرمایہ سے خریدا تھا، ہمارے والد صاحب کے دو بھائی اور ایک بہن ہیں، اس مکان کے لیے ہمارے والد بزرگوار نے وصیت کردی تھی اور زبانی ہبہ بھی کردیا تھا، دو یا تین عزیزوں کے سامنے اپنی وفات سے پہلے کہ بعد میرے مرنے کے میری دونوں لڑکیاں آدھے آدھے مساوی طور پر مالک مکان ہوں گی، اس کے باوجود ہمارے چچا صاحب جن کا نومبر ۱۹۹۰ء کو انتقال ہوگیا ہے، ہم پر دعویٰ تقسیم کا ۱۹۸۵ء میں عدالت میں کردیا کہ ہم بھی مالک ہیں، جبکہ ہمارے مرحوم والد صاحب نے وصیت نامہ لکھ دیا اور ہبہ بھی کردیا تو کیا اب بھی شرعاً ہمارے چھوٹے چچا اوران کی بیوہ اوران کی لڑکی کو اس مکان میں حصہ پہنچ سکتا ہے کہ نہیں؟

المستفتی: دختران قمر جہاں وچندا بی محلہ فیل خانہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اسلامی شریعت میں وارث کے حق میں وصیت

نافذ نہیں ہوتی ہے، اور مالک جائیداد کی دونوں لڑکیاں شرعی وارث ہیں اور مالک جائیداد کے بھائی بہن بھی شرعی وارث ہیں بشرطیکہ مالک جائیداد کا کوئی لڑکا موجود نہ ہو۔

عن أبی أمامة الباهلی -رضی الله عنه- قال: سمعت رسول الله ﷺ یقول فی خطبته عام حجة الوداع، إن الله تبارک و تعالیٰ قد أعطیٰ کل ذی حق حقه فلا وصیة لوارث. (سنن الترمذی، باب ما جاء لا وصیة لوارث، النسخة الهندیة ۲/ ۳۲ دار السلام رقم: ۲۱۲۰، سنن أبی داؤد، کتاب الوصایا، باب ما جاء فی الوصیة للوارث، النسخة الهندیة ۲/ ۳۹۶، دار السلام رقم: ۲۸۷۰)

لاتجوز الوصیة للوارث. (الجوهرة النیرة، کتاب الوصایا، ملتانی ۲/ ۳۸۹، دار الکتاب دیوبند ۲/ ۳۶۹، مجمع الأنهر، دار الکتب العلمیة بیروت ۴/ ۴۱۸، هدایه، رشیدیه ۴/ ۶۴۱، اشرفی دیوبند ۴/ ۶۵۷، شامی کراچی ۶/ ۶۵۵، زکریا ۱۰/ ۳۴۶)

لہٰذا کل ترکہ تین حصوں میں تقسیم ہوکر دونوں لڑکیوں کو برابر برابر دو حصے اور بھائی بہن کو ایک حصہ دیا جاسکتا ہے، اور بھتیجی اور بھائی کی بیوہ وغیرہ کو نہیں ملتا ہے، جبکہ بھتیجی کا باپ اور بیوی کا شوہر مالک جائیداد سے پہلے مرگیا ہو اور اگر زندہ تھا اور بعد میں انتقال کیا ہے تو اس کے حصہ میں اس کی بیوہ اور لڑکی وارث ہوسکتی ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶؍ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/ ۲۵۷۳)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۲/۳/۴ھ

وارث کے حق میں وصیت معتبر نہیں

سوال [۱۱۲۴۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید، عمر، بکر تین حقیقی بھائی ہیں، دادالٰہی مکان پورا سب سے بڑے بھائی زید کے نام ہے، زید نے اس مکان میں سے آدھا حصہ اپنے تایازاد بھائی خالد کو بذریعۂ رجسٹری ہبہ کردیا، اور زید کی بیوی مریم اور ایک لڑکی بھی حیات تھی، اس کے بعد بقیہ آدھا مکان سب سے

چھوٹے بھائی بکر نے اپنے نام کرالیا، پھر زید کا انتقال ہوا، اس کے بعد عمر کا انتقال ہوا، اور زوجۂ زید مریم کا بھی انتقال ہوگیا، تایازاد بھائی خالد کی کوئی اولاد نہیں تھی، وہ آخر تک چچازاد بھائی بکر کے پاس رہے، بکر ہی نے ان کی خدمت کی، اب خالد کا انتقال ہوا، انہوں نے ایک چچازاد بھائی بکر اور دوسرے چچازاد بھائی زید کی ایک لڑکی کل دو وارث چھوڑے، پھر بکر کا بھی انتقال ہوگیا، اور خالد کے مکان میں بکر کے بچے قابض ہیں، اب زید کی لڑکی ان سے اپنے باپ کا حق مانگتی ہے، تو کیا اس کا کوئی اس مکان میں حق ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کس طرح تقسیم کیا جائے گا؟ اور بکر نے بھی اپنے پانچ وارث: تین لڑکے اور ایک لڑکی اور بیوہ بیوی چھوڑے ہیں، زید کی لڑکی کا اگر اس میں حصہ ہے تو اس کے چچازاد بھائیوں یعنی بکر کے بچوں نے اب تک جو اس کی امداد کی ہے اس کو واپس لے سکتے ہیں یا نہیں؟ اس کی صراحت فرمادیں؟

ایک جواب طلب امر یہ ہے کہ ان تینوں بھائیوں (زید، عمر، بکر) میں سے عمر نے ایک مکان اپنے ذاتی پیسہ سے خریدا تھا، اور عمر کی حیات ہی میں اس کے والدین اور ایک بڑے بھائی زید کا انتقال ہوگیا، عمر نے اپنے انتقال کے وقت صرف ایک اپنا حقیقی بھائی اور دوسرے بڑے بھائی زید کی ایک لڑکی، کل یہ دو وارث چھوڑے تو زید کی لڑکی اپنے چچا کے مکان میں حقدار ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی تو وہ مکان جو عمر نے میراث میں چھوڑا ہے کس طرح ان دونوں کے درمیان تقسیم ہوگا؟

المستفتی: محمد آصف ہلدوانی نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مذکورہ مکان دادالٰہی ہے اور اس کے حقدار صرف زید، عمر، بکر تھے اور زید نے عمر و بکر کے حصہ کی قیمت ادا نہیں کی ہے اور صرف بڑے ہونے کی وجہ سے پورا مکان اپنے نام کرالیا ہے، تو اس صورت میں زید شرعاً پورے مکان کا مالک نہیں ہوا ہے، بلکہ تینوں کا برابر حق اس مکان میں شامل ہے، لہٰذا نصف حصہ تایا زاد بھائی خالد کے ہاتھ رجسٹری ہبہ بھی شرعاً صحیح نہیں ہوا، اور بقیہ نصف حصہ بکر کا اپنے نام کرالینا بھی درست نہ ہوگا، اس لیے اولاً پورا مکان تین حصوں میں تقسیم ہوکر زید، عمر، بکر کے

درمیان برابر برابر تقسیم ہوگا، اور اس کے بعد ان کے واسطے سے ان کے ورثاء کو حسب حکم شرع حصہ ملتا جائے گا، لہٰذا زید، عمر، بکر کے حصوں کا مسئلہ حل ہونے سے پہلے ان کی اولاد کے حقوق بیان نہیں کیے جا سکتے۔

عن أبی أمامة الباهلی –رضی الله عنه– قال: سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی خطبته عام حجة الوداع، إن الله تبارک وتعالیٰ قد أعطیٰ كل ذی حق حقه فلا وصية لوارث. (سنن الترمذی، باب ما جاء لا وصية لوارث، النسخة الهندية ۲/ ۳۲ دار السلام رقم: ۲۱۲۰، سنن أبی داؤد، کتاب الوصايا، باب ما جاء فی الوصية للوارث، النسخة الهندية ۲/ ۳۹۶، دار السلام رقم: ۲۸۷۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱؍ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/ ۲۵۸۲)

وارث کے لیے کی گئی وصیت کا حکم

سوال [۱۱۲۴۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے شوہر جعفر احمد ولد شبیر احمد ساکن تلی تال، نینی تال نے اپنے مملوکہ و مسکونہ مکان نمبر ۳۱۶/ ۳۳۶، واقع بڑا بازار نے اپنے مکان مذکور کی بابت ایک وصیت بتاریخ ۱۸؍۱ کتوبر ۱۹۹۷ء میرے حق میں تحریر و تکمیل کراکر رجسٹری کرادی اور وصیت مذکور کے ذریعہ میرے شوہر نے مجھ کو مکان مذکور کا کلیۃً مالک وقابض قرار دیدیا، میرے شوہر مذکور کا انتقال ہوئے عرصہ قریب سوا سال ہو چکا ہے، میرے شوہر لاولد فوت ہوئے، ان کے کوئی اولاد اناث یا ذکور پیدا نہیں ہوئی، میرے شوہر کے کئی بھائی تھے اور ایک بہن تھی، ان کے کئی بھائیوں کا انتقال ان کی زندگی ہی میں ہو چکا تھا، ان کے انتقال کے بعد صرف ایک بھائی اور بہنیں زندہ ہیں، میرے شوہر کے انتقال کے بعد ان کے بھائی کا بھی انتقال ہوگیا، میرے شوہر کے انتقال کے بعد میرے شوہر کے بھائی کے وارثان اور بہنیں اپنا اپنا حق ہونا ظاہر

کرتے ہیں، اور مجھ سے دس قسم کا مطالبہ کررہے ہیں، آپ یہ بتائیے کہ وصیت مذکور کے ہوتے ہوئے اشخاص مذکورہ بالا کا کوئی حصہ مکان مذکور میں ہوتا ہے، اور اگر ہوتا ہے تو کتنا کتنا ہوتا ہے، میں اپنے شوہر کی منکوحہ ہوں، میرا مکان مذکور میں ازروئے شریعت کتنا حصہ ہوتا ہے، تفصیل سے بتانے کی زحمت گوارہ فرمائیں؟

المستفتی: مسماۃ انتخاب بیگم ساکنہ بڑا بازار تلی تال، نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوال نامہ اور وصیت نامہ دونوں پر بخوبی غور کیا گیا ہے، شریعت اسلامی میں وارث کے حق میں وصیت نافذ نہیں ہوتی، جبکہ دوسرے وارثین اس وصیت کے نفاذ پر متفق نہ ہوں، اس لیے انتخاب بیگم کے حق میں اس کے شوہر جعفر احمد نے جو وصیت کی ہے، وہ شرعاً کالعدم ہے، کیونکہ انتخاب بیگم خود جعفر احمد کی شرعی وارث ہے، لہٰذا شریعت کے ضابطہ کے مطابق انتخاب بیگم کو کل جائیداد میں سے ایک چوتھائی ملے گا، اور تین چوتھائی شوہر کے بھائی اور بہن کو حصص شرعیہ کے اعتبار سے ملے گا۔

عن أبی أمامة الباهلی –رضی الله عنه– قال: سمعت رسول الله ﷺ یقول فی خطبته عام حجة الوداع، إن الله تبارک وتعالیٰ قد أعطیٰ کل ذی حق حقه فلا وصیة لوارث. (سنن الترمذی، باب ما جاء لا وصیة لوارث، النسخة الهندیة ۲/ ۳۲ دار السلام رقم: ۲۱۲۰، سنن أبی داؤد، الوصایا، باب ماجاء فی الوصیة للوارث، النسخة الهندیة ۲/ ۳۹۶، دار السلام رقم: ۲۸۷۰)

ولا لوارثه إلا بإجازة ورثته لقوله علیه السلام: لاوصیة لوارث. (شامی، کتاب الوصایا، کراچی ۶/ ۶۵۵-۶۵۶، زکریا ۱۰/ ۳۴۶، کوئٹه ۵/ ۴۵۹، الجوهرة النیرة، امدادیه ملتان ۲/ ۳۸۹، دار الکتاب دیوبند ۲/ ۳۶۹) **فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶/ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۶۶۱۰)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۴/۲۶ھ

وارث کے حق میں کی گئی وصیت کا شرعی حکم

سوال [۱۱۲۵۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میری بہن شفیقہ خاتون کے کوئی اولا دنہیں ہے، اس کے شوہر کا انتقال ہو گیا ہے، شوہر کا بھی کوئی وارث نہیں ہے، میری بہن نے میرے ایک لڑکے اور ایک لڑکی کو لے کر پالا، پوسا، اور جوان ہونے کے بعدان دونوں کی شادی بھی کردی۔

اب دریافت یہ کرنا ہے کہ میری بہن کے کل ترکہ کے مالک اس کے مرنے کے بعد اس کے شرعی ورثاء (تین حقیقی بھائی: محمد تصور، محمد افسر، محمد انور، ایک بہن: رفیقہ) ہوں گے، یا لے پالک لڑکا اور لڑکی بھی، اور اگر میری بہن اپنی حیات میں اپنی جائیداد اپنے کسی وارث کو دیدے تو وہ مالک ہو جائے گا یا نہیں؟ یا وصیت کرنا چاہے تو کتنے حصے کی وصیت کرسکتی ہے؟

المستفتی: محمد انور گلاب باڑی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بہن کی زندگی میں اس کے مال میں اس کے بھائی بہنوں کا کوئی حق نہیں ہے، اور جب بہن کا انتقال ہو جائے گا تو تینوں بھائی اور بہن اپنے حصۂ شرعی کے مطابق اس کے ترکہ کے حقدار ہوں گے، اور لے پالک لڑکے اور لڑکی کا آپ کی بہن کے مال میں شرعاً کوئی حق نہیں ہے، اور آپ کی بہن اپنی زندگی میں اپنے مال و جائیداد کی ہر طرح کی مالک ہے جس طرح چاہے تصرف کرے، اگر وہ کسی وارث یا غیر وارث کو دینا چاہے تو دے سکتی ہے، اور کسی وارث کے حق میں وصیت کرنے کا اعتبار نہیں ہے، اگر وصیت کرے گی تو دیگر وارثین کی اجازت کے بغیر وہ نافذ نہیں ہوگی۔

﴿قال اللّٰہ تعالیٰ: وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآئَكُمْ اَبْنَآئَكُمْ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ. [الأحزاب: ٤]﴾

عن أبي أمامة الباهلي –رضي الله عنه– قال: سمعت رسول الله

ﷺ **یقول فی خطبته عام حجة الوداع، إن الله تبارک و تعالیٰ قد أعطیٰ کل ذی حق حقه فلا وصیة لوارث.** (سنن الترمذی، باب ما جاء لا وصیة لوارث، النسخة الهندیة ۲/ ۳۲ دار السلام رقم: ۲۱۲۰، سنن أبی داؤد، الوصایا، باب ماجاء فی الوصیة للوارث، النسخة الهندیة ۲/ ۳۹۶، دار السلام رقم: ۲۸۷۰)

وشروطه ثلاثة: موت مورث حقیقة أو حکماً کمفقود. (شامی، کتاب الفرائض کراچی ۶/ ۷۵۸، زکریا ۱۰/ ۴۹۱)

ولأن الترکة فی الاصطلاح ما ترکه المیت من الأموال صافیا عن تعلق حق الغیر بعین من الأموال کما فی شروح السراجیة. (شامی، کراچی ۶/ ۷۵۹، زکریا ۱۰/ ۴۹۳،ونحو ذٰلك فی حاشیة السراجی ص: ۳)

کل یتصرف فی ملکه کیف شاء. (شرح المجلة رستم اتحاد ۱/ ۶۵۴ رقم المادة: ۱۱۹۲)

ولا لوارثه إلا بإجازة ورثته لقوله علیه السلام: لاوصیة لوارث إلا أن یجیزها الورثة. (شامی، کتاب الوصایا، کراچی ۶/ ۶۵۵ زکریا ۱۰/ ۳۴۶، کوئٹه ۵/ ۴۵۹، الجوهرة النیرة، امدادیه ملتان ۲/ ۳۸۹، دار الکتاب دیوبند ۲/ ۳۶۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰؍رجب المرجب ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۲۱۶)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۳۰/ ۷/ ۱۴۳۴ھ

اولاد کے حق میں والد کی وصیت

سوال [۱۱۲۵۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے والد محترم محمد ظہور مرحوم کے کل چار مکان تھے، انہوں نے انتقال سے تقریباً ایک ماہ قبل یہ وصیت کی تھی کہ ۱۵۰؍گز آراضی والا مکان جو کسرول میں ہے، وہ دونوں بڑے لڑکوں: واحد نور، زاہد حسین کے نام کرادینا، اور تقریباً ۵۵؍گز آراضی والا مکان جو نئی

بستی میں ہے جس میں طالب حسین رہتا ہے وہ طالب حسین کے نام کرا دینا، اور جس میں میں (ظہور احمد) رہتا ہوں وہ واجد حسین کے حق میں کرا دینا، اور چوتھا مکان بیچ کر واجد حسین کی شادی کرا دینا، اور یہ بھی وصیت کی کہ شادی کے بعد جو رقم بچے وہ آپس میں تقسیم کر لینا۔

تو دریافت یہ کرنا ہے کہ والد محترم کی وصیت جو ہم لوگوں کے حق میں کی ہے وہ نافذ ہوگی یا نہیں؟ اگر وصیت نافذ نہیں ہوگی تو ان مکانوں کی تقسیم کس طرح ہوگی؟ اور جو مکان بیچ کر بڑے بھائیوں نے واجد حسین کی شادی کی ہے اس میں جو روپیہ بچا ہے وہ شرعاً سب ورثاء کو ملے گا یا نہیں؟

کل ورثاء درج ذیل ہیں: چار لڑکے: واحد نور، زاہد حسین، طالب حسین، واجد حسین، ایک لڑکی مہر جہاں۔

المستفتی: طالب حسین، نئی بستی مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وارث کے حق میں وصیت اس وقت درست ہوتی ہے کہ جب دوسرے ورثاء راضی ہو جائیں، اور جب دوسرے ورثاء نے بخوشی چوتھا مکان فروخت کر کے وصیت کے مطابق واجد حسین کی شادی کر دی ہے، تو اس مکان میں وصیت درست ہو گئی، اور جو رقم بچ گئی ہے وہ تمام ورثاء کے درمیان حقوق کے مطابق تقسیم کرنا لازم ہوگا اور اس کے علاوہ رہائشی مکانات کے بارے میں جو وصیت کی گئی ہے اس میں چونکہ سب ورثاء متفقہ طور پر راضی نہیں ہیں، اس لیے اس میں وصیت نافذ نہ ہوگی، بلکہ تمام مکانات کی قیمت لگا کر ۹/ سہام بنا کر ۲/۲/ سہام لڑکوں کو اور ایک سہام لڑکی کو ملے گا۔

عن ابن عباس قال: قال رسول الله ﷺ: لاتجوز الوصية لوارث، إلا إن شاء الورثة. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، باب نسخ الوصية للوالدين والأقربين الوارثين، دار الفكر ۹/۳۵٦، رقم: ۱۲۷۹۷ – ۱۲۷۹۸، سنن الدار قطني، دار الكتب العلمية بيروت ٤/٨٦، رقم: ٤٢٥١)

إن الله أعطىٰ كل ذی حق حقه ألا لا وصية للوارث (إلى قوله) إلا أن

یجیزها الورثة ...... **(قوله) و لأن الامتناع لحقهم فتجوز بإجازتهم.** (هدایه، کتاب الوصایا، رشیدیه ٤/ ٦٤١، اشرفی دیو بند ٤/ ٦٥٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲ رصفر المظفر ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۱۸۴)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۲/ ۲/ ۱۴۱۸ھ

والدہ کا اپنا مکان کسی ایک اولاد کے نام وصیت کرنا

سوال [۱۱۲۵۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زینب کی چار بیٹیاں، ایک بیٹا ہے، تین بیٹیوں اور ایک بیٹے کی شادی ہو چکی ہے، موجودہ حالات میں جس مکان میں زینب کی رہائش ہے اس کے تمام مالکانہ حقوق زینب کو حاصل ہیں، کیا زینب اپنا مکان کسی ایک اولاد کے نام کر سکتی ہے، اور ایسا کرنے میں کوئی شرعی عذر تو نہیں؟ اور اس کا طریقہ کیا ہوگا؟ کیا وصیت کے ذریعہ اس کام کو کیا جا سکتا ہے؟ جبکہ کہتے ہیں کہ وصیت ایک تہائی سے زیادہ نہیں ہو سکتی؟ برائے مہربانی جواب تحریر فرمادیں۔

المستفتی: اکبری بیگم زوجہ محمد حفیظ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زینب کا اپنی اولاد میں سے کسی ایک کے نام پر اپنے پورے مکان کو کر دینا، دیگر اولاد پر ظلم ہے، جس کی شریعت میں اجازت نہیں ہے، اس لیے زینب کے لیے یہ درست نہیں ہے کہ وہ اپنا پورا مکان کسی ایک کے نام پر کر دے اور اگر وہ اپنا مکان اپنی زندگی میں اولاد میں تقسیم کرنا چاہتی ہے تو اسے ہر ایک کو برابر حصہ دینا چاہیے، اور اولاد سب کی سب وارث ہوتی ہیں اور ان میں کسی ایک کے نام پر شرعی طور پر وصیت نافذ نہیں ہوگی، جب تک کہ دوسرے ورثاء بخوشی اس کی اجازت نہ دیں۔

عن عمرو بن خارجة قال: قال رسول الله ﷺ: لا وصية لوارث إلا أن يجيز الورثة. (سنن کبریٰ للبیهقی، دار الفکر بیروت ٩/ ٣٥٨، رقم: ١٢٨٠٣، سنن

الدار قطنی، دار الکتب العلمیة بیروت ٤/٨٦، رقم: ٤٥٢)

وإن قصد به الإضرار سوی بینهم، یعطی الابنة مثل ما یعطی للإبن وعلیه الفتویٰ. (فتاویٰ عالمگیری، کتاب الهبة، الباب السادس، زکریا قدیم ٤/٣٩١، جدید ٤/٤١٦، فتاویٰ قاضیخان جدید زکریا ٣/١٩٤، وعلی هامش الهندیة زکریا ٣/٢٧٩)

ولاتجوز الوصیة للوارث عندنا إلا أن یجیزها الورثة. (عالمگیری، کتاب الوصایا، الباب الأول، زکریا قدیم ٦/٩٠، جدید ٦/١٠٦، در مختار مع الشامی، کراچی ٦/٦٥٥، زکریا ١٠/٣٤٦، هدایه رشیدیه ٤/٦٤١، اشرفی دیوبند ٤/٦٥٧، مجمع الأنهر، دار الکتب العلمیة بیروت ٤/٤١٨) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍شعبان المعظم ۱۴۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۰۷۹)

وارث بھتیجے کے حق میں وصیت کا حکم

سوال [۱۱۲۵۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: حاجی بابو کا انتقال ہوگیا، انہوں نے اپنے مرنے کے بعد دولڑکیاں اور دو بھتیجے ایک بیوی کو چھوڑا، شریعت مطہرہ کی روشنی میں بتلائیں کہ کس کا کتنا حق بنتا ہے؟ جبکہ ایک بھتیجہ نعیم احمد کہتا ہے کہ میرے چچا حاجی بابو نے پورے مکان کی میرے لیے وصیت کردی ہے، تو یہ وصیت نافذ ہوگی یا نہیں؟ ورثاء میں زوجہ، زیب النساء بنت آمنہ بنت امینہ، ابن الاخ نعیم، ابن الاخ حنیف۔

المستفتی: خلیل احمد، اظہر علی لالباغ حسن پور ضلع امروہہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بھتیجہ نعیم وارث ہے اور وارث کے حق میں وصیت نافذ نہیں ہوتی ہے، لہٰذا وہ بھی دیگر بھتیجوں کی طرح ایک وارث ہی کے درجہ میں ہوگا،

چنانچہ کل ترکہ ۴۸ ر سہاموں میں تقسیم ہوکر بیوی کو ٦، اور دونوں لڑکیوں کو ١٦ر ١٦ر اور دونوں بھتیجوں کو پانچ پانچ ملیں گے۔

عن أبی أمامة الباهلی –رضی الله عنه– قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول فی خطبته عام حجة الوداع، إن الله تبارک وتعالیٰ قد أعطیٰ كل ذی حق حقه فلا وصية لوارث. (سنن الترمذی، باب ما جاء لا وصية لوارث، النسخة الهندية ۲/ ۳۲ دار السلام رقم: ۲۱۲۰، سنن أبی داؤد، الوصايا، باب ماجاء فی الوصية للوارث، النسخة الهندية ۲/ ۳۹٦، دار السلام رقم: ۲۸۷۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
١٦ر ذی قعدہ ١٤٣٤ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ١١٢٩٧)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
١٦/ ١١/ ١٤٣٤ھ

صحرائی یا سکنائی جائیداد کو کسی ایک وارث کے لیے وصیت کرنا

سوال [١١٢٥۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) کیا کسی وارث کے حق میں وصیت کرنے کی اجازت ہے یا نہیں؟ مثلاً باپ بیٹے کے نام کچھ جائیداد وصیت کرسکتا ہے یا نہیں؟

(۲) کیا صحرائی جائیداد میں وصیت کسی وارث کے حق میں کرنے کی گنجائش ہے، یا سکنائی میں؟ اگر کرسکتے ہیں تو کتنے حصوں کی کرسکتے ہیں؟

المستفتی: سراج الحق کانٹھ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صحرائی یا سکنائی کسی قسم کی جائیداد میں بیٹے یا کسی دوسرے وارث کے حق میں وصیت نافذ نہیں ہوتی، جس کے حق میں وصیت کی جائے گی وہ صرف حق میراث پاسکتا ہے، وصیت کی بنا پر نہیں پائے گا۔

عن أبی أمامة الباهلی –رضی الله عنه– قال: سمعت رسول الله

ﷺ **يقول في خطبته عام حجة الوداع، إن الله تبارك وتعالىٰ قد أعطىٰ كل ذي حق حقه فلا وصية لوارث.** (سنن الترمذي، باب ما جاء لا وصية لوارث، النسخة الهندية ۲/۳۲ دار السلام رقم: ۲۱۲۰، سنن أبي داؤد، الوصايا، باب ماجاء في الوصية للوارث، النسخة الهندية ۲/۳۹۶، دار السلام رقم: ۲۸۷۰)

ولا تجوز لوارثه لقوله عليه السلام إن الله قد أعطى كل ذي حق حقه ألا لاوصية للوارث. (هدايه، كتاب الوصايا، رشيديه ۴/۶۴۱، اشرفي ديوبند ۴/۶۵۷، شامي كراچي ۶/۶۵۵-۶۵۶، زكريا ۱۰/۳۴۶، الجوهرة النيرة امداديه ملتان ۲/۳۸۹، دار الكتاب ديوبند ۲/۳۶۹، مجمع الأنهر، دار الكتب العلمية بيروت ۴/۴۱۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲/ ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۰۷۵)

جب دوسرے ورثاء وصیت پر راضی نہ ہوں تو......؟

سوال [۱۱۲۵۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرے والد کی سات اولادیں ہیں، میں دوسرے نمبر کا لڑکا ہوں، جس میں چار لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں، میرے والد صاحب نے میرے کہنے پر ایک وصیت کی تھی، جس کا مضمون اس طرح ہے کہ میری سات اولادیں ہیں جس میں بڑی لڑکی کا انتقال ہوگیا اور دو لڑکے اور دو لڑکیوں کی شادی بیاہ ہوگیا، صرف دو چھوٹے لڑکے رہ گئے ہیں، ان کی شادی نہیں ہوئی ہے، میری یہ خوشی ہے کہ جو میرا مکان ہے وہ میں ان دونوں کو دیدوں، اس لیے وصیت کرر ہا ہوں تاکہ ان کی شادی بیاہ میں پریشانی نہ ہو، اس وصیت کے بعد والد صاحب کی زندگی میں دونوں چھوٹے بھائیوں کی شادی بھی ہوگئی، اور والد صاحب کا بعد میں انتقال ہوگیا، جبکہ اور بھائی بہن کا کہنا ہے کہ والد صاحب نے وصیت غلط کی، ہم سب بھی مکان کے مالک ہیں، علماء دین بتائیں کہ وصیت غلط ہے یا ٹھیک؟

المستفتی: محمد ہاشم علی محلّہ جگر کالونی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب دوسرے ورثاء وصیت پر راضی نہیں ہیں تو شرعی طور پر باپ کی وصیت لڑکوں کے بارے میں نافذ نہ ہوگی، تمام ترکہ تمام ورثاء کے درمیان شرعی حصص کے اعتبار سے تقسیم ہوگا۔

عن عمرو بن خارجة قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم: لا وصية لوارث إلا أن يجيز الورثة. (سنن کبریٰ للبیهقی، دار الفکر بیروت ۳۵۸/۹، رقم: ۱۲۸۰۳، سنن الدار قطنی، دار الکتب العلمیة بیروت ۸٦/٤، رقم: ۲٤٥۲)

ولا تجوز لوارثه ...... إلا أن يجيزها الورثة . (هدایه، کتاب الوصایا، رشیدیه ٦٤١/٤، اشرفی دیوبند ٦٥٧/٤، شامی کراچی ٦٥٥/٦، زکریا ٣٤٦/١٠، الجوهرة النیرة، امدادیه ملتان ٣٨٩/٢، دار الکتاب دیوبند ٣٦٩/٢، مجمع الأنهر، دار الکتب العلمیة بیروت ٤١٨/٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح	کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ	۲۱ر شوال المکرّم ۱۴۱۸ھ
۱۴۱۸/۱۰/۲۱ھ	(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۴۵۱)

وارث کے حق میں وصیت برضا دیگر وارثین

سوال [۱۱۲۵٦]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید نے اپنی وفات سے قبل اپنے فرزندوں کے لیے اپنی ساری زمین کی وصیت کردی تھی، اور یہ واضح رہے کہ زید کے کل تین فرزند ہیں، بعد وفات وہ دونوں وصیت کے مطابق کل زمین پر قبضہ کرنے کی کوشش کررہے ہیں، اور تیسرا لڑکا بقیہ کل مال پر قابض ہے، اب آپ شریعت کی روشنی میں اس بات کی مکمل ومدلل وضاحت فرمائیں، کہ یہ وصیت کرنا اور قبضہ کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد منیر لکھیم پوری مدرسہ شاہی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید کی اس وصیت سے اگر تیسرا لڑکا اور دیگر وارثین راضی نہیں ہیں تو یہ وصیت جائز نہ ہوگی، ایسی صورت میں کل زمین اور بقیہ مال کو تمام وارثین کے درمیان ان کے حصوں کے بقدر تقسیم کیا جائے، بغیر تقسیم کیے قبضہ کرنا جائز نہیں؟

عن عمرو بن خارجة قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم: لا وصية لوارث إلا أن يجيز الورثة. (سنن كبرىٰ للبيهقي، دار الفكر بيروت ۹/۳۵۸، رقم: ۱۲۸۰۳، سنن الدار قطني، دار الكتب العلمية بيروت ٤/۸٦، رقم: ۲٤٥۲)

ولا لوارثه إلا بإجازة ورثته لقوله عليه السلام: لا وصية لوارث إلا أن يجيزها الورثة يعني عند وجود وارث آخر كما يفيده. (در مختار مع الشامي، كتاب الوصايا، كراچی ٦/٦٥٥-٦٥٦، زكريا ۱۰/۳٤٦، كوئٹه ٥/٤٥۹، الجوهرة النيرة، امداديه ملتان ۲/۳۸۹، دار الكتاب ديو بند ۲/۳٦۹، هدايه رشيديه ٤/٦٤۱، اشرفي ديوبند ٤/٦٥۷، مجمع الأنهر، دار الكتب العلمية بيروت ٤/٤۱۸) **فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲؍ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۶۱۱۰)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۳/۴/۱۴۲۰ھ

بیوی کو قرضہ اور ادائیگیٔ دین مہر کے لیے مکان کی وصیت

سوال [۱۱۲۵۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) عبدالغفور کی تین اولادیں تھیں، دو لڑکے عبداللہ وعبدالستار اور ایک لڑکی جس کا ان کی زندگی میں ہی انتقال ہوگیا تھا، عبدالغفور نے اپنی ملکیت میں دو قطعہ مکانات چھوڑے اور دونوں کا نمبر ۸۳۹ تھا، اور عبدالغفور کا انتقال ہوا، تو ان دونوں مکانوں میں سے ایک ایک عبداللہ وعبدالستار کو وراثت میں ملا۔

(۲) عبداللہ کے ذمہ مبلغ ۵۰۰۰؍روپیہ قرضہ تھا، اس نے اپنی بیوی کو تحریری وصیت کی

کہ یہ مکان مہر اور قرض کی ادائیگی کے عوض تمہارا ہے، بیوی کا مہر ایک ہزار تھا، اور قرض پانچ ہزار، اور عبداللہ کے مرنے کے بعد وصیت کے مطابق اس کا مکان اس کی بیوی مٹھیا کے نام اندراج ہوگیا لیکن بیوہ مذکورہ نے قرضہ ادا نہیں کیا ہے، تو شرعی طور پر بیوہ مذکور مکان کی مالک ہوئی یا نہیں، مٹھیا نے اپنے مرنے سے قبل اپنی چار لڑکیوں کو وصیت کی کہ یہ مکان مجھے تمہارے باپ سے مہر وقرض کی ادائیگی کے عوض ملا ہے، تم باپ کا قرضہ ادا کردینا یہ مکان تمہاری ملکیت ہے، اس طرح لڑکیوں نے مکان کو اپنے چچا عبدالستار کے لڑکے کے مشورہ سے فروخت کردیا۔

المستفتیہ: رمضانی محلّہ قاضی پورہ ٹانڈہ رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱-۲) جب مٹھیا نے قرضہ ادا نہیں کیا ہے تو مذکورہ مکان کا چھٹا حصہ اپنے ایک ہزار دین مہر کے عوض اس کی ملکیت میں آگیا ہے، اور باقی حصے پانچ ہزار کے عوض قرض خواہوں کے حق میں معلق ہے اگر اس کی وصیت کے مطابق لڑکیوں نے قرضہ ادا کردیا ہے تو چھٹا حصہ ماں کی وراثت سے اور بقیہ پانچ حصے ادائے قرض کے عوض لڑکیوں کی ملکیت میں آگئے، اور پورے مکان میں عبدالستار کے لڑکے محمد اسماعیل کا کوئی حق شرعاً باقی نہیں رہا ہے، کیونکہ قرضہ کی ادائیگی وراثت پر مقدم ہوا کرتی ہے۔

ثم تقضی دیونه من جمیع ما بقی من ماله. (شریفیه ص: ٦، تاتارخانیة زکریا ۲۰/۲۱۸، رقم: ٣٣٠٨٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵؍رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/۲۳۸۷)

بیٹیوں کو چھوڑ کر صرف بیٹوں کے لیے وصیت کرنا

سوال [۱۱۲۵۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: اگر کسی کے چار بیٹے اور چار بیٹیاں ہوں تو کیا وہ شخص اپنی ساری جائیداد کی

وصیت صرف بیٹوں کے نام کرکے اپنی بیٹیوں کو بے دخل کردے، اور وصیت نامہ کی رجسٹری کرادے، تو کیا یہ وصیت شرعی طور پر صحیح ہے؟

المستفتی: مبشر حسین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صرف بیٹوں کے نام وصیت کرکے بیٹیوں کو حق وراثت سے محروم کرنا ناجائز ہے اور اس پر احادیث مبارکہ میں سخت ترین وعیدوارد ہوئی ہیں، نیز شرعی طور پر وارث کے حق میں وصیت درست نہیں ہوتی اور بیٹے چونکہ وارث ہیں وہ شریعت کی طرف سے متعین حصہ کے حقدار ہیں، اس سے زائد جس کی وصیت کی گئی ہے وہ جائز نہیں ہے، وہ نافذ نہ ہوگی، اور لڑکیوں کا جو حق بیٹھتا ہے وہ لڑکیوں کے لیے متعین رہے گا، اور لڑکیوں کا حصہ لڑکوں کو دینے سے سخت ترین عذاب کے مستحق ہوں گے۔

عن أنس بن مالک رضؓ قال: قال رسول الله ﷺ: من فر من میراث وارثه قطع الله میراثه من الجنة یوم القیامة. (ابن ماجه، أبواب الوصایا، باب الحیف فی الوصیة،، النسخة الهندیة ٢/١٩٤، دار السلام رقم: ٢٧٠٣)

عن أنس بن مالک رضؓ قال: إن لتحت ناقة رسول الله ﷺ یسیل عليّ لعابها فسمعته یقول: إن الله عز وجل قد أعطی کل ذی حق حقه، فلا وصیة لوارث. (دار قطنی سهارنپور ٤/٣٨، رقم: ٤٠٢١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
٢٤ر محرم الحرام ١٤٣٣ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٣٩/١٠٦٠٨)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
١٤٣٣/١/٢٤ھ

بیٹی کے حق میں وصیت کا حکم

سوال [١١٢٥٩]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہندہ کے پاس دو تولہ سونا تھا اس نے اس کے بارے میں یہ وصیت کی کہ یہ سونا ایک تولہ میرے دونوں بیٹوں کا ہے، لیکن قبل اسکے کہ یہ سونا دونوں میں تقسیم ہوتا، چھوٹے بھائی

کی شادی کا مسئلہ درپیش آگیا، اور وہ سونا چھوٹے بیٹے کی شادی میں دیدیا گیا، دینے والوں میں بڑا بھائی اوراس کی والدہ دونوں کی مرضی شامل تھی، کچھ عرصہ کے بعد چھوٹے بھائی نے کسی ضرورت کے تحت وہ سونافروخت کر کےاس کی رقم اپنے مصرف میں لے لی، اب سالہا سال گذرجانے کے بعد بڑا بھائی اپنے اس ایک تولہ سونا کے لینے کا خواہش مند ہےتو کیااس کا یہ مطالبہ درست ہے، اوراگر درست ہےتو ادائیگی کے لیےکس بھاؤ کا اعتبار ہوگا اس قت کے بھاؤ کاجب وہ بکا تھایا موجودہ وقت کے بھاؤکےحساب سے قیمت تقسیم کرنی ہوگی؟

المستفتی: محمد انورکلرس اینڈ کیمیکل مرچینٹ کاشی پور نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: والدہ نے دوتولہ سونے کے بارے میں جو وصیت کی تھی کہ یہ سونا میرے دونوں بیٹوں کا ہے، یہ وصیت ہی درست نہیں ہوئی، اس لیے کہ وارث کے حق میں وصیت درست نہیں ہے، پھر بعد میں والدہ نے بڑے لڑکے کی مرضی کے ساتھ چھوٹے لڑکے کی شادی میں دیدیا ہےتو اس کا دینا درست ہوگیا، اور چھوٹا لڑکااس کا مالک ہوگیا، لہٰذا بڑے لڑکے کااس سونے کی قیمت کا مطالبہ کرنا درست نہیں ہے۔

عن أبی أمامة الباهلی –رضی الله عنه–قال: سمعت رسول الله ﷺ یقول فی خطبته عام حجة الوداع، إن الله تبارک وتعالیٰ قد أعطیٰ کل ذی حق حقه فلا وصیة لوارث. (سنن الترمذی، باب ما جاء لا وصیة لوارث، النسخة الهندیة ۲/ ۳۲ دار السلام رقم: ۲۱۲۰، سنن أبی داؤد، الوصایا، باب ماجاء فی الوصیة للوارث، النسخة الهندیة ۲/ ۳۹۶، دار السلام رقم: ۲۸۷۰)

وتتم الهبة بالقض الکامل. (شامی، کتاب الهبة زکریا ۸/ ۴۹۳، کراچی ۵/ ۲۹۰)

وتتم بالقبض الکامل لقوله علیه الصلاة والسلام لاتجوز الهبة إلا مقبوضة. (مجمع الأنهر، دار الکتب العلمیة بیروت ۳/ ۴۹۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍ذی قعدہ ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۲۷۴)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۳/ ۱۱/ ۱۴۳۴ھ

دیگر ورثاء کی موجودگی میں محض بیٹی کے نام کل جائیداد کی وصیت

سوال [۱۱۲۶۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) کہ حاجی محمد احمد نے انتقال سے قبل اپنی اکلوتی لڑکی عشرت النساء کے نام اپنی تمام منقولہ وغیر منقولہ جائیداد کی وصیت کی تھی، تو دریافت یہ کرنا ہے کہ دیگر ورثاء کے ہوتے ہوئے یہ وصیت صرف بیٹی کے نام معتبر ہوگی یا نہیں؟

(۲) حاجی محمد احمد ساکن دیوی استھان قصبہ محمدی لکھیم پور کا مؤرخہ ۲۳/ اگست ۲۰۰۰ء کو انتقال ہوگیا، ورثاء میں ایک بیوی صغریٰ بیگم ایک بیٹی عشرت النساء، دو چھوٹے بھائی سید احمد، محمد حسین اور ایک بہن سکینہ کو چھوڑا، تو ہر وارث کو کتنے کتنے حصے ملیں گے؟ تحریر فرمائیں۔

المستفتی: محمد حسین قاسمی، محلّہ دیوی استھان محمدی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) دوسرے ورثاء کی مرضی اور اجازت کے بغیر صرف ایک وارث کے حق میں شریعت اسلامی میں وصیت نافذ نہیں ہوتی، اور ایسی صورت میں وصیت کو کالعدم قرار دے کر تمام ترکہ منقول وغیر منقول کو تمام شرعی ورثاء کے درمیان حصص شرعی کے اعتبار سے تقسیم کر دینا لازم ہوتا ہے، لہٰذا مذکورہ واقعہ میں عشرت النساء تمام منقولہ وغیر منقولہ جائیداد کی مالک نہیں ہے، بلکہ اس میں سب کا حق متعلق ہے۔

عن أبی أمامة الباهلی -رضی الله عنه- قال: سمعت رسول الله ﷺ یقول فی خطبته عام حجة الوداع، إن الله تبارک وتعالیٰ قد أعطیٰ کل ذی حق حقه فلا وصیة لوارث. (سنن الترمذی، باب ما جاء لا وصیة لوارث، النسخة الهندیة ۲/۳۲ دار السلام رقم: ۲۱۲۰، سنن أبی داؤد، الوصایا، باب ماجاء فی الوصیة للوارث، النسخة الهندیة ۲/۳۹۶، دار السلام رقم: ۲۸۷۰)

ولاتجوز لوارثه لقوله علیه السلام إن الله قد أعطی کل ذی حق حقه ألا لا وصیة للوارث (إلی قوله) إلا أن یجیزها الورثة. (هدایه، کتاب الوصایا، رشیدیه ۴/۶۴۱،

اشرفی دیوبند ٤/٦٥٧، شامی کراچی ٦/٦٥٥، زکریا ١٠/٣٤٦، الجوهرة النيرة امدادیه ملتان ٢/٣٨٩، دار الكتاب ديوبند ٢/٣٦٩، مجمع الأنهر دار الكتب العلمية بيروت ٤/٤١٨)

(۲) بشرط صحت سوال وبعد ادائے حقوق ما تقدم وعدم موانع ارث حاجی محمد احمد کا کل ترکہ مذکورہ ورثاء کے درمیان درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا۔

حاجی محمد احمد میت — ۸/۴۰

بیوی	بیٹی	بھائی	بھائی	بہن
صغریٰ بیگم	عشرت النساء	سید احمد	محمد حسین	سکینہ
۱/۵	۴/۲۰	۶	۶	۳

کل ترکہ چالیس سہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا اتنا ملے گا جو اس کے نام کے نیچے درج ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱؍شوال المکرّم ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۸۳۶)

ماں کی وصیت کی بناء پر لڑکے کو محروم کرنے کا حکم

سوال [۱۱۲۶۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک ماں نے اپنے بڑے لڑکے کے بارے میں یہ وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد میرے لڑکے رفیق احمد کو کچھ نہ ملے تو شرعاً کیا وہ لڑکا وراثت سے محروم ہو جائے گا یا نہیں؟

المستفتی: نسیم احمد کسرول مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: ماں کے وصیت کرنے سے کہ میرے مرنے کے بعد میرے لڑکے کو کچھ نہ ملے اس وصیت سے بیٹا ماں کی وصیت سے محروم نہ ہوگا، کیونکہ وراثت

ملک غیر اختیاری ہے، لہٰذا ماں کو یہ حق نہیں ہے کہ اپنے مرنے کے بعد ورثاء میں سے کسی کو محروم کردے، شریعت نے جو حصہ جس وارث کا متعین کردیا ہے وہ اس کو ضرور پہنچے گا، چاہے لڑکا ماں کی ہمیشہ نافرمانی ہی کرتا رہا ہو، اس کو اس کا شرعی حق مل کر رہے گا، نیز بلا کسی وجہ کے وارث کو محروم کرنا سخت گناہ ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۶۳/۵، جدید ڈابھیل ۲۰/ ۴۸۸، امداد المفتیین ۲/ ۱۰۴۹)

عن أنس بن مالکؓ قال: قال رسول الله ﷺ: من فر من میراث وارثه قطع الله میراثه من الجنة یوم القیامة. (ابن ماجه، أبواب الوصایا، باب الحیف فی الوصیة،، النسخة الهندیة ۲/ ۱۹۴، دار السلام رقم: ۲۷۰۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۲/ رجب المرجب ۱۴۲۴ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۱۱۷/۳۷)	۱۴۲۴/۷/۳ھ

ماں کے کسی وارث کو حصہ نہ دینے کی وصیت کا شرعی حکم

سوال [۱۱۲۶۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زرینہ بیگم کی آٹھ اولادیں ہیں، چھ لڑکے: ان شاء اللہ، سبحان اللہ، الحمد للہ، رضوان اللہ، سلیم، اسلام، اور دو لڑکیاں: پروین، حنا، زرینہ اور اس کے شوہر ماشاء اللہ کی مشترکہ جائیداد ہے، ماشاء اللہ کا انتقال پہلے ہوا، اس کے بعد زرینہ نے یہ کہا کہ ان شاء اللہ کو کچھ نہیں دینا ہے، اور اس کی شہادت زرینہ کا بیٹا اسلام دیتا ہے، اور یہ قسم کھا کر کہتا ہے کہ ماں نے یہ کہہ دیا ہے کہ ان شاء اللہ کو کچھ نہیں دینا ہے، اس کے بعد ان شاء اللہ نے اسلام سے کہا کہ اگر تم یہ بات مسجد میں جا کر قسم کھا کر کہو تو میں اپنا حصہ چھوڑ دوں گا، چنانچہ اسلام نے مسجد میں جا کر بھی قسم کھالی اور جب بقیہ ۲/ بھائیوں اور تیسرے بھائی کی بیوی کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے کہا کہ اسلام نے جھوٹی قسم کھائی ہے بلکہ ماں نے ہم سے کہا تھا کہ ان شاء اللہ کا بھی حصہ ہے، اس کے بعد زرینہ کا انتقال ہوگیا، اب سوال یہ ہے کہ ان شاء اللہ وارث ہوگا یا نہیں؟ حکم شرعی واضح فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

المستفتی: ان شاء اللہ محمد شیخ علاؤ الدین پیرزادہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: میراث میں وارثین کو جو متروکہ مال حصہ میں ملتا ہے وہ منجانب اللہ ملتا ہے، مرنے والے مورث کا اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا ہے اور اسلام کا یہ کہنا ہے کہ والدہ نے ان شاء اللہ کو کچھ نہ دینے کی وصیت کی ہے، اگر یہ بات اپنی جگہ صحیح بھی ہے تب بھی اس وصیت کا کوئی اعتبار نہیں، اسلام قسم کھائے یا نہ کھائے ،اس معاملہ پر گواہ پیش کرے یا نہ کرے؟ ہر حال میں ان شاء اللہ کو بھی اتنا ہی ملے گا جتنا اس کے بھائیوں کو ملے گا، اسی طرح اگر زندگی میں ماں باپ نے کسی بچہ کو عاق کر دیا ہے تو اس کا بھی اعتبار نہیں ہوتا ہے، اور عاق کرنے کے بعد بھی وارث ہو جاتا ہے ،لہٰذا مذکورہ سوال میں ان شاء اللہ کو محروم کرنے کے لیے اسلام کی کوشش خوامخواہ کی ہے اس کی کوشش کا ان شاء اللہ کے اپنے ماں باپ کا وارث بننے میں کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۴/۳۶۴)

﴿قال اللہ تعالیٰ: يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ.
[النساء: ١١]﴾

الإرث جبري لايسقط بالإسقاط. (تکملہ شامی، مطلب: واقعۃ الفتاویٰ کراچی ۷/۵۰۵، زکریا ۱۱/۶۷۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۲۴/ جمادی الثانیہ ۱۴۳۶ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/ ۱۳۰۰۸)	۱۴۳۶/۶/۲۴ھ

بعض ورثاء کو بے دخل کر کے بعض کے حق میں وصیت کرنے کا حکم

سوال [۱۱۲۶۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: جمیلہ خاتون کے پاس دو مکان تھے، ایک مکان شوہر سے دین مہر میں ملا تھا، دوسرا بھی شوہر نے دیا تھا، اور سارے اختیارات بھی دیدئے تھے، پھر جمیلہ نے اپنی تمام جائیداد منقولہ وغیر منقولہ اپنی زندگی میں اپنے دو لڑکوں ریاست حسین اور امیر حسین اور ایک لڑکی حبیبہ

خاتون کے نام وصیت کردی، جس میں یہ لکھا تھا کہ میرے مرنے کے بعد میری جائیداد کے مالک یہ دولڑکے اور ایک لڑکی ہوگی، اور میری طرح سارے اختیارات انہیں رہیں گے، اس وصیت نامہ میں دولڑکوں لیاقت اور شوکت کے نام کوئی وصیت نہیں کی تو کیا لیاقت اور شوکت کو بھی اس مکان میں سے کچھ ملے گا یا نہیں؟ واضح رہے کہ جس مکان کے بارے میں وصیت کی تھی اس میں سے ایک کرایہ داروں کے پاس تھا، وہ خالی نہیں کررہے تھے،تو مقدمہ چلا اور پھر کرایہ داروں سے خالی کرالیا گیا، پھر والدہ جمیلہ خاتون نے ایک دخل نامہ میرے نام لکھوایا جس دخل نامہ میں لیاقت وشوکت کے دستخط بھی ہیں تو اس دخل نامہ لکھوانے سے ہماری ملکیت میں وہ مکان آگیا یا نہیں؟

وارثوں کے حق میں دخل نامہ اور وصیت نامہ لکھنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اس کا اعتبار ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر اعتبار نہیں تو جمیلہ کا ترکہ شرعاً کس طرح تقسیم ہوگا۔

المستفتی: ریاست حسین محلّہ گوئیاں باغ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دخل نامہ لکھوانے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ فریق مخالف کے ہاتھ سے نکال لیا جائے، یہ مقصد نہیں ہوتا کہ ملکیت میں ہو جائے، نیز ورثاء کو محروم کرکے بعض دوسرے ورثاء کے حق میں وصیت شرعاً صحیح نہیں ہوتی، اس لیے مذکورہ وصیت نامہ کالعدم شمار ہوگا، اور تمام شرعی ورثاء میں ہر ایک کو اپنا اپنا حق شرعی مل جائے گا،لہٰذا جمیلہ کی وفات کے وقت جتنے ورثاء زندہ تھے ان سب کو جمیلہ کے ترکہ سے اور وصیت شدہ جائیداد میں سے شرعی حق ملے گا۔

عن أبي أمامة الباهلي –رضي الله عنه– قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول في خطبته عام حجة الوداع، إن الله تبارک وتعالیٰ قد أعطیٰ کل ذي حق حقه فلا وصية لوارث. (سنن الترمذي، باب ما جاء لا وصية لوارث، النسخة الهندية ۲/ ۳۲ دار السلام رقم: ۲۱۲۰، سنن أبي داؤد، الوصايا، باب ماجاء في الوصية للوارث، النسخة الهندية ۲/ ۳۹۶، دار السلام رقم: ۲۸۷۰)

قوله عليه السلام إن الله تعالىٰ أعطى كل ذى حق حقه ألا لا وصية للوارث ولأنه يتاذى البعض بإيثار البعض. (هدايه، كتاب الوصايا، رشيديه ٤/ ٦٤١، اشرفی دیوبند ٤/ ٦٥٧، شامی کراچی ٦/ ٦٥٥، زكريا ١٠/ ٣٤٦، مجمع الأنهر، دار الكتب العلمية بيروت ٤/ ٤١٨، الجوهرة النيرة، امداديه ملتان ٢/ ٣٨٩، دار الكتاب ديو بند ٢/ ٣٦٩) **فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم**

الجواب صحیح	کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ	۷؍جمادی الاولیٰ ۱۴۱۶ھ
۱۴۱۶/۵/۷	(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۴۴۸)

کل جائیداد ایک بیوی کی اولاد کے نام کر کے دوسرے کی اولاد کو محروم کرنے کا حکم

سوال [۱۱۲۶۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حاجی محمد معروف بن محمد معشوق صاحب کا انتقال ۲۰۰۶ء میں ہوگیا ہے، انہوں نے اپنی حیات میں دو بیویاں کی تھیں اور دونوں سے اولاد بھی ہیں، حاجی محمد معروف صاحب نے اپنے انتقال سے پہلے اپنی پراپرٹی وغیرہ اپنی پہلی بیوی کے بچوں کے نام کردی، جو کہ لکھت روپ میں ہے، اور دوسری بیوی اور ان کے بچوں کو کسی بھی اعتبار سے اپنے ترکہ میں شریک نہیں کیا، حضرت والا سے درخواست ہے کہ جواب مرحمت فرمادیں کہ حاجی محمد معروف نے جو اپنی آدھی اولاد کے نام اپنا کل ترکہ کیا اور کچھ کو بالکل بھی نہ دیا، کیا ایسا کرنا درست ہے؟ اور شرعی اعتبار سے اس لکھی ہوئی تحریر کی کیا حیثیت ہے جو حاجی محمد معروف نے لکھوائی ہے؟ جواب دے کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں؟

المستفتی: فیض الرحمٰن مصطفیٰ آباد، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوالنامہ میں پہلی بیوی کی اولاد کو دینے سے متعلق جو تحریر منسلک ہے وہ تحریر وصیت کی ہے زندگی میں بحالت صحت ہبہ کر کے مالک بنانے

کی نہیں ہے، اور کچھ ورثاء کو نہ دے کر کچھ ورثاء کو دینے کی وصیت کرنا شرعاً معتبر نہیں ہے، لہٰذا اگر دوسری بیوی کی اولادیں بھی محمد معروف ہی سے پیدا ہوئی ہیں تو وہ اولادیں محمد معروف کی وارث ہیں، اور دوسری بیوی سے اگر ایسی اولادیں بھی ہیں جو محمد معروف سے پیدا نہیں ہوئی ہیں، بلکہ کسی دوسرے شوہر سے پیدا شدہ ہیں تو وہ اولادیں محمد معروف کی وارث نہیں ہوں گی، اس تفصیل کے بعد شرعی حکم یہ ہے کہ محمد معروف نے جو تحریر لکھوائی ہے وہ وصیت نامہ ہے، اور وصیت دوسرے ورثاء کی مرضی کے بغیر نافذ نہیں ہوگی، بلکہ ساری جائیداد مملوکہ متروکہ سب کی سب میراث شمار ہوں گی، اور ہر ایک شرعی وارث اس میراث میں شرعی حصہ کا حقدار ہوگا، اور دونوں بیوی اگر زندہ ہوں تو وہ دونوں بھی وارث ہوں گی۔

عن أبی أمامة الباهلی -رضی الله عنه- قال: سمعت رسول الله ﷺ یقول فی خطبته عام حجة الوداع، إن الله تبارک و تعالیٰ قد أعطیٰ کل ذی حق حقه فلا وصیة لوارث. (سنن الترمذی، باب ما جاء لا وصیة لوارث، النسخة الهندیة ۲/ ۳۲ دار السلام رقم: ۲۱۲۰، سنن أبی داؤد، الوصایا، باب ماجاء فی الوصیة للوارث، النسخة الهندیة ۲/ ۳۹۶، دار السلام رقم: ۲۸۷۰)

ولا لوارثه إلا بإجازة ورثته لقوله علیه السلام: لا وصیة لوارث إلا أن یجیزها الورثة. (شامی، کتاب الوصایا، کراچی ۶/ ۶۵۵-۶۵۶، زکریا ۱۰/ ۳۴۶)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵؍محرم الحرام ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۰۹۲۱)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۵/ ۱/ ۱۴۳۴ھ

وارث کے حق میں وصیت کا مسئلہ اور بہن وراثت کی مستحق

سوال [۱۱۲۶۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جناب عبد الشکور صاحب کا انتقال ہوا، انہوں نے ترکہ میں دس لاکھ روپئے اور

اٹھاسی گز زمین مع مکان جس کی قیمت تقریباً ۲/لاکھ روپیہ ہے، چھوڑا، وارثین میں بیوی شکوراًاور تین لڑکے: عبدالرحیم، عبدالکریم، عبدالعلیم اور چار لڑکیاں: سروری بیگم، نرگس بیگم، انیسہ، حلیمہ چھوڑیں، والد صاحب نے چھوٹے بھائی کے نام یہ وصیت کی تھی کہ دس لاکھ میں سے میرے بیٹے عبدالعلیم کو پانچ لاکھ پہنچے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا والد صاحب کی اس طرح وصیت درست ہے؟ نیز بہنوں کی شادی کے موقع پر ہم تینوں بھائیوں نے باپ کے ساتھ بڑھ چڑھ کر خرچ کیا اور وسعت سے زیادہ جہیز دیا، کیا وہ اب بھی وراثت کی حقدار ہیں؟ نیز اگر وہ وراثت کی حقدار ہیں تو خرچ کیا ہوا روپیہ وغیرہ ان کے حصہ سے نکالا جا سکتا ہے، یا نہیں؟ شرع کی رو سے والد صاحب کا ترکہ کس کو کتنا پہنچتا ہے؟

المستفتی: عبدالکریم مسجد بنجاران، کانٹھ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وارث کے حق میں وصیت درست نہیں ہے، لہٰذا آپ کے والد صاحب نے جو عبدالعلیم کے نام وصیت کی ہے، اس کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں ہے، بلکہ باپ کے ترکہ میں تمام ورثاء حصص شرعیہ کے مطابق حق دار ہوں گے۔

عن أبی أمامة الباهلی –رضی الله عنه– قال: سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی خطبته عام حجة الوداع، إن الله تبارک وتعالیٰ قد أعطیٰ کل ذی حق حقه فلا وصیة لوارث. (سنن الترمذی، باب ما جاء لا وصیة لوارث، النسخة الهندیة ۲/۳۲ دار السلام رقم: ۲۱۲۰، سنن أبی داؤد، الوصایا، باب ماجاء فی الوصیة للوارث، النسخة الهندیة ۲/۳۹۶، دار السلام رقم: ۲۸۷۰)

شریعت اسلامیہ نے والدین کے ترکہ میں تمام ورثاء کا حق بیان کیا ہے خواہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں، شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ، لہٰذا بہنیں بھی حصۂ شرعیہ کی حقدار ہیں۔

﴿لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا. [النساء: ۷] **﴾**

نیز بھائیوں نے بہنوں کی شادی کے موقع پر جو کچھ باپ کے ساتھ حسن سلوک اور تعاون کیا ہے اس کو بہنوں سے وصول کرنے کا حق نہیں ہے۔

ولایجوز لأحدهما أن یتصرف فی نصیب الآخر إلا بأمره وکل واحد منهما کالأجنبی فی نصیب صاحبه. (هندیه کتاب الشرکة، الباب الأول زکریا قدیم ٢/ ٣٠١، جدید ٢/ ٣١١)

أما إذا کان بغیر أمره فلأنه تبرع بإسقاط الحق عنه فلایملک أن یجعل ذلک مضمونا علیه. (بدائع کتاب الهبة زکریا ٥/ ١٨٩)

لہٰذا بشرط صحت سوال مرحوم عبدالشکور کا ترکہ تمام ورثاء کے درمیان درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا۔

تداخل

میت

	بیوی	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی
	شکوراً	عبدالکریم	عبدالرحیم	عبدالعلیم	سروری بیگم	نرگس بیگم	انیسہ	رحیمہ
سہام	١/ ١٠	١٤	١٤	١٤	٧	٧	٧	٧
ترکہ	٣٤٣٧ ٤٠/٨٠	٤٨١٢ ٤٠/٨٠	٤٨١٢ ٤٠/٨٠	٤٨١٢ ٤٠/٨٠	٢٤٠٦ ٢٠/٨٠	٢٤٠٦ ٢٠/٨٠	٢٤٠٦ ٢٠/٨٠	٢٤٠٦ ٢٠/٨٠

مرحوم کا کل ترکہ ٨٠/ سہام میں تقسیم ہو کر ہر وارث کو اتنے روپیہ ملیں گے جو اس کے نام کے نیچے درج ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
٢٨/ جمادی الاولیٰ ١٤٢١ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٣٥/ ٦٧٠١)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
٢٨/ ٥/ ١٤٢١ھ

تعلیق بالوصیۃ، نیز بیوی اور بھانجے کے لیے وصیت

سوال [١١٢٦٦]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ محمد صدیق مرحوم نے یہ وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد میری ساری جائیداد کی مالک میری بیوی ہوگی، بیوی کی موت کے بعد میرا بھانجہ اقبال حسین مالک ہوگا، تو کیا اقبال حسین کے حق میں وصیت درست ہوگی؟ جو بیوی کی موت پر معلق رکھی ہے، یا اس تعلیق کی وجہ سے اقبال حسین کے حق میں وصیت باطل ہے؟

المستفتی: افضل حسین، تحصیل اسکول مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وصیت معلق کرنے سے باطل نہیں ہوتی، بلکہ معلق کرنا درست ہے، شرط کے وجود کے بعد وصیت نافذ ہوجاتی ہے، لہٰذا بیوی کی موت کے بعد اقبال حسین کو محمد صدیق مرحوم کے کل ترکہ کا تہائی حصہ مل جائے گا اور بقیہ ورثاء کا حق ہے، وہ بقدر حصص شرعیہ ورثاء کو مل جائے گا، نیز بیوی کے حق میں ورثاء کی موجودگی میں وصیت نافذ نہیں ہوتی، بلکہ مابقیہ کا چوتھائی حصہ اور اقبال حسین کو ملنے والا کل ترکہ کا تہائی حصہ اپنی نگرانی میں قبضہ میں رکھنے کا حق ہے، موت کے بعد اقبال حسین کو تہائی حصہ وصیت کی بناء پر مل جائے گا، اور اگر بیوی نے بھی ورثاء کی عدم موجودگی میں اپنا حصہ اقبال حسین کو دینے پر رضامندی کا اظہار کیا ہے تو بیوی کا چوتھائی حصہ بھی اقبال حسین کو حاصل ہوگا۔

والوصية تارة تكون منجزة و تارة معلقة بشرط فيجب أن يعلم بأن تعلق الوصية بالشرط جائز. (البحر الرائق، كتاب الوصايا، زكريا ۹/ ۲۱٤، كوئٹه ۸/ ٤۰٤)

ولأن الوصية يتسامح فيها ولهذا صح تعليقها على الخطر والغرر وصحت للحمل وبه، وبما لايقدر على تسليمه وبالمعدوم والمجهول فجاز أن يتسامح فيها بقبول الخط. (إعلاء السنن كراچی ۱۸/ ۳۱۹، دار الكتب العلمية بيروت ۱۸/ ۳٥٤، أوجز المسالك، كتاب الأقضية، الأمر بالوصية قديم ٥/ ۳٦۳/ ٤/ ۲۹٤، جديد دار القلم بيروت ٥/ ۳٦۳، وهكذا المغني لابن قدامه ٦/ ۹۰، رقم: ٤٦٦۳)

وقال أبو حنيفةؒ إذا قال أوصيت أن يخدم عبدى فلانا سنة ثم هو لفلان فقال فلان لا أقبل الوصية قال يخدم الورثة سنة ثم الموصى له

ولاتبطل وصيته للثاني بإباء الأول الخدمة...... أى الموصىٰ له بعد تمام السنة. (البحر الرائق زكريا ۹/۲۱۵، كوئٹه ۸/۸۰۵)

لأن الشرط الفاسد فى معنى الربوا وهو يعمل فى المعاوضات دون التبرعات. (هدايه، كتاب الهبة اشرفى ديوبند ۳/۲۹۲، رشيديه ۳/۲۷۶، الدر المختار كراچى باب المتفرقات بعد باب السلم ۵/۲۴۹، زكريا ۷/۵۰۹، امداد الفتاوىٰ ۴/۲۸۳)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷/ ذی الحجہ ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/۱۵۸۲)

بہو، لڑکے کو ہبہ اور وصیت کرنا

سوال [۱۱۲۶۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) ساس اپنی بہو یا اپنے لڑکے یا اپنی مطلقہ بہو کو شوہر کی وراثت یا اپنے مال میں ہبہ یا وصیت کرسکتی ہے؟

(۲) وصیت کا حق کہاں تک ہے؟

(۳) کیا وراثت کی تقسیم وصیت کی تعمیل کے بعد ہوگی؟

(۴) وصیت کی رو سے ایک شخص کو اختیار رہے کہ جس طرح چاہے اپنے مال کو اپنے ورثاء میں تقسیم کردے یا ان کو محروم کردے؟

(۵) وصیت کے لیے ضروری شرائط کیا ہیں؟ مدلل بیان کریں۔

(۶) وصیت کس قسم کی ہو، کسی خاص حصہ یا کل کے متعلق ہونی چاہیے؟

(۷) ہبہ وصیت کے لفظی معانی وتفریق وشرعی مسائل مدلل بیان فرمائیں؟

المستفتی: حکیم محمد حسیب قادری دواخانہ، پتھنہ سبور، بھاگلپور بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: (۱) لڑکے کو بحالت صحت ہبہ کرکے قبضہ دیدینا

تو جائز ہے لیکن لڑکے کے وارث ہونے کی وجہ سے اس کے حق میں وصیت جائز نہیں ہے۔

عن أبی أمامة الباهلی -رضی الله عنه- قال: سمعت رسول الله ﷺ یقول فی خطبته عام حجة الوداع، إن الله تبارک وتعالیٰ قد أعطیٰ کل ذی حق حقه فلا وصیة لوارث. (سنن الترمذی، باب ما جاء لا وصیة لوارث، النسخة الهندیة ۲/۳۲ دار السلام رقم: ۲۱۲۰، سنن أبی داؤد، الوصایا، باب ماجاء فی الوصیة للوارث، النسخة الهندیة ۲/۳۹۶، دار السلام رقم: ۲۸۷۰)

لاتجوز الوصیة للوارث. (الجوهرة النیرة، کتاب الوصایا، ملتانی ۲/۳۸۹، دار الکتاب دیوبند ۲/۳۶۹، مجمع الأنهر، دار الکتب العلمیة بیروت ۴/۴۱۸، هدایه رشیدیه ۴/۶۴۱، اشرفی دیوبند ۴/۶۵۷، شامی کراچی ۶/۶۵۵، زکریا ۱۰/۳۴۶)

ولاتجوز لوارثه. (هدایه، کتاب الوصایا، رشیدیه ۴/۶۴۱، اشرفی دیوبند ۴/۶۵۷، شامی کراچی ۶/۶۵۵، زکریا ۱۰/۳۴۶، الجوهرة النیرة، امدادیه ملتان ۲/۳۸۹، دار الکتاب دیوبند ۲/۳۶۹، مجمع الأنهر، دار الکتب العلمیة بیروت ۴/۴۱۸)

ہاں البتہ لڑکے کی بیوی چاہے مطلقہ ہو یا نکاح میں موجود ہو اس کے حق میں وصیت درست ہے، اس لیے کہ وہ ورثاء میں شامل نہیں ہے، چاہے اپنے ذاتی مال میں وصیت کرے یا اپنے شوہر سے وراثت میں ملے ہوئے مال میں دونوں میں جائز ہے۔

(۲) وصیت صرف ایک تہائی مال میں جائز ہے۔

عن عامر بن سعد، عن أبیه رضی الله عنه قال: مرضت، فعادنی النبی ﷺ -إلی- قلت: أرید أن أوصی بالنصف؟ قال: النصف کثیر، قلت: فالثلث؟ قال: الثلث کثیر أو کبیر، قال: فأوصی الناس بالثلث، فجاز ذٰلک لهم. (صحیح البخاری، باب الوصیة بالثلث، النسخة الهندیة ۱/۳۸۳، رقم: ۲۶۶۳، ف: ۲۷۴۴)

ولاتجوز بما زاد علی الثلث. (هدایه، اشرفی دیوبند ۴/۶۵۴، رشیدیه ۴/۶۴۸)

(۳) جی ہاں، وراثت کی تقسیم تنفیذ وصیت کے بعد ہی ہوتی ہے۔

ثم تنفذ وصایاه من ثلث ما بقی من الدین. (سراجی ص: ۴)

(۴) جی نہیں، کیونکہ وصیت صرف تہائی میں نافذ ہوتی ہے اس لیے وصیت کے ذریعہ سے ورثاء کو محروم کرنے کی کوئی صورت نہیں۔ (هداية اشرفي ديوبند ٤/ ٦٥٤، رشيديه ٤/ ٦٤٨)

(۵) وصیت کے لیے کیا کیا شرائط ہیں؟ اور کتنی شرطیں ہیں، کتاب الوصایا کا مطالعہ کیجیے، فتویٰ کے جواب میں کتاب نہیں لکھی جاتی، بلکہ جتنا آپ معلوم کریں گے، اتنے کا جواب دیا جاتا ہے۔

(۶) سوال کو واضح کیجیے، معمہ حل کرنے کا موقع نہیں۔

(۷) ہبہ اور وصیت کے لفظی معانی وتفریق شرعی سب ہدایہ کتاب الھبۃ اور کتاب الوصایا میں دس دس بیس بیس صفحات میں موجود ہیں، وہاں مطالعہ فرمایئے، یہاں آپ جو جزئیہ معلوم کریں گے صرف اسی کا جواب دیا جاتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶/ ذیقعدہ ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۱ ۶۳۱۳)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۶/ ۱۱/ ۱۴۲۰ھ

پوتوں کے حق میں کی گئی وصیت کا حکم

سوال [۱۱۲۶۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرے والد صابر حسین نے اپنی زندگی میں ایک وصیت نامہ تحریر کیا ہے جس میں اپنے ایک بیٹے اعجاز حسین اور دس پوتے: محمد شعیب، محمد سفیان، محمد سہیل، محمد سالم (پسران شمشاد حسین مرحوم)، محمد سلمان، محمد فیضان، محمد جنید (پسران قمر الزماں مرحوم)، محمد نوشاد، محمد حماد (پسران دلشاد حسین)، محمد زبیر (پسر بدر الزماں) کے نام وصیت کی اور یہ لکھا کہ میرے مرنے کے بعد میری کل جائیداد کے میرے پسر و میرے پوتے مذکوران بحصۂ مساوی حقدار رہوں گے۔

واضح رہے کہ صابر حسین کے انتقال کے وقت ان کے شرعی ورثاء میں تین لڑکے: اعجاز حسین، دلشاد حسین، بدر الزماں ایک لڑکی افروز جہاں حیات ہیں۔

دریافت یہ کرنا ہے کہ وصیت کل مال میں نافذ ہوگی یا ثلث مال میں، اور شرعی ورثاء کو

کتنے کتنے حصے ملیں گے، شرعی تقسیم فرمادیں؟

المستفتی: اعجاز حسین پیرزادہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دوسرے ورثاء کی اجازت کے بغیر کسی ایک وارث کے حق میں وصیت نافذ نہیں ہوتی، لہٰذا صابر حسین کا اپنے بیٹے اعجاز حسین کے لیے وصیت کرنا اس وقت درست ہوسکتا ہے جبکہ دوسرے بالغ ورثاء اس وصیت کی اجازت دیدیں، البتہ پوتے چونکہ اولاد کی موجودگی میں شرعی وارث نہیں ہوتے تو ان کے حق میں مورث کے کل مال میں سے صرف ایک تہائی حصہ میں وصیت نافذ ہوگی، اس سے زائد میں نافذ نہ ہوگی، اور یہ ایک تہائی حصہ پوتوں کے درمیان برابر برابر تقسیم ہوگا، اور مابقیہ دوتہائی جائیداد صابر حسین کے زندہ ورثا کے درمیان مندرجہ ذیل نقشہ کے اعتبار سے تقسیم ہوگی۔

میـــت ۷

لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی
اعجاز حسین	دلشاد حسین	بدرالزماں	افروز جہاں
۲	۲	۲	۱

ایک تہائی پوتوں کو دینے کے بعد مابقیہ دوتہائی جائیداد سات سہام میں تقسیم ہوکر ہر ایک وارث کے اتنے سہام ہوں گے، جو اس کے نام کے نیچے درج ہیں۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۴/ ۲۸۷)

عن أبی أمامة الباهلی -رضی الله عنه- قال: سمعت رسول الله ﷺ یقول فی خطبته عام حجة الوداع، إن الله تبارک وتعالیٰ قد أعطیٰ کل ذی حق حقه فلا وصیة لوارث. (سنن الترمذی، باب ما جاء لا وصیة لوارث، النسخة الهندیة ۲/ ۳۲ دار السلام رقم: ۲۱۲۰، سنن أبی داؤد، الوصایا، باب ماجاء فی الوصیة للوارث، النسخة الهندیة ۲/ ۳۹۶، دار السلام رقم: ۲۸۷۰)

وتجوز بالثلث للأجنبی عند عدم المانع وإن لم یجز الوارث ذٰلک لا الزیادة علیه. (شامی، کتاب الوصایا کراچی ۶/ ۶۵۰، زکریا ۱۰/ ۳۳۹)

ولاتصح الوصية بما زاد على الثلث. (مجمع الأنهر، دار الكتب العلمية بيروت ٤/٤١٨)

من شرائطها: أن يكون الموصى به مقدار الثلث لا زائدا عليه وهو ليس بسديد على إطلاقه فإن الموصى إذا ترك ورثه فإنما لا تصح وصيته بما زاد على الثلث. (البحر الرائق كوئٹه ٨/٤٠٣، زكريا ٩/٢١٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/ جمادی الثانیہ ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۷۲۰)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۵/ ۶/ ۱۴۳۳ھ

پوتوں کے حق میں دادا کی وصیت

سوال [۱۱۲۶۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرے والدین نے ۱/ ۱۰/ ۱۹۸۲ء کو اپنی تمام جائیداد اور املاک کو بمطابق مرضیٔ خود اپنے تمام وارثین کو تقسیم کر دیا، لیکن آج تک اتنے سال گذرنے کے بعد بھی وصیت پر عمل نہیں ہوا، اور یہی وارثین قانون وضابطہ کے مطابق ان املاک کے مالک بنے ہیں، حالت یہ ہے کہ وارثین کے درمیان تلواریں کھینچی ہوئی ہیں، یہ وصیت لکھنے کے بعد والدین نے اپنے تمام وارثین سے مع چند گواہان کے دستخط لے لیے تھے، چند سالوں کے بعد یعنی ۱۹/ ۴/ ۱۹۹۰ء کو پھر ایک وارث کے خط کے جواب میں والد صاحب نے لکھا کہ وہ خود مختار ہیں، لہٰذا وہ پھر ایک جائیداد کو جو دوسرے وارث کے حصے میں آئی تھی، بصورت دیگر وارث تبدیل کررہے ہیں، اس پر صرف والد صاحب اور والدہ صاحبہ کے دستخط ہیں، دیگر وارثین یا گواہان کے نہیں ہیں، والدین کی وفات کو کئی سال گذر جانے کے باوجود حالات جوں کے توں ہیں، اب اگر بٹوارہ کیا جائے تو کیا یہ وصیت قابل عمل ہے؟ اور اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ یہ وصیت پوتوں کے حق میں ہے۔

مسئلہ: ایک شخص عبدالوہاب کے چار بیٹے اور ایک بیٹی تھی، اس کی زندگی میں ہی دو بیٹے وفات پا گئے، زندہ بیٹے عبدالتواب، عبدالمعبود لیکن بیٹی سائرہ کا انتقال اس شخص کی وفات کے بعد ہوا ایسی صورت میں بعد وفات اس شخص کے تمام املاک اور اثاثہ کی تقسیم کس طرح ہوگی، کیا پوتے پوتیاں بھی حقدار ہوتی ہیں، ان تینوں حالات میں تقسیم کی کیا شکل ہوگی؟

مسئلہ: حدود شرعیہ میں اس مسئلہ کا کیا حل ہے کہ بکر کے چار بیٹے ہیں اور ایک بیٹی اور بکر کی جائیداد ایک بیٹے کے ساتھ شراکت میں تھی، اور بکر نے اپنی زندگی میں ہی اپنے اس بیٹے کی وفات کے بعد پورے حصہ کی قیمت ادا کر کے پوری جائیداد کے تنہا مالک بن گئے، بعد میں مزید تعمیر ومرمت کرا کر اسی جائیداد کو اس مرحوم بیٹے کے ورثاء کو کرایہ پر دیدی، اور تاحیات وہ ان سے کرایہ وصول کرتے رہے، بعد وفات بکر کے آج تک انہوں نے کوئی کرایہ ادا نہیں کیا، کیا ان کو کرایہ ادا کرنا واجب ہے یا نہیں؟ اور اس کرایہ کو وصول کرنے کا حق کس کو ہے؟

بکر کے ورثاء ضرورت مند ہیں، کیا وہ جائیداد کو بیچ سکتے ہیں، ورثاء میں تقسیم کا طریقۂ کار کیا ہوگا؟ جبکہ ورثاء میں چار بیٹوں میں سے دو کی موت ان کی زندگی میں ہوچکی تھی، اور بیٹی سائرہ کی موت خود ان کی موت کے بعد ہوئی تھی، ان کی بیوی بتول بیگم کی بھی موت ان کی موت کے بعد ہوئی تھی۔

والد کا نام: حاجی عبدالوہاب صاحب، والدہ کا نام: محترمہ بتول بیگم، بڑے بیٹے کا نام: عبدالودود صاحب، منجھلے بیٹے کا نام: عبدالقدوس (یہ دونوں والد صاحب سے پہلے انتقال کر گئے) تیسرے بیٹے کا نام: عبدالتواب، چھوٹے بیٹے عبدالمعبود (الحمد للہ حیات ہیں) دختر کا نام: سائرہ بی، (والدین کی وفات کے بعد انتقال کر گئیں)۔

والد صاحب کی وفات کی تاریخ ۲۸/فروری ۱۹۹۳ء، والدہ کی وفات: ۶/دسمبر ۱۹۹۳ء، منجھلے بھائی کی وفات: ۳۰/جون ۱۹۷۱ء، بڑے بھائی کی وفات ۱۸/فروری ۱۹۷۳ء، ہمشیرہ کی وفات: ۹/جون ۱۹۹۶ء، تاریخ وصیت یکم اکتوبر ۱۹۸۲ء، تاریخ ترمیم وصیت: ۱۹/اپریل ۱۹۹۰ء۔

المستفتی: محمد اقبال شمسی طویلہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال میں تین چیزیں معلوم کی گئی ہیں:

(۱) وصیت کے متعلق (۲) وارثین کے درمیان جائیداد کس طرح تقسیم ہو (۳) بیٹے کی وفات کے بعد بیٹے کی شراکت کی پوری قیمت ادا کرکے پوری جائیداد کے تنہا مالک بن گئے، اور مرحوم بیٹے کے ورثاء کو کرایہ پر دیدیا، اور تاحیات اس سے کرایہ وصول کرتے رہے، ان تینوں سوالوں میں سے کوئی بھی سوال بالکل واضح اور صاف نہیں ہے، اس لیے سائل سے بار بار ٹیلیفون میں زبانی معلوم کیا گیا ہے۔

(۱) پہلے سوال کے بارے میں جس وصیت کا ذکر ہے اس میں سوال نامہ میں وضاحت نہیں ہے، کہ بیٹوں کے لیے وصیت کی تھی، یا مرحوم بیٹا کی اولاد جوکہ پوتے ہیں، ان کے حق میں وصیت کی تھی، لیکن ٹیلیفون میں زبانی معلوم ہوا کہ وصیت پوتوں کے حق میں کی ہے، تو شرعی حکم یہ ہے کہ بیٹے باپ کے وارث ہونے کی وجہ سے ان کے حق میں وصیت نافذ نہیں ہوتی ہے وہ شرعاً کالعدم سمجھی جاتی ہے، لیکن بیٹوں کی موجودگی میں چونکہ پوتے وارث نہیں ہوتے ہیں اس لیے شرعاً پوتوں کے حق میں وصیت معتبر ہوجاتی ہے، لہٰذا سوالنامہ میں جس وصیت کا ذکر ہے وہ شرعی طور پر پوتوں کے حق میں معتبر بھی ہے اور قابل عمل بھی ہے۔

ثم تصح الوصية للأجنبي بالثلث من غير إجازة الوارث. (تبيين الحقائق، كتاب الوصايا، زكريا ۷/ ۳۷۵- ۳۷٦، امداديه ملتان ٦/ ۱۸۲، البحر الرائق كوئٹه ۸/ ٤۰٤، زكريا ۹/ ۲۱۳)

سوال (۲) کا حاصل یہ ہے کہ شخص مذکور کے چار بیٹوں میں باپ کی زندگی میں دو کی وفات ہوگئی اور ایک بیٹی اور دو بیٹے زندہ تھے، لہٰذا وصیت نافذ ہوجانے کے بعد وصیت میں جو پوتوں کے نام وصیت کی گئی ہے وہ پوتوں کو دینے کے بعد بقیہ جائیداد چالیس سہام میں تقسیم ہوکر بیوی کو پانچ اور دونوں لڑکوں کو چودہ، چودہ اور لڑکی کو سات سہام ملیں گے، جو درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگی، لیکن مسئلہ چونکہ مناسخہ ہے اس لیے نتیجہ میں زندہ ورثاء کو وہ ملے گا

جونقشہ کے نیچے الاحیاء کے ذیل میں لکھا گیا ہے:

عبد الوہاب میت

بیوی	بیٹے	بیٹے	بیٹی
بتول	عبدالتواب	عبدالمعبود	سائرہ
۱/۵	۱۴/۵۶	۱۴/۵۶	۷

۵ تماثل ۵

بتول میت

لڑکا	لڑکا	لڑکی
عبدالتواب	عبدالمعبود	سائرہ
۲/۸	۲/۸	۱

تداخل ۱/۸

سائرہ میت

شوہر	لڑکا	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی
				۳			
۱/۸	۶	۳	۳	۳	۳	۳	۳

۱۶۰
المبلغ

الأحیاء

عبد التواب	عبد المعبود	شوہر سائرہ	ابن سائرہ	بنت سائرہ	بنت سائرہ	بنت سائرہ	بنت سائرہ	بنت سائرہ	بنت سائرہ
۶۴	۶۴	۸	۶	۳	۳	۳	۳	۳	۳

عبدالوہاب کی وصیت کے بعد بقیہ ترکہ ۱۶۰ ارسہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا ملے گا جو اس کے نیچے درج ہے۔

(۳) اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر کسی جائیداد کے متعلق پوتوں کے حق میں وصیت

کی تھی کہ جیتے جی خود مالک رہے گا اور پوتے دادا کی زندگی میں کرایہ ادا کرتے رہیں گے، اور خود کی وفات کے بعد پوتے اس جائیداد کے مالک ہو جائیں گے، تو ایسی صورت میں مرحوم عبد الوہاب کے انتقال کے بعد پوتے وصیت کی وجہ سے اس جائیداد کے مالک ہو جائیں گے، لہٰذا پوتوں پر اب اس کا کرایہ ادا کرنا لازم نہ ہوگا؟ لیکن اگر وصیت اس جائیداد کے علاوہ کسی اور جائیداد کے بارے میں کر رکھی ہے، جو پوتوں کی کرایہ داری پر نہیں تھی، تو وصیت شدہ جائیداد کے پوتے مالک ہو جائیں گے، اور اس جائیداد کا کرایہ ادا کرنا ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰/ربیع الاول ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۵۲۲/۳۵)

نانا کی وصیت نواسے کے نام ہوئی یا نہیں؟

سوال [۱۱۲۷۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرے نانا جان حیات تھے ان کو مجھ سے بہت زیادہ محبت تھی، انہوں نے ہی میری کفالت (پرورش) کی میرے ساتھ بہت ہی مشفقانہ برتاؤ رکھتے تھے، محبت ہونے کی وجہ سے مرحوم نے آخری وقت اپنے تینوں لڑکوں سے (یعنی ماموؤں سے) ایک دوکان اور نو بیگہ زمین کے بارے میں وصیت کی، وصیت کردہ جائیداد میں ان کے تینوں لڑکے دوکان نہیں دیتے، اس سلسلے میں شرعاً کیا حکم ہے، آیا ان کی وصیت کے مطابق وہ دوکان میری ملکیت ہوئی یا نہیں؟ اس دوکان کو شرعاً لینے کا میں حقدار ہوں یا نہیں؟ دلائل کے ساتھ شرعاً وضاحت فرمائیں۔

محترم نانا مرحوم صاحب کو جاں بحق ہوئے تقریباً گیارہ سال ہو چکے ہیں، اپنی زندگی میں انہوں نے کافی زمین چھوڑی ان کے تینوں لڑکوں کو گو مجھ سے محبت ہے، اور مجھ پر ان کو مکمل اعتماد ہے، ان کی چھوڑی ہوئی جائیداد میں سے ہم چاروں نے زمین ٹھیکہ لے کر اور بٹائی پر دے کر ترقی کی، ہم چاروں نے اپنی محنت سے ایک ٹریکٹر خریدا، اور بیس بیگہ زمین خریدی اور ایک چکی لگائی، اب میرے تینوں ماموں اپنا اپنا حصہ لے کر علاحدہ ہوئے ہیں، جو

ہم چاروں نے مل کر محنت سے چکی لگائی، ٹریکٹر خریدا، اوربیس بیگہ زمین خریدی، اس میں سے شرعاً میرا کیا حق ہوتا ہے، آیا جتنا حصہ ان تینوں ماموں کا ہوتا ہے، اتنا میرا بھی ہوتا ہے یا نہیں؟ یا کچھ کم ہوتا ہے، شرعاً وضاحت فرمائیں کہ شریعت کیا حکم نافذ کرتی ہے۔

نوٹ: میرے تینوں ماموں اپنا اپنا حصہ الگ تقسیم کررہے ہیں، مجھے اس محنت میں سے اوراس مذکورہ جائیداد میں سے کچھ نہیں دیتے، اب میری آرزوئیں ختم ہورہی ہیں کہ تیس سال میں نے اتنی تکلیف اور مشقت اٹھائی، کیا اس مشقت کا کوئی بھی حق نہ ہوگا، شریعت مطہرہ نے ہماری اس مشقت کا جوعلاج کیا ہے؟ آپ دلائل کے ساتھ وضاحت فرمائیں۔

المستفتی: مظاہرالحق قاسمی نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مذکورہ دوکان ونو بیگہ زمین کی مالیت آپ کے نانا مرحوم کی کل جائیداد وکل ترکہ کا تہائی یا اس سے کم ہے، تو مذکورہ وصیت شرعاً صحیح ودرست ہے، اورمذکورہ اشیاء کے حقدار آپ ہوں گے۔

عن أبي أمامة الباهلي –رضي الله عنه– قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول في خطبته عام حجة الوداع، إن الله تبارك وتعالىٰ قد أعطىٰ كل ذي حق حقه فلا وصية لوارث. (سنن الترمذی، باب ما جاء لا وصية لوارث، النسخة الهندية ۲/ ۳۲ دار السلام رقم: ۲۱۲۰، سنن أبي داؤد، الوصايا، باب ماجاء في الوصية للوارث، النسخة الهندية ۲/ ۳۹۶، دار السلام رقم: ۲۸۷۰)

لاتجوز بما زاد على الثلث إلا أن يجيزها الورثة. (الجوهرة النيرة، كتاب الوصايا، امداديه ملتان ۲/ ۳۸۹، دار الكتب العلمية ديوبند ۲/ ۳۷۰، مجمع الأنهر، دارالكتب العلمية بيروت ٤/ ٤١٩، تاتارخانية زكريا ۱۹/ ۳۸۱ رقم: ۳۱۸۵۹)

(۲) آپ کا سرمایہ جتنا لگا اس کے بقدر ٹریکٹر، بیس بیگہ زمین اور دیگر مشترکہ کمائی کے آپ شرعاً حقدار ہوں گے۔

كما استفاده من الشامي: في زوج امرأة وابنها اجتمعا في دار واحدة و

أخذ كل منهما يكتسب على حدة ويجمعان كسبهما ولايعلم التفاوت ولاالتساوى ولا التمييز فأجاب بأنه بينهما سوية وكذا لو اجتمع إخوة يعملون فى تركة أبيهم ونماالمال فهو بينهم سوية و لو اختلفوا فى العمل والرائ. (الشامی، فصل فی الشركة الفاسدة، كراچی ۳۲۵/٤، زكريا ٥٠٢/٦) **فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰؍شوال المکرّم ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/ ۲۰۰۶)

نواسے کے نام وصیت

سوال [۱۱۲۷۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) زید اور ساجد دونوں دوست ہیں، رشتہ داری یا کنبہ یا برادری کا کوئی تعلق نہیں، زید نے ساجد کو ایک چیز خرید کر دیدی اور کہہ دیا کہ یہ میرے نواسے کو دیدیجیو تو ساجد یہ خریدی ہوئی چیز نواسوں کو دے گا یا نہیں؟

(۲) چاند خاں اور مقبول احمد دونوں دوست تھے، رشتہ داری، برادری کا کوئی تعلق نہ تھا، چاند خاں کی بھابھی نے اپنے نام کے مکان کا حصہ چاند خاں کے دوست مقبول احمد کے نام کر دیا، یعنی قطعی بیع کر دیا، اس میں چاند خاں کا کوئی حوالہ نہیں، اب مقبول احمد کے وارثان بیوہ لڑکے لڑکی سب یہ کہتے ہیں کہ ہم سے نواسوں کو دینے کے لیے کہہ دیا تھا کہ یہ میرے نواسوں کو دیدیجیو، اس وقت نواسے کم سن چھوٹے بچے تھے، اب نواسوں کو دینا چاہیے یا نہیں؟ اور بیوہ مقبول احمد کی یہ بھی کہتی ہے کہ اسی کو انہوں نے اپنے لڑکے سے بچا کر ہمارے شوہر کے نام کر دیا تھا۔

(۳) یعنی قطعی بیع مقبول احمد کے نام ہے، اس میں چاند خاں کے کسی بھی وارث کا کوئی حوالہ نہیں ہے، اور ہم سے مکان سلطان احمد چاند خاں کے لڑکے خالی کرانا چاہتے ہیں، کیا ان کو ہم سے مکان خالی کرانے کا حق حاصل ہوتا ہے؟

(۴) کیا شریعت میں زبانی ہبہ جائز ہے یا نہیں؟ اور ہبہ کے کیا معنی ہیں؟

(۵) ایک شخص نے مکان کا نصف حصہ اپنے نواسے کو ہبہ کر دیا، اور مالک بھی بنا دیا اور قبضہ بھی دیدیا، وہ آج بھی قابض ہے، کیا یہ جائز نہیں؟ جب یہ ہبہ کیا تھا اس وقت مکان کے اندر ایک بوسیدہ دیوار تھی، جب بڑے نواسے کی شادی ہوئی تو اسی شخص کے لڑکے اور لڑکی کی بہنوں نے نواسے کے پیسے سے رضامندی اور خوشی سے نئی دیوار تعمیر کرادی تھی، اور جب لڑکی والوں کے گھر لڑکی والوں نے یہ سوال رکھا کہ لڑکی کے نام آدھا مکان لکھو، اس شخص نے یعنی لڑکے نے وہاں کے لوگوں میں یہ کہا کہ لکھنے کے لیے ہمارے پاس پیسے نہیں ہیں، آدھا گھر ان کا ہے اور آدھا گھر ہمارا ہے، وہ اپنے آدھے میں اوپر بنائے اور نیچے بنائے، نکالنے کا کوئی نہیں ہے، گویا یہ بھی ہبہ پر راضی تھے۔

المستفتی: نسیم الدین مسجد لوہاران امروہہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) صورت مذکورہ میں ساجد، زید کا وصی ہے اور وصی پر شرعی طور پر شئ موصی بہ کا موصیٰ لہ کو ادا کر دینا واجب ہوتا ہے، لہٰذا ساجد پر واجب ہے کہ ذکر کردہ اشیاء زید کے نواسوں کو دیدے، ورنہ سخت گنہگار ہوگا۔

ومن أوصیٰ إلی رجل فقبل الوصی فی وجه الموصی وردها فی غیر وجهه فلیس برد، لأن المیت مضی لسبیله معتمدا علیه. (هدایه، کتاب الوصایا، باب الوصی وما یملکه، اشرفی دیوبند ٤/٦٩١، رشیدیه ٤/٦٧٥)

(۲) اگر واقعہ صحیح ہے تو چاند خاں کی بھابھی نے مقبول احمد کے نام جو کر دیا ہے وہ شرعاً بیع التلجئة ہے۔

بیع التلجئة ویأتی متنافی الإقرار وهو أن یظهر عقدا وهما لایریدانه یلجأ إلیه لخوف عدو وهو لیس ببیع فی الحقیقة بل کالهزل. (الدر المختار، مطلب: فی بیع التلجیة زکریا ٧/٥٤٢، کراچی ٥/٢٧٣)

اور مذکورہ مکان میں سے نواسوں کے لیے نافذ وصیت کی وجہ سے ایک ثلث ملے گا،

اور بقیہ دوثلث بھابھی کے ورثاء شرعی کے درمیان تقسیم ہوگا اس لیے کہ شرعاً وارث کی موجودگی میں ایک تہائی سے زائد پر وصیت نافذ نہیں ہوتی۔

عن سعد بن أبی وقاصؓ حدیثا طویلا، وطرفه: قال: النصف کثیر، قلت: فالثلث، قال: الثلث کثیر أو کبیر، قال: فأوصی الناس بالثلث، فجاز ذٰلک لهم. (صحیح البخاری، الوصایا، باب الوصیة بالثلث ۱/ ۳۸۳، رقم: ۲۶۶۳، ف: ۲۷۴٤)

لاتجوز بما زاد علی الثلث الخ. (الجوهرة النیرة، کتاب الوصایا، امدادیه ملتان ۲/ ۳۸۹، دار الکتاب دیوبند ۲/ ۲۷۰، مجمع الأنهر، دار الکتب العلمیة بیروت ٤/ ٤١٩، تاتارخانیة زکریا ١٩/ ٣٨١، رقم: ٣١٨٥٩)

(۳) سوال نمبر۲/ سے واضح ہوتا ہے کہ اس بیع کا مقصد مقبول احمد کو مالک بنانا نہیں ہے، بلکہ اس طریقے سے نواسوں کو پہنچ جائے، اور نواسوں کو بطور وصیت ایک تہائی مل سکتا ہے، اور دو تہائی شرعی ورثاء کو ملے گا، اس لیے اگر چاند خاں کے لڑکے شرعی وارث ہیں تو دو تہائی سے خالی کرا سکتے ہیں۔

لاتجوز بما زاد علی الثلث إلا أن یجیزها الورثة. (الجوهرة النیرة، کتاب الوصایا، امدادیه ملتان ۲/ ۳۸۹، دار الکتاب دیوبند ۲/ ۳۷۰، مجمع الأنهر، دارالکتب العلمیة بیروت ٤/ ٤١٩، تاتارخانیة زکریا ١٩/ ٣٨١، رقم: ٣١٨٥٩)

(۴) جی ہاں زبانی ہبہ جائز ہے، لیکن جو صورت سوالنامہ میں درج ہے وہ ہبہ کی نہیں ہے بلکہ بیع التلجئۃ کی صورت ہے۔

(۵) جب زندگی میں نصف مکان ہبہ کر کے مالک بنا دیا ہے اور قبضہ بھی دیدیا ہے تو شرعاً یہ صورت ہبہ کی ہے، اور ہبہ مکمل ہو چکا ہے، اس میں وارثین کا کوئی حق باقی نہیں رہا۔

الهبة تصح بالإیجاب والقبول ...... وتتم بالقبض. (الجوهرة النیرة، کتاب الهبة امدادیه ملتان ۲/ ۹، دار الکتاب دیوبند ۲/ ۱۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/ رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/ ۲۳۹۴)

مرحوم اولاد کے لیے وصیت کرنے کا حکم

سوال [۱۱۲۷۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ فیاض حسین ولد اختیار حسین کے آٹھ اولادیں تھیں، ۴/لڑکے اور ۴/لڑکیاں، ایک لڑکے کا انتقال ۱۵/سال کی عمر میں ہی ہو گیا تھا، اور دوسرے لڑکے کا انتقال ۳۲/سال کی عمر میں ہوا، اس نے اپنے پیچھے ایک بیوہ اور ۲/لڑکیاں چھوڑیں۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ میرے انتقال کے بعد میری کل جائیداد میرے وارثین کے درمیان کس طرح تقسیم ہو گی، اور مرحوم لڑکے کی دو لڑکیوں کے نام بھی میں کچھ وصیت کرنا چاہتا ہوں، تو کیا ان کو بھی شرعی اعتبار سے میرے مال میں سے حصہ ملے گا، شریعت کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

المستفتی: فیاض حسین ٹھیکری گودھی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر آپ کا مقصد زندگی میں تقسیم کرنے سے یہ ہے کہ ہر ایک وارث کو زندگی میں اس کے متعینہ مال کو دے کر اس کو مالک وقابض بنا دیا جائے تو ایسی صورت میں لڑکیوں کو بھی لڑکوں کے برابر دینا مستحب اور اولیٰ ہے، اور اگر مقصود یہ ہے کہ میری وفات کے بعد وارثین کے درمیان کوئی نزاع اور جھگڑا نہ ہو اور ہر وارث کو اس کا پورا حق صحیح طور پر مل جائے تو کل مال آٹھ حصوں میں تقسیم کر کے لڑکوں کے نام ۲/۲/ حصے اور لڑکیوں کے نام ایک ایک حصہ کر دیا جائے، اور یہ وصیت نامہ لکھ دیا جائے کہ میری وفات کے بعد ہر وارث حسب تحریر وصیت اپنا اپنا حق وصول کر لے۔

قال العبد الضعيف عفا الله عنه: قد ثبت بما ذكرنا أن مذهب الجمهور فى التسوية بين الذكر والأنثىٰ فى حالة الحياة أقوىٰ و أرجح من حيث الدليل ولكن ربما يخطر بالبال أن هذا فيما قصد فيه الأب العطية

والصلة، وأما إذا أراد الرجل أن يقسم أملاكه فيما بين أولاده في حياته لئلا يقع بينهم نزاع بعد موته فإنه وإن كان هبة في الاصطلاح الفقهي ولكنه في الحقيقة والمقصود استعجال بما يكون بعد الموت وحينئذ ينبغي أن يكون سبيله سبيل الميراث. (تكملہ فتح الملهم كتاب الهبات، مذهب الجمهور التسوية بين الذكر والأنثىٰ اشرفيه ديوبند ۲/ ۷۵)

اور مرحوم لڑکے کی جن دولڑکیوں کا سوالنامہ میں ذکر ہے وہ شرعی اعتبار سے اس وصیت کے دائرے میں داخل نہیں ہیں، البتہ مرحوم بیٹے کی دونوں بیٹیوں کوالگ سے مخصوص جائیداد ہبہ کرکے مالک بنادیں، یاکل جائیداد میں سے ایک ثلث سے کم جائیدادان کے لیے وصیت میں لکھ دیں،تو ایسی صورت میں ان کو ہبہ شدہ یا وصیت والی جائیدادمل جائے گی،اور اگران کے نام ہبہ یا وصیت نہیں کی توان کوآپ کی جائیداد میں سے کچھ نہ ملے گا۔

ثم تقدم وصيته من ثلث ما بقي بعد تجهيزه و ديونه . (تنوير الأبصار مع الدر، كتاب الفرائض زكريا ۱۰/ ۴۹۵- ۴۹۶، كراچي ۶/ ۷۶۰، سراجی /۴) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

كتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲/ جمادی الثانیہ ۱۴۳۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/ ۱۳۰۱۶)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۶/۶/۲۲ھ

پوتی اور نواسی کے حق میں وصیت کا حکم

سوال [۱۱۲۷۳]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: نفیسہ خاتون کا انتقال ہوا،ان کا ایک مکان تقریباً دوسوگز کا ہے اس کی قیمت آٹھ لاکھ روپیہ سے کم نہیں،ان کی اولادوں میں تین بیٹے اور پانچ بیٹیاں موجود ہیں،انہوں نے اپنی زندگی میں اپنی ملکیت کے مکان کے بارے میں مذکورہ وارثین کے واسطے ایک وصیت نامہ لکھا ہے کہ جیتے جی میں مالک، میرے مرنے کے بعد میرے لڑکے لڑکیوں کے درمیان ہر ایک کو شرعی حصہ کے مطابق ملے گا،اور ملکیت کے مکان کے علاوہ کچھ زیورات اور کچھ کپڑے ان کے

پاس موجود تھے، ان زیورات اور کپڑوں کے بارے میں اپنی ایک پوتی اور ایک نواسی کے بارے میں وصیت کی ہے کہ میرے مرنے کے بعد ان زیورات میں سے فلاں فلاں زیور پوتی کو دینا ہے، اور فلاں فلاں کپڑا نواسی کو دینا ہے اور ان کے ایک جوڑی بندے مرحومہ کی بیٹی نے اپنی ماں کو بنا کر دیئے تھے تو ماں نے مرنے سے پہلے اپنی بیٹی کو بندے یہ کہہ کر واپس کر دئے کہ یہ تم نے مجھے بنوا کر دیئے تھے یہ تمہارے ہیں تم لے لو، اور جن زیورات اور کپڑوں کے بارے میں وصیت کی تھی ان کی قیمت بیس ہزار روپیہ سے اوپر نہیں ہے، یعنی ان کی کل ملکیت کا بیسواں حصہ بھی مشکل سے ہے، اور مرحومہ کی وفات کے بعد ان کے لڑکے اور لڑکیوں نے اپنا اپنا حصۂ شرعی مکان میں سے حاصل کرلیا ہے، اب پوچھنا یہ ہے کہ پوتی اور نواسی کے بارے میں جو وصیت کی ہے، وہ شرعی طور پر نافذ ہوگی یا نہیں؟ اور لڑکی کو جو بندے دیئے ہیں وہ اس کی حقدار ہے یا نہیں؟ مرحومہ کے کچھ پیسے بھی تھے، ان پیسوں کو تجہیز و تکفین کے لیے ان کے بیٹے کو دیدیا گیا؟

المستفتی: محمد وصی پیر غیب مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوالنامہ پر غور کیا گیا ہے اس کے مطابق یہ بات ثابت ہوئی کہ جن زیورات کے بارے میں وصیت کی گئی ہے وہ ثلث مال سے بھی بہت ہی کم ہے، اور پوتی نواسی شرعی طور پر وارث نہیں ہوتیں، البتہ ان کے حق میں وصیت نافذ ہوتی ہے، لہٰذا جن زیورات کے بارے میں پوتی اور نواسی کو دینے کے لیے وصیت کی گئی ہے تو ان میں سے جس کو جو زیور دینے کے واسطے وصیت کی گئی ہے، اس کو وہ زیور وصیت کے مطابق دیدینا لازم اور ضروری ہے۔

الوصية غير واجبة وهي مستحبة وقوله ولاتجوز الوصية بما زاد على الثلث وقوله: ولاتجوز لورثته لقوله عليه السلام: إن الله تعالىٰ أعطىٰ كل ذى حق حقه ألا لا وصية للوارث. (هدايه، كتاب الوصايا، اشرفى ديوبند ٤/٦٥٤ - ٦٥٧)

اور بیٹی نے جو بندے بنا کر ماں کو دیئے تھے اور ماں نے اپنی زندگی میں وہ زیور بیٹی کو جو یہ کہہ کر دے دیئے ہیں کہ تم نے بنا کر دیئے تھے یہ زیور میں تم ہی کو دیتی ہوں، تو یہ دینا

بھی صحیح ہوگیا ہے، وہ بندے اسی بیٹی کو ملیں گے اور تجہیز وتکفین کے لیے جو پیسے بیٹے کے ہاتھ میں دیئے گئے، اس میں سے تجہیز وتکفین کے بعد اگر کچھ بچ گیا ہے تو اس میں سارے وارثین کا حق متعلق ہوگا۔

الأول يبدأ بتكفينه و تجهيزه من غير تبذير ولا تقتير. (سراجی ص: ۳)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰ رصفر المظفر ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۴۸۹)

پوتی اور نواسی کے حق میں کی گئی وصیت کا شرعی حکم

سوال [۱۱۲۷۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میری والدہ اپنے انتقال سے پہلے مجھ سے یہ کہہ گئی تھیں کہ میری دو تولہ کی چوڑیاں ہیں وہ میری پوتی کو اور میری نواسی کو آدھا آدھا تولہ اس میں سے دیدینا، اور جو ایک تولہ اور بچے گا اس میں سے تم دونوں بہن بھائی آدھا آدھا تولہ کرلینا، کیا میں ایسا کروں یا نہیں؟ کیونکہ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ اس طرح وصیت نہیں مانی جاتی ہے، لڑکوں کا زیادہ اور لڑکیوں کا کم ہوتا ہے، یہ بات میری والدہ نے انتقال سے قریب دو تین سال پہلے کہی تھی۔

نوٹ: انتقال سے تقریباً دو مہینہ پہلے جب انہوں نے اپنی طبیعت زیادہ خراب دیکھی تو کہنے لگیں، میری چوڑیاں بیچ کر میرا علاج کرو، تو ان کے منجھلے بیٹے نے جیسے بھی ہوسکا، علاج کیا لیکن وہ پھر بھی اللہ کو پیاری ہوگئیں، مگر ہم لوگوں نے ان سے چوڑیوں کے بارے میں کوئی تذکرہ نہیں کیا، اور نہ ہی وہ چوڑیاں بکیں، علاج تو ان کے لڑکے یعنی میرے بھائی نے کیا، میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ میں جیسے انہوں نے کہا تھا، آدھا آدھا تولہ دینے کو ایسا ہی کروں یا کوئی اور طریقہ ہے، آپ میرے اس مسئلے پر مجھے صحیح جواب دیں؟

المستفتی: محمد فاہم محلّہ سیدھی سرائے مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ کی والدہ نے انتقال سے پہلے جو وصیت کی تھی وہ صرف پوتی اور نواسی کے حق میں ایک تہائی چوڑی یا اس کی ایک تہائی قیمت میں نافذ ہوگئی، لہٰذا چوڑی یا چوڑی کی قیمت چھ حصوں میں تقسیم کرکے ایک حصہ پوتی کو اور ایک حصہ نواسی کو وصیت کے مطابق دیدیا جائے گا، ان دونوں کا دو حصہ چوڑیوں کی تہائی ہے، جس میں شرعاً وصیت نافذ ہوتی ہے، بقیہ چار حصے جو چوڑیوں کی دو تہائی ہیں، وہ شرعی وارثین کے درمیان تقسیم ہو جائیں گے، اور ماں باپ نے جو بعد میں بیماری کے وقت کہا ہے کہ میری چوڑیاں بیچ کر علاج کراؤ تو اس میں وصیت کا حصہ شامل نہیں ہوگا، بلکہ دو تہائی جو وصیت کا حصہ نہیں ہے، وہی مراد ہے، مگر بیٹے نے چوڑیاں بیچ کر علاج کرانے کے بجائے اپنے پیسوں سے جو علاج کرایا ہے وہ اس کی طرف سے ماں کی خدمت اور تبرع ہے۔

وتجوز بالثلث للأجنبی عند عدم المانع. (شامی، کتاب الوصایا، کراچی ٦/٦٥٠، زکریا ٣٣٩/١٠)

وتصح الوصية بالثلث للأجنبی وإن لم يجيزوا. (مجمع الأنهر، کتاب الوصايا، دار الکتب العلمية بيروت ٤/٤١٩، تبيين الحقائق، امداديه ملتان ٦/١٨٢، زکريا ٧/٣٧٥، البحر الرائق کوئٹه ٨/٤٠٤، زکريا ٩/٢١٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸؍ رجب المرجب ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۳۸۴/۳۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۸؍۷؍ ۱۴۲۸ھ

مکان کے ایک تہائی حصہ کی وصیت بھائی کے نام

سوال [۱۱۲۷۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کسی شخص نے اپنے ذاتی ملکیتی مکان کے ایک تہائی حصہ کا وصیت نامہ اپنے چھوٹے بھائی کے نام کردیا اور باقی جائیداد چھوڑ کر وہ انتقال کرگیا اور اپنے وارثین کی حیثیت سے ایک بیوی اور پانچ لڑکے اور پانچ لڑکیاں چھوڑی ہوں تو ان وارثین کا حق کتنے

سہام ہوں گے؟ اور مرحوم کی بیوی کا کتنا حصہ ہوگا؟ اور کیا ساری جائیداد کی مالک تنہا مرحوم کی بیوی ہوسکتی ہے؟ اور وصیت نامہ کی کیا حیثیت رہے گی؟

المستفتی: امیر قریشی کاشی پور نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر ایک تہائی میراث میں وصیت کی ہے تو شرعاً وصیت صحیح ہو جائے گی اور ایک تہائی چھوٹے بھائی کو دینے کے بعد بقیہ ترکہ وارثین کے درمیان تقسیم ہو سکے گا اور وصیت شرعاً معتبر ہوگی، اور مرحوم کی بیوی کو اس میں رکاوٹ پیدا کرنے کا حق نہیں ہوگا، اور نہ ہی وہ ساری جائیداد کی تنہا مال بن سکتی ہے۔

وتصح الوصية بالثلث للأجنبي وإن لم يجيزوا. (مجمع الأنهر، كتاب الوصايا، دار الكتب العلمية بيروت ٤/٤١٩، تبيين الحقائق، امداديه ملتان ٦/١٨٢، زكريا ٧/٣٧٥، البحر الرائق كوئٹه ٨/٤٠٤، زكريا ٩/٢١٣)

ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقي بعد الدين ثم يقسم الباقي بين ورثته بالكتاب والسنة. (سراجي ص: ٤)

اور ایک تہائی چھوٹے بھائی کو بطو وصیت دینے کے بعد بقیہ ترکہ ورثاء کے درمیان حسب ذیل طریقے سے تقسیم ہوگا۔

مرحوم ۱۲۰/۸ میت

زوجہ	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی
۱/۱۵	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۷/۱۴	۷	۷	۷	۷	۷

وصیت کا ایک ثلث نکالنے کے بعد باقی دو ثلث مذکورہ بالا طریقے سے تقسیم ہو کر ہر وارث کو اتنا ملے گا جو اس کے نیچے درج ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰ رذی الحجہ ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/۲۵۰۶)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۱/۱۲/۳۰ھ

بھائی کے لیے کی گئی وصیت کا حکم

سوال [۱۱۲۷۶]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرے بڑے بھائی کا نام امیر الدین ہے، میں ان کا چھوٹا بھائی عظیم الدین ہوں، میرے لیے میرے بڑے بھائی یہ وصیت کرکے دنیا سے انتقال کر گئے، کہ میرے مرنے کے بعد صرف عظیم الدین میرے مال وجائیداد کا حق دار بنے گا اور والدین دو بھائی چار بہن موجود ہیں، اور نہ ان کی بیوی ہے نہ بچہ، ان کی بیوی کا بہت پہلے انتقال ہو چکا۔

گواہان: محمودہ بیگم، شاہانہ بیگم، عبدالقادر، نعیم الدین۔

المستفتی: عظیم الدین محلّہ گوئیاں باغ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر سائل اپنے بیان میں سچا ہے اور واقعتاً امیر الدین نے اپنے سارے مال وجائیداد کو عظیم الدین کی ملکیت میں دینے کی وصیت کی ہے اور اس کی باقاعدہ شہادت شرعی بھی موجود ہے، تو صرف ایک تہائی میں وصیت نافذ ہوسکتی ہے اور یہ بھی عظیم الدین کے باپ کی وجہ سے اور ورثاء کے دائرہ سے خارج ہونے کی وجہ سے ہے اور بقیہ دوتہائی ماں باپ کو حسب ذیل طریقے سے ملیں گے۔

امیر الدین میـــــــــــــــــــت ۶

ماں	باپ
۱	۵

ایک تہائی عظیم کو دینے کے بعد دوثلث کو چھ حصوں میں تقسیم کرکے ایک ماں کو اور پانچ باپ کو ملیں گے۔

وتصح الوصیت بالثلث للأجنبی وإن لم یجیزوا. (مجمع الأنہر، کتاب الوصایا، دار الکتب العلمیة بیروت ۴/ ۴۱۹، تبیین الحقائق، امدادیہ ملتان ۶/ ۱۸۲، زکریا

۷/ ۳۷۵، البحر الرائق کوئٹہ ۸/ ٤٠٤، زکریا ۹/ ۲۱۳)

لا تجوز بما زاد علی الثلث إلا أن یجیزها الورثة. (الجوهرة النيرة، امدادیه ملتان ۲/ ۳۸۹، دار الکتاب دیوبند ۲/ ۳۷۰، تاتارخانیة زکریا ۱۹/ ۳۸۱، رقم: ۳۱۸۵۹)

ثم تنفذ وصایاه من ثلث ما بقی بعد الدین ثم یقسم الباقی بین الورثة علی سهام المیراث. (هندیه، کتاب الفرائض، الباب الأول زکریا قدیم ٦/ ٤٤٧، جدید ٦/ ٤٤٠، سراجی ص: ٤-٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶/ ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۳۱۱۴)

پرورش کرنے والی عورت کا حق دیور کے مال میں ہے یا نہیں؟

سوال [۱۱۲۷۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک عورت نے اپنے دیور کو بچپن ہی سے پالا تھا، اب اس عورت کے اس دیور نے اپنی جملہ زمین مسجد کے نام کردی، اب وہ عورت اور اس کے بچے یہ چاہتے ہیں کہ ہم نے انہیں بچپن ہی سے پالا تھا، اور ہمیں جوان سے خونی محبت ہے ہمیں اس کا صلہ ضرور ملنا چاہیے، تو کیا یہ درست ہے؟ اور کچھ لوگ اس پر زور بھی دے رہے ہیں کہ وہ شخص اپنی مسجد کے نام وصیت کردہ زمین میں سے کم از کم آدھی زمین کی وصیت کو ختم کر کے اپنی بھابھی اور اس کے بچوں کو دیدے تو کیا جو لوگ اس بات پر زور دے رہے ہیں وہ گنہگار رہوں گے یا نہیں؟

المستفتی: قاری عزیز الرحمٰن ککرالہ ضلع بدایوں

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آدمی اپنی ملکیت میں جس طرح چاہے تصرف کا حق رکھتا ہے، اس لیے دیور کا اپنی تمام ملکیت کو مسجد کے نام وصیت کرنا صحیح ہے۔

المالک هو المتصرف فی الأعیان المملوکة کیف شاء من

الملک. (بیضاوی شریف رشیدیه ۱/ ۷)

اور شریعت میں صلہ رحمی کی بھی بہت بڑی اہمیت ہے، اس لیے دیور کو اپنے اختیار کے ساتھ ساتھ اعزاء کے ساتھ ہمدردی کا خیال رکھنا بھی ایک نیکی کی بات تھی، اس لیے جو لوگ زور دے رہے ہیں وہ گنہگار نہیں ہوں گے۔

عن جرير بن عبد الله قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من لا يرحم الناس لا يرحمه الله. (سنن الترمذی، أبواب البر والصلة، باب ما جاء في رحمة الناس، النسخة الهندية ۲/ ۱٤، دار السلام رقم: ۱۹۲۲) **فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲؍ صفر المظفر ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/ ۲۵۴۲)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۲/ ۲/ ۱۴۱۲ھ

وصیت کی ایک شکل کا حکم

سوال [۱۱۲۷۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) کہ زیب النساء کے دو حقیقی بھائی تھے، محمد خالد، محمد عارف، اور تین علاتی بھائی تھے، محمد عابد، محمد زاہد، بدر الدین، اور پانچ علاتی بہنیں تھیں: حلیمہ، تسلیمہ، نعیمہ، محمودہ، سارہ بی۔

(۲) زیب النساء کی زندگی میں حقیقی بھائی محمد خالد کا انتقال ہوگیا تھا اس کے بعد انہوں نے ایک وصیت نامہ لکھا، جس میں محمد خالد کی اولاد کے نام اور حقیقی بھائی محمد عارف کے نام وصیت کی، اس کے بعد اتفاق سے محمد عارف کا بھی انتقال زیب النساء کی زندگی میں ہوگیا، پھر دوبارہ زیب النساء نے کوئی وصیت نہیں کی اور زیب النساء کا انتقال ہوگیا، بوقت انتقال مذکورہ علاتی بھائی وبہنیں سب موجود تھے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زیب النساء کی جائیداد متروکہ میں سے علاتی بہنوں کی موجودگی میں محمد عارف کی اولاد کو حق پہنچتا ہے یا نہیں؟

(۳) نیز ایک فتویٰ مدرسہ شاہی مرادآباد سے لیا گیا جس میں وصیت کا کوئی ذکر نہیں

اورعلاتی بہنوں کو بیان کیا گیا اورعلاتی بھائیوں کوصرف بھائی ذکرکیا گیا، علاتی یا حقیقی بھائی کی تفصیل نہیں کی ،اس کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: حسین احمد محلّہ رفعت پورہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بشرط صحت سوال وبعدادائے حقوق ماتقدم وعدم موانع ارث زیب النساء کا ترکہ ورثاء اور موصیٰ لہم کے درمیان درج ذیل طریقہ سے تقسیم ہوگا۔

زیب النساء میت $\frac{۳۳}{۳}$

موصیٰ لہم	ورثاء									
اولاد خالد	بھائی علاتی	عابد	زاہد	بدرالدین	علاتی بہنیں	حلیمہ	تسلیمہ	نعیمہ	محمودہ	سارہ بی
۱ / ۱۱		۴	۴	۲ / ۴		۲	۲	۲	۲	۲

کل ترکہ کا ایک تہائی بطور وصیت خالد کی اولاد کو ملے گا، اور باقی دوتہائی ترکہ علاتی بھائی بہنوں کو مذکورہ طریقہ سے ملے گا، اور محمد عارف کی اولاد کو دووجہوں سے نہیں ملے گا:

(۱) محمد عارف، زیب النساء کا وارث تھا اور شرعاً وارث کے حق میں وصیت درست نہیں ہوتی۔

عن أبی أمامة الباهلی -رضی الله عنه- قال: سمعت رسول الله ﷺ یقول فی خطبته عام حجة الوداع، إن الله تبارک وتعالیٰ قد أعطیٰ کل ذی حق حقه فلا وصیة لوارث. (سنن الترمذی، باب ما جاء لا وصیة لوارث، النسخة الهندیة ۲/۳۲ دار السلام رقم: ۲۱۲۰، سنن أبی داؤد، الوصایا، باب ماجاء فی الوصیة للوارث، النسخة الهندیة ۲/۳۹۶، دار السلام رقم: ۲۸۷۰)

لاوصیة للوارث. (هدایه، کتاب الوصایا، رشیدیه ۴/۶۴۱، اشرفی دیوبند ۴/۶۵۷)

(۲) موصیٰ لہ کی موت اگر موصی سے پہلے واقع ہوجاتی ہے تو وصیت موصیٰ لہ کے ورثاء کی طرف منتقل نہیں ہوتی ہے، بلکہ باطل ہوتی ہے۔

ولو مات الموصیٰ له فی حیاة الوصی بطلت. (هدايه، اشرفی ديوبند ٤/٦٨٤، رشيديه ٤/٦٦٨)

اور محمد خالد کی اولاد چونکہ وارث نہیں تھی، اس لیے ان کے حق میں وصیت جاری ہوگی، اور مدرسہ شاہی سے محمد زاہد صاحب نے ۱۵/ ذی قعدہ کو فتویٰ نکلوایا ہے، اس پر عمل نہ کیا جائے، اس لیے کہ اس میں سوال ناقص تھا تو جواب بھی ناقص گیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵/ ذی قعدہ ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/ ۲۴۵۶)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۱/۱۱/۲۵ھ

مرض الموت میں وارث کے لیے وصیت کرنا

سوال [۱۱۲۷۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میری امی جان انتقال سے تین مہینہ پہلے کہہ رہی تھیں، اسٹامپ لاؤ، اس میں اپنی ساری جائیداد تمہارے نام لکھدوں، میں نے اس کہنے پر غور نہیں کیا، پھر انتقال سے ۲۵/ دن پہلے لیٹی تھیں، ہم آکر بیٹھ گئے، امی اٹھ کر بیٹھ گئیں، اور زیور والے صندوق کی چابی نکال کر دینے لگیں، تو ہم چیخ مار کر رونے لگے تو چابی اپنے پاس رکھ لیں پھر میری خود کی ڈائری میں یہ لکھ دیا کہ میں نے اپنی ساری چیز، زیور اور برتن اپنے لڑکے حافظ خورشید کو دیدیا ہے، اپنی زندگی میں کسی کا حق نہیں اور بہنوں سے کہہ دیا کہ جب میں اس دنیا میں نہ رہوں تو چابی نکال کر حافظ خورشید کو دیدینا، اگر اس طریقہ پر قبضہ صحیح ہے تو فبہا ورنہ تقسیم کرکے بتادیجئے، ان کے درمیان ماں شوہر ایک لڑکا تین لڑکیاں ترتیب وار اپنی تینوں لڑکیوں کو ایک ایک انگوٹھی دے کر یہ سب کیا یا لکھا ہے؟

المستفتی: حافظ خورشید احمد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بشرط صحت سوال وبعد ادائے حقوق ما تقدم وعدم

موانع ارث آپ اپنی والدہ کے وارث ہیں اور شریعت میں وارث کے لیے وصیت درست نہیں ہے، اور مرض الموت میں جس چیز کو کسی کی ملکیت میں دی جاتی ہے وہ وصیت کے دائرہ میں داخل ہو جاتی ہے۔

عن أبی أمامة الباهلی -رضی الله عنه- قال: سمعت رسول الله ﷺ یقول فی خطبته عام حجة الوداع، إن الله تبارک و تعالیٰ قد أعطیٰ کل ذی حق حقه فلا وصیة لوارث. (سنن الترمذی، باب ما جاء لا وصیة لوارث، النسخة الهندیة ۲/ ۳۲ دار السلام رقم: ۲۱۲۰، سنن أبی داؤد، الوصایا، باب ماجاء فی الوصیة للوارث، النسخة الهندیة ۲/ ۳۹۶، دار السلام رقم: ۲۸۷۰)

لاتجوز الوصیة للوارث. (هدایه، کتاب الوصایا رشیدیه ۴/ ۶۴۱، اشرفی دیوبند ۴/ ۶۵۷)

لہٰذا آپ کی والدہ کی تمام ملکیت تمام ورثاء کے درمیان اس طرح تقسیم ہو جائے گی۔

$\frac{۶۰}{۱۲}$

مرحومہ میت

شوہر	ماں	لڑکا	لڑکی	لڑکی	لڑکی
۳	۲				
۱۵	۱۰	۱۴	۷	۷	۷

کل ترکہ ۶۰/ سہام میں تقسیم ہو کر شوہر کو ۱۵/، ماں کو ۱۰/، لڑکے کو ۱۴/ اور لڑکیوں کو ۷/۷/ سہام ملیں گے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶/ ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۹۸۲)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۴/۲۶ھ

مرض الوفات میں کی گئی وصیت کا شرعی حکم

سوال [۱۱۲۸۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: ایک صاحب نے اپنے مرض الوفات میں یہ وصیت کردی کہ اگر میرے یہاں اولادِ نرینہ کا سلسلہ باقی رہا تو میرے کل مال کا مالک ہوگا، اگر سلسلہ ختم ہوگیا تو کل مال کی مسجد مالک ہوگی، حالانکہ ان کی لڑکی موجود تھی، کیا یہ وصیت شرعی طور پر درست ہے؟

المستفتی: مولانا عبدالباسط مظاہری بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ وصیت صرف ایک تہائی مال میں نافذ ہوگی، لہٰذا مسجد ایک تہائی مال کی مالک ہوجائے گی، بقیہ ورثاء میں تقسیم ہوگا۔

عن سعد بن أبی وقاص حديثا طويلا وطرفه: فقلت: أوصی بالنصف، قال: النصف كثير، قلت: فالثلث، قال: الثلث، والثلث كثير أو كبير، قال: فأوصی الناس بالثلث فجاز ذٰلک لهم. (صحيح البخاری، الوصايا، باب الوصية بالثلث ۱/۳۸۳، رقم: ۲۶۶۳، ف: ۲۷۴۴)

لا تجوز بما زاد على الثلث. (هدايه، كتاب الوصايا، رشيديه ۴/۶۳۸، اشرفی ديوبند ۴/۶۵۴، مجمع الأنهر، دار الكتب العلمية بيروت ۴/۴۱۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶/ ربیع الاول ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۸۲۹)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۳/۱۶ھ

مرض الموت میں وقف کرنا وصیت کے درجے میں ہے

سوال [۱۱۲۸۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (ا) کہ میرے والد مرحوم تقریباً چھ ماہ کے عرصہ سے کینسر جیسے مہلک مرض کے عارضہ میں مبتلا تھے، علاج ومعالجہ کے باوجود رو بصحت نہیں ہو پا رہے تھے، زندگی سے مایوس ہو چکے تھے، لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ پندرہ روز قبل والد مرحوم اس دار فانی سے رخصت ہوکر عالم بقا کی طرف روانہ ہوگئے، لیکن والد مرحوم کے انتقال سے دو یوم قبل میں نے

والد مرحوم سے عرض کیا کہ آپ کی کچھ زمین ہے جو رہائشی ہے، آپ اس زمین کو وقف کردیجئے، میں اس پر مدرسہ بنوادوں گا، والد مرحوم حالانکہ برابر بول بھی نہیں پاتے تھے مگر ان سے کچھ پوچھو تو تتلاتی ہوئی زبان سے جواب دیتے تھے، والد مرحوم نے کہا کہ میری طرف سے وقف ہے، تم اس جگہ پر مدرسہ بنوالینا، میں نے کہا کہ میں ایک کاغذ پر لکھوالیتا ہوں، آپ اس پر اپنا انگوٹھا لگادیجئے، والد مرحوم نے کہا کہ تم لکھوا کر لے آؤ میں انگوٹھا لگادوں گا۔

اس کے بعد اس بات کا تذکرہ میں نے اپنے چھوٹے بھائی سے کیا، چھوٹے بھائی نے اپنی نامرضی کا اظہار کیا اور کہا کہ ہمارے رہنے کے واسطے جگہ کم رہ جائے گی، اس لیے وقف نہیں کروانا، میں نے والد مرحوم سے چھوٹے بھائی کی بات نقل کی اور کہا کہ آپ چھوٹے بھائی کو بلا کر اس سے بات کیجئے، وہ وقف کروانے سے منع کررہا ہے، یہ سن کر والد مرحوم خاموش ہوگئے، اور چھوٹے بھائی سے اس بارے میں کوئی بات ہی نہیں کی، میں نے بھی بار بار اصرار نہیں کیا، کہ میں والد مرحوم کو تکلیف دوں، اس واقعہ کے دو روز کے بعد والد مرحوم کا انتقال ہوا اور آخری وقت تک ہوش وحواس درست تھے، ہاں اتنا ضرور تھا کہ وہ کہتے تھے کہ اب میں بچوں گا نہیں، میرا آخری وقت آچکا ہے، لہٰذا قلمبند فرمائیں کہ مذکورہ زمین وقف مانی جائے گی یا نہیں؟ تسلی بخش جواب تحریر فرمائیں؟ نوازش ہوگی۔

(۲) دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ والد مرحوم نے زید کو کچھ زمین فروخت کی، لیکن ابھی بیعنامہ نہیں کیا تھا، کیونکہ زید پر ابھی بارہ ہزار روپیے باقی تھے، زید کے پاس ابھی پیسے کا انتظام نہیں تھا، والد مرحوم نے کہا کہ زید پر ہمارے بارہ ہزار روپئے باقی ہیں، جب وہ پیسے دیدے تو فلاں زمین کا اس کے نام بیعنامہ کردینا، لیکن ساتھ ساتھ والد مرحوم نے ایک بات اور کہی کہ اس بارہ ہزار میں سے دو ہزار اسی کو چھوڑ دینا اور صرف دس ہزار روپئے لے لینا تو کیا ہم زید سے پورے بارہ ہزار روپئے لے کر بیع نامہ کریں یا دو ہزار روپئے والد مرحوم کی وصیت کے مطابق زید کو چھوڑ دیں، کیا مرض الوفات کی وصیت نافذ ہوتی ہے؟ شریعت مطہرہ کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں، مندرجہ بالا وصیت بھی والد مرحوم نے انتقال سے دو روز پہلے ہی کی، اس وصیت کا زید کو علم نہیں ہے، وہ تو ہم کو بارہ ہزار روپئے ہی دے گا۔

المستفتی: محمد خالد قاسمی، شکتی نگر ممبئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: (۱) والد صاحب کا مرض الموت میں یہ کہنا کہ یہ زمین میری طرف سے وقف ہے، وصیت کے درجہ میں ہے، لہٰذا اگر سب ورثاء اس پورے مکان کو وقف کرنے پر راضی ہوں تو پورا مکان وقف قرار دیا جائے گا، اور اگر ورثاء راضی نہ ہوں تو یہ وصیت صرف ایک تہائی مکان میں نافذ ہوگی، اس سے زیادہ میں نہیں۔

إعتاقه و محاباته و هبته و وقفه وضمانه كل ذٰلك حكمه كحكم وصية فيعتبر من الثلث. (الدر المختار مع الشامی، کتاب الوصایا، باب العتق فی المرض، کراچی، ۶/۶۷۹- ۶۸۰، زکریا دیوبند ۱۰/ ۳۸۰)

(۲) میت نے مرض الوفات میں زید کو دو ہزار روپئے کی قیمت میں تخفیف کا جو ارادہ ظاہر کیا ہے یہ بھی وصیت کے درجہ میں ہے، اگر سب ورثاء راضی ہوں تو پورے دو ہزار روپئے کی تخفیف کی جائے گی، اور اگر راضی نہ ہوں تو دو ہزار روپئے کے صرف ایک تہائی کے بقدر تخفیف ہوگی۔

إعتاقه و محاباته و هبته و وقفه وضمانه كل ذٰلك حكمه كحكم وصية فيعتبر من الثلث. (الدر المختار مع الشامی، کتاب الوصایا، باب العتق فی المرض، کراچی، ۶/۶۷۹- ۶۸۰، زکریا دیوبند ۱۰/ ۳۸۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۳۱۳)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۲۸/۵/۲۳ھ

مرحوم کی وصیت صرف ثلث میں نافذ ہوگی بقیہ ترکہ شمار ہوگا

سوال [۱۱۲۸۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) میں ایک بیوہ عورت ہوں، میری عمر تقریباً ۷۵/ سال ہے، میرے شوہر کا آج سے تقریباً ۱۳/ سال قبل انتقال ہو چکا ہے، الحمد للہ میرے چار لڑکے اور پانچ لڑکیاں

ہیں، سب الحمدللہ حیات ہیں۔

(۲) آج سے تقریباً ۴۰؍ سال قبل میرے شوہر نے ایکسپورٹ کا کاروبار شروع کیا، کچھ وقت انہوں نے باہر کے لوگوں سے شراکت کی، ان میں سے ایک نے تقریباً ۳۱؍ سال قبل اور دوسرے نے تقریباً ۲۸؍ سال قبل میرے شوہر سے الگ ہوکر اپنا اپنا کاروبار شروع کردیا، اور جوں جوں میرے لڑکے بڑے ہوتے چلے گئے ان سب کو میرے شوہر اپنے کاروبار میں شامل کرتے رہے۔

(۳) سال ۷۰ء تا ۸۴ء میرے شوہر اور میرے لڑکے مل کر ایک ہی کاروبار میں شریک رہے، سال ۸۴ء میں میرے شوہر نے حالات کے مدنظر چار لڑکوں میں سے ایک لڑکے کو الگ کردیا، اور کہا کہ اب تم اپنا کاروبار الگ سنبھالو اور جو لڑکا الگ ہوا اس کا حساب و کتاب بنا کر اس کے حوالے کردیا گیا، جس وقت یہ حساب بنایا گیا، میری معلومات کے مطابق اس کا مندرجہ ذیل طریقۂ کار اپنایا گیا:

الف: میرے شوہر نے اپنے تمام اثاثہ کو ایک جگہ اکٹھا کیا، اس میں چند جائیداد الگ کیں، اور ان جائیداد کو راہِ خدا میں صرف کرنے کی وصیت کی، اور اس کے علاوہ ایک باغ بھی الگ کیا، اور ایک رقم میرے لیے محفوظ کردی، اور باقی لڑکوں کو یہ حکم دیا کہ اس بچے ہوئے اثاثہ کو برابر پانچ حصہ بنا کر چار حصہ چار بھائی آپس میں بانٹ لو اور ایک حصہ جو ان کا اپنا تھا اس میں باغ شامل کر کے کہا کہ یہ میرا حصہ مانا جائے اور بعد میں اپنی زندگی میں اس کو شریعت کے مطابق وارثان میں تقسیم کردیا۔

ب: اتفاق ایسا ہوا کہ اس وصیت کو بنانے کے بعد چند ہی ماہ میں میرے شوہر کا انتقال ہوگیا، اپنے شوہر کے انتقال کے کچھ عرصہ بعد مجھ کو علم ہوا کہ مزید کچھ رقم میرے شوہر نے کچھ الگ سے ایک اثاثہ کی شکل میں چھوڑی ہے، جو میرے سب سے بڑے لڑکے کے پاس محفوظ ہے، اس رقم کا خلاصہ اس طرح دیتی ہوں:

ت: اندازاً جو ترکہ میرے شوہر نے تقسیم کیا تھا وہ صرف ۲۵؍ فیصدی تھا اور مزید

۷۵/ فیصدی میرے بڑے لڑکے کے پاس الگ سے محفوظ تھا، مثلاً میرے شوہر کا کل ترکہ تقریباً ایک روپیہ تھا، اس میں سے ۲۵/ پیسے تو میرے شوہر کی وفات کے بعد وارثان میں تقسیم ہو گئے، باقی ۷۵/ پیسے میرے بڑے لڑکے کے پاس محفوظ تھے۔

ث: مجھ کو اپنی بڑی لڑکی کے ذریعہ معلوم ہوا کہ یہ رقم میرے شوہر نے اس کے پاس بطور امانت رکھی ہے، اور یہ ہدایت دی ہے کہ اس کا استعمال راہِ خدا میں کیا جائے، مجھ کو احساس ہوتا ہے کہ باوجود ۱۳/ سال گذر جانے کے اس رقم کا کچھ حصہ ہی صرف ہوا ہے اور باقی آج بھی میرے بڑے لڑکے کے پاس محفوظ ہے (یہ رقم جس اثاثہ کی شکل میں محفوظ تھی آج کے بھاؤ سے وہ تقریباً ۳/ تا ۵/ گنا بڑھ گئی ہے)۔

میرے دوسرے بچے یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اس رقم کا ذکر میرے شوہر نے ان سے بھی کیا، مگر کبھی راہِ خدا کے نام وقف کرنے کا کوئی ذکر نہیں کیا، اس بات کا میں اعتراف کرتی ہوں، حالانکہ میں ان کی بیوی تھی، انہوں نے کبھی مجھ سے راہ خدا میں وقف کرنے کا تذکرہ نہیں کیا۔

البتہ اگر کبھی بھی میں نے ان سے ان کے مکمل اثاثہ کے بارے میں معلوم بھی کیا تو انہوں نے یہی کہا کہ مجھ کو خود اندازہ نہیں، ہاں البتہ میرے بعد تم کو کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوگی، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ میرے بڑے لڑکے کا دبدبہ زیادہ ہونے کی وجہ سے میرے شوہر کچھ باتوں میں کھل کر بولنے کی ہمت نہیں کرتے تھے، مجھ کو یہ بھی احساس ہوتا ہے کہ میرے شوہر نے جو جائیداد وغیرہ بھی راہ خدا میں صرف کرنے کی وصیت کی تھی، وہ ۱۳/ سال گذر جانے کے باوجود جوں کی توں پڑی ہوئی ہے، میں اس کا ذمہ دار اپنے چاروں لڑکوں کو برابر مانتی ہوں کہ وہ جس طرح پوری دلجمعی سے اپنے کاروبار کے مسائل کو حل کرتے ہیں، ان تمام جائیداد کے مسائل حل کرنے میں اپنا وقت صرف کیوں نہیں کرتے ہیں؟ میں آپ سے گذارش کرتی ہوں کہ میرے اس مسلہ کا حل حدیث اور قرآن کی روشنی میں مندرجہ ذیل حقائق کو سامنے رکھ کر بیان کر دیں۔

(۱) یہ رقم ترکہ کے تقسیم سے پہلے میرے شوہر نے میرے بڑے لڑکے کے حوالہ کی تھی؟

(۲) یہ رقم میرے شوہر کی زندگی میں بالکل خرچ نہیں ہوئی، جس وقت میرے شوہر کا

انتقال ہوا یہ رقم پوری کی پوری محفوظ تھی؟

(۳) میرے بڑے لڑکے کا یہ کہنا ہے کہ چونکہ یہ اثاثہ اس کے والد نے اس کے ذمہ کیا ہے، لہٰذا اس کو خرچ کرنے کا وہ مکمل اختیار رکھتا ہے، اور یہ اس کی مرضی ہے کہ وہ چاہے تو دوسروں سے مشورہ لے سکتا ہے، چاہے نہیں، اور وہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ وہ جو کر رہا ہے بالکل صحیح کر رہا ہے، اور اپنے اس عمل کا خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں خود ذمہ دار ہوگا؟

(۴) میرے باقی بچے جن میں پانچ لڑکیاں اور تین لڑکے شامل ہیں وہ اس بات کی دلیل پیش کرتے ہیں کہ شریعت کی رو سے کسی بھی انسان کو مکمل اثاثہ کا ایک تہائی سے زیادہ راہِ خدا میں وقف کرنے کا اختیار نہیں ہے، لہٰذا اس کا ایک تہائی نکال کر باقی حصہ وارثین میں شریعت کی رو سے تقسیم ہونا چاہیے اور ایک تہائی حصہ کو راہِ خدا میں خرچ کرنے کو ان کے ہر مشورہ اور خواہش کا احترام کیا جائے، لہٰذا میں آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ اس مسئلہ میں میری رہنمائی فرمائیں تاکہ میری کسی بھی اولاد کے ساتھ حق تلفی نہ ہو اور ساتھ ہی میرا سب سے بڑا لڑکا جس سے میں سب سے بڑا ہونے کے ناطہ سب سے زیادہ محبت کرتی ہوں کسی لاعلمی کی وجہ سے گناہ کا مرتکب نہ ہو جائے؟

المستفتیه: توحیدہ خاتون سنبھل مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوالنامہ میں میت کے دو طرح کے اموال کے بارے میں شرعی حکم معلوم کیا گیا ہے ہر ایک کے متعلق تفصیل درج ہے:

(۱) آپ کے شوہر نے اپنی زندگی میں جن جائیدادوں کے بارے میں باقاعدہ راہِ خدا میں صرف کرنے کی وصیت کی ہے جس کے گواہ موجود ہیں ان میں تو بہر حال وصیت کے احکامات نافذ ہوں گے، یعنی میت کے کل ترکہ کے صرف تہائی حصہ کو راہِ خدا میں صرف کیا جائے گا، اور بقیہ دو تہائی حصہ وارثین میں تقسیم ہوگا۔

عن سعد بن أبی وقاص حدیثا طویلا وطرفه: فقلت: أوصی بالنصف، قال: النصف کثیر، قلت: فالثلث، قال: الثلث، والثلث کثیر أو کبیر، قال:

فأوصى الناس بالثلث فجاز ذٰلک لهم. (صحيح البخارى، الوصايا، باب الوصية بالثلث ١/٣٨٣، رقم: ٢٦٦٣، ف: ٢٧٤٤)

لا تجوز بما زاد على الثلث. (هدايه، كتاب الوصايا، رشيديه ٤/٦٣٨، اشرفى ديوبند ٤/٦٥٤، مجمع الأنهر، دار الكتب العلمية بيروت ٤/٤١٩)

(۲) اور جو رقم بڑے لڑکے کے پاس رکھی ہوئی ہے اس کے بارے میں چونکہ دیگر وارثین وصیت کے متعلق لاعلمی کا اظہار کرتے ہیں، اس لیے اس وصیت کا حکم صرف اسی وقت جاری ہوسکتا ہے جبکہ:

الف: میت کے اس رقم کو راہِ خدا میں صرف کرنے کے متعلق دو شرعی گواہ یا پختہ تحریری ثبوت موجود ہو۔

وإن أنكر سأل المدعى البينة. (هدايه، كتاب الدعوىٰ، اشرفى ديوبند ٣/٢٠٢، رشيديه ٣/١٨٦)

إذا قال اشهدوا أنى أوصيت لفلان بألف درهم و أوصيت أن لفلان فى مالى ألف درهم فالأولىٰ وصية. (شامى، كتاب الوصايا، كراچى ٦/٦٥٠، زكريا ١٠/٣٣٨)

اگر ایسا شرعی ثبوت موجود نہ ہو تو اس رقم پر وصیت کا حکم نافذ نہیں ہوسکتا بلکہ وہ مکمل رقم خواہ اس میں کتنا ہی اضافہ ہوگیا ہو میت کے سبھی وارثین میں حسب حصص شرعیہ تقسیم کرنی ضروری ہوگی اگر آپ کے بڑے لڑکے نے ایسا نہ کیا تو وہ خائن شمار ہوگا اور عنداللہ سخت ترین عذاب الٰہی کا مستحق ہوگا۔

قال رسول الله ﷺ: ألا لا تظلموا، ألا لايحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه. (مسند أحمد ٥/٧٢، رقم: ٢٠٩٧١، سنن الدار قطنى، دار الكتب العلمية بيروت ٣/٢٢، رقم: ٢٨٦٣، مشكوٰة ١/٢٥٥)

لايجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعى. (شامى، كتاب الوصايا، مطلب: فى التعزير زكريا ٦/١٠٦، كراچى ٤/٦١)

واضح رہے کہ جورقم ہبہ، صدقہ یا وقف کے لیے الگ نکال کر رکھدی جاتی ہے وہ جب تک اپنے مصرف میں خرچ نہ ہو جائے اس وقت تک مالک کی ملکیت سے خارج نہیں ہوتی، اور مرنے کے بعد اس کے ترکہ میں شمار ہوتی ہے، لہٰذا حسب تحریر سوال جبکہ میت کی زندگی میں مذکورہ رقم جوں کی توں موجود رہی اور صدقہ کی نیت کے باوجود انتقال کے وقت تک صدقہ کے محل تک نہیں پہنچی تو محض نیت کر لینے سے وہ آپ کے شوہر کی ملکیت سے خارج نہیں ہوئی، بلکہ انتقال ہوتے ہی اس رقم سے میت کے سبھی وارثین کا حق متعلق ہو چکا ہے۔

وإذا قال عبدی هذا لفلان و داری هذه لفلان ولم يقل وصية و لا كان فی ذكر وصية ولا قال بعد موتی كان هبة قياسا و استحسانا فإن قبضها فی حال حياته صح وإن لم يقبضها حتى مات فهو باطل. (عالمگیری، كتاب الوصايا، الباب الثانی زكريا قديم ٦/ ٩٤، جديد ٦/ ١١١)

ب: اور اگر آپ کا بڑا لڑکا اس پوری رقم کے راہِ خدا میں صرف کرنے کی ہدایت پر دو شرعی گواہ یا پختہ ثبوت پیش کردے پھر بھی اس کا نفاذ صرف ایک تہائی رقم میں ہوسکتا ہے، باقی دو تہائی رقم بہرحال وارثین میں تقسیم کرنی لازم ہے، آپ کے بڑے لڑکے پر فرض ہے کہ وہ جلد از جلد اس رقم کو مستحقین تک پہنچا کر اپنا ذمہ فارغ کرے، ورنہ وہ مرتکب خیانت ہو کر وصی اور وکیل ہونے کی ذمہ داری سے معزولی کا مستحق ہوگا۔

لاينبغی له أن يعزله حتى يبدو له منه خيانة فإن علم منه خيانة عزله. (عالمگیری، الباب التاسع فی الوصی و مايملكه، زكريا قديم ٦/ ١٣٩، جديد ٦/ ١٥٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵؍ ربیع الثانی ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۳۴ ۵۷)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۴/۲۵ھ

مرض الموت میں ہبہ کرنے کا حکم

سوال [۱۱۲۸۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ محمد اکبر کے دولڑکے، صابر حسین اور عابد حسین اور ایک لڑکی للّو ہیں، عابد حسین کا انتقال اکبر کی زندگی ہی میں ۱۹۹۰ء میں ہوگیا۔

عابد کے تین لڑکے محمد عالم، محمد مرسلین، محمد آصف اور تین لڑکیاں: رقیہ خاتون، رضیہ خاتون، اوما خاتون ہیں، اس کے بعد اکبر کا ماہ ستمبر ۲۰۰۱ء میں انتقال ہوا، انتقال سے کچھ وقت پہلے جب ان کے ہوش درست تھے تو عزیز رشتہ داران کے پاس جمع تھے، انہوں نے ہاتھ سے کچھ اشارہ کیا، تو موجودہ لوگوں نے معلوم کیا کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں، اور آپ نے چھوٹے بیٹے عابد کی اولاد کے لیے کیا کیا ہے؟ تو انہوں نے مکان کے بارے میں انگلی سے آدھے آدھے کا اشارہ کیا، کہ آدھا مکان صابر کا اور آدھا عابد کے بچوں کا اور زبان سے بھی کہا، اس پر ان کی بیٹی للّو اور عابد کی بہو خیر النساء اور اکبر کا بڑا بیٹا صابر اور صابر کے لڑکے اور دیگر رشتہ دار، لڈن چکی والے، مقصود بھائی وغیرہ گواہ موجود ہیں جو اس وقت ان کے پاس موجود تھے، معلوم یہ کرنا ہے کہ شریعت کی روشنی میں یہ ہبہ درست ہے یا نہیں؟ واضح رہے کہ اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے وقت زبان سے بھی انہوں نے آدھے آدھے کا لفظ کہا تھا؟ شریعت کی روشنی میں جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

المستفتی: محمد حنیف محلہ نئی بستی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مرض الوفات میں ہبہ اور عطیہ وصیت کے حکم میں ہوتا ہے، اس لیے واقعتاً سوال میں ذکر کردہ لوگوں کی موجودگی میں عابد کی اولاد کے لیے آدھے مکان کی جو وصیت کی گئی تھی اور ان گواہوں نے وصیت کی بات اچھی طرح سمجھی ہے، اور یہ سب لوگ اس کی گواہی دے رہے ہیں، تو مرحوم اکبر کے کل ترکہ و مکان کے کل ۹ رحصے ہوں گے، اس میں سے ایک تہائی حصہ جس میں ۳ رحصے آتے ہیں، وہ عابد کی اولاد کو ملیں گے، باقی دو تہائی جس میں چھ حصے آتے ہیں، اس میں دو حصے بیٹی للّو اور چار حصے صابر کو ملیں گے، لیکن اگر بیٹا صابر اور بیٹی للّو باپ کی اس وصیت کا احترام کرتے ہوئے مرحوم عابد کی اولاد کو آدھا مکان بخوشی دینا چاہتے ہیں تو یہ جائز اور درست ہے، اور اگر بخوشی دینا نہ چاہیں تو

۹/حصوں میں سے ۳/ حصے دینے ہوں گے۔

والهبة من المريض للوارث فى هذا نظير الوصية لأنها وصية حكما حتى تنفذ من الثلث. (هدايه، كتاب الوصايا، رشيديه ٤/ ٦٤١، اشرفی ديوبند ٤/ ٦٥٧)

ولاتجوز بما زاد على الثلث ......**إلا أن يجيزها الورثة بعد موته وهم كبار.** (هدايه، اشرفی ديوبند ٤/ ٦٥٥، رشيديه ٤/ ٦٣٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۳۷۲)

وصیت سے متعلق چند سوالات کے جوابات

سوال [۱۱۲۸۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) نھو نامی ایک شخص کا دعویٰ ہے کہ ظہوراً نے جس کا میں وارث ہوں، میرے نام کل مال کی وصیت کردی تھی، تو کیا وارث کے حق میں وصیت کرنا جائز ہے؟

(۲) ایک عورت نے جبکہ اس کے وارثین بھی موجود ہیں ایک شخص کو کل مال کی وصیت کردی تھی، کیا یہ شرعاً جائز ہے، وصیت کرنے والی مرچکی ہے؟

(۳) ایک شخص نے عدالت میں دعویٰ کیا ہے کہ فلاں نے مجھے کل مال کی وصیت کردی تھی، اور وصیت کنندہ کے وارث بھی موجود ہیں، انہوں نے اس دعویٰ کے خلاف عذر داری دائر کردی ہے، اور مدعی کے اس ناجائز دعویٰ کی وجہ سے عذر دار فریق کی اتنی رقم صرف ہوگئی ہے کہ مدعی کا وصیت سچی ہونے کی شکل میں جو تہائی حصہ کی قیمت ہوگی وہ رقم اس سے زیادہ ہے، یعنی مدعی کی تہائی حصہ جتنی قیمت کا ہوتا ہے اس سے زیادہ رقم مدعی نے کل زمین کی وصیت کا غلط دعویٰ پیش کرکے عذر دار فریق کی خرچ کرادی اب اگر اس شکل میں عذر دار فریق پوری زمین کا مقدمہ جیت لے اور مدعی کو اس کی وجہ سے تہائی حصہ زمین نہ دے کہ اس نے اس سے زیادہ ہماری رقم خرچ کرادی، جو کہ اس کے غلط دعویٰ کے نتیجے میں خرچ کرنی پڑی تو شرعاً

کوئی حرج تو نہیں ہے، اس رقم کا ذمہ دار مدعی کو ہی سمجھا جائے گا؟ اس کی وضاحت فرمائیں۔

المستفتی: شمس الحق قاسمی غفرلہ، موسیٰ پور سنبھل مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) وارث کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں اگر کوئی وارث کے لیے وصیت کرے تو وہ باطل ہے۔

قال ومنها أن لايكون وارث الموصى وقت موت الموصى فإن كان لا تصح. (بدائع الصنائع، كتاب الوصايا، زكريا ٦/٤٣٣)

(۲) وارثین کی موجودگی میں کسی اور کے لیے کل مال کی وصیت کرنا جائز نہیں۔

قال: يعني أن الباطل هو أحد الشيئين الذين قصدهما الموصى وهو استحقاق الزائد على الثلث فإنه بطل لحق الورثة. (شامي، كتاب الوصايا، باب الوصية بثلث المال كراچی ٦/٦٦٧، زكريا ١٠/٣٦٣)

(۳) برتقدیر صحت سوال مسئولہ صورت میں موصیٰ لہ کا ایک تہائی حق دیدینا لازم ہے اس پر بغیر اس کی اجازت کے قبضہ کرنے کی گنجائش نہیں ہے، البتہ اس مقدمہ میں جو رقم آپ کی خرچ ہوئی ہے اس کا مطالبہ بذریعہ عدالت آپ کرسکتے ہیں۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۱۴۱/۴) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍صفر المظفر ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۰۱۴/۳۴)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۰/۲/۲ھ

۴۳ کتاب الفرائض

۱ باب ما یتعلق بنفس الفرائض

شرعی تقسیم کا طریقۂ کار

سوال [۱۱۲۸۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) میرے چھوٹے بھائی ہیڈ ماسٹر عبد الشہود خاں مرحوم نے اپنے فنڈ وتنخواہ میں کچھ روپیہ چھوڑا، مرحوم کی تجہیز وتکفین مرحوم ہی کے پیسے سے کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) مرحوم نے مبلغ دو ہزار روپیہ اپنی چھوٹی بہن سے قرض لیا تھا، اور مرحوم نے اپنی درست صحت میں اس قرض کی ادائیگی کی وصیت زبانی، رو برو گواہان کی تھی، یہ قرض مرحوم ہی کے پیسے سے ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) مرحوم کی تجہیز وتکفین وقرض مرحوم کے فنڈ وتنخواہ سے کاٹ کر بقیہ روپیہ ان کے وارثین میں تقسیم ہونا چاہیے یا نہیں؟

(۴) اس سلسلے میں جبکہ جامعہ قاسمیہ میں ان کے فنڈ وتنخواہ کا روپیہ موجود ہے، جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی کے محترم جناب مہتمم صاحب کو تصدیق کرکے سب وارثین کو تقسیم کرنا چاہیے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) شریعت کا یہی حکم ہے کہ سب سے پہلے میت کے ترکہ میں سے متوسط درجہ کی تجہیز وتکفین کا خرچ نکال لیا جائے۔

ویبدأ بتکفینه و تجهیزه بلا تبذیر و لا تقتیر. (شریفیه ص: ۳)

(۲) یہ قرض تجہیز وتکفین کے بعد مرحوم کے ترکہ میں سے ہی ادا کرنا واجب ہے۔

ثم يبدأ بقضاء دينه من جميع ماله الباقي بعد التجهيز و التكفين. (شريفيه ص:٥)

(٣) اگر مرض الموت میں کسی غیر مورث کے لیے وصیت نہیں کی ہے تو بقیہ سارا مال وارثین کے درمیان ان کے حقوق کے بقدر تقسیم کرنا لازم ہے۔

ثم يقسم الباقي هذا رابع الأربعة وهو أن يقسم ما بقي من ماله بعد التفكين والدين والوصية بين ورثته أي الذين ثبت إرثهم بالكتاب. (شريفيه ص:٧)

(٤) اس زمانۂ فتن میں یہی بہتر ہے کہ مذکورہ صورت میں مہتمم صاحب ہی ہر وارث کا حصہ اسی کے ہاتھ میں دیدیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
٢٦ ربیع الاول ١٤٠٥ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٢٣/ ٥٩٧)

تقسیم وراثت میں امیر بنانے کا حکم

سوال [١١٢٨٦]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (١) زید نے اپنے انتقال کے وقت اپنے پیچھے بارہ اولاد چھوڑی، جس میں نو لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں، ان تمام لڑکوں اور لڑکیوں نے مل کر اپنے میں سے ایک کو امیر منتخب کیا ہے، سوائے دو لڑکوں کے کہ انہوں نے کسی کو اپنا امیر نہیں بنایا ہے، اور یہ بھی معلوم ہے کہ کل جائیداد منقولہ وغیر منقولہ اکیس حصے کے اعتبار سے تقسیم ہوگی، اور یہ بھی ملحوظ رہے کہ سارے وارثین کی عمر ٤٥ سال سے متجاوز ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا امیر وراثت کی تقسیم ان دونوں کی رضا مندی و اطلاع کے بغیر کرسکتا ہے؟

(٢) اسی طرح دیگر وارثین کی خوشنودی کے بغیر اپنی اطاعت کی تاکید کرتے ہوئے کیا امیر وراثت کی تقسیم اپنے اعتبار سے کرنے کا حق رکھتا ہے؟

(٣) اسی طرح بعض وارثین نے ایک عمارت کا جو وارثین کے درمیان مشترک تھی،

دوسرے وارثین کو مطلع کیے بغیر سودا کرلیا ہے، اس سودے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا اس طرح کا سودا کرنا شرعی اعتبار سے درست ہے؟ شریعت کی روشنی میں جواب دیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تقسیم وراثت میں امیر بنانے اور اس کی اطاعت کو سارے ورثاء پر لازم کرنے کی ضرورت نہیں، بلکہ آپس میں سب مل کر جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کو ۲۱ر حصوں میں تقسیم کر کے بانٹ لیں، اور جس کو امیر بنایا ہے اس کا وراثت کو اپنے اعتبار سے تقسیم کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ شرعی تقسیم لازم ہے، نیز بعض وارثین کا دیگر بعض وارثین کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا اور اس کو بیچنا درست نہیں ہے۔

﴿ **يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ.** [النساء: ١١] ﴾

ثم يقسم الباقي هذا رابع الأربعة وهو أن يقسم ما بقي من ماله بعد التفكين والدين والوصية بين ورثته أي الذين ثبت إرثهم بالكتاب. (شريفيه ص: ٧)

لايجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالة منه أو ولاية عليه وإن فعل كان ضامنا. (شرح المجلة ١/ ٦١ رقم: ٩٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۱۰ر جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ	احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۵۲۴/۴۰)	۱۴۳۵/۵/۱۱ھ

تقسیم شرعی معتبر ہے نہ کہ والد صاحب کی ہدایتِ تقسیم

سوال [۱۱۲۸۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: والد صاحب جس طرح سے تقسیم کرنے کے لیے زندگی میں کہہ گئے ہیں، اگر اس طرح سب کو اتفاق ہو تو اس طرح تقسیم کرنا درست ہے، اور اگر کچھ وارثین تو راضی ہوں لیکن کچھ جن کے پاس زیادہ مال قبضہ میں ہے راضی نہ ہوں، تو پھر کس طرح تقسیم کی جائے؟

المستفتی: ممتاز حسن

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر والد کی ہدایت کے مطابق تقسیم کرنے پر سب ورثاء راضی نہیں ہیں، تو ان کی ہدایت کے مطابق تقسیم کرنا جائز نہیں ہوگا، بلکہ قانون شرعی کے مطابق تقسیم کرنا لازم ہوگا، اس لیے کہ وراثت کی ملکیت اختیاری نہیں ہوتی بلکہ اضطراری طور پر قانونِ الٰہی کے تحت یہ ملکیت حاصل ہوتی ہے۔

إن سبب الملک نوعان: إختیاری کالشراء وقبول الهبة و إضطراری کالإرث. (حاشیه سراجی ص:۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍شعبان المعظم ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/ ۲۳۲۷)

غیر شرعی طریقہ پر تقسیم کی گئی جائیداد کا شرعی حکم

سوال [۱۱۲۸۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید اور خدیجہ دونوں بھائی بہن ہیں، دونوں نے والدین کے انتقال کے بعد تقریباً پندرہ سال پہلے آپسی رضامندی سے جائیداد کو تقسیم کرلیا تھا، لیکن یہ شرعی تقسیم نہیں ہوئی تھی، جس کی بناء پر بہن کو اپنا حق صحیح طور پر نہیں ملا تھا، اور اب پندرہ سال بعد جائیداد کی قیمت بڑھ گئی ہے، اور بہن اپنے شرعی حق کا مطالبہ کررہی ہے، تو مفتی صاحب سے گذارش ہے کہ مندرجہ بالا مسئلہ میں پہلی تقسیم ہی کا اعتبار کیا جائے یا از سر نو جائیداد تقسیم کی جائے گی، جو بھی شرعی حکم ہو براہِ کرم مع دلائل جواب مرحمت فرمائیں۔

المستفتی: محمد عارف گجراتی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پندرہ سال پہلے بھائی بہن نے رضامندی سے جو جائیداد تقسیم کی ہے وہ اگر شریعت کے خلاف ہے، اور مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے اس

طرح تقسیم ہوئی ہے، اور بعد میں مسئلہ معلوم ہونے کے بعد پتہ چلا ہے کہ شریعت کی رو سے غلط تقسیم ہوئی ہے، تو ایسی صورت میں اس تقسیم کو کالعدم قرار دے کر دوبارہ شریعت کے مطابق تقسیم کرسکتے ہیں، اور جب بعد میں دوبارہ شریعت کے مطابق از سرِنو تقسیم کی جائے گی تو اس دوسری بار تقسیم کا اعتبار ہوگا اور پہلی تقسیم کالعدم ہوجائے گی۔

إذا حدثت القسمة ثم تبين فيها غبن فاحش وهو الذى لايدخل تحت تقويم المقومين كأن قوم المال بألف وهو لايساوى خمس مأة فسخت قسمة التقاضى بإتفاق الحنفية لأن تصرف القاضى مقيد بالعدل ولم يوجد والغبن حصل بغير رضا المالك، فصار كبيع الأب والوصى ينقض بالغبن الفاحش وتفسخ أيضا قسمة التراضى فى الأصح لأن شرط جوازها المعادلة ولم توجد فوجب نقضها وهذا هو الصحيح المعتمد المفتىٰ به عند الحنفية كما ذكر ابن عابدين أى أن قسمة التراضى تفسخ بالغبن الفاحش كقسمة التقاضى. (الفقه الإسلامى و أدلته، هدى انٹرنیشنل دیوبند ۵/۵۵۳-۵۵۴، المحيط البرهانى، المجلس العلمى ۱۱/۱۸۸، رقم: ۱۳۵۶۱، شامى زكريا ۹/۳۸۷، كراچى ۶/۲۶۷، البنايه اشرفيه ديوبند ۱۱/۴۵۰، الموسوعة الفقهية الكويتية ۳۱/۱۵۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/ ۱۲۰۰۵)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۷/۴/۱۴۳۶ھ

خلاف شرع تقسیم کا حکم

سوال [۱۱۲۸۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہندہ نے اپنے شوہر کے انتقال کے بعد اپنے شوہر کا مکان فروخت کر کے وہ رقم بطور امانت واسطے حج بیت اللہ کے اپنے حقیقی بھائی کے پاس رکھ دی تھی، کوئی محرم نہ ملنے کی وجہ سے حج بیت اللہ نہ جاسکی، اور پچھلے دنوں ہندہ کا انتقال ہوگیا، مرحومہ ہندہ کی بطور امانت والی رقم

کو کیا کیا جائے؟ یا وارثین میں کس طرح تقسیم کی جائے، ہندہ بے اولاد تھی، تو کیا مرحومہ ہندہ کی اس رقم سے ہندہ کا حج بدل کرایا جا سکتا ہے، ہندہ نے اپنی زندگی میں وصیت کی تھی کہ اگر میں نہ رہوں تو میرا یہ پیسہ میری فلاں حقیقی بہن کو دیدینا، اتفاق سے ہندہ کی زندگی میں ہی اس بہن کا انتقال ہو گیا، جس بہن کے حق میں وصیت کی تھی، جس وقت بہن کے حق میں وصیت کی تھی، اس کا شوہر، دو نابالغ لڑکے اور چار لڑکیاں تھیں، ہندہ کے شوہر کی پانچ بہنیں تھیں، دو بہنوں کا انتقال ہو گیا، ہندہ کے شوہر کی تین بہنیں حیات ہیں، کیا ہندہ کے مرحوم شوہر کی مرحوم بہنوں کی اولاد کا حق بنتا ہے، ان میں لڑکی لڑکوں کو کتنا کتنا ملے گا، مرحومہ ہندہ کے والد محترم حیات ہیں، مرحومہ ہندہ کے چار بھائی ہیں، مرحومہ ہندہ کی چار بہنیں حیات ہیں، ان سب کا علیحدہ علیحدہ حق بتا دیں، اور کیا مرحومہ ہندہ کی امانت رکھنے والا بھائی ہندہ کی اس رقم کو اپنے طور سے کسی مسجد یا مدارس میں یا غریب وغرباء میں بطور امداد ہندہ کے نام سے دے سکتا ہے؟

المستفتی: عبدالرؤف ہلدوانی، نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ہندہ کے لیے پورا مکان فروخت کرنا جائز نہیں تھا، اس مکان میں ہندہ صرف چوتھائی حصہ کی حقدار تھی، شوہر کی بہنوں کو دو ثلث ملیں گے، کل ۱۲؍سہام میں تقسیم ہو کر ہندہ کو ۳؍اور بہنوں کو ۸؍اور باقی دو شوہر کے قریبی حقیقی چچا یا تایا یا ان کی مذکور اولاد کو ملے گا، لہٰذا امانت کی رقم کو اسی حساب سے تقسیم کر کے حقداروں کو دیدینا لازم ہے، اور شوہر کی موت کے وقت جو بہنیں زندہ تھیں سب وارث ہو جائیں گی، نیز ہندہ کی وصیت اس کی رقم میں سے ایک تہائی میں نافذ ہو سکتی تھی، مگر موصیٰ لہا کے پہلے مرنے کی وجہ سے وصیت بھی ختم ہو گئی ہے۔

ویشترط فی الوصیة القبول صریحا أو دلالة ...... قبول الوصیة إنما یکون بعد الموت. (هندیه، کتاب الوصایا، الباب الأول زکریا جدید ۶/۱۰۶، قدیم ۶/۹۰)

اب اس کے حصہ کی رقم سے حج بدل بھی جائز نہیں ہے، بلکہ اس کے وارثین کو ملے گی یہ مسئلہ مناسخہ کا ہے، تمام وارثین اور مرنے والوں کو نام بنام علی الترتیب ذکر کیے بغیر مسئلہ کا جواب مکمل طور پر ممکن نہیں، شوہر اور بیوی کے خاندان کے لوگوں کو مرنے والوں کی ترتیب

کے ساتھ نامزد لکھیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶ر محرم الحرام ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۱۵۶)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۸/۱/۲۶ھ

غلط تقسیم غیر معتبر ہے

سوال [۱۱۲۹۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) زید نے ایک عورت سے شادی کی اس سے تین بچے پیدا ہوئے، دولڑکے اور ایک لڑکی: عبد الرحیم، سلیم احمد، لڑکی آمنہ، بعدہٗ زید کی بیوی کا انتقال ہوگیا، اس کے بعد زید نے دوسری شادی کرلی، اس سے بھی تین ہی بچے پیدا ہوئے، محمد ایوب، عبد القیوم، آمنہ، اب زید کا انتقال ہوگیا، بوقت انتقال زید نے دونوں بیویوں کی اولاد اور دوسری بیوی کو چھوڑا اور تین مکانات چھوڑے۔

(۲) زید کی پہلی بیوی سے پیدا شدہ لڑکے سلیم احمد کا انتقال ہوگیا؟

(۳) اور کچھ ہی دنوں کے بعد پہلی بیوی کی ہی لڑکی آمنہ کا بھی انتقال ہوگیا، یہ دونوں غیر شادی شدہ تھے، ان دونوں نے بوقت انتقال ایک حقیقی بھائی عبد الرحیم اور دو علاتی بھائی محمد ایوب، عبد القیوم ایک علاتی بہن آمنہ کو چھوڑا؟

(۴) اس کے بعد زید کی دوسری بیوی کا انتقال ہوگیا، اس نے اپنے تینوں بچوں کے علاوہ زید کی پہلی بیوی سے پیدا شدہ لڑکے عبد الرحیم کو بھی چھوڑا، بعدہٗ زید کی دوسری بیوی سے پیدا شدہ لڑکی آمنہ کا بھی انتقال ہوگیا، اس نے اپنی اولاد میں پانچ لڑکوں کو چھوڑا، محمد غفران، محمد عثمان، محمد اسلم، عبد السلام، محمد اسلام، شوہر کا پہلے ہی انتقال ہوگیا ہے، زید کے انتقال کے بعد مال کی تقسیم کے ساتھ ساتھ مکانات کی تقسیم بھی باہمی رضامندی سے اس طرح کرلی گئی ہے کہ ایک مکان پہلی بیوی سے پیدا شدہ لڑکے عبد الرحیم کو دیدیا، اور دوسرا مکان دوسری بیوی سے پیدا شدہ الڑکوں کو دیدیا، اور دونوں ہی اس فیصلہ پر بخوشی رہتے سہتے چلے آرہے ہیں، زید کی دوسری

بیوی سے پیدا شدہ لڑکوں نے دوسری بیوی کی موجودگی میں فروخت بھی کر دیا اب جبکہ زید کے انتقال کو قریب پچاس سال اور زید کی دوسری بیوی کے انتقال کو پچیس سال گذر گئے، زید کی دوسری بیوی سے پیدا لڑکوں نے دوبارہ تقسیم جائیداد کا دعویٰ پیش کر دیا پہلی بیوی سے پید شدہ الڑ کے سلیم احمد مرحوم اور لڑکی آمنہ مرحومہ کے حصہ کا حقدار کون ہوگا؟ بالتفصیل جواب عنایت فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوالنامہ میں درج شدہ صورت سے جو تقسیم ہوئی ہے وہ شرعی طور پر صحیح نہیں ہوئی، اس لیے کہ اس میں بعض ورثاء کو حق سے محروم کر دیا گیا ہے، جیسا کہ دوسری بیوی کی لڑکی آمنہ اور اس کے ورثاء کو کوئی حق نہیں دیا ہے، لہٰذا دوبارہ شرعی طریقہ سے تقسیم ہونا لازم ہے، اور کسی بھی وارث کو محروم نہ کیا جائے، نیز دوسری بیوی کے لڑکوں نے جو کچھ فروخت کر دیا ہے اس کا حساب بھی تقسیم میں شامل کرنا ہوگا، لہٰذا ان کے حصہ میں سے فروخت شدہ کو بھی مجریٰ کرنا ہوگا۔

ولو ظهر غبن فاحش فی القسمة تفسخ. (البحر الرائق، کتاب القسمة زکریا ۸/۲۸۳، کوئٹه ۸/۱۵٦، تبیین الحقائق امدادیه ملتان ۵/۲۷۳، زکریا ٦/۴۱۹)

ولو استحق بعض شائع فی الکل تفسخ بالاتفاق لأن باستحقاق جزء شائع ینعدم معنی القسمة وهو الإفراز لأنه یوجب الرجوع بحصته فی نصیب الآخر. (هدایه، کتاب القسمة اشرفی دیوبند ۴/۴۲۰-۴۲۱) **فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸ ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۲۵۰)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۸/۴/۱۴۱۸ھ

کیا والد صاحب کی زندگی میں اپنی لڑکیوں کو وراثت دے سکتے ہیں؟

سوال [۱۱۲۹۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) کوئی صاحب جائیداد اپنی حیات میں اپنی لڑکیوں کو ترکہ دے سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) میرے والد محترم نے اپنی وفات سے دو تین سال قبل اپنی لڑکیوں کو ان کا ترکہ ادا کر کے ہم بھائیوں کے حق میں ایک یادداشت تقسیم نامہ مرتب کیا تھا، ابھی ہماری والدہ ماجدہ بقید حیات ہیں، اس یادداشت تقسیم نامہ کے گواہان بھی باحیات ہیں، اس یادداشت میں لڑکیوں کو ترکہ دینے کا تذکرہ نہیں کیا، ایسی صورت میں ہم بھائیوں کو اپنی بہنوں کو ہمارے والد محترم کی جائیداد میں سے ترکہ دینا ہوگا یا نہیں؟

(۳) ہماری موروثی آراضی پر ہم تمام بھائیوں نے باہمی مشورہ سے ایک بھائی کو نگراں مقرر کیا تھا، اس بھائی نے اس آراضی کی کاشت فصل نہ دے کر تمام آراضی پر قبضہ کرلیا، ہم دیگر بھائیوں کو حصہ دینے سے انکار کر دیا، چنانچہ میں نے عدالت عالیہ سے رجوع کیا، جس میں جملہ بھائی بہنوں کو مدعیٰ علیہ بنانا پڑا، عدالت عالیہ نے بھائیوں، بہنوں کے درمیان آراضی تقسیم کرنے کا فیصلہ صادر فرمایا، بربنائے تصفیہ عدالت عالیہ بہنیں بھی آراضی میں حصہ تقسیم چاہتی ہیں، جس میں ہر بہن کی متضاد رائے ہے، بڑی بہن یہ کہتی ہے کہ والد محترم نے اپنی حیات میں دے دیا ہے، اب میں نہیں لوں گی، دوسری بہن یہ کہتی ہے کہ عدالت عالیہ کے حکم کی روشنی میں ہم کو ہمارا حق دیں، تیسری بہن یہ کہتی ہے کہ والد محترم نے ہمارا حصہ برابر نہیں دیا ہے، اس لیے ہم کو آپ جواب دیں، کہ ہمارا کیا عمل ہونا چاہیے؟

(۴) بڑے برادران یہ کہتے ہیں کہ تمہاری وجہ سے ہم کو دوبارہ ترکہ بہنوں کو دینا پڑ رہا ہے، جس کی وجہ سے میرے برادران مجھ سے ناراض ہیں تو کیا میرا عدالت میں اپنے حصہ کے لیے رجوع کرنا غلط تھا؟

المستفتی: محمد اصغر کیراف حاجی ظہیر الدین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں اپنی جائیداد میں سے لڑکیوں کو کچھ حصہ دینا چاہے تو لڑکوں کے حق کی رعایت کرتے ہوئے تمام لڑکیوں کو برابر برابر حصہ دینا شرعاً درست اور جائز ہے، لیکن اس کا اس طرح دینا ترکہ نہیں بلکہ ہبہ کہلاتا ہے۔

یعطی الإبنة مثل ما یعطی الإبن وعلیه الفتویٰ. (هندیه، الباب السادس فی الهبة للصغیر، زکریا قدیم ۳۹۱/۴، جدید ۴۱۶/۴، شامی زکریا ۵۰۲/۸، کراچی

٥/٦٩٦، قاضيخان زكريا جديد ٣/ ١٩٤، وعلى هامش الهندية زكريا ٣/ ٢٧٩)

(۲) آپ کے والد صاحب نے اپنی حیات میں اپنی لڑکیوں کو جو حصۂ جائیداد دے کر قابض بنادیا شرعاً وہ ہبہ تھا، اب والد صاحب کے انتقال کے بعد ترکہ کی تقسیم میں وہ لڑکیاں بھی شریک رہیں گی، اگرچہ والد صاحب کے یادداشت نامہ میں ان کا تذکرہ نہ ہو۔

عن النضر بن أنس قال: نحلني أنس نصف داره قال: فقال أبو بردة: إن سرك يجوز ذلك فاقبضه فإن عمر بن الخطاب قضى في الإنحال: أن ما قبضه منه فهو جائز، ومالم يقبض فهو ميراث قال فدعوت يزيد الرشك فقسمها. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، باب ما جاء في هبة المشاع دار الفكر ٩/ ١٥٨، رقم: ١٢١٨٦، المصنف لابن أبي شيبة، مؤسسة علوم القرآن ١٠/ ٥٢١، رقم: ٢٠٥٠٢)

(۳) تقسیم ترکہ سے پہلے آپ کے بھائی نے جو زمین پر ناجائز قبضہ کرلیا تھا، جس سے تمام وارثین کا حق تلف ہو رہا تھا، ایسا کرنا سخت گناہ ہے، ایسی صورت میں آپ کا عدالت سے رجوع ہونا اور عدالت کا سب بھائی بہنوں کے حق میں فیصلہ کرنا بالکل درست اور بجا ہے، شرعی رو سے بھی تمام بہنوں کو ترکہ میں سے اپنا حصہ ملے گا، البتہ کوئی بہن باپ کی زندگی میں حصہ مل جانے کی وجہ سے میراث میں سے اپنا حق اپنے بھائیوں کو دیدے تو یہ اس کی مرضی ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ قدیم ص: ۶۰۷، جدید زکریا ص: ۶۰۱، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۴/ ۴۳۷، جدید ڈابھیل ۲۰/ ۲۸۵)

عن سليمان بن موسىٰ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قطع ميراثا فرضه الله، قطع الله ميراثه من الجنة. (سنن سعيد بن منصور، باب من قطع ميراثا فرضه الله،، دار الكتب العلمية بيروت ١/ ٩٦، رقم: ٢٨٥-٢٨٦)

عن أنس بن مالك -رضي الله عنه- قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من فر من ميراث وارثه، قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة. (سنن ابن ماجه، باب الحيف في الوصية، النسخة الهندية ٢/ ١٩٤، دار السلام رقم: ٢٧٠٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍ جمادی الثانیہ ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۸۸۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۳/ ۶/ ۱۴۱۷ھ

جھگڑے اور نقصان سے بچنے کے لیے زندگی میں تقسیم کرنا

سوال [۱۱۲۹۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: آج کے دور میں میراث کے معاملہ میں حق تلفی ہی نظر آتی ہے، بھائی بھائی تو میراث کو باہمی طور پر یا عدالتی طور پر آسانی سے تقسیم کر لیتے ہیں، مگر بہنوں کو حصۂ میراث سے اکثر وبیشتر محروم ہی دیکھا جا رہا ہے، اگر کوئی لڑکی ہمت کر کے اپنا حصہ طلب کر لیتی ہے یا عدالت کے سہارے سے اپنے حصہ کا مطالبہ کر لیتی ہے تو قطع تعلقی کا شکار ہو جاتی ہے، اور ہمیشہ کے لیے بہن بھائیوں کی محبت عداوت میں بدل جاتی ہے، شریعت مطہرہ چونکہ رسم ورواج کے تابع نہیں اس لیے مسلمانوں کو تو شریعت کے مطابق ہی عمل کرنے میں اصل کامیابی ہے۔

(۱) میراث کی تقسیم کاشتکاری کی زمین یا فیکٹری، کارخانہ جات کی جائیداد میں ہے یا رہائشی مکانات میں بھی ہے، زیور اور کپڑوں میں بھی ہے یا نہیں؟

(۲) موجودہ روش کے مدنظر اگر کوئی باپ اپنی اولاد کو اس قضیہ سے بچانے کے لیے اور لڑکی کا حق اپنی موجودگی میں کسی شکل میں پہنچانے کی غرض سے بصورت ہبہ یا عطیہ کی شکل میں میراث تقسیم کر دے تو کیسا ہے؟ تاکہ حق والے کو حق بھی مل جاوے اور بہن بھائیوں میں رنجش بھی نہ ہو، مثال دے کر سمجھانے کی زحمت فرمائیں، مال کے علاوہ اگر جائیداد رہائشی کا اندازہ تین لاکھ روپیہ ہیں اور ایک لڑکی تین لڑکے ہوں تو ہر ایک کو کتنا ملے گا، اگر چار لڑکے دو لڑکیاں ہوں تو ہر ایک کو کتنا ملے گا؟

(۳) اس سلسلے میں تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ ہر ایک اس حق تلفی میں مبتلا ہے، لڑکی کے حق رسانی کے خود ساختہ رسم بھانجے یا بھانجی کی شادی پر کچھ خرچہ کر دینا لڑکی کا حق ادا کر دینا مانا گیا ہے، اس کی کیا وضاحت ہے؟

المستفتی: محمد یونس مظاہری احمد گڑھ، سنگرور پنجاب

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) شریعت میں میراث کے حقدار لڑکوں کی طرح لڑکیاں بھی ہوتی ہیں، اور بھائیوں کی طرح بہنیں بھی ہوتی ہیں، ہاں البتہ لڑکوں کے مقابلہ میں لڑکیوں کو نصف ملتا ہے، مثلاً ایک لڑکی اور تین لڑکے ہیں تو کل سرمایہ جائیداد وغیرہ تمام متروکہ اشیاء سات حصوں میں تقسیم ہوکر ایک لڑکی کو اور دو-دو لڑکوں کو ملے گا، اور میراث میں کاشتکاری کی زمین فیکٹری کارخانہ جات کی جائیداد، رہائشی مکان، دوکان، زیور، کپڑے، روپیہ، پیسے سب شامل ہیں، ہر چیز اسی حساب سے تقسیم ہوگی جو یہاں پیش کی گئی ہے۔

(۲) اگر یہی شکل ہے کہ بیٹیوں اور بہنوں کو میراث میں سے بالکل نہیں دیا جاتا ہے، اگر کوئی بہن یا بیٹی اپنے حق میراث کا مطالبہ کرے تو عداوت اور دشمنی کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، اس سے بچنے کے لیے اگر باپ اپنی زندگی میں یہ طریقہ اختیار کرتا ہے کہ لڑکیوں کو اس کے مرنے کے بعد جو شرعی حصہ مل سکتا ہے اسی کے حساب سے صحرائی یا سکنائی جائیداد اس کے نام منتقل کر دیتا ہے یا روپیہ پیسہ بینک بیلینس کے طور پر لڑکی کے کھاتہ میں منتقل کر دیتا ہے تو یہ نہایت مناسب شکل ہے، تاکہ باپ کی موت کے بعد اس کے حصہ کا جھگڑا پیدا نہ ہو، اور ساتھ ہی ہر ماحول کے ہر علاقہ کے علماء اور اہل حل وعقد پر ضروری ہے کہ مسلمانوں کو اس بارے میں ترغیب دیں کہ بہن بیٹیوں کو میراث سے محروم نہ کریں، ورنہ اس کے حق کی وجہ سے جہنم کا ایندھن بننا پڑے گا۔

مسئلہ ۷ — تباین — ترکہ ۳۰۰۰۰۰

میت

	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی
سہام	۲	۲	۲	۱
ترکہ	۸۵۷۱۴ $\frac{2}{7}$	۸۵۷۱۴ $\frac{2}{7}$	۸۵۷۱۴ $\frac{2}{7}$	۴۲۸۵۷ $\frac{1}{7}$

مسئلہ ۱۰ — تداخل — ترکہ ۳۰۰۰۰۰

میت

	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی
سہام	۲	۲	۲	۲	۱	۱
ترکہ	۶۰۰۰۰	۶۰۰۰۰	۶۰۰۰۰	۶۰۰۰۰	۳۰۰۰۰	۳۰۰۰۰

	میت	تباین		ترکہ ۲۰۰۰۰۰
	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی
سہام	۲	۲	۲	۱
ترکہ	۵۷۱۴۲ ۶/۷	۵۷۱۴۲ ۶/۷	۵۷۱۴۲ ۶/۷	۲۸۵۷۱ ۳/۷

(۳) تعلیم یافتہ غیر تعلیم یافتہ ہر طبقہ کے لوگ واقعی اس معصیت میں مبتلا ہیں کہ بہن اور لڑکیوں کو میراث سے محروم کر دیتے ہیں، اور پھر بھانجہ بھانجی کی شادی پر خرچ کر دینا ہرگز حق میراث کی تلافی نہیں ہو سکتی، حق میراث بدستور اپنی جگہ باقی رہے گا۔

عن أنس بن مالک - رضی الله عنه - قال: قال رسول الله ﷺ: من فر من میراث وارثه، قطع الله میراثه من الجنة یوم القیامة. (سنن ابن ماجه، باب الحیف فی الوصیة، النسخة الهندیة ۲/۱۹٤، دار السلام رقم: ۲۷۰۳، سنن سعید بن منصور، باب من قطع میراثا فرضه الله، دار الکتب العلمیة بیروت ۱/۹٦، رقم: ۲۸۵-۲۸٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۲۵۰)

زندگی میں وارثین کے درمیان میراث تقسیم کرنا

سوال [۱۱۲۹۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید جن کے تین لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں، زید کے پاس ۶۷۸۵ گز آبادی کی زمین اور ۳۰ بیگہ کھیت کی زمین ہے، زید اپنی زندگی ہی میں اپنی جائیداد کو اپنے ان بچوں کے درمیان تقسیم کرنا چاہتے ہیں، قرآن وحدیث کی روشنی میں بتائیں کہ زید کی جائیداد کس طریقہ سے تقسیم ہوگی؟

المستفتی: عتیق الرحمٰن سنبھلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زید کے اس سوال کے پیچھے دو باتیں سمجھ میں آتی

ہیں:(۱) زید زندگی میں یہ چاہتا ہے کہ تمام اولا دکو جائیداد کا باضابطہ مالک بنا کر خود خالی ہاتھ ہوجائے ، اگر یہی مقصد ہے تو لڑکیوں کو بھی لڑکوں کے برابر دینا چاہیے،لہٰذا کل جائیداد سات حصوں میں تقسیم ہوکر ہرایک کوایک ایک حصہ دیدیا جائے۔

(۲) زید کا یہ مقصدنہیں ہے کہ اولاد کو مالک بنا کر خود خالی ہاتھ ہو جائے بلکہ یہی مقصد ہے کہ زید کی موت کے بعد اولا دمیں ہرایک کواپنا اپنا شرعی حق مل جائے ،تو ایسی صورت میں تقسیم میراث کی طرح لڑکیوں کولڑکوں کے مقابلے میں آدھا آدھا دیا جائے ،اوراس طرح تقسیم نامہ لکھوا کر رجسٹری کروالیا جائے کہ مرنے کے بعد ہرایک وارث کواتنا اتنا حصہ ملے گا اوراس کو متعین کر دیا جائے کہ فلاں جائیداد فلاں کو ملے،فلاں جائیداد فلاں کو ملے،لہٰذا سکنائی وصحرائی دونوں طرح کی جائیداد کودس حصوں میں تقسیم کر کےلڑکوں کو دو- دو اورلڑکیوں کوایک ایک حصہ کے حساب سے ہرایک کے نام سے جائیداد کو متعین کر دیا جائے تا کہ مرنے کے بعد بلاکسی اختلاف اور انتشار کے ہرایک اپنے اپنے حصہ پر قابض ہو جائے،اس طرح زندگی میں ہرایک کا حصہ متعین کر دیا جائے تو بہتر اور مناسب اقدام ہے۔

يعطى الإبنة مثل ما يعطى الإبن وعليه الفتوىٰ. (هنديه، الباب السادس فى الهبة للصغير، زكريا قديم ٤/ ٣٩١، جديد ٤/ ٤١٦، شامى زكريا ٨/ ٥٠٢، كراچى ٥/ ٦٩٦، قاضيخان زكريا جديد ٣/ ١٩٤، وعلى هامش الهندية زكريا ٣/ ٢٧٩)

المختار: التسوية بين الذكر والأنثىٰ فى الهبة. (البحر الرائق، كتاب الهبة، زكريا ٧/ ٤٩٠، كوئٹه ٧/ ٢٨٨)

وأما إذا أراد الرجل أن يقسم أملاكه فيما بين أولاده فى حياته لئلا يقع بينهم نزاع بعد موته، فإنه وإن كان هبة فى الاصطلاح الفقهى ولكنه فى الحقيقة، والمقصود استعجال لما يكون بعد الموت وحينئذ ينبغى أن يكون سبيله سبيل الميراث. (تكملة فتح الملهم، كتاب الهبات، مذهب الجمهور، التسوية بين الذكر والأنثىٰ، اشرفيه ديوبند ٢/ ٧٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸؍جمادی الثانیہ ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر:۴۱/ ۱۱۵۸۲)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۳۵/۶/۲۸ھ

والدصاحب کے انتقال کے بعد پہلے لڑکے کی شادی کریں یا ترکہ تقسیم کریں؟

سوال [۱۱۲۹۴]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جناب فدا حسین کا انتقال ہوگیا، انہوں نے اپنی وفات کے بعد تین پسران ایک دختر اور بیوہ بقید حیات چھوڑے، ایک دختر کا انتقال ان کی حیات میں ہوگیا، والد صاحب کی جائیداد سے جوآمدنی ہے اس میں ایک پسر کی شادی نہیں ہوئی ہے،تحریرفرمائیں کہ آمدنی والدصاحب کی پہلے تقسیم ہوگی یا پہلے پسر کی شادی ہوگی؟ شرعاً تحریرفرمائیں۔

المستفتی: سجادحسین عرف بابوولدفداحسین فیل خانہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفیق: فداحسین مرحوم کی متروکہ جائیدادومکان کی آمدنی تمام شرعی وارثین کے درمیان پہلے تقسیم کرنا لازم اور واجب ہے،جس کی شادی ہونی ہے وہ اپنے حصہ میں سے خرچ کرے گا، البتہ اگردوسرے ورثاء بلاجبرودباؤ کےاپنی مرضی اور خوشی سے شادی میں اپنےاپنے حصے میں سے خرچ کرناچاہتے ہیں توکوئی مضائقہ نہیں۔

عن ابن عباس -رضی الله عنه- عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ألحقوا الفرائض بأهلها. (صحیح البخاری، باب میراث الولد من أبیه و أمه، النسخة الهندیة ۹۹۷/۲، رقم: ٦٤٧٥، ف: ٦٧٣٢، صحیح مسلم، باب ألحقوا الفرائض بأهلها، النسخة الهندیة ۳٤/۲، بیت الأفکار، رقم: ١٦١٥)

الملک ما من شانه أن یتصرف فیه بوصف الاختصاص. (الموسوعة الفقهیة الکویتیة ۲۹/۱٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیراحمدقاسمی عفااللہ عنہ
۶؍رجب المرجب ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/۷۹۱)

تقسیم میں ملکیت کا اعتبار ہے نہ کہ قیمت کا

سوال [۱۱۲۹۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید کا انتقال ہوا، اس نے تین لڑکے چھوڑے، بکر، خالد، عمر، یہ تینوں لڑکے باپ زید کے رہائشی مکان میں رہتے ہیں، جو اس طرح پر بنا ہوا ہے کہ مکان کا ایک حصہ بالکل الگ بنا ہوا ہے، جس کا دروازہ راستہ سب الگ ہے، جس کو مشن رائے سے بکر نے لے لیا، اور سرکاری کاغذات میں اس حصہ کو اپنے نام کرالیا، خالد اور عمر نے مکان کا وہ حصہ اپنے نام کرالیا جو دومنزل بنا ہوا تھا، اوپر کی منزل خالد نے اور نیچے کی منزل عمر نے لے لی، اور ہر ایک نے سرکاری کاغذات میں ایک ایک منزل مکان اپنے اپنے نام کرالیا، جتنا حصہ نیچے بنا ہوا ہے اتنا ہی حصہ اوپر بنا ہوا ہے، کوئی کمی زیادتی نہیں ہے، اوپر کی منزل خالد کے نام ہے اور نیچے کی منزل عمر کے نام ہے، ان دونوں خالد اور عمر کا انتقال ہوگیا ہے، ان دونوں نے اپنے اپنے وارثین میں سے مندرجہ ذیل حضرات کو چھوڑا ہے، خالد ایک زوجہ ایک لڑکا، ایک لڑکی، عمر ایک زوجہ، ۲ر لڑکے، ایک لڑکی، ان تمام وارثین نے مشن رائے کو وہ دومنزل مکان دولاکھ اسی ہزار روپیہ میں فروخت کردیا، اب نیچے کے مکان والے عمر کے وارثین یہ کہتے ہیں کہ رقم میں ہمارا حصہ زیادہ ہے، کیونکہ نیچے کے مکان کی حیثیت زیادہ ہوتی ہے، اس لیے ہمیں زیادہ حصہ چاہیے تو اس رقم کو آدھا آدھا تقسیم کیا جائے گا، یا کمی زیادتی کے ساتھ اور پھر کتنی کمی زیادتی کے ساتھ اور ایسے ہی ہر ایک مورث کے وارث کو کتنا کتنا حصہ ملے گا، قرآن وحدیث کی روشنی میں موجودہ رقم میں ہر ایک وارث کا کتنا حصہ ہوگا، متعین فرمادیں؟

المستفتی: محمد محی الدین مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب تعمیری حیثیت سے اوپر اور نیچے دونوں حصے برابر ہیں اور دوسرے لوگوں کے نزدیک دونوں کی حیثیت یکساں ہے تو دونوں کی قیمت برابر لگے گی، بعضے پہلو سے دیکھا جائے تو اوپر کے حصہ کی حیثیت نیچے سے بڑھی ہوئی مانی جاتی ہے، کہ اوپر کے حصہ میں ضرورت کے لیے تعمیر کی جاسکتی ہے، سردیوں میں اوپر کی چھت دھوپ کے لیے استعمال

ہوسکتی ہے، اوپر کا حصہ نیچے کے مقابلے میں ہوا دار ہوتا ہے، اگر ایسی شکل ہے تو دونوں کی قیمت میں کوئی خاص فرق نہ ہوگا، اور چونکہ مذکورہ مکان دونوں بھائیوں کو وراثت میں ملا ہے اور تقسیم وراثت کے موقع پر دونوں کی قیمت برابر برابر سمجھی گئی تھی، اس لیے آج بھی دونوں کی قیمت برابر سمجھی جائے گی، لہٰذا جب دونوں کا حصہ ایک ساتھ ایک ہی شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا تو دونوں بھائیوں کو اس قیمت کا نصف نصف ملے گا، لہٰذا کسی ایک کو زیادہ حق کا مطالبہ کرنا درست نہ ہوگا، اس لیے کہ اس مکان میں دونوں بھائیوں کا برابر برابر حق ہے، تو قیمت میں بھی دونوں برابر برابر ہوں گے، لہٰذا ہر ایک کو دو لاکھ اسی ہزار کے اعتبار سے ملے گا، اس کے بعد ہر ایک کے وارثین کے درمیان مذکورہ ایک لاکھ چالیس ہزار درج ذیل نقشہ کے حساب سے تقسیم ہوں گے۔

وقال محمد رحمه الله تعالىٰ: يقسم بالقيمة فإن كانت قيمتها سواء كان ذراع بذراع. (عناية على فتح القدير، كتاب القسمة، فصل في كيفية القسمة، زكريا ۹/ ۴۵۲، دار الفكر ۹/ ۴۴۳، كوئٹه ۸/ ۳۶۶)

بشرط صحت سوال و بعد ادائے حقوق ما تقدم وعدم موانع ارث مرحوم خالد کا ترکہ اس کے ورثاء میں درج ذیل طریقہ پر تقسیم ہوگا۔

خالد میـــــــ$\frac{3}{24}$ / ۸ ــــــــ تو افق/ ۸ ــــــــ $\frac{17500}{140000}$ ـــــــت

بیوی	لڑکا	لڑکی
۱	۱۴	۷
۱۷۵۰۰	۸۱۶۶۶ $\frac{2}{3}$	۴۰۸۳۳ $\frac{1}{3}$

مرحوم خالد کا کل ترکہ ۱۴۰۰۰۰ میں سے ہر ایک کو اتنا اتنا ملے گا جو اس کے نام کے نیچے درج ہے۔ بشرط صحت سوال و بعد ادائے حقوق ما تقدم وعدم موانع ارث مرحوم عمر کا ترکہ اس کے ورثاء میں درج ذیل طریقہ پر تقسیم ہوگا۔

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵ رشعبان المعظم ۱۴۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۰۹۱)

ترکہ کی تقسیم کس وقت کے اعتبار سے ہوگی؟

سوال [۱۱۲۹۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کا انتقال ہوگیا، اس نے اپنے بعد چھ لڑکے: سلیم، کلیم، بکر، حامد، خالد، شاہد، اور دولڑکیاں: زینب، فاطمہ اور زوجہ فہمیدہ کو چھوڑا۔

انتقال کے بعد بھائیوں نے ترکہ میں سے اپنی بہنوں کا پورا حصہ حساب لگا کر بے باق کردیا، اس طرح کہ سو روپیہ حصہ بنا تو پچاس روپیہ ان کو دیئے گئے، اور پچاس روپیہ انہوں نے معاف کردیئے، گویا کہ آدھا حصہ دیا اور آدھا حصہ معاف کرالیا، بھائیوں نے اپنا حصہ نہیں لیا، اور والدہ کا حصہ بھی نہیں دیا، بلکہ چھ بھائی اور والدہ کا حصہ ملا کر کاروبار کیا گیا، والد کے انتقال کے بعد والدہ کے نام کی زمین جائیداد سب بھائیوں نے اپنے نام کرالیا، اب تمام بھائی بٹوارہ کرنا چاہتے ہیں، اور والدہ بھی اپنا حصہ لینا چاہتی ہیں، تو تقسیم ترکہ کی کیا صورت ہوگی؟ نیز والدہ کا حصہ آج کے حساب سے نکلے گا یا پہلے کے حساب سے، یاد رہے کہ زید کے انتقال کو دس سال سے زیادہ ہوچکے ہیں۔

المستفتی: محمد خالد کلکتہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مستفتی سے زبانی فون پر معلوم ہوا کہ بہنوں کے حصوں میں سے جو کچھ بھائیوں نے روک لیا ہے، اگر بہنوں کی طرف سے مطالبہ ہوتو آج بھی ان کے حصوں کا حساب لگا کر ان کو دینے کے لیے تیار ہیں، تو اگر بہنوں کو دیا جائے تو وہ کس حساب سے دیا جائے، تو اس کے بارے میں حکم شرعی یہ ہے کہ چونکہ بھائیوں نے ضرورت اور مجبوری کی وجہ سے بہنوں سے لیا تھا، اس لیے بہنوں کی طرف سے قرضہ کے درجہ میں مانا جائے گا، اور قرضہ کی ادائیگی کا حکم شرعی یہ ہے کہ جس وقت ان سے لیا تھا یا استعمال کی اجازت لی تھی، اس وقت کی قیمت اور معیار کا اعتبار ہوگا، مثلاً: اگر اس وقت ایک ہزار روپیہ لیا تھا تو آج بھی

ایک ہزار روپیہ ہی واپس ہوگا، اس پر نفع جو ہوا ہے اس نفع میں حصہ دار نہیں ہوں گے۔

عن فضالة بن عبيد صاحب النبي ﷺ أنه قال: كل قرض جر منفعة فهو وجه من وجوه الربا. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، البيوع، باب كل قرض جر منفعة فهو ربا، دار الفكر ۸/۲۸٦، رقم: ۱۱۰۹۲)

عن علي –رضي الله عنه– قال: كل قرض جر منفعة فهو ربا. (كنز العمال، الدين والسلم، دار الكتب العلمية بيروت ٦/۹۹، رقم: ۱۵۵۱۲)

دوسری بات یہ ہے کہ جائیداد جو اپنے نام کرالی ہے اس کے بارے میں مستفتی سے زبانی معلوم ہوا کہ بہنوں کا جو حساب بیٹھتا ہے ان کا حساب پورا کرنے کے بعد نام کرائی گئی ہے، تو ایسا کرنا شرعاً درست ہے، سوال میں تیسری بات یہ ہے کہ ماں کا حصہ بھی بھائیوں کے حصہ کے ساتھ آپس کی رضامندی سے شامل کرکے کاروبار چلایا گیا ہے، تو گویا کہ ماں بھی بھائیوں کے ساتھ کاروبار میں شریک ہے، لہٰذا جس تناسب کے ساتھ بھائیوں کے ساتھ ماں کا حصہ شامل کیا گیا ہے اسی تناسب سے ماں نفع میں بھی حصہ دار ہوگی۔

والحاصل أن المفهوم من كلامهم أن الأصل في الربح أن يكون على قدر المال. (شامي، كتاب المضاربة، زكريا ۸/ ٤۳۱، كراچی ٥/٦٤٦)

ولو دفع إليه ألف درهم مضاربة على أنهما شريكان في الربح، ولم يبين مقدار ذٰلک فالمضاربة جائزة، لأن مطلق الشركة يقتضي المساواة. (هنديه، كتاب المضاربة، الباب الثاني، زكريا قديم ٤/ ۲۸۸، جديد ٤/۲۹٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
٦؍ربیع الاول ۱۴۳۱ھ	احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۹۴۱)	۱۴۳۱/۳/٦ھ

میراث کی ادائیگی میں کس دن کی قیمت کا اعتبار ہے؟

سوال [۱۱۲۹۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: (۱) ہم نے پہلے زمین باپ کے انتقال کے بعد فروخت کی، اس کے روپیہ مجھ کو بیس ہزار ملے، اور اس وقت بہنوں کو حصہ دینا مجھے معلوم نہ تھا، اب میں بہنوں کو (جو حصہ شریعت نے مقرر کیا ہے) دینا چاہتا ہوں، اب میں ایک بھائی اور دو بہنیں میری اس بیس ہزار روپیہ میں شامل ہیں تو ان کو کتنا حصہ دیا جائے گا؟

نیز اس وقت کے حساب سے زمین کا ریٹ آٹھ ہزار روپیہ تھا اور اب ریٹ دو لاکھ روپیہ ہے، تو کس حساب سے حصہ دیا جائے گا، جب کہ زمین آٹھ ہزار روپیہ کے حساب سے پہلے بک چکی ہے، اب زمین بالکل نہیں ہے۔

(۲) والدہ کے مرنے کے بعد ماں کی زمین بھی ہم نے فروخت کردی، وہ پینتیس ہزار روپیہ میں فروخت ہوئی، جب والدہ کی زمین بکی تو ۳۵۰۰۰ / ہزار روپیہ کو تھی، اب اس کی بھی موجودہ قیمت دو لاکھ روپیہ ہے، اب زمین بالکل نہیں ہے۔

غور طلب مسئلہ دونوں شقوں میں یہ ہے کہ زمین تو ہم پہلے ہی فروخت کر چکے ہیں اور حصہ اب دینا چاہتے ہیں جب کہ اب قیمت دو لاکھ روپیہ کے حساب سے ہے، آپ برائے مہربانی یہ تحریر فرمادیں کہ کونسی قیمت کے حساب سے بہنوں کا حصہ دینا ہوگا؟

نوٹ: باپ اور ماں کے انتقال کے بعد جب زمین فروخت ہوئی، تو اس وقت بہنیں زندہ تھیں، اور اب دونوں بہنوں کا انتقال ہو چکا ہے۔

المستفتی: عبدالملک

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آٹھ ہزار اور دو لاکھ میں ۲۲ / گنا کا فرق ہوتا ہے، اور حضرات فقہاء کے درمیان اس مسئلہ میں کچھ اختلاف ہے، حضرت امام ابو یوسفؒ نے یوم البیع کی قیمت کا اعتبار کیا ہے اور حضرت امام محمدؒ نے یوم الاداء کی قیمت کا اعتبار کیا ہے۔

وعندهما لا يبطل البيع لأن المتعذر التسليم بعد الكساد وذٰلك لايوجب الفساد لاحتمال الزوال بالرواج لكن عند أبي يوسف تجب قيمة يوم البيع، وعند محمدؒ يوم الكساد وهو آخر ما تعامل الناس بها و في

الذخيرة: الفتوىٰ على قول أبى يوسف، وفى المحيط: والتتمة والحقائق وبقول محمد يفتى رفقا بالناس. (شامی، کتاب البيوع، مطلب مهم: فی أحکام النقود إذا کسدت...... زکریا ۷/۵۵، کراچی ٤/۵۳۳، تبيين الحقائق امداديه ملتان ٤/۱٤۲، زكريا ٤/۵٦۵، البحر الرائق کوئٹه ٦/۲۰۱، زكريا ٦/۳۳٦-۳۳۷)

امام ابو یوسفؒ کے قول کے مطابق اگر یوم البیع کا اعتبار کیا جائے تو صرف آٹھ ہزار روپئے بنتے ہیں، جس میں صاحب حق کا بڑا نقصان ہے، اور اگر امام محمدؒ کے قول کے مطابق یوم الاداء کی قیمت کا اعتبار کیا جائے تو دو لاکھ روپئے بیگہ کے اعتبار سے صاحب حق کو ملے گا تو ایسی صورت میں بیچنے والے کا بڑا نقصان ہے، تو ایسے معاملہ میں علامہ ابن عابدین شامیؒ نے صلح کے طور پر ایک اصول نقل کیا ہے جس میں درمیان کا راستہ اختیار کیا گیا، فریقین درمیان درمیان کی کسی خاص مقدار پر صلح کر کے راضی ہو جائیں تو ایسی صورت میں مسئلہ کا حل آسان ہے، اور حدیث پاک میں ہے:

عن ابن عباس –رضى الله عنهما– قال قال رسول الله ﷺ: لا ضرر ولا ضرار. (سنن ابن ماجه، باب من بنى فى حقه مايضر بجاره، النسخة الهندية ۲/۱٦۹، دار السلام رقم: ۲۳٤۱، مسند أحمد ابن حنبل ۱/۳۱۳، رقم: ۲۸٦۷، المعجم الكبير للطبرانى، دار احياء التراث العربى ۲/۸٦، رقم: ۱۳۸۷)

اسی کی روشنی میں علامہ شامیؒ نے اپنی کتاب ’’تنبیہ الرقود علی مسائل النقود‘‘ میں ایسے مسائل میں درمیان کا راستہ جانبین کی تراضی کے ساتھ اختیار کرنے کو بہتر لکھا ہے، لہٰذا دونوں جانب کے لوگ آپس میں بیٹھ کر دس ہزار اور دو لاکھ کے درمیان میں کسی خاص مقدار پر صلح کر کے راضی ہو جائیں اور بہنوں کو اسی کی ادائیگی کر دیں۔

وإنما الشبهة فيما تعارفه الناس من الشراء بالقروش و دفع غيرها بالقيمة فليس هنا شيئ معين حتى تلزمه به سواء غلا أو رخص ووجهه ما أفتى به بعض المفتيين كما قدمنا آنفا وقوله فإذا باع شخص سلعة بمأة قرش مثلا ودفع له المشترى بعد الرخص ما صارت قيمته تسعين قرشا من

الريال أو الذهب مثلاً ليحصل للبائع ذٰلك المقدار الذى قدره و رضى به ثمنا لسلعته لكن قد يقال لما كان راضيا وقت العقد بأخذ غير القروش بالقيمة من أى نوع كان صار كأن العقد وقع على الأنواع كلها فإذا رخصت كان عليه أن يأخذ بذٰلك العيار الذى كان راضيا به وإنما اخترنا الصلح لتفاوت رخصها وقصد الإضرار كما قلنا، وفى الحديث: لا ضرر ولا ضرار فى قوله أما إذا صار ما كان قيمته مأة من نوع يساوى تسعين ومن نوع آخر خمسة و تسعين ومن آخر ثمانية و تسعين، فإن ألزمنا البائع بأخذ ما يساوى التسعين بمأة فقد اختص الضرر به وإن ألزمنا المشترى بدفعه بتسعين اختص الضرر به فينبغى وقوع الصلح على الأوسط. (تنبيه الرقود على مسائل النقود، رسائل ابن عابدين، ثاقب بکڈپو دیو بند ٢/ ٦٧) **فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
١٤/ محرم الحرام ١٤٣٦ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٤١/ ١١٨٣٠)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
١٤/١/١٤٣٦ھ

قرعہ اندازی کے ذریعہ مشترکہ موروثہ حصہ کی تعیین

سوال [١١٢٩٨]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عبد الصمد مرحوم کے چار بیٹے ہیں: رفیق احمد، عبد العزیز، عبد الغنی، عبد الحق، ان سب کا ایک ہی مکان ہے، یہ مکان ٢٠٠ر گز آراضی میں بنا ہوا ہے، سب سے بڑے بیٹے رفیق احمد مرحوم ہیں، ان کے بچے مکان کے اگلے حصہ میں رہتے ہیں، اور ہمیشہ سے اسی میں رہتے آئے ہیں، رفیق احمد کے برابر میں عبد العزیز رہتے ہیں، اوپر کے اگلے حصہ میں عبد الغنی رہتے ہیں، اور اوپر کے پچھلے حصے میں عبد الحق رہتے ہیں، اور یہ سب ہمیشہ سے ایسے ہی رہتے آئے ہیں، اب یہ آپس میں گھر تقسیم کرنا چاہتے ہیں، مکان کی تقسیم زمین سے ہی ہونی ہے، لہٰذا آپ یہ بتائیے کہ اگلا حصہ رفیق احمد کا ہے یا ان کے اوپر عبد الغنی جو رہتے ہیں ان کا ہے، رفیق احمد ہمیشہ

اگلے حصہ میں رہتے ہیں، برائے کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل جواب تحریر کریں۔

المستفتی: محمد شریف پیرزادہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جوآدمی جس حصہ میں رہ رہا ہے اس کو اس حصہ میں دوسرے شرکاء کی رضا مندی سے رہنے اور ملکیت میں لینے کا حق ہوسکتا ہے، اگر آپس میں رضا مندی نہیں ہے تو پورے مکان کو چار حصوں میں برابر تقسیم کیا جائے اس کے بعد رضا مندی اور خوشی سے ہر ایک حصہ دار ایک ایک حصہ لے لے اور اگر رضا مندی نہیں تو قرعہ ڈالا جائے اور جس کے نام جو حصہ نکلتا رہے وہ وہ حصہ لیتا جائے۔

عن عامر یقول: سمعت النعمان بن بشیر عن النبی ﷺ قال: مثل القائم علی حدود الله عز و جل والواقع فیها کمثل قوم استهموا علی سفینة فأصاب بعضهم أعلاها و بعضهم أسفلها. (صحیح البخاری، الشرکة، باب هل یقرع فی القسمة والاستهام فیه، النسخة الهندیة ۱/ ۳۳۹، رقم: ۲۴۲۹، ف: ۲۴۹۳)

ویفرز کل نصیب عن الباقی بطریقه وشربه ...... ثم یلقب نصیبا بالأول والذی یلیه بالثانی والثالث علی هذا ثم یخرج القرعة فمن خرج اسمه أولا فله السهم الأول ومن خرج ثانیا فله السهم الثانی. (هدایه، کتاب القسمة، فصل فی کیفیة القسمة، اشرفی دیو بند ۴/ ۴۱۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰؍ جمادی الثانیہ ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۴۷۷)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۰/ ۶/ ۱۴۱۶ھ

میت کا قرض کون ادا کرے، نیز تقسیم جائیداد کے لیے قرعہ اندازی

سوال [۱۱۲۹۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرے والد حاجی اشتیاق حسین ولد مشتاق حسین ساکن محلہ شیدی سرائے

مرادآباد کا انتقال ہو چکا ہے، میرے والد صاحب کی دو بیویاں ہیں، پہلی بیوی حسن جہاں، ان کے تین لڑکے: محمد اقبال، محمد اسلام، محمد اکرام، تین لڑکیاں: ثمر جہاں، فردوس جہاں، کوثر جہاں، دوسری بیوی عشرت جہاں، ان کے چار لڑکے: شہزادانور، تاج انور، نور انور، نفیس انور ہیں، میرے والد صاحب کے تین قطعہ مکان ہیں، مکان کی آراضی ایک مکان ۳۰۰/ ورگ میٹر کا ہے، دوسرا مکان ۲۵۰/ ورگ میٹر کا ہے، تیسرا مکان ۲۰۰/ ورگ میٹر کا ہے، تینوں مکانوں کا کل رقبہ ۷۵۰ ورگ میٹر ہے۔

برائے مہربانی اس کا شرعاً فیصلہ دیں کہ ہم سب وارثوں کے حصہ میں کتنی کتنی ورگ میٹر زمین آئے گی، اوراس جائیداد کا بٹوارہ آپسی مصالحت سے کریں یا قرعہ سے کریں، شرعاً اورحدیث کے ذریعہ سے بتائیں اوراس کا فیصلہ دیں، اوراگر میرے والد صاحب پر کسی بھی طرح کا قرضہ ہو تو کون ادا کرے گا؟

المستفتی: حاجی محمد اسلام ولد حاجی اشتیاق، شیدی سرائے مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بشرط صحت سوال وبعد ادائے حقوق ما تقدم وعدم موانع ارث اشتیاق احمد کا ترکہ حسب ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا۔

۱۳۶ / ۲۷۲ / ۸ — ۳۷۵ / ۷۵۰

حاجی اشتیاق میت

زوجہ حسن جہاں	زوجہ عشرت جہاں	ابن اقبال	ابن اسلام	ابن اکرام	ابن شہزادانور	ابن تاج انور	ابن نورانور	ابن نفیس انور	بنت ثمر جہاں	بنت فردوس	بنت کوثر
	۱				۷						
۱۷	۱۷	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۱۴	۱۴	۱۴
۴۶ ۱۱۹/۱۳۶	۴۶ ۱۱۹/۱۳۶	۷۷ ۲۸/۱۳۶	۷۷ ۲۸/۱۳۶	۷۷ ۲۸/۱۳۶	۷۷ ۲۸/۱۳۶	۷۷ ۲۸/۱۳۶	۷۷ ۲۸/۱۳۶	۷۷ ۲۸/۱۳۶	۳۸ ۸۲/۱۳۶	۳۸ ۸۲/۱۳۶	۳۸ ۸۲/۱۳۶

حاجی اشتیاق احمد کا کل ترکہ ۲۷۲ سہام میں تقسیم ہوکر اسی کے تناسب سے ترکہ میں سے ہر فرد کو اتنا ملے گا جتنا اس کے نام کے نیچے درج ہے، اور والد مرحوم کا قرضہ ان کے مابقیہ

جمیع مال سے ادا کیا جائے گا۔

ثم تقضیٰ دیونه من جمیع ما بقی من ماله. (سراجی / ٤)

جائیداد کو شرعی اعتبار سے برابر تقسیم کیا جائے، البتہ کون سا جانب کس کو ملے گا؟ اس کے لیے قرعہ اندازی کی اجازت ہے، تاکہ کسی طرح کا اعتراض نہ رہے۔

عن عامر یقول: سمعت النعمان بن بشیر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: مثل القائم علی حدود الله عز و جل والواقع فیها کمثل قوم استهموا علی سفینة فأصاب بعضهم أعلاها و بعضهم أسفلها. (صحیح البخاری، الشرکة، باب هل یقرع فی القسمة والاستهام فیه، النسخة الهندیة ١/٣٣٩، رقم: ٢٤٢٩، ف: ٢٤٩٣)

ویعدله علی سهام القسمة ......والقرعة لتطییب القلوب و إزاحة تهمة المیل حتی لو عین لکل منهم نصیبا من غیر اقتراع جاز. (هدایه کتاب القسمة فصل فی کیفیة القسمة، اشرفی ٤/ ٤١٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۱۷۴)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۰/۵/۲۶ھ

موروثی مکان کو چھڑانے میں صرف شدہ رقم کا حکم

سوال [۱۱۳۰۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: سائل واحد نور نے اپنے مکان محلّہ کسرول والے کا ایک کمرہ کرایہ دار سے خالی کرایا، جس میں ۲۶/ ہزار روپیہ خرچ ہوئے اس کا بار کس وارث کو کتنا اٹھانا ہوگا، حاجی محمد ظہور کے ورثاء میں ۴/ لڑکے ایک لڑکی ہے، اسی طرح اس مکان میں ایک کرایہ دار رہ رہا ہے، اور وہ بھی روپیہ لے کر خالی کرے گا تو وہ کون ادا کرے گا؟ سب برابر کے شریک رہیں گے یا نہیں؟

المستفتی: واحد نور نئی بستی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مکان کے خالی کرنے میں جو رقم خرچ ہوئی ہے

اس میں تمام ورثاء اپنے اپنے حصہ کے بقدر خرچ کے ذمہ دار ہوں گے، اور اسی طرح آئندہ جو مکان خالی کرانا ہے اس میں بھی تمام ورثاء اپنے اپنے حصہ کے بقدر خرچ کے ذمہ دار ہوں گے۔

ولو قضیٰ الدین بعض الورثة فله الرجوع علی الباقین شرط أو لم يشترط. (هنديه، الباب الثامن فی قسمة التركة و علی الميت أو له دين، زكريا قديم ۵/ ۲۲۲، جديد ۵/ ۲۵۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍ربیع الاول ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۱۳/۴۷)

ایک وارث کے حصہ میں کم قیمت کی جائیداد آئے تو کیا حکم ہے؟

سوال [۱۱۳۰۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہم چھ بھائی اور چار بہنیں ہیں، والد کا ترکہ آپس میں آپ کے فتویٰ ''الف ۳۳/۲۰ ۵۴۲۰'' کے مطابق تقسیم کرلیا ہے، لیکن اب پوچھنا یہ ہے کہ کچھ بھائیوں کا حصہ سڑک کی طرف ہے، جو قیمتی ہے، اور کچھ لوگوں کا سڑک سے ہٹ کر اندر ہے، تو جن لوگوں کا حصہ سڑک کی طرف ہے، کیا ان کو حصہ قیمتی ہونے کی وجہ سے دیگر بھائیوں، بہنوں کو کچھ رقم یا زمین زیادہ دینا چاہیے یا نہیں؟ شرعی حکم کیا ہے؟

المستفتی: ریاض الحسن، کالا پیادہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب تقسیم جائیداد میں کسی وارث کے حصہ میں کم قیمت کی جائیداد آئے اور دوسرے کے حصہ میں زیادہ قیمتی حصہ پہنچ جائے تو ایسی صورت میں شرعی حکم یہ ہے کہ جتنی زائد قیمت قیمتی حصہ کو پہنچتی ہے، اس کا حساب لگا کر دوسرے وارث کو اتنی قیمت دیدے جس سے دونوں وارثوں کی جائیداد کی قیمت برابر ہوجائے، مثال کے طور پر ایک کی جائیداد کی قیمت دس ہزار ہے، اور دوسرے کی جائیداد کی قیمت بارہ ہزار ہے، تو بارہ ہزار والا ایک ہزار

روپیہ دس ہزار والے کوادا کردے تو دونوں کے حصے گیارہ ہزار کے بن جائیں گے۔

ثم یرد من وقع البناء فی نصیبه دراهم من الآخر بقدر فضل البناء لأنه أکثر قیمة من العرصة غالبا (أو من کان نصیبه أجود) أی أو یرد من کان نصیبه أجود سواء کان الذی هو أصابه البناء لو أصابه العرصة دراهم علی الآخر حتی یساویه فتدخل الدراهم فی القسمة لأجل ضرورة المعادلة.

(البنایة فی شرح الهدایة، اشرفیه دیوبند ۱۱/۴۳۴-۴۳۵)

وعلی هٰذا: الأصل یخرج ما إذا اقتسما دارا و فضلا بعضها علی بعض بالدراهم أو الدنانیر لفضل قیمة البناء، والموضع أن القسمة جائزة؛ لأنها وقعت عادلة من حیث المعنی؛ لأن الدار قد یفضل بعضها علی بعض بالبناء والموضع فکان ذٰلک تفضیلا من حیث الصورة تعدیلا من حیث المعنی ولو لم یسمیا قیمة فضل البناء وقت القسمة جازت القسمة استحسانا وتجب قیمة فضل البناء وإن لم یسمیاها فی القسمة. (بدائع الصنائع، کتاب القسمة، فصل فی صفات القسمة، زکریا ۵/۴۷۷، کراچی ۷/۲۷-۲۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳؍ ربیع الثانی ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۵۹۵)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۴/۱۳ھ

دو بھائیوں کے درمیان فرنٹ کے حصہ کی زمین کی تقسیم

سوال [۱۱۳۰۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ فضل حسن ونورالحسن دونوں حقیقی بھائی ہیں، ان کے والد کی کافی جائیداد تھی، دونوں بھائیوں کے حصے میں جو جائیداد تقسیم کی رو سے آئی ہے اس کی شکل یوں ہے کہ ایک قطعہ زمین ۶۸۰؍ میٹر ہے، یہ زمین پیچھے کی جانب ہے اور ایک زمین ۶۶۵؍ میٹر ہے، یہ مین سڑک سے ملی ہے، اب دونوں بھائیوں میں تقسیم اس طریقہ سے ہوئی کہ پیچھے کی جانب کی

۶۸۰/میٹر مکمل فضل حسن کے حصہ میں آئی اور ۷۳/میٹر مین سڑک والی زمین میں سے آئی تو ۵۲۳/میٹر فضل حسن کے حصہ میں آئی اور سڑک کے حصہ میں سے ۷۳/میٹر فضل حسن کو دینے کے بعد باقی ۵۹۱/میٹر رہ جاتے ہیں، یہ نورالحسن کے حصہ میں آئی، اتنی بات میں کوئی اختلاف نہیں، اب دونوں بھائیوں میں یہ اختلاف ہوا کہ سڑک کی جانب سے فرنٹ میں سے نورالحسن کو کتنا ملنا چاہیے اور فضل حسن کو کتنا ملنا چاہیے، نورالحسن کا کہنا ہے کہ زمین کی مقدار کے حساب سے فرنٹ کا حصہ تقسیم ہوگا، فضل حسن کہتا ہے کہ فرنٹ کا حصہ دونوں میں برابر تقسیم ہوگا، اس پر نورالحسن کہتا ہے، اگر فرنٹ میں سے فضل حسن کو برابر ملتا ہے تو مجھے ۱۶۲/میٹر کم لینے کا کیا شوق ہے؟ مجھے جو ۱۶۲/میٹر کم مل رہا ہے وہ صرف فرنٹ کی جانب کم ہونے کی وجہ سے یہ کمی برداشت کرنی پڑ رہی ہے، اگر فرنٹ دونوں کو برابر ملتا ہے تو مجھے اس کمی کا کیا شوق ہے؟ اس کمی کی وجہ صرف یہی ہے کہ فرنٹ کا حصہ زیادہ مل رہا ہے، اب مفتی صاحب شرعی حکم بتلادیں کہ فرنٹ کے حصہ کا پلاٹ کس طرح تقسیم ہوگا، جس کی لمبائی ۲۱/میٹر اور گہرائی ۳۱/میٹر ہے، سوال یہ ہے کہ ۶۶۵/میٹر میں سے ۷۳/میٹر کس طریقے سے نکال کر فضل حسن کو دیا جائے جو بھی شرعی حکم ہو، واضح فرمائیں؟

المستفتی: حافظ نورالحسن ولد حافظ محمد حسن محمد ڈیریا، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوالنامہ کے ساتھ ساتھ سائل نے جائیداد کے محل وقوع کا نقشہ بھی پیش کیا ہے، جائیداد کے محل وقوع اور سوالنامہ دونوں پر شرعی طور پر غور کیا گیا، ۶۶۵/میٹر میں سے جب فضل حسن کے حصہ میں ۷۳/میٹر آیا ہے اور فرنٹ کا حصہ ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک ۲۱/میٹر ہے تو شرعی طور پر ۷۳/میٹر کے تناسب سے پوری زمین میں نسبت دیکھی جائے گی تو پوری زمین ۷۳/میٹر کے تناسب سے کل ۹/حصے بن جاتے ہیں، تو گویا کہ ۷۳/میٹر آرہا ہے، لہٰذا نوسہاموں میں سے ہر سہام کی چوڑائی فرنٹ کی طرف سے ۷/فٹ ۷/انچ رہے گی اور اسی چوڑائی کے ساتھ ہر ایک کی گہرائی ۳۱/میٹر رہے گی، لہٰذا فضل حسن کو شرعی طور پر فرنٹ کی طرف سے ۷/فٹ ۷/انچ چوڑائی ملے گی، یہی اس کا

شرعی حق ہوگا، اس سے زیادہ مطالبہ کا حق نہیں ہے۔

والأصل: أن ینظر في ذلک إلی أقل الأنصباء حتی إذا کان الأقل ثلاثا جعلها أثلاثا وإن کان سدسا جعلها أسداسا لیمکن القسمة. (هدایه، کتاب القسمة، فصل في کیفیة القسمة، اشرفی دیوبند ٤/٤١٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳؍ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۸۰۰۶)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۳/۴/۱۴۲۴ھ

بھائیوں کی آپسی تقسیم کے بعد بھتیجے کا چچا کی ملکیت میں دعویٰ کرنا

سوال [۱۱۳۰۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: چار باغ ہیں اور چار ہی بھائی ہیں، اور چاروں باغوں میں چاروں کے نام ہیں، ۱۹۷۷ء میں چاروں بھائیوں کو ایک ایک باغ مل جاتا ہے، اور یہ بٹوارہ چاروں بھائیوں نے خود ہی کیا تھا اور سرکاری اسٹامپ پر گواہوں کی موجودگی میں سب کے دستخط کروالیے گئے جو کہ سب کے پاس موجود ہیں، اور آج تک اپنی اپنی جگہوں پر قابض ہیں، لیکن آج تک چاروں باغوں میں چاروں بھائیوں کے نام چلے آرہے ہیں، بعد میں دو بھائیوں کا انتقال ہوجاتا ہے، اور ان کی اولاد مالک ہوجاتی ہے، ان میں سے ایک لڑکا کہتا ہے کہ میں ان اسٹامپوں کے فیصلہ کو نہیں مانتا، میرا چچا کے مال میں چوتھائی کا حصہ نکلتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ شریعت اسلامیہ کے نقطۂ نظر سے چچا کے مال میں بھتیجہ کا حصہ نکلتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: امتیاز علی عرف بٹو، حسن پور جے پی نگر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب چاروں بھائیوں نے آپسی رضامندی سے باضابطہ طور پر چاروں باغات تقسیم کرلیے ہیں اور ہر ایک نے ایک ایک باغ پر قبضہ بھی کرلیا ہے تو ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے باغ کے شرعی طور پر مالک ہوچکے ہیں، اور اس

تقسیم کے بعد کسی کا حق دوسرے کے حصہ میں باقی نہیں رہتا، لہٰذا ان بھائیوں کے کسی لڑکے کا اپنے چچا کے باغ میں سے کسی حق کا مطالبہ کرنا جائز نہیں۔

رجل مات و ترک دارا و ابنين فاقتسما الدار و أخذ كل واحد منهما النصف، واشهد على القسمة والقبض والوفاء ثم ادعى أحدهما بيتا في يد صاحبه لم يصدق على ذلک. (هنديه، الباب الحادي عشر في دعوىٰ الغلط في القسمةط زكريا جديد ٥/٢٦٣-٢٦٤، قديم ٥/٢٢٨)

وأما حكم القسمة فتعيين نصيب كل واحد منهم من نصيب صاحبه بحيث لا يبقى لكل واحد منهم تعلق بنصيب صاحبه. (هنديه، القسمة، الباب الأول، زكريا جديد ٥/٢٣٧، قديم ٥/٢٠٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

الجواب صحیح	کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ	۸؍ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ
۱۴۲۹/۴/۸ھ	(الف فتویٰ نمبر: ۹۵۵۹/۳۸)

تین سو گز میں بنے دو منزلہ مکان کی دو لڑکوں کے درمیان تقسیم

سوال [۱۱۳۰۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ محمد لئیق صاحب کا انتقال ہوا، دو لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں، تقسیم ترکہ میں شرعی طور پر جو بھی حصہ لڑکیوں کا بن سکتا تھا، وہ لڑکیوں کو دیدیا گیا، اور لڑکیوں کے حصہ میں دو مکان آئے جس میں سے ایک مکان ۸۰؍گز میں بنا ہوا ہے، اور دوسرا دو سو بیس گز میں بنا ہوا ہے، اور دونوں مکان دو منزلہ بنے ہوئے ہیں، اب ان دونوں بھائیوں کے درمیان کل تین سو گز کس طریقے پر تقسیم ہوگا، اگر ڈیڑھ سو ڈیڑھ سو گز تقسیم کرتے ہیں تو کسی کے عملہ میں عمارتی حصہ زائد پہنچتا ہے، تو ایسی صورت میں شرعی تقسیم کس طرح سے ہوگی؟ وضاحت فرمادیں، جس میں زمین دونوں بھائیوں میں برابر برابر پہنچے، اور عملہ بھی برابر برابر پہنچے۔

المستفتی: محمد اسجد تمبا کو والان مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر تین سوگز زمین کی کیفیت اس طریقہ سے ہے کہ ۸۰؍گز الگ سے ہے وہ بھی دومنزلہ بنا ہوا ہے، اور دوسوبیس گز الگ سے ہے، وہ بھی دومنزلہ بنا ہوا ہے، اوراس میں چالیس گز کا آنگن بھی ہے، تو شرعی طور پر دو بھائیوں کے درمیان تقسیم ہونے کی صورت یہ ہوگی، کہ دونوں کے پاس ڈیڑھ سو، ڈیڑھ سوگز زمین پہنچ جائے، تو ۸۰؍گز عمارت مکمل ایک شخص کے پاس آجائے، اور دوسوبیس گز والی عمارت میں سے ستر گز زمین مع عملہ کے اس کودی جائے، تو اس طریقہ سے اس کے پاس ایک سو پچاس گز پہنچ جائے گی اور باقی ڈیڑھ سو گز مع عملہ کے دوسرے بھائی ......کو پہنچے گی، اس کے بعد دونوں کے عملہ کا حساب لگا دیا جائے، جس کے پاس عملہ زیادہ پہنچ رہا ہے تو وہ حساب لگا کر دوسرے فریق کو زیادہ کی قیمت ادا کردے، تاکہ دونوں طرف برابر کا حساب ہو جائے، اس طریقہ سے شرعی تقسیم ہوسکتی ہے۔

وإذا كان أرض و بناء فعن أبي يوسف أنه يقسم كل ذلك على اعتبار القيمة لأنه لايمكن اعتبار المعادلة إلا بالتقويم، وعن أبي حنيفة أنه يقسم الأرض بالمساحة لأنه هو الأصل في الممسوحات ثم يرد من وقع البناء في نصيبه أو من كان نصيبه أجود دراهم على الآخر، حتى يساويه فتدخل الدراهم في القسمة ضرورة. (هدايه، كتاب القسمة، فصل في كيفية القسمة، اشرفی دیوبند ٤/٤١٦) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹؍جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۶۵۰)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۵/۱۹ھ

تقسیم کے بعد دوسرے بھائی کی ملکیت میں حصہ داری کا دعویٰ

سوال [۱۱۳۰۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: تین بھائیوں کے مکانات مشترک تھے، جن میں دو کمرے مع برآمدے کے اور

ایک بیٹھک تھی ،ابھی باقاعدہ تقسیم نہیں ہوئی تھی، بڑا بھائی بیٹھک میں اور بچلا بیچ والے گھر میں، چھوٹا طرف والے کمرے میں رہتا تھا، چھوٹے بھائی نے اپنا حصہ بڑے بھائی کو رہنے کے لیے دیدیا، اور بیٹھک میں بڑے بھائی کو بطور ہمدردی دوکان کرادی اس کے بعد چھوٹے بھائی نے اپنا حصہ بچلے بھائی کو بیچ دیا، اب بچلے بھائی نے بیٹھک کی طرف والے حصے کو جو زیادہ قیمت کا تھا اپنے حصے میں شامل کرلیا، اور طرف والا مکان بڑے بھائی کو دیدیا، اس کے بہت دنوں کے بعد بچلے بھائی نے سڑک کی طرف والے حصہ میں دوکانیں تعمیر کروالیں ،اس وقت بھی بڑا بھائی خاموش رہا، دوکانیں بن جانے کے بعد بڑے بھائی نے کہا کہ میرا حصہ سڑک کی طرف والا ہے، چار آدمیوں میں یہ فیصلہ ہوگیا کہ بچلا بھائی بڑے بھائی کا برآمدہ صحیح کرکے بنوادیگا، جس سے اس زائد قیمت کی تلافی ہو جائے گی، اس پر فریقین رضامند ہوگئے، بعدہٗ بڑے بھائی کا انتقال ہوگیا، اور بچلے بھائی نے حسب وعدہ برآمدہ بنوادیا، لیکن اب بڑے بھائی کے اہل وعیال یہ کہہ رہے ہیں کہ ہمیں ایک دوکان دینی پڑے گی، اس لیے کہ تم نے زیادہ قیمت والا حصہ لیا ہے، شرعی فیصلہ سے آگاہ فرمائیں، کرم ہوگا۔

المستفتی: اسرار احمد نجیب آباد، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب آپس کی تراضی سے بٹوارہ ہوا ہے اور بعد میں بڑے بھائی کے برآمدہ صحیح کرکے بنوادینے پر فریقین راضی ہوگئے تھے، اور صحیح کرکے بنوا بھی دیا، پھر اس کے بعد دوکانیں بن جانے کے بعد اس میں سے بھی لینے کے لیے دعویٰ کرنا شرعاً معتبر نہ ہوگا، دعویٰ باطل ہوگا۔

ثم ادعیٰ صاحب الأوکس غلطا فی التقویم لم تقبل بینته فی ذٰلک لأن القسمة منهم إقرار بالتساوی فإذا ادعی التفاوت وقد أنکر ما أقر به فلا یسمع ولم یفصل بینهما إذا کانت القسمة بالقضاء أو بالتراضی. (بنایه، کتاب القسمة، باب دعویٰ الغلط فی القسمة اشرفیه دیوبند ۱۱/ ۴۵۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹؍ ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۲۶۵)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۹/۴/ ۱۴۱۸ھ

الاشباہ کی مشکل عبارت کا حل اور دو عورتوں کی میراث کا معمہ

سوال [۱۱۳۰۶]: رجل قیل لہ أوص .... فقال بما أوصی إنما ترثنی عمتاک و خالتاک و أختاک و جدتاک و زوجتاک .... فقل .... تزوج بجدتي رجل مریض أم أمہ و أم أبیہ والمریض متزوج بجدتي الصحیح کذٰلک فولدت کل من جدتی الصحیح من المریض بنتین فالبنتان من جدتی الصحیح أم أمہ خالتاہ واللتان من أم أبیہ عمتاہ وقد کان المریض متزوجا أم الصحیح فولدت بنتین فھما أختاہ الصحیح لأمہ والمریض لأبیہ فإذا مات المریض ولامرأتہ الثمن وھما جدتا الصحیح ولبناتہ الثلثان وھن عمتا الصحیح و خالتاہ و لجدتیہ السدس وھما امرأتا الصحیح ولأختیہ لأبیہ ما بقی وھما أختا الصحیح لأمہ والمسئلۃ تصح من ثمانیۃ و أربعین.

مذکورہ عبارت کو اچھی طرح حل فرمائیں، اور ہر ایک کے رشتے کی وضاحت فرمائیں:

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایک شخص مرض الوفات میں مبتلا ہے اس سے کسی نے کہا کہ آخری وقت ہے میرے لیے بھی کچھ وصیت کر کے جاؤ، تو اس کے جواب میں اس بیمار شخص نے کہا کہ میں کس کے لیے وصیت کروں، میری میراث کی مستحق تو تیری دونوں پھوپھیاں، تیری دونوں خالائیں، تیری دونوں دادیاں، اور نانی، تیری دونوں بہنیں اور تیری دونوں بیویاں ہی بن رہی ہیں لہٰذا میرا ترکہ سب لوٹ کر تیرے ہی پاس جائے گا، لہٰذا وصیت کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اب رہی یہ بات کہ مریض شخص کا قول کہ تیری پھوپھیاں، خالائیں، دادیاں، بہنیں، اور بیویاں وارث بن رہی ہیں، اس کی شکل کیا ہوگی، اور ایک کا دوسرے سے کیا رشتہ بنے گا۔

تو یہ بات غور طلب اور وضاحت طلب ہے جس کو مصنفؒ نے اپنے قول ''فقل

تزوج'' سے بیان کیا ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک صحیح اور تندرست شخص نے قریب الموت شخص کی دادی اور نانی سے شادی کر رکھی ہے، یعنی قریب المرگ شخص کی دادیاں صحیح اور تندرست شخص کی بیویاں ہیں، اسی اعتبار سے قریب المرگ شخص کہہ رہا ہے کہ تیری دونوں بیویاں میرے ترکہ کی مستحق اور وارث ہوں گی، کیونکہ یہ دونوں اس کے رشتہ کی دادیاں ہیں اور دادیوں کو ثمن ملتا ہے، اولاد کی موجودگی میں، اسی طرح قریب المرگ شخص صحیح شخص کی دادی اور نانی سے شادی کر چکا ہے اور ان میں سے ہر ایک سے دو دو لڑکیاں ہوئی ہیں۔

اب اس قریب المرگ شخص کا یہ کہنا کہ میرے انتقال کے بعد میری دونوں بیویوں کو میراث ملنے والی ہے جو تمہاری دادیاں ہیں بالکل صحیح ہے، کیونکہ قریب المرگ شخص کی دونوں بیویاں صحیح کی دادی اور نانی ہیں اسی طرح اس کا قول کہ تیری دونوں پھوپھیوں کو میری میراث سے ملنے والا ہے، صحیح ہے، کیونکہ قریب الموت شخص کی وہ دو لڑکیاں جو صحیح کی دادی سے پیدا ہوئی ہیں وہ صحیح کی پھوپھیاں اور قریب المرگ کی لڑکیاں بنتی ہیں، اسی طرح مریض کا قول کہ تیری دونوں خالائیں وارث بنیں گی، صحیح ہے کیونکہ مریض کی وہ دو لڑکیاں جو صحیح کی نانی سے پیدا ہوئی ہیں وہ صحیح شخص کے لیے خالہ اور قریب المرگ کی لڑکیاں ہوتی ہیں، پس مریض کی دونوں بیویوں یعنی صحیح کی دادی اور نانی کو ثمن ملے گا، اور مریض کی چاروں لڑکیوں کو یعنی صحیح کی دونوں خالاؤں اور پھوپھیوں کو ثلثان ملے گا، نیز مریض شخص کے باپ نے صحیح کی ماں سے شادی کر رکھی ہے اور اس سے دو لڑکیاں ہیں، یہ دونوں لڑکیاں قریب المرگ شخص کی باپ شریک بہنیں بنتی ہیں، جبکہ صحیح شخص کی ماں شریک بہنیں بنتی ہیں، لہٰذا قریب المرگ شخص کا قول کہ تیری دونوں بہنیں بھی وارث بن رہی ہیں، بالکل صحیح ہے کیونکہ اس کی باپ شریک بہنیں صحیح کی ماں شریک بہنیں بن رہی ہیں، اب صورت مسئولہ میں ثمن، ثلثان، سدس پانے والے جمع ہو گئے۔

لہٰذا مسئلہ بنا ۲۴/ سے، پھر عدد رؤس اور سہام کے درمیان نسبت دیکھی تو کسر واقع ہو رہا ہے، پھر عدد رؤس اور عدد رؤس کے درمیان نسبت دیکھی تو تماثل کی نسبت ہے، لہٰذا کسی ایک عدد کو لے کر اصل مسئلہ میں ضرب دیا تو مسئلہ کی تصحیح ۴۸/ سے ہوئی، جیسا کہ حسب ذیل نقشہ سے واضح ہے:

صحیح شخص کی تفصیل
دادا خالد
دادی خدیجہ (ذاکر کی زوجہ اولیٰ)
نانا مالک
نانی رحیمہ (ذاکر کی زوجہ ثانیہ)
اب
ماجد
ام
ہندہ
صحیح
حامد
زوجۂ اولیٰ
امیمہ (جوذاکر کی دادی ہے)
زوجۂ ثانیہ
نفیسہ (جوذاکر کی نانی ہے)
مریض شخص کی تفصیل
دادا ساجد
دادی امیمہ (حامد کی زوجہ اولیٰ)
نانا نفیس
نانی رحیمہ (حامد کی زوجہ ثانیہ)
اب
راشد
ام
راشد کی زوجۂ اولیٰ فریدہ
راشد کی زوجۂ ثانیہ ہندہ (جو حامد کی ماں ہے)
مریض
ذاکر
بنت
آمنہ (اخت لام حامد)
(اخت لأب ذاکر)
بنت
آسیہ (اخت لام حامد
(اخت لاب ذاکر)
زوجہ اولیٰ (حامد کی دادی)
زوجہ ثانیہ رحیمہ
(حامد کی نانی)
بنت
عائشہ
بنت
عالیہ (حامد کی پھوپھیاں)
بنت
صفیہ (اخت لام حامد)
بنت
رفیعہ (حامد کی خالائیں)

$\frac{۴۸}{۲۴}$

ذاکر میت

زوجۂ اولیٰ	زوجۂ ثانیہ	دادی	نانی	بنت	بنت	بنت	بنت	اخت لاب	اخت لاب
خدیجہ	رحیمہ	امیمہ	نفیسہ	عائشہ	عالیہ	صفیہ	رفیعہ	آمنہ	آسیہ
$\frac{۳}{۶}$		$\frac{۴}{۸}$			$\frac{۱۶}{۳۲}$			$\frac{۱}{۲}$	
۳	۳	۴	۴	۸	۸	۸	۸	۱	۱

مسئلہ کی تصحیح ۴۸ر سے ہوکر ہر وارث کو اتنا ملے گا جو اس کے نیچے درج ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴ر ربیع الاول ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۰۹۹۸)

۲ باب میت کے قرض کا بیان

قرض کی ادائیگی کیلئے مکان کوفروخت کرنے سے اولاد کوروکنے کا حق نہیں

سوال [۱۱۳۰۷]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) بندہ جس مکان میں رہائش پذیر ہے وہ سائل واہلیہ کی ملکیت ہے، دونوں حیات ہیں، اورکسی مرض الموت میں بھی مبتلانہیں ہیں، ایسی صورت میں سائل کا سوال یہ ہے کہ اس مکان میں اولاد کا حق ہے یانہیں؟

(۲) یہ کہ سائل مقروض ہے بظاہر ادائیگی کی کوئی صورت نہیں کہ سائل اس کوفروخت کرکے قرضہ ادا کردے، کیا ایسی صورت میں میری کسی اولاد کے لیے یہ جائز ہے کہ مکان بکنے میں ایسی رکاوٹیں ڈالے جونا قابل قبول ہوں، اورقرضہ ادا کرنے کی وہ ترکیب بتلائیں جونا قابل قبول ہواورخود اپنے پاس سے ادا کرے؟

المستفتی: عبدالعزیز دوکاندارنزدمدرسہ شاہی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱-۲) آپ کواپنا مکان فروخت کرکے قرضہ ادا کرنے کا ہروقت شرعی طور پرحق حاصل ہے، اولاد کواس میں رکاوٹ ڈالنے کا شرعاً کوئی حق نہیں ہے۔

المـالک هو المتصرف في الأعيـان المملوكة كيف شاء من الملک. (بيضاوی شريف رشيديه ۱/ ۷)

المـالک للشيئ هو الذی يتصرف فيه باختياره ومشيئته. (بدائع الصنائع، النكاح، فصل فی بيان ما يبطل به الخيار زكريا ۲/ ۶۳۸، كراچی ۲/ ۳۲۷) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶/ ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/ ۱۷۶۷)

قرض کی ادائیگی تقسیم میراث پر مقدم ہے

سوال [۱۱۳۰۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے والد سریع الاسلام صاحب نے کچھ روپیہ بینک سے اپنے کاروبار کے واسطے قرض لیا، میرے والد صاحب نے حصۂ مکان کے کاغذ قرض کے عوض میں دیدیئے، کافی عرصہ گذر جانے کے بعد انہوں نے بینک کی ادائیگی نہیں کی، اس طرح ان پر بینک کا بیاج کافی زیادہ ہوگیا اور اسی قرضہ میں ان کا انتقال ہوگیا، بینک والے برابر اطلاع دیتے رہے، بوقت انتقال میرے والد صاحب پہلی بیوی سے: رفیع الاسلام، سمیع الاسلام، سید اسلام، معراج الدین اور پھول جمال بیگم اور دوسری بیوی سے میری والدہ عائشہ پروین، نور الاسلم محمد شعیب، محمد شف، یاسمین جہاں، شہناز پروین وارثان چھوڑے ہیں، مجبوراً ہم تین بھائیوں نے رفیع الاسلام، سمیع الاسلام، معراج الدین نے بینک کی نیلامی میں اس حصۂ مکان کو خریدلیا، بینک نے کاغذی رو سے بھی مکان کا حصہ ہمارے نام کردیا ہے، سوال یہ اٹھتا ہے کہ حصۂ مکان کس کا ہوگا؟

المستفتی: سمیع الاسلام

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ کے والد سریع الاسلام صاحب کے ذمہ چونکہ بینک کا قرض تھا، اس لیے وارثین پر ضروری تھا کہ وہ تجہیز وتکفین کے بعد ہونے والے ترکہ سے قرض ادا کرتے، اس کے بعد ہی بچے ہوئے ترکہ میں وراثت جاری ہوتی، اس لیے آپ تینوں بھائیوں نے باپ کے حصے کا جو نیلامی مکان بینک سے خریدا ہے اتنی قیمت کو ترکہ میں سے الگ کیا جائیگا، گویا جتنے پیسوں سے مکان خریدا ہے اتنے پیسوں کو ادائے قرض کے درجے میں مان لیا جائے گا، لہٰذا وہ مکان اور دیگر ترکہ میں سے نیلامی مکان خریدنے والوں کا پیسہ مجریٰ کر کے ان کو ادا کردیا جائیگا، اس کے بعد مکان اور دیگر ترکہ میں سے جو بچے گا اس کو تمام ورثاء کے درمیان شریعت کے مطابق تقسیم کیا جائے گا، اور اس میں خریدنے والے بھی برابر کے شرعی حصہ کے حقدار ہوں گے۔

ثم يقسم الباقي بعد ذٰلک بين ورثته الذي ثبت إرثهم بالكتاب أو السنة. (در مختار مع الشامي، كتاب الفرائض، زكريا ۱۰/۴۹۷، كراچی ۶/۷۶۲، سراجی/ ۴، الفتاویٰ التاتارخانية زكريا ۲۰/۲۱۸، رقم: ۳۳۰۸۶، مجمع الأنهر مصری قديم ۲/۷۴۷ دار الكتب العلمية بيروت ۴/۴۹۵، الموسوعة الفقهية الكويتية ۳/۲۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/شعبان المعظم ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۶۳۰۶)

اولاً قرض کی ادائیگی کی جائے اس کے بعد ترکہ تقسیم ہو

سوال [۱۱۳۰۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: محمد اسلام صاحب مرحوم نے اپنے بیٹے محمد اکرم سے بطور قرض اکرم کی بیوی کا زیور طلب کیا، چند یوم کے وعدہ پر اپنے کاروبار کے واسطے، اس درمیان میں محمد اسلام صاحب کا انتقال ہوگیا، مذکورہ مرحوم نے جس کے پاس وہ امانت رکھی تھی، مرحوم کی بیوی نے بالا بالا خفیہ طور پر وہ امانت حاصل کر کے اپنے تصرف میں لے لیا، جس کی وہ چیز ہے وہ برابر تقاضہ کررہا ہے، شریعت کی رو سے اس کا دین دار کون ہے؟ وہ قرضہ کس کے ذمہ عائد ہوتا ہے، اوراس کی ادائیگی کس طرح ہوگی؟ اور کون ادا کرے گا؟ مذکورہ مرحوم کے پاس تین چار لاکھ کا ایک پختہ مکان تین منزلہ ہے جس مکان میں کارخانہ ساز وسامان مشینری ومال وغیرہ رکھا ہوا ہے، جس کی قیمت تقریباً ایک لاکھ سے اوپر ہوتی ہے، مذکور مرحوم نے اپنی ایک بیوی پانچ لڑکے اور چار لڑکیاں چھوڑی ہیں، ہنوز کوئی تقسیم نہیں ہوئی ہے؟

المستفتی: محمد اکرم محلہ ٹھٹھیرہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب مرحوم نے ہی لے کر رہن رکھا ہے تو اولاً

مرحوم کے ورثاء وہی زیور حاصل کر کے محمد اکرم کی بیوی کو ادا کرنے کی کوشش کریں اور اگر جس کے پاس ہے، اس سے حاصل نہ کرسکیں تو مرحوم کے ترکہ میں سے اتنی مقدار زیور خرید کر دیدیں، یا اس کی قیمت مرحوم کے ترکہ سے لے کر ادا کرنا لازم ہے۔

فإنها تصير مضمونة في يد المرتهن، وللمعير أن يرجع على المستعير بقيمته. (شامی، کتاب العارية زكريا ۸/۴۸۱، کراچی ۵/۶۸۲، البحر الرائق کوئٹہ ۷/۲۸۳، زکریا ۷/۴۸۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸؍ربیع الاول ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/۲۱۶۸)

شوہر کے انتقال کے بعد مہر و جہیز کا حکم

سوال [۱۱۳۱۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی تھی، پھر تین مہینے کے بعد اس شخص کا انتقال ہوگیا اور اس نے ابھی تک اپنی بیوی کا مہر بھی ادا نہیں کیا تھا اور اس کی شادی میں اس کو جہیز بھی ملا تھا تو یہاں دو باتیں دریافت طلب ہیں:

(۱) جو جہیز اس کو شادی میں ملا تھا وہ کس کی ملکیت شمار ہوگا؟ اور چونکہ اس نے ابھی تک مہر بھی ادا نہیں کیا تھا تو کیا اس کے ذمہ مہر واجب الأ دار ہا یا نہیں؟

اب شوہر تو انتقال کر چکا ہے لہٰذا اب اس کا مہر کون ادا کرے گا؟

المستفتی: محمد واصف امروہہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جہیز کا سارا سامان جو لڑکی کے ماں باپ لڑکی کو دیتے ہیں وہ لڑکی کی حقیقی ملکیت ہوتا ہے، اس میں شوہر کا کوئی حصہ نہیں ہوتا ہے، اور لڑکی کو اس سامان میں پورا پورا حق ہے کہ جسے چاہے استعمال کی اجازت دے اور جسے چاہے نہ دے

اورلڑکی کا مہر شوہر کے انتقال کے بعد اس کے ترکہ میں سے سب سے پہلے ادا کیا جائے گا۔

كل أحد يعلم أن الجهاز ملك المرأة و أنه إذا طلقها تأخذه كله و إذا ماتت يورث عنها. (شامی، باب المهر، مطلب: في دعوىٰ الأب أن الجهاز عارية، زكريا ٤/ ٣١١، كراچی ٣/ ٥٨٥)

وإذا مات الزوج وقد سمى لها مهر فلورثتها أن يأخذوا ذٰلك من تركة الزوج. (تاتارخانية زكريا ٤/ ٢٠٣، رقم: ٥٩٦٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴ ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۰۷۷)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۴/ ۴/ ۱۴۳۴ھ

دین مہر میں دیئے گئے مکان کی تقسیم

سوال [۱۱۳۱۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہمارے والد صاحب نے ایک مکان کھپریل (۵۶ گز) والدہ کے دین مہر میں لکھ دیا تھا، پھر جب ماں کا انتقال ہوگیا تو سات سال کے بعد والد صاحب نے وہ مکان اپنے لڑکے فہیم الدین کے نام پکا بیع نامہ کرادیا، پھر بیع نامہ کے پانچ سال بعد والد صاحب کا بھی انتقال ہوگیا، اب والدہ کے دیگر وارثین ماں کے حصہ دین مہر میں اپنا حصہ مانگ رہے ہیں، اور خریدار فہیم الدین بھی بخوشی حصہ دینے کے لیے تیار ہے تو ماں کے حصہ میں سے ہر ایک وارث کو کتنے کتنے حصے ملیں گے، وارثین میں والدہ کے انتقال کے وقت والد صاحب حیات تھے، (اب انتقال ہوگیا، اور اپنا حصہ بیچ دیا تھا) چار لڑکے: محمود حسن، ریاض الحسن، فہیم الدین، فیاض الدین، چار لڑکیاں: دینی بیگم، بدر النساء، عابدہ بیگم، پروین جہاں کو چھوڑا؟

المستفتی: فہیم الدین پیرزادہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ماں کے مرنے کے بعد ماں کے ترکہ میں سے

باپ صرف چوتھائی حصہ کا حقدار تھا، باقی لڑکے اور لڑکیوں کے حقوق تھے، اور باپ کے لیے یہ جائز نہیں تھا کہ ماں کا پورا مکان صرف ایک لڑکا فہیم الدین کے نام کردیں، یہ باپ کی طرف سے دوسرے وارثین کے حقوق کا غصب ہے، اس کی واپسی فہیم الدین پر پہلے ہی سے لازم تھی، اور اب جب فہیم الدین بخوشی دینے کے لیے تیار ہے تو معاملہ آسان ہوگیا، لہٰذا وہ مکان تمام وارثین کے درمیان ان کے حقوق کے مطابق شرعاً تقسیم ہونا چاہیے، جس میں خود فہیم الدین کا بھی ایک حصہ ہے۔ (مستفاد: امداد المفتیین ص: ۱۰۴۵)

وأصل هذا أن الدين المشترک بين اثنين إذا قبض أحدهما شيئا منه فلصاحبه أن يشاركه في المقبوض. (هدايه، باب الصلح في الدين، فصل في الدين المشترك، اشرفي ديوبند ۳/۲۵۳)

مرحوم کا ترکہ بارہ سہام میں تقسیم ہوکر دو دو حصہ لڑکوں کو اور ایک ایک حصہ لڑکیوں کو ملے گا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۱۳؍ ربیع الاول ۱۴۲۲ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۱۱۲۷)	۱۴۲۲/۳/۱۴ھ

دین مہر بیوی کی ملک ہے اس میں وراثت جاری نہیں ہوگی

سوال [۱۱۳۱۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: مسمیٰ نورالدین نے مسماۃ حلیمہ سے قبل ۱۹۴۷ء شادی کی، اس سے تین لڑکیاں اور ایک لڑکا پیدا ہوا، بعدہٗ حلیمہ اپنا شیر خوار لڑکا گود میں لے کر پاکستان بوقت ۱۹۴۹ء محلّہ کے ایک آدمی کے ساتھ فرار ہوگئی (جس کا نام محمد اسماعیل ہے) چند سال کے بعد مسمی نورالدین نے مسماۃ حلیمہ کی بہن خدیجہ سے نکاح کیا، ان دونوں گواہوں کی موجودگی میں (۱) کا نمبر دار (۲) راحم عرف مور محلّہ دار، اور اس سے کوئی بچہ تولد نہیں ہوا، تاحیات زوجیت میں رہی، نورالدین کے والد نے بوقت نکاح کل املاک ۱۴۱ ربیگہ زمین بعوض مہر خدیجہ کے نام کردیا،

نورالدین کے انتقال کے بعد خدیجہ نے اپنی زندگی ہی میں ان ۴۱ بیگہ زمینوں میں سے ۲۵/ بیگہ سابقہ تین لڑکیوں جو حلیمہ سے تھیں مالک بنادی اور تین بیگہ اپنے اخراجات کے لیے فروخت کردی، اور ۱۳/ بیگہ مسجد اور مدرسہ کے نام وقف کردیا، نیز مرتے وقت خدیجہ نے اپنے تمام زیورات کو یہ کہہ کر دو آدمی کے حوالہ کیا کہ یہ اللہ کے نام خیرات کردینا اور مرگئی، زیورات اب تک ان دونوں آدمیوں کے پاس ہیں۔

اب دریافت طلب مسئلہ ہے کہ نورالدین کا شیرخوار لڑکا مسمیٰ گلزار جاوید جو اپنے آپ کو اس کا لڑکا بتاتا ہے جس کو لے کر حلیمہ فرار ہوئی تھی، اب وہ پاکستان سے آکر اپنے باپ نور الدین کی جائیداد (جو بعوض مہر خدیجہ کے نام تھی، جس کو خدیجہ نے مسجد اور مدرسہ کے نام وقف کی تھی) کا اور مذکورہ زیورات کا ۵۴/ سال کے بعد دعویدار بتاتا ہے، تو کیا حق دعویٰ اور حق وراثت کا مستحق ہے، یا نہیں؟

نوٹ: یہ بھی یاد رہے کہ مسمیٰ گلزار جاوید نے خدیجہ کی زندگی ہی میں ڈیڑھ لاکھ روپئے اور پانچ تولے سونا لے چکا تھا۔

المستفتی: محمد نذیر، جمالپورہ مالیر کوٹلہ پنجاب

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو اکتالیس بیگہ زمین خدیجہ کو دین مہر کے عوض میں ملی ہے وہ اس کی حقیقی ملکیت ہے، اس میں کسی دوسرے کا کوئی حق متعلق نہیں ہے، وہ اپنی زندگی میں جس طرح چاہے استعمال کرسکتی تھی، لہٰذا جب اس نے بخوشی ۲۵/ بیگہ زمین مذکورہ تینوں لڑکیوں کو ہبہ کردی تو وہ ان لڑکیوں کی ملکیت ہوگئی ہے، اور جو تیرہ بیگہ زمین مسجد اور مدرسہ کے نام وقف کردی ہے وہ وقف بھی درست ہوگیا، اور اپنی ملکیت کے زیورات کے متعلق جو وصیت کرگئی ہے وہ وصیت بھی درست ہوگئی، بشرطیکہ خدیجہ کا کوئی ایک حقیقی وارث موجود نہ ہوا اور اگر اس کا کوئی وارث موجود تھا، اور وہ اس وصیت پر رضامند رہا ہے تو تمام زیورات کو کار خیر میں وصیت کے مطابق خرچ کردینا لازم ہے اور نورالدین کا لڑکا مسمیٰ گلزار جاوید خدیجہ کا حقیقی وارث نہیں، اس لیے کسی بھی چیز میں حق کا دعویٰ کرنا اس کے لیے درست نہیں۔

المالک هو المتصرف فی الأعیان المملوکة کیف شاء من الملک. (بیضاوی شریف رشیدیه ۱/۷)

لایجوز لأحد أن یأخذ مال أحد بلا سبب شرعي. (قواعد الفقه اشرفی ص: ۱۱۰، رقم: ۲۶۹) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم ربیع الاول ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۲۷۵)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱/۳/۱۴۲۵ھ

دین مہر میں ایک حصہ دینے کے بعد بقیہ حصوں میں وراثت کا مطالبہ کرنا

سوال [۱۱۳۱۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرے والد نے بڑے بھائی کی شادی کے موقعہ پر اس کی بیوی کو اپنے حصۂ مکان کے تین حصے کرکے (اس لیے کہ تین لڑکے تھے) ایک حصہ اپنے بڑے لڑکے کی بیوی کو بیع نامہ کردیا تھا۔

اب دریافت یہ کرنا ہے کہ بقیہ دو حصوں کے صرف دو لڑکے ہی مالک ہوں گے، یا ان دو حصوں میں تینوں لڑکے اور ۵ر لڑکیاں حصہ دار ہوں گی؟

المستفتی: مسعود احمد طویلہ مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بڑے لڑکے کا وراثت میں اپنے حصہ کا مطالبہ کرنا شرعاً جائز اور درست ہے، اس لیے کہ بڑے لڑکے کی بیوی کو مکان کا جو حصہ مہر میں دیا گیا ہے وہ باپ کی طرف سے دین مہر کی ادائیگی ہے اور اس میں وارثین کا کوئی حق نہیں ہوتا ہے، بلکہ وہ دین مہر اسی عورت کی تنہا ملکیت ہے، نیز مکان کے بقیہ دو حصے تینوں لڑکے اور پانچوں لڑکیوں میں حسب حصص شرعیہ تقسیم ہوں گے، لہٰذا بقیہ جائیداد کو گیارہ حصوں میں تقسیم کرکے لڑکوں کو دو- دو حصہ اور لڑکیوں کو ایک ایک حصہ ملے گا۔

﴿ يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِيْ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ. [النساء: ۱۱] ﴾

ومع الإبن للذكر مثل حظ الأنثيين. (سراجی ص: ۱۲)

وصح ضمان الولی مهرها أی سواء كان ولی الزوج أو الزوجة صغيرين كانا أو كبيرين ولو المرأة صغيرة ولو عاقدا لأنه سفير لكن بشرط صحته فلو فی مرض موته وهو وارثه لم يصح وإلا صح من الثلث أی وارث الولی كان يكون الولی أبا الزوج أو أبا الزوجة. (در مختار مع الشامی، باب المهر، مطلب: فی ضمان الولی المهر زكريا ديو بند ٤/ ٢٨٦-٢٨٧، كراچی ٣/ ١٤٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۶۵۹)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۳/۴/۱۳ھ

ادائے مہر کے بعد ہبہ کرنے کی اجازت ہے

سوال [۱۱۳۱۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرا نام عبد الغفار ہے، میرے دو لڑکے، اور دو لڑکیاں ہیں، ان میں سے دو کی شادی ہو چکی ہے، اور دو غیر شادی شدہ ہیں، اور میری بیوی بھی حیات ہے، والدین نہیں ہیں، میری تین ایکڑ زمین ہے، جس میں سنترے کا باغ ہے، فی الحال اس کی قیمت دس لاکھ روپئے ہوتی ہے، رہنے کا مکان نصف کچا اور نصف پکا، جو پکا ہے وہ شادی والے لڑکے کی کمائی سے تعمیر ہوا ہے، اس کی قیمت دو لاکھ ہوتی ہے۔

نفس مسئلہ یہ ہے کہ قبل از حج بیت اللہ ایسی وصیت کرنے کا ارادہ ہے کہ شرعی اعتبار سے کسی وارث کی حق تلفی نہ ہو اور وارثین کو ان کا حق مل جائے، اور میرا یہ بھی ارادہ ہے کہ جو تین ایکڑ زمین ہے اس کو دونوں لڑکوں کے نام کردوں، اور لڑکیوں کو نقد رقم دیدوں، کیونکہ زمین کو اگر اتنے حصوں میں تقسیم کیا جائے گا تو اس کی حیثیت کم ہو جائے گی، اور لڑکیاں نقد لینے پر راضی بھی ہیں، اور بیوی کا مہر پانچ ہزار روپیہ ہے، وہ بھی ادا کرنا ہے تو اس صورت میں لڑکیوں کے نام کتنی کتنی رقم آئے گی؟ اور بیوی کے حصہ میں مہر کے علاوہ کتنی آئے گی؟ اسی

طرح رہنے کا جو مکان ہے اس کو بھی لڑکوں کے نام پر کرنے کا ارادہ ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس میں لڑکیوں کا کتنا حصہ نکلے گا؟ اگر نکلے گا تو لڑکیوں کے حصے پر کتنی کتنی رقم آئے گی؟ لڑکیاں اس میں نقد کی شکل میں لینے پر راضی ہیں، نقد رقم ادا کرنے کے لیے ضامن میرے لڑکے ہوں گے۔

المستفتی: محمد عبدالغفار، ضلع امراؤتی مہاراشٹر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سب سے پہلے بیوی کا مہر ادا کرنا واجب ہے اور بیوی کا مہر ادا کرنے کے بعد بقیہ مال میں سے حسب منشاء بیوی کو جتنا چاہیں دیدیں، اس کے بعد مابقیہ مال لڑکے اور لڑکیوں کے درمیان برابر برابر تقسیم کردیں۔

وإن قصده یسوی بینهم، یعطی البنت کالإبن عند الثانی، وعلیه الفتویٰ أی قول أبی یوسف من أن التصیف بین الذکر والأنثیٰ أفضل من التثلیث الذی هو قول محمد. (در مختار مع الشامی، کتاب الهبة، زکریا ۸/۵۰۱-۵۰۲، کراچی ۵/۶۹۶)

یہ زندگی میں جائیداد کے ہبہ کرنے کی صورت ہے، لیکن اگر زندگی میں نہیں دیتے تو آپ کے مرنے کے بعد بیوی کو مہر کے علاوہ آٹھواں حصہ ملے گا اس کے بعد مابقیہ مال میں سے لڑکیوں کو لڑکوں کے نصف کے حساب سے ملے گا، یعنی کل ترکہ ۴۸ر سہام میں تقسیم ہوکر بیوی کو چھ، دونوں لڑکوں کو چودہ چودہ اور دونوں لڑکیوں کو سات سات ملیں گے، اب آپ کی مرضی ہے، اپنی جائیداد کے بارے میں جو طریقہ چاہیں اختیار کرلیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳ر رجب المرجب ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۷۴۶)

مہر میں طے شدہ تین سو گز زمین میں شوہر کے بھائی بہنوں کا حصہ

سوال [۱۱۳۱۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: احمد نبی خاں مرحوم کے چار بیٹے اور پانچ لڑکیاں ہیں: محمد علی عرف بابو جی مرحوم، احمد علی خاں، چندہ خاں، سلیم خاں، احمد نبی خاں نے اپنے لڑکے محمد علی کی زوجہ کے مہروں میں اپنی جائیداد کا کچھ حصہ لکھا تھا، وہ اپنی جائیداد کے خود مالک تھے، محمد علی کی زوجہ کا بھی انتقال ہو گیا، ان کی اولادوں میں آٹھ لڑکے اور تین لڑکیاں موجود ہیں، لہٰذا معلوم یہ کرنا ہے کہ محمد علی کی زوجہ کے مہروں میں جو جائیداد ہے اس میں ان کی اولاد کے علاوہ ان کے شوہر کے بھائیوں اور بہنوں کا بھی حصہ ہوگا یا نہیں؟ زوجہ محمد علی کے مہروں میں صرف ۳۰۰؍گز آراضی ہے۔

المستفتی: محمد علیم خاں مغل پورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: احمد نبی خاں نے اپنی جائیداد میں سے جو حصہ اپنے بیٹے محمد علی خاں عرف بابو جی کی زوجہ کے مہروں میں لکھ کر کے دیدیا ہے، اس حصہ کی مالک محمد علی خاں کی زوجہ ہی ہوگی، اس میں کسی کا حق نہیں ہے، البتہ اس حصہ کو چھوڑ کر بقیہ جو حصے احمد نبی خاں کی ملکیت میں باقی ہیں، ان میں احمد نبی کے تمام ورثاء کا حق متعلق ہے، اور محمد علی کی زوجہ کے مہروں کے حصہ میں جو جائیداد ہے اس میں صرف اس کی اولاد کا حق متعلق ہوگا، لہٰذا زوجہ کے حصہ کو ۱۹؍حصہ کر کے ہر لڑکے کو دو دو حصہ اور ہر لڑکی کو ایک ایک حصہ ملے گا۔

إذا مات الزوجان وقد سمی لها مهرا ثبت ذٰلک بالبنية أو بتصادق الورثة فلورثتها أن يأخذوا ذٰلک من ميراث الزوج. (عالمگیری، الباب السابع فی المهر، الفصل الثانی عشر فی اختلاف الزوجین فی المهر، زکریا جدید ۱/ ۳۸۸، قدیم ۱/ ۳۲۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱؍جمادی الثانیہ ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۴۱۵)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۱/۶/۱۴۲۵ھ

تقسیم ترکہ سے قبل زکوٰۃ نکالنا

سوال [۱۱۳۱۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک بیوہ عورت ہے اس کے ایک لڑکا اور دو لڑکیاں ہیں، عورت کے شوہر کا انتقال ہوئے تقریباً بیس برس ہوگئے، وہ اپنے لڑکے کے ساتھ رہتی تھی، عورت کے پاس اپنا زیور اور نقدی شوہر کے میراث سے جو ملا تھا یہ سب اس لڑکے کے پاس تھا جو اس کی دیکھ بھال کرتا تھا، وہ بہت سیدھی عورت تھیں، حساب وکتاب کے بارے میں کچھ نہیں جانتی تھیں، لہٰذا اب تینوں کی والدہ کا انتقال ہوگیا، لڑکا مال کو وارثان میں تقسیم کرنا چاہتا ہے لیکن وہ کہتا ہے کہ اس مال پر زکوٰۃ نہیں دی گئی ہے، زکوٰۃ تقریباً تیس چالیس ہزار روپیہ ہوتی ہے، عورت کی وفات کے بعد یہ مال وارثان کا ہوگیا، اس مال پر زکوٰۃ کے بارے میں صرف لڑکے کو ہی معلوم ہے، کسی بھی ٹائم انہوں نے اپنی لڑکیوں سے ذکر نہیں کیا، لڑکے کے علاوہ کوئی بھی گواہ نہیں ہے، تو کیا وارثوں کو زکوٰۃ کا روپیہ نکال کر تقسیم کیا جائے گا؟

المستفتی: محمد نسیم تمباکو اسٹریٹ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) مذکورہ عورت نے اگر واقعتاً زکوٰۃ نہ نکالی ہو اور نہ ہی انتقال کے وقت گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ نکالنے کی وصیت کی ہو تو ترکہ تقسیم کرنے سے قبل اس کے وارثین پر زکوٰۃ نکالنا ضروری نہیں، بلکہ بغیر زکوٰۃ نکالے بھی وہ آپس میں ترکہ تقسیم کرسکتے ہیں، مگر گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ ادا نہ ہونے کی وجہ سے مذکورہ عورت اللہ کے یہاں مؤاخذ دار ہوگی، اس لیے وارثین کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیے۔

ثم تقدم ديونه التي لها مطالب من جهة العباد و أما دين الله تعالىٰ فإن أوصىٰ به وجب تنفيذه من ثلث الباقي وإلا لا، وفي الشامي: قوله: وأما دين الله تعالىٰ: محترز قوله من جهة العباد وذٰلك كالزكاة والكفارات و نحوها فإنها تسقط بالموت فلا يلزم الورثة أدائها إلا إذا أوصىٰ بها أو تبرعوا بها هم من عندهم. (شامی، کتاب الفرائض، زکریا ۱۰/ ۴۹۵، کراچی ۶/ ۷۶۰)

وافتراضها عمري أي على التراضي وتحته في الشامية: وإذا لم يؤد

إلی آخر عمره يتضيق عليه الوجوب حتى لو لم يؤد حتى مات يأثم. (شامی، كتاب الزكاة زكريا ۳/۱۹۱، كراچی ۲/۲۷۱، الموسوعة الفقهية الكويتية ۹/۱۰، ۲۹۶/۲۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰/ربیع الاول ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۵۳۶/۳۸)

میت کے متروکہ مال سے ان کی زکوٰۃ ادا کرنا

سوال [۱۱۳۱۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) میری والدہ مرحومہ کے ورثاء میں دولڑکے محمد نعیم، محمد شکیل اور دولڑکیاں ہیں، مرحومہ کا ترکہ ان کے مابین کس طرح تقسیم ہوگا؟

(۲) سات سال سے زکوٰۃ بھی نہیں دی گئی وہ کس طرح ادا ہوگی؟

المستفتی: محمد نعیم تمباکو والان مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) بشرط صحت سوال وبعد ادائے حقوق ماتقدم وعدم موانع ارث مرحومہ کا ترکہ درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا۔

میـــــــت ۶

لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی
محمد شکیل	محمد نعیم	شاہنہ خاتون	شاہانہ خاتون
۲	۲	۱	۱

آپ کی والدہ مرحومہ کا ترکہ ۶/سہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا ملے گا جو اس کے نام کے نیچے درج ہے۔

(۲) آپ کی والدہ کی وفات سے قبل جو زکوٰۃ ان پر لازم تھی، وہ انہوں نے ادا نہیں

کی تو ان کی وفات کے بعد ورثاء کے ذمہ اس کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب اور ضروری نہیں ہے، البتہ اگر وصیت کی ہو تو اس کی زکوٰۃ مرحومہ کے تہائی مال سے ادا کر دی جائے، اور اگر بلا وصیت اس کی زکوٰۃ ورثاء نے ادا کر دی تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ سے زکوٰۃ کا ذمہ ساقط کر دے گا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۵/ ۴۵، جدید ڈابھیل ۲۰/ ۳۴۲)

و أما دين الله تعالىٰ فإن أوصىٰ به وجب تنفيذه من ثلث الباقي وإلا لا، (در مختار) وفي الشامية: تحته قال الزيلعي: فإنها تسقط بالموت فلا يلزم الورثة أدائها إلا إذا أوصىٰ بها أو تبرعوا بها هم من عندهم. (در مختار مع الشامي، كتاب الفرائض، زكريا ١٠/ ٤٩٥، كراچی ٦/ ٧٦٠)

اور سات سال کی زکوٰۃ ادا کرنے کی شکل یہ ہوگی کہ سات سال پہلے ان کے زیورات کی قیمت کیا رہی ہے اس کو معلوم کر کے اس کا چالیسواں حصہ نکال لیں، اس کے بعد اگلے سال مابقیہ کا چالیسواں حصہ نکال لیں، پھر اس کے بعد والا سال جو بچا ہے اس کا چالیسواں نکال لیں، اس ترتیب سے سات سال کی زکوٰۃ نکالی جا سکتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۱ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۶۶۴۷)	۱۴۲۱/۵/۵ھ

حصص کی تقسیم صرف ترکہ میں ہوگی

سوال [۱۱۳۱۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید کا آج سے تقریباً ڈیڑھ سال قبل انتقال ہوا، بوقت انتقال وارثین میں پہلی بیوی جس کو وہ طلاق دے چکے تھے سے دو لڑکے اور ایک دوسری بیوی سے ایک لڑکی چھوڑی، اور ترکہ میں ۳/ چھوٹے مکان اور ایک خالی دوکان چھوڑی، اور کچھ زیورات بھی تھے، جو زید کی بیٹی اور دوسری بیوی کے ہیں، بیوی اپنے زیور کو میکہ سے لائی تھی، ان دونوں کے زیورات زید ہی کے پاس رکھے ہوئے رہتے تھے، اب پہلی بیوی کے دونوں بیٹے اس میں حصہ مانگ

رہے ہیں، شرعاً کس کو کتنا حصہ ملے گا؟

واضح رہے کہ زید اپنی زندگی ہی میں دونوں لڑکوں کو قانونی طور پر محروم کر چکا تھا، اور دوسری بیوی سے کہتا تھا کہ یہ مکان تمہارا ہے اور دوکان میری بیٹی کی ہے، اور زیورات کے بارے میں دوسری بیوی سے کہتا تھا کہ تم اس کو امانت کے طور پر پہنتی رہو، یہ میری بیٹی کا ہے، زندگی میں میں اس کا مالک ہوں اور مرنے کے بعد میری بیٹی اس کی مالک ہے، اور تمہارا (یعنی بیوی کا) اس میں کوئی حق نہیں ہے، لیکن ان مذکورہ باتوں کے سلسلے میں کوئی تحریری ثبوت نہیں ہے البتہ بیماری کی حالت میں زید نے اسپتال میں اپنی بیٹی سے کاتب بلانے کو کہا تھا لیکن کاتب نہیں آسکا، اس وقت دوسری بیوی کے دو بھائی تنزیل الرحمٰن اور مطیع الرحمٰن وہاں موجود تھے، اور ایک دن رات کو زید کی دیورانی ان سے ملاقات کرنے گئی تھی تو اس سے بھی کہا تھا، اور انتقال سے پندرہ روز پہلے زید کی بیوی اور بیٹی دونوں کے زیورات کو الگ الگ کر رکھا تھا، جس کو ان کے بھائی نے بھی دیکھا ہے، اب بتلائیں کہ زید کے لڑکے کا ان زیورات میں شرعاً کوئی حق بنتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: ایک خاتون مرادآباد یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید کا قانونی طور پر اپنے لڑکوں کو میراث سے محروم اور ناحق کرنا اور بیویوں سے یہ کہنا کہ یہ مکان تمہارا ہے اور دوکان بیٹی کی ہے، اسی طرح زیورات کے بارے میں یہ کہنا کہ تم اس کو بطور امانت پہنتی رہو، میرے مرنے کے بعد میری بیٹی اس کی مالک ہے، شرعاً ان باتوں کا کوئی اعتبار نہیں، اس کی وجہ سے زید کے انتقال کے بعد اس کی بیوی اور بیٹی مذکورہ مکان و دوکان اور زیورات کے مالک نہیں ہوں گی، بلکہ حسب حصص شرعیہ لڑکے بھی اس میں حقدار ہوں گے، البتہ وہ زیور جو دوسری بیوی میکہ سے لائی ہے وہ اسی کی ملک ہے، اس میں لڑکے کا شرعاً کوئی حق نہیں، لہٰذا بشرط صحت سوال و بعد ادائے حقوق ما تقدم و عدم موانع ارث مرحومہ زید کا کل ترکہ بیوی کے زیورات کے علاوہ بوقت

انتقال موجودتمام وارثین کے درمیان درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا۔

۴۰
میــــــــــــــــــــــــــــــت

بیوی	لڑکا	لڑکا	لڑکی
۱/۵		۷	
۵	۱۴	۱۴	۷

مرحوم زید کا کل ترکہ ۴۰ رسہاموں میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا حصہ ملے گا جو اس کے نیچے درج ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷ ر جمادی الثانیہ ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۷۱۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۶/۲۸ھ

ترکہ سے متعلق چند سوالات کے جوابات

سوال [۱۱۳۱۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) عبد الرحمٰن نے بوقت وفات یہ وارث چھوڑے تو اس کی ملکیت ان وارثوں پر کس حساب سے تقسیم ہوگی؟ بیوی: مریم، بھائی: رجب، بھائی: کھجولا، بہن: سائرہ، بہن: ڈنگری، یہ کل پانچ وارث ہیں۔

(۲) عبد الرحمٰن نے زمین اپنے پیسے سے خریدی، اس میں بیوی مریم کا نام لکھوایا لیکن اپنے خرچ سے عمارت بنوائی اور اپنے قبضے میں رکھا تو کیا یہ زمین وعمارت عبد الرحمٰن کی ملکیت شمار ہوگی یا بیوی مریم کی؟

(۳) عبد الرحمٰن کی بیوی مریم نے عبد الرحمٰن کے انتقال کے بعد تقسیم وراثت کیے بغیر جائیداد کا کسی کو ہبہ یا بیع نامہ کردیا تو یہ ہبہ یا بیع نامہ پورے طور پر صحیح ہوگا، یا صرف اتنے حصے کا جس کی حقدار مریم وراثت کے اعتبار سے ہوتی ہے؟

(۴) عبد الرحمٰن کو ایک دوکان میونسپل بورڈ کی طرف سے کرایہ پر ملی، ان کی وفات

کے بعدان کی بیوی مریم اس دوکان پر قابض رہیں،اور میونسپل بورڈ کو کرایہ ادا کرتی رہیں، یہ دوکان کس کی ملکیت مانی جائے گی؟

نوٹ: واضح رہے کہ میونسپل بورڈ سے اجازت لے کر ایسی دوکان کو بیچنے کا حق بھی کرایہ دار کو ہوتا ہے،اور کرایہ دار کی موت کے بعد ایسی دوکان پر اس کے وارثوں کا حق ہو جاتا ہے۔

المستفتی: مولانا عبدالہادی صاحب مدرسہ نور العلوم ہر ہر پور پرتا بگڈھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) بشرط صحت سوال وبعد ادائے حقوق ما تقدم وعدم موانع ارث عبدالرحمٰن کا ترکہ حسب ذیل طریقہ سے تقسیم ہوگا۔

عبدالرحمٰن میت $\frac{۸}{۴}$

بیوی	بھائی	بھائی	بہن	بہن
مریم	رجب	کھجولا	سائرہ	ڈنگری
$\frac{۱}{۲}$	۲	$\frac{۳}{۲}$	۱	۱

کل ترکہ ۸؍سہام میں تقسیم ہو کر ہر ایک کو اتنا ملے گا جو اس کے نیچے درج ہے۔

(۲-۳) اگر دین مہر کے عوض میں بیوی کا نام لکھوایا ہے تو وہ زمین بیوی کی ملکیت ہوگی،اور اگر دین مہر کے عوض میں نہیں ہے، بلکہ صرف بیوی کو خوش کرنے کے لیے یا کسی خاص مصلحت کی بناء پر لکھوایا ہے تو اس سے زمین بیوی کی ملکیت نہ ہوگی بلکہ شوہر کی ملکیت ہوگی، اور بعد میں اس میں شوہر کا مالکانہ تصرف بھی اس بات پر دال ہے کہ محض نام کرنا مقصود ہے، مالک بنانا مقصود نہیں ہے،اس لیے وہ زمین عبدالرحمٰن کی ملکیت ہے،اور اس کی موت کے بعد اس میں اس کے تمام ورثاء کا حق متعلق ہوگا، لہٰذا عبدالرحمٰن کی موت کے بعد تقسیم سے قبل دوسرے ورثاء کی شرعی اجازت کے بغیر بیوی کا ہبہ یا بیع کا تصرف جائز نہیں ہوگا، ہاں البتہ اس کا جو شرعی حق بنتا ہے اس میں اس کا تصرف جائز ہوسکتا ہے۔(مستفاد: امداد الفتاویٰ ۳/۳۸)

وبيع التلجئة ...... وهو أن يظهر عقدا وهما لايريدانه يلجأ إليه

لخوف عدو و تحته فی الشامية: فالهزل أعم من التلجئة لأنه يجوز أن لايكون مضطرا إليه و أن يكون سابقا و مقارنا. (در مختار مع الشامی، باب الصرف، مطلب: فی بيع التلجئة زكريا ٧/٢ ٥٤، كراچی ٥/ ٢٧٣، هنديه زكريا قديم ٣/ ٢٠٧، جديد ٣/ ١٩٦، بدائع الصنائع زكريا ٤/ ٣٨٩، كراچی ٥/ ١٧٦، المبسوط للسرخسی دار الكتب العلمية بيروت ٢٤/ ١٢٢)

(۴) ہندوستان میں جو جائیداد کرایہ دار کے پاس ہوتی ہے اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱) وہ جائیداد جس کو قانوناً مالک اپنے اختیار سے خالی کراسکتا ہے، اور جب چاہے کرایہ میں اضافہ کراسکتا ہے جیسے اوقاف کی جائیداد۔

(۲) وہ جائیداد جس کو مالک قانوناً اپنے اختیار سے جب چاہے خالی نہیں کراسکتا اور نہ ہی جتنا چاہے کرایہ میں اضافہ کراسکتا ہے، انہیں میں سے وہ جائیداد بھی ہے جو سوالنامہ میں میونسپل بورڈ کی ہے، تو ایسی جائیداد کرایہ دار کے ہاتھ میں نیم ملکیت ہوتی ہے...... جیسے قانوناً کرایہ دار کے ورثاء کا حق متعلق ہوجاتا ہے، شرعاً بھی اس میں کرایہ دار کے ورثاء کا حق متعلق ہوجائے گا لہٰذا اس دوکان کو فروخت کرنے اور خریدنے میں کرایہ دار کے تمام ورثاء کا حق متعلق ہوگا۔

الثابت بالعرف كالثابت بالنص. (قواعد الفقه اشرفی ص: ٧٤، رقم: ١٠١، المبسوط للسرخسی، دار الكتب العلمية بيروت ١٩/ ٤١، ٣٠/ ٢٢٠، البناية اشرفيه ديو بند ٩/ ٢٣٨، الموسوعة الفقهية الكويتية ١٦/ ٢٦١) **فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۱۰/ ذی قعدہ ۱۴۲۰ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۳۶۷)	۱۴۲۰/۱۱/۱۰ھ

۳ باب ترکہ اور تقسیم

متروکہ مال باپ کی ملکیت کہلائے گا یا بیٹے کی

سوال [۱۱۳۲۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرے شوہر ابرار احمد نے اپنا حصۂ مکان ایک قریشی کے لیے فروخت کیا، وہ رقم میں نے اپنے ماموں کے پاس امانت رکھی، محمد عامر بچہ تھا، اکرام بھائی نے جنرل مرچینٹ والوں کی دوکان پر یونہی بلا مشاہرہ کاروباری مشق کی کچھ عرصہ بعد ندیم بھائی کے یہاں ملازم ہوگئے، غالباً چارسو روپئے ماہانہ، اس کے بعد قاری اختر علی صاحب کے ساتھ شرکت میں کاروبار کیا، میں نے محمد عامر کے والد کی وہ رقم جو کہ مکان کے حصہ کی تھی لا کر دی، اور کاروبار میں شرکت اسی رقم سے باقاعدہ ہو گئی، کاروبار میں کافی ترقی ہوئی اور اس کے بعد نواب بھائی سے دوکان کرایہ پر لی جو کہ بغیر پگڑی کے دیدی، اب کاروبار اور دوکان محمد عامر ہی چلانے لگا، انہوں نے جو کچھ ابرار صاحب ان کے والد مراد آباد سے مال لا کر رام پور کے دوکانداروں کو دیتے تھے، بند کرادیا، اور کہا کہ آپ صرف دوکان پر بیٹھیں، کوئی علیحدگی کا تصور بھی نہیں تھا، کاروبار میں اللہ نے اتنی برکت دی کہ بچیوں کی شادی کیں اور محمد عامر کی شادی کی، اور محمد عامر نے حج بھی کیا۔

یہ کاروباری نوعیت تھی، یہ مال محمد عامر کی ملکیت قرار دیا جائے گا یا محمد عامر کے والد محمد ابرار صاحب کا، ابرار صاحب کا صرف ایک ہی بیٹا تھا اور باقی لڑکیاں تھی، جب محمد عامر کی بیوی گھر آئی تو ساتھ میں رہی، ایک ہی چولہا تھا، اور جب تک دلہن بیوگی کی حالت میں رہی سابقہ طریق پر رہی، صرف معلوم یہ کرنا ہے کہ یہ مال کس کی ملک قرار دیا جائے گا، شرعی فیصلہ سے آگاہ فرمایا جائے؟

المستفتی: زوجہ ابرار احمد رام پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوال میں اصل چیز جس پر حکم شرعی کا مدار ہے وہ واضح

نہیں ہوئی، وہ یہ ہے کہ محمد عامر جب تنہا دوکان چلا رہا تھا تو اس زمانہ میں محمد عامر کے والد محمد ابرار زندہ تھے یا نہیں؟ اگر محمد عامر کے والد زندہ تھے اور ابرار کی نگرانی میں عامر دوکان چلا رہا تھا، پھر اسی دوکان کی آمدنی سے عامر اور ان کی بہنوں کی شادی ہوئی تھی تو ایسی صورت میں سارا سرمایہ محمد عامر کے والد محمد ابرار ہی کی ملکیت ہوگا، لہٰذا وہ دوکان اس کا سامان محمد عامر کا نہیں ہوگا اور ابرار کے انتقال کے بعد دوکان کا سارا سرمایہ محمد ابرار کے وارثین کے درمیان شرعی طور پر تقسیم ہوگا اور سب وارثین اپنے اپنے شرعی حصہ کے حقدار ہوں گے، کس کو کتنا ملے گا، تمام وارثین کی تفصیل کے بعد لکھا جاسکتا ہے اور اگر یہ معاملہ ایسا ہوا ہے کہ محمد ابرار زندہ ہے اور عامر کا انتقال ہوگیا ہے جیسا کہ سوالنامہ میں عامر کی بیوی کے بیوہ ہونے کا ذکر ہے، اگر واقعہ ایسا ہے تو پوری دوکان کا مالک عامر کا والد ابرار ہوگا اب ابرار کو اختیار ہوگا کہ عامر کی اولاد اور اس کی بیوی کو اس میں سے کچھ دیدیا کرے۔

الأب و ابنه يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما شيئ فالكسب كله للأب إن كان الابن في عياله لكونه معينا له ألا ترىٰ لو غرس شجرة تكون للأب ثم ذكر خلافا في المرأة مع زوجها إذا اجتمع بعملهما أموال كثيرة فقيل هي للزوج وتكون المرأة معينة له. (شامی، الشركة، مطلب: اجتمعا في دار واحدة واكتسبا ...... زكريا ٦/٥٠٢، كراچی ٤/٣٢٥، هنديه زكريا جديد ٢/٣٣٢، قديم ٢/٣٢٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳؍صفر المظفر ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۷۱۵)

والد اور لڑکے کی قیمت سے خریدے گئے مکان میں لڑکی کا حصہ

سوال [۱۱۳۲۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرے والد کی دو اولادیں ہیں ایک لڑکا جس کا نام عزیز النبی، دوسری لڑکی جس کا نام نجمہ بی بی ہے، میرے والد نے ایک مکان فروخت کیا، چھ ہزار روپئے میں، پھر میرے

بھائی عزیز النبی نے بطور قرض یا جس طرح بھی ہو دس ہزار روپئے کا انتظام کرکے والد صاحب کو دیا، پھر ایک دوسرا مکان تقریباً ۲۶۰۰۰/ ہزار روپئے میں خریدا۔

یہاں یہ خیال رہے کہ اس مکان میں سولہ ہزار روپئے والد کے مکان کا اور دس ہزار روپئے بھائی کے ذریعہ انتظام ہوا، والد کے انتقال کے کافی دنوں بعد تک میرے بھائی اس ملکیت میں میرا حق بتاتے تھے، اور دینے کا وعدہ بھی کرتے تھے، فی الحال مکان کی قیمت تقریباً ۵۰/ ۵۵/ لاکھ روپئے ہے، جبکہ میرے بڑے بھائی بہت خوشگوار اور پرسکون زندگی بسر کررہے ہیں، اس کے مقابلے میں میں ایک چھوٹے سے مکان میں غریبی کی زندگی گذار رہی ہوں، ابھی کچھ دنوں پہلے سے بھائی میرا حق وحصہ بھی دینے سے انکار کرتے ہیں، میں نے سنا ہے کہ میرے بھائی نے میری سادگی کا فائدہ اٹھا کر والد کی موجودگی میں ہبہ نامہ یا وصیت نامہ بنوالیا تھا، اس وقت سارے کاغذات میرے بھائی کے نام ہیں، صرف لائٹ بل والد صاحب کے نام سے آتا ہے، کیا شریعت کی رو سے اس مکان میں جو مشترکہ جائیداد ہے، میرا حق ہوتا ہے، ہوتا ہے تو کتنا؟ کیا از روئے شریعت ہمارا حق کا مطالبہ کرنا حق بجانب ہے کہ نہیں؟

لہٰذا آپ سے گذارش ہے کہ شریعت کی روشنی میں ہماری اس جائیداد میں ہمارا جو حصہ ہوتا ہے اس کی وضاحت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں؟

المستفتی: نجمہ بی بی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال نامہ میں اس بات کی وضاحت ہے کہ عزیز النبی نے دس ہزار روپیہ دوسروں سے قرض وغیرہ لے کر کے مکان کی خریداری میں دیا ہے، اور باپ نے وہ دس ہزار روپیہ واپس نہیں کیا، اس لیے دس ہزار روپیہ کی ملکیت میں عزیز النبی مکان میں شریک ہے، لہٰذا چھبیس ہزار میں سے دس ہزار کی ملکیت کو مجریٰ کرنے کے بعد باقی سولہ ہزار کی ملکیت تین حصوں میں تقسیم ہو کر دو حصہ عزیز النبی کو اور ایک حصہ بہن نجمہ بی بی کو ملے گا۔

﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ. [النساء: ۱۲]﴾ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/ جمادی الثانیہ ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۱۴۲/۴۰)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۸/۶/۱۴۳۴ھ

باپ کی ماتحتی میں رہ کر کمائے ہوئے سرمایہ کی اولاد مالک نہیں

سوال [۱۱۳۲۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک باپ کے سات بیٹے ہیں، باپ نے حسب ضرورت ایک بیٹے کو بقدر کفایت سامانِ زندگی دے کر الگ کر دیا، اور چھ بیٹے باپ کے ساتھ زندگی گذار رہے تھے، پھر بعد میں چھ بھائیوں میں سے زید باپ کی زندگی میں ہی ہر طرح کی ذمہ داریوں کا سرپرست بن گیا، اور زید کی نگرانی میں پانچوں بھائی آٹے کی مشین ''چکی'' اور تقریباً نو ہینڈلوم کے ذریعہ کام کرتے رہے، یہاں تک کہ حالات خوشحال زندگی میں تبدیل ہو گئے، چنانچہ زید نے اچانک پانچوں بھائیوں میں سے ایک بھائی یعنی خالد کو بغیر کچھ دیئے ہوئے الگ کر دیا، الگ کرنے کے بعد ابھی کچھ ہی مدت گذری تھی کہ زید نے زمین خریدی اور اس کو اپنے نام اور بقیہ چار بھائیوں کے نام لکھوا دیا، اور ایک لمبی مدت گذرنے کے بعد والد صاحب کا انتقال ہو گیا۔

الف: زید نے خالد کو بغیر کچھ دیئے ہوئے الگ کر دیا تو خالد کا زید پر کیا حق بنتا ہے؟

ب: اور اگر حق بنتا ہے تو اس کا ذمہ دار صرف زید ہے یا بقیہ چار بھائی بھی ہیں؟

ج: کیا خریدی گئی زمین میں بھی خالد کا حصہ بنتا ہے کہ نہیں؟ اگر بنتا ہے تو کیوں اور کیسے؟

نوٹ: تشفی بخش دلائل کے ساتھ تفصیلی جوابات مطلوب ہیں۔

المستفتی: محمد عبد اللہ حاجی لنگی مئو

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: باپ کی زندگی میں باپ کی ماتحتی میں کاروبار کرتے ہوئے جو سرمایہ جمع ہوا ہے وہ باپ کی ملکیت ہے، لہٰذا باپ نے ایک بیٹے کو جو مناسب سامان وجائیداد وغیرہ دے کر الگ کیا ہے وہ باپ کی جانب سے ہبہ ہے، جس کا وہ بیٹا مالک ہو گیا، لیکن باپ کی زندگی میں کسی ایک بیٹے کا اپنے کسی بھائی کو فیملی اور کاروبار سے

الگ کرنے کا حق نہیں ہے، کیونکہ تمام کاروبار کا مالک اپنی زندگی میں باپ ہے، اس لیے مسئولہ صورت میں حکم شرعی یہ ہے کہ زید نے والد کی حیات میں جو زمین اپنے اور خالد کے علاوہ دیگر بھائیوں کے نام سے خریدی ہے، خالد کا بھی اس میں سب بھائیوں کے برابر حق بنتا ہے، اور پورے کاروبار میں بھی خالد سب کے برابر کا حصہ دار ہے، کیونکہ اسے کاروبار سے بے دخل کرنے کا باپ کے علاوہ کسی کو اختیار نہیں تھا، اسی طرح باپ کی وفات کے بعد اس کے چھوڑے ہوئے ترکہ میں خالد اور اس لڑکے کو بھی سب بیٹوں کے برابر حق وراثت حاصل ہے، جسے باپ نے اپنی زندگی میں کمائی اور کاروبار سے الگ کردیا تھا۔

الأب و ابنه يكتسبان فی صنعة واحدة ولم يكن لهما شيئ فالكسب كله للأب إن كان الابن فی عياله لكونه معينا له. (شامی، الشركة، مطلب: اجتمعا فی دار واحدة واكتسبا ...... زكريا ٦/٢ ٥٠، كراچی ٤/٣٢٥، هندية زكريا جديد ٢/٣٣٢، قديم ٢/٣٢٩)

لو اجتمع إخوة يعملون فی تركة أبيهم و نما المال فهو بينهم سوية وإن اختلفوا فی العمل والرأی. (شامی كراچی ٤/٣٢٥، زكريا ٦/٢ ٥٠)

الإرث جبری لايسقط بالإسقاط. (تكملة رد المحتار، مطلب: فی حادثة الفتویٰ، زكريا ١١/٦٧٨، كراچی ٧/٥٠٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/ جمادی الثانیہ ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۰۸۷)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۱/۶/۵ھ

مال مشترک کی تقسیم

سوال [۱۱۳۲۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: خورشید علی نے اپنی ذاتی ملکیت سے ایک دوکان خریدی اور اس دوکان پر اپنے چھوٹے بھائی مجاہد علی کو بٹھا دیا، اور دونوں بھائی مشترکہ طور پر برابر دوکان چلاتے رہے، اور اسی کی آمدنی سے بفضل ایزدی ایک دوسری دوکان خریدی گئی اور دونوں دوکان کی آمدنی سے

مجاہد علی کی شادی بھی کردی گئی، اب اس کا ایک لڑکا پیدا ہوا اور پھر اس کا انتقال ہوگیا، اب اس کے ورثاء میں اس کی ایک بیوی اور ایک لڑکا موجود ہے جس کی عمر ڈھائی ماہ ہے تو ایسی صورت میں دونوں دوکان کس طرح تقسیم ہوں گی، اور اس کے علاوہ چھ بھائی ہیں تو کیا ان چھ بھائیوں کو بھی اس میں سے کچھ ملے گا یا نہیں؟ نیز ان کے بال بچوں کا متولی بننے کا زیادہ حقدار کون ہے؟

المستفتی: شہزادیکا باغ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب دونوں بھائیوں نے مشترکہ طور پر کاروبار کیا ہے تو پورے کاروبار اور دونوں دوکانوں میں دونوں بھائی برابر کے شریک ہوگئے ہیں، اس لیے دونوں دوکانوں کی قیمت لگا کر نصف قیمت کی دوکان خورشید علی کو ملے گی اور بقیہ نصف قیمت کی دوکان آٹھ سہام میں تقسیم ہوکر ایک سہام مجاہد علی کی بیوی کو ملے گا، اور سات سہام مجاہد کے ڈھائی ماہ کے بچہ کو ملے گا، اور ان کے دیگر چھ بھائیوں کو مذکورہ کاروبار اور دوکانوں میں شرعاً کوئی حق نہیں پہنچتا ہے، نیز بال بچوں کا متولی وہی ہوسکتا ہے جو ان کے حقوق کی زیادہ حفاظت کرسکتا ہے، اور مرحوم کی دیگر ملکیت کا مالک بھی مذکورہ طریقہ پر مرحوم کی بیوی اور لڑکا ہے۔

کما استفید من عبارة الشامی: في زوج امرأة و ابنها اجتمعا فی دار واحدة وآخذ کل منهما یکتسب علی حدة و یجمعان کسبهما ولایعلم التفاوت و لا التساوی ولا التمییز فأجاب بأنه بینهما سویة. (شامی، الشرکة، مطلب: اجتمعا فی دار واحدة واکتسبا ...... زکریا ۶/۵۰۲، کراچی ۴/۳۲۵) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۹/۳۲۱۱)

مشترک کاروبار میں کسی شریک کے الگ سے کمائے ہوئے مال میں وراثت

سوال [۱۱۳۲۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: علی نے کپڑوں کی تجارت شروع کی اور جس دوکان میں یہ تجارت کررہے ہیں وہ ان کے والد اور چچاؤں کے نام ہے، اوران کا کاروبار بھی کپڑوں کا ہی ہے، لیکن علی نے اپنے بھائیوں کے ساتھ مل کر جو کاروبار شروع کیا اس کے لیے اس نے اپنے بڑوں کے کاروبار سے جو مشترکہ ہے، کچھ بھی مدد نہیں لی، اور اپنے بل بوتے پر اور ادھار مال لاکر کاروبار کو آگے بڑھایا اور اب بھی کسی سے کوئی مدد یا رقم لیے بغیر کاروبار کررہے ہیں، لیکن اب مشترکہ تجارت اور جائیداد میں تقسیم درپیش ہے تو کیا تقسیم کے وقت دوکان کے ساتھ اس میں موجود مال کو بھی شامل کیا جائے گا، جبکہ اس مال کے لیے مشترکہ تجارت سے کچھ بھی رقم نہیں لی گئی، اور خود اپنے بل بوتے پر مال بنایا ہے، برائے کرم وراثت تقسیم کرکے اس معاملہ میں شریعت کی روشنی میں مدلل حوالوں کے ساتھ جلد سے جلد جواب دیں؟

المستفتی: ایم، اے، ایچ، اطہر، وقف بورڈ گلبرگہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) صورت مسئولہ میں جب علی نے بھائیوں کے ساتھ مل کر اپنے والد اور چچا کے نام کی مشترکہ دوکان میں اپنے بل بوتے اور سرمایہ کے ساتھ کاروبار کر رکھا ہے، تو والد اور چچاؤں کی جائیداد کی تقسیم کے وقت اس میں موجود مال کو ان کی وراثت میں شامل نہیں کیا جائے گا، البتہ اگر دوکان کے ذریعہ سے کاروبار کیا گیا ہے تو اس کا مناسب کرایہ علی کو ادا کرنا پڑے گا۔

إذا أخذ أحد الورثة مبلغا من نقود التركة قبل القسمة بدون إذن الآخرين و عمل فيه وخسر كانت الخسارة عليه كما أنه إذا ربح لايسوغ لبقية الورثة أن يقاسموا الربح. (شرح المجلة رستم اتحاد ۱/ ۶۱۰، رقم: ۱۰۹۰)

لو تصرف أحد الورثة فى التركة المشتركة وربح فالربح للمتصرف وحده. (هنديه، الشركة، الباب السادس فى المتفرقات زكريا قديم ۲/ ۳۴۶، جديد ۲/ ۳۴۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱/ ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۳۴۳)

والد اور اولاد کے مشترکہ مال کی والد کے انتقال کے بعد تقسیم

سوال [۱۱۳۲۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ریاض الدین نے اپنے بڑے لڑکے محمد اکرام کو دہلی میں سلائی کا ایک کارخانہ کچھ دے کر کروایا تھا، محمد اکرام نے کچھ دنوں تک اس کارخانے میں محنت کی، پھر اس نے اس کارخانے میں سے اپنا حصہ لے لیا، اور الگ ہوگیا، اس کا اس کارخانے سے کوئی تعلق نہ رہا، اس کے بعد ریاض الدین نے اپنے لڑکے محمد عمران کو اس کارخانے میں لگادیا، اور اس نے اسے سنبھالا اور اپنے چھوٹے بھائی محمد عرفان محمد ریحان کو لگایا، یہ سب کارخانہ میں کام کرتے رہے، پھر اسی کارخانہ کی آمدنی سے عمران کی شادی ہوئی اور اس نے ایک مکان خریدا، چار لاکھ پانچ ہزار روپیہ کا، اب عمران اسی مکان پر قابض ہے اور کارخانے والے مکان کی مشین وغیرہ بھی یہیں اسی نئے مکان میں منتقل کرلی ہے، اور پرانے کارخانے والے مکان کو کرایہ پر اٹھادیا، کرایہ خود وصول کرتا ہے۔

تو دریافت یہ کرنا ہے کہ نئے مکان اور کارخانہ والا مکان دونوں میں دو چھوٹے بھائی محمد عرفان اور محمد ریحان کا حق ہوتا ہے یا نہیں؟ یہ تمام کاروبار باپ کے ساتھ ہوتا تھا، شرعی حکم کیا ہے؟ تحریر فرمائیں۔

المستفتی: ریاض الدین محلّہ نئی بستی، سنبھل مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب باپ کے ساتھ رہ کر ہی یہ تمام کاروبار رہوا ہے تو سب کی آمدنی شرعاً باپ کی ہی ملکیت ہے، لہٰذا باپ کے بعد سب کے اندر تمام ہی ورثاء کا حق حصص شرعی کے اعتبار سے متعلق ہوگا۔

الأب و ابنہ یکتسبان فی صنعۃ واحدۃ ولم یکن لھما شیئ فالکسب کلہ للأب إن کان الابن فی عیالہ لکونہ معینا لہ. (شامی، الشرکۃ، مطلب:

اجتمعا فی دار واحدة واكتسبا ...... زكريا ٦/٥٠٢، كراچی ٤/٣٢٥، هنديه زكريا جديد ٢/٣٣٢، قديم ٢/٣٢٩) **فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ رشوال المکرّم ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۹۱۰/۳۴)

شرکت میں ملنے والا منافع مرحوم کے تمام شرعی ورثاء کا حصہ ہے

سوال [۱۱۳۲۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید کی شرکت تین بیکریوں میں ہے اس کا پروفٹ آتا ہے، وہ کن لوگوں کے مابین تقسیم ہوگا، لڑکوں کے یا لڑکیاں بھی حقدار ہوں گی؟

المستفتی: اہلیہ شعیب رشید اصالت پورہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زید کی شرکت والی تین بیکریوں سے جو پروفٹ آتا ہے اس میں اس کے تمام وارثین اپنے اپنے حصہ شرعی کے بقدر مالک ہیں، بیوی کو آٹھواں حصہ اور ''لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ'' کے مطابق ہر لڑکے کو دوہرا اور لڑکی کو اکہرا حصہ ملے گا۔

﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ. [النساء:١٢]﴾

﴿قال الله تعالىٰ: يُوصِيكُمُ اللهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ. [النساء:١١]﴾

لاشك أن أعيان الأموال يجرى فيها الإرث. (تاتارخانية زكريا ٢٠/٢١٣، رقم: ٣٣٠٧٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲ رشعبان المعظم ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۲۲۸/۴۰)

فروخت شدہ مکان میں وراثت جاری نہیں ہوگی

سوال [۱۱۳۲۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میں مسماۃ طاہرہ نے اپنے ایک رشتہ دار کو جو زمینوں اور مکانات کی خرید وفروخت کا کاروبار کرتے تھے، ایک خطیر رقم دی کہ مجھے وہ ایک رہائشی مکان دلائیں، چنانچہ انہوں نے مجھے ایک مکان میں ٹھہرایا لیکن اس کو میرے نام پر نہیں کیا، اور کچھ عرصہ بعد مجھے اس مکان سے نکال دیا، کیونکہ وہ مکان خود ان کے نام پر مکمل نہیں ہوا تھا، بعد میں انہوں نے مجھے ایک دوسرے مکان میں ٹھہرایا لیکن میں اس مکان سے خوش نہ تھی، میری دانست میں میں نے جو رقم ان کو دی تھی وہ مکان اس سے کم لاگت کا تھا، پھر انہوں نے اس مکان کا (جی، پی، اے) میرے نام لکھ دیا، جس کی ظاہری حیثیت مختار نامہ کی ہوتی ہے، مگر وہ ملکیت سپرد کرنے کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے، اہل شعبہ اس کی تحقیق آپ کو دے سکتے ہیں۔

اس رشتہ دار کے معاملات صاف اور واضح نہیں تھے، اس لیے میں نے فوراً اس مکان کی رجسٹری اپنے شوہر کے نام پر کردی، اس خیال سے کہ کہیں اس مکان کو بھی مجھ سے واپس نہ لے لیں، اس کے باوجود میں اس رشتہ دار سے برابر کہتی رہی کہ وہ مکان مجھے پسند نہیں ہے، مجھے دوسرا مکان دلاؤ۔

ایک دن اس رشتہ دار نے مجھے اپنے گھر بلوایا، اور مجھ سے کہنے لگے کہ طاہرہ مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ میرا آخری وقت ہے، مجھے اب اپنی زندگی زیادہ باقی معلوم نہیں ہوتی، میں نے تم کو اس سے اچھا مکان دلوانے کا وعدہ کیا تھا، لیکن اب یہ ممکن نہیں ہوتا، لہٰذا تم اسی مکان میں رہو، اور جو زیادتی میری طرف سے تم پر ہوئی ہے اس کو معاف کردو، وہ رشتہ دار اصلاً میری بہن کے شوہر تھے، مجھے ان کا زندگی سے مایوس ہوکر اس طرح بات کرنے سے ترس آیا اور میں نے انہیں اسی وقت معاف کردیا، اور ان کے اس مطالبہ کو کہ اس مکان پر خوش رہو، قبول بھی کرلیا، طیب قلب سے، اور مطمئن ہوگئی، اور ان سے کہہ دیا کہ مجھے کسی دوسرے مکان کی

ضرورت نہیں ہے، پھران کا انتقال ہو گیا، آج اس مکان میں رہتے ہوئے مجھے قریب بارہ سال کا عرصہ گذر چکا ہے، اوراس رشتہ دار کا انتقال ہوئے قریب دس سال بعداس کے رشتہ دار مجھ سے کہتے ہیں کہ وہ مکان شرعی طور پر فروخت نہیں ہوا تھا، اس لیے وہ اب بھی مرحوم کی ملکیت میں ہے، اور چونکہ وہ اب رہے نہیں، اس لیے ان کے ورثاء کا حصہ ہے۔

رہی بات میری رقم کی جو میں نے مرحوم کو دی تھی وہ قرض شمار ہوگی، وہ مرحوم کے مال سے واجب الأ داء ہوگی، مگر چونکہ تم مرحوم کے مکان میں ۱۲/ سال سے رہ رہی ہو اس لیے تمہاری رقم سے بارہ سال کا کرایہ منہا کر کے ادا کیا جائیگا، اور کہہ رہے ہیں کہ میں اس مکان کی رجسٹری ان کے ورثاء کے نام کردوں، جو مرحوم کی زندگی ہی میں میں نے اپنے شوہر کے نام کردیا تھا، مجھے پوچھنا یہ ہے کہ کیا واقعی وہ مکان میری ملکیت نہیں ہے، اور کیا میں شرعی طور پراس کو چھوڑ دینے کی پابند ہوں، جبکہ میں نے اس کی لاگت سے زیادہ رقم مرحوم کو دی تھی، یہ صحیح ہے کہ میں ابتدا میں اس مکان سے مطمئن نہیں تھی لیکن مرحوم کے انتقال سے قبل کی گفتگو میں میں نے اس مکان کو قبول کرلیا تھا، اوراس وقت بغیر کسی تکدر کے اس پر مطمئن ہوگئی تھی، اور مرحوم پر کسی قسم کا پھر مطالبہ نہیں کیا، اور مرحوم کی زندگی ہی میں وہ مکان پہلے ہی اپنے شوہر کے نام کردیا تھا، اور آج بھی وہ میرے شوہر کے نام رجسٹرڈ ہے، مہربانی فرما کر شرعی حکم بیان فرمائیں۔

المستفتی: طاہرہ بیگم زوجہ نصیرالدین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں جب ایک خطیر رقم کے عوض طاہرہ کو یہ مکان دیا گیا ہے اور اخیر میں جانبین سے اس پر رضا مندی بھی ہوگئی تو ایسی صورت میں بہنوئی کا اس خطیر رقم کے عوض دیا گیا مکان شرعاً طاہرہ کی ملک بن گیا ہے، اب اس میں مالک مکان یعنی طاہرہ کے بہنوئی کے کسی وارث کا حق نہ ہوگا۔

إذا حصل الإیجاب والقبول لزم البیع. (ھدایہ، کتاب البیوع، اشرفی ۳/ ۲۰، شامی زکریا ۷/ ۴۷، کراچی ۴/ ۵۲۸، مختصر القدوری ص: ۷۱)

وحاصلہ: أن التخلیۃ قبض –إلی– ولو قال البائع للمشتری بعد البیع خذ

لا یکون قبضا، ولو قال خذه یکون تخلیة إذا کان یصل إلی أخذه. (شامی، مطلب: فی شروط التخلیة، زکریا دیوبند ۷/۹۶-۹۷، کراچی ۴/۵۶۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۷۲۴۹)

کیا فروخت شدہ جائیداد ترکہ ہے؟

سوال [۱۱۳۲۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک شخص مسمیٰ عظمت اللہ نے اپنے مکان کو اپنی زندگی ہی میں اپنے بھائی عبد اللہ مرحوم کے لڑکوں (یعنی اپنے بھتیجوں) کے ہاتھ ۳۰/ ہزار میں فروخت کر دیا تھا، عظمت اللہ اپنے اس مکان کا بلا شرکت غیرے خود اکیلا مالک تھا، بھتیجوں نے وہ پورا تیس ہزار روپیہ عظمت اللہ کو ادا کر دیا تھا، عظمت اللہ کا چونکہ کوئی لڑکا نہیں تھا، اور اس کی بیوی کا بھی کافی عرصہ ہوا انتقال ہو چکا تھا، صرف ایک لڑکی تھی جس کی شادی ہو گئی تھی، اس لیے بھتیجے ہی اس کی بیماری میں اور کمزوری ومعذوری میں اس کی خدمت اور دیکھ بھال کرتے تھے، جب عظمت اللہ کی نواسی کی شادی ہوئی تو شادی میں بھی بھتیجوں نے کافی خرچ کیا، تقریباً ۱۸/ ہزار روپیہ عظمت اللہ کی خدمت اور اس کی نواسی کی شادی میں بھتیجوں کا خرچ ہوا اور یہ ۱۸/ ہزار روپیہ اس ۳۰/ ہزار سے الگ ہیں، جو مکان کی قیمت میں بھتیجوں نے ادا کر دیا تھا۔

تو اس طرح ۴۸/ ہزار روپیہ عظمت اللہ کی طرف بھتیجوں کا پہنچ گیا، بھتیجوں نے اس خریدے ہوئے مکان میں اپنا کچھ سامان بھی رکھ دیا تھا، اور عظمت اللہ کو بھی اس مکان میں رہنے کے لیے جگہ دیدی تھی، تاکہ رہائش کے لیے ان کو پریشانی نہ ہو، عظمت اللہ کا چھوٹا بھائی تھا رحمت اللہ، اس نے عظمت اللہ کو اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کی اس کو اپنے گھر کھلانا پلانا، شروع کر دیا، اور اپنے لڑکوں کو دیکھ بھال کے لیے لگا دیا، عظمت اللہ کے دوسرے بھتیجوں (یعنی عبد اللہ مرحوم کے لڑکوں) کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوا، کیونکہ رحمت اللہ بھی بھائی ہے، بھائی بھائی کی خدمت

کرے تو کیا حرج ہے؟ لیکن جب عظمت اللہ نے اس مکان سے اپنے بھتیجوں کا رکھا ہوا سامان نکلوا کر دوسری جگہ رکھوا دیا تب یہ بات سمجھی گئی کہ یہ سب کچھ رحمت اللہ ہی عظمت اللہ سے کرا رہا ہے، اور خدمت کا مقصد صرف اس مکان کا حاصل کرنا ہے، جبکہ رحمت اللہ کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ یہ مکان عبد اللہ بھائی مرحوم کے لڑکوں نے خرید لیا ہے اور اس کی پوری قیمت بھی عظمت اللہ مالک مکان کو ادا کردی ہے، یہ بات اور دوسرے رشتہ داروں کو محلّہ والوں کو اور پڑوس والوں کو بھی اچھی طرح معلوم ہے، عبد اللہ کے لڑکوں کو جب اس بات کا علم ہوا کہ ان کا سامان اس مکان سے اٹھوا کر کسی اور جگہ رکھوا دیا گیا ہے تو انہوں نے عظمت اللہ سے کھل کر بات کی کہ تمہارا اس مکان میں اب کوئی حق یا دخل نہیں رہا، یہ مکان تو ہمارا ہو چکا ہے، ہم نے تو اپنا بڑا سمجھ کر پریشانی سے بچانے کے لیے تم کو اس مکان میں جگہ دیدی تھی، اگر یہ حرکت کرو گے تو تمہاری چارپائی نکال کر باہر ڈال دیں گے، تب عظمت اللہ نے وہ سامان اس مکان میں دوبارہ رکھوایا، اس کے بعد عظمت اللہ نے اپنے بھتیجوں میں سے بڑے بھتیجے محمد طفیل کے نام وصیت نامہ لکھوایا، تا کہ کل کو کوئی اس مکان میں کسی طرح کا جھگڑا نہ کرے، تو اب عظمت اللہ کا انتقال ہو چکا ہے اس نے اپنے انتقال کے بعد اپنا ایک حقیقی بھائی رحمت اللہ ایک حقیقی بہن نور جہاں، تین بھتیجے یعنی عبد اللہ مرحوم کے لڑکے ایک نواسی، یہ چھ وارث چھوڑے ہیں، اور وہ مکان چھوڑا جس کو عبد اللہ مرحوم کے لڑکوں کے ہاتھ بیچ کر اس مکان کا ان کو مالک بنا دیا ہے۔

تو اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس مذکورہ مکان میں جس کو مالک نے اپنی زندگی میں فروخت کر کے بھتیجوں کو مالک بنا دیا ہے، بھتیجوں کے علاوہ دوسرے ورثاء کا اس مکان میں اب کوئی حق باقی ہے یا نہیں؟ اور بحق وراثت اس مکان میں اپنے حق کا مطالبہ کرنا صحیح ہے یا سراسر غلط ہے، جبکہ سب ورثاء کو یہ بات بخوبی معلوم ہے کہ عظمت اللہ نے یہ مکان اپنی زندگی ہی میں بھتیجوں کے ہاتھ فروخت کر دیا ہے، بالفرض اگر ورثاء کا مطالبہ صحیح ہے تو یہ بھی فرمائیں کہ ان چھ ورثاء میں سے کس کو ملے گا اور کس کو نہیں ملے گا اور جس کو ملے گا تو کتنا ملے گا؟

المستفتی: محمد طفیل ومحمد شفیق ہلدوانی، نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر عظمت اللہ نے مذکورہ بھتیجوں کے ہاتھ فروخت کردیا تھا جیسا کہ سوالنامہ میں مذکور ہے تو وہ مکان صرف ان بھتیجوں کی ملکیت ہے جن کے نام فروخت کردیا تھا، اب عظمت اللہ کے انتقال کے بعد اس کے ورثاء کا اس میں کسی قسم کا کوئی حق متعلق نہیں ہے۔

عن أبي حميد الساعدي، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لايحل لامرئ أن يأخذ مال أخيه بغير حقه، وذلك لما حرم الله مال المسلم على المسلم.

(مسند أحمد بن حنبل ٥/٤٢٥، رقم: ٢٤٠٠٣)

لايجوز لأحد أن يأخذ مال أحد بلا سبب شرعي. (قواعد الفقه اشرفی ص: ١١٠، رقم: ٢٦٩، شرح المجلة رستم اتحاد ١/٦٢، رقم: ٩٧، هنديه زكريا قديم ٢/١٦٧، جديد ٢/١٨١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳/ ذی قعدہ ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۳۵۵)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۰/۱۱/۳ھ

مقبوضہ اور فروخت شدہ جائیداد کی قیمت ترکہ میں شامل ہوگی

سوال [۱۱۳۲۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایوب صدیقی کا انتقال ہوگیا ان کے ورثاء میں تین لڑکے اور پانچ لڑکیاں ہیں، مرحوم کے پاس تین مکان، ایک آٹے والی چکی اور ایک باغ ہے، ان تمام اشیاء کو ان تمام وارثین کے درمیان کس طرح تقسیم کیا جائے گا؟

نوٹ: والد صاحب کی حیات میں میرے دو بڑے بھائی چکی وغیرہ کے کاروبار میں والد صاحب کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے، اور اب بھی پوری جائیداد ان کے قبضہ میں ہے، اور اس کاروبار میں اس وقت سے اب تک بڑھوتری ہورہی ہے۔

تو دریافت یہ کرنا ہے کہ والد صاحب کے انتقال کے وقت جو جائیداد اور اثاثہ تھا وہ تقسیم ہوگا یا آگے بھی جو ترقی ملی ہے اس کی بھی تقسیم ہوگی؟ شرعی حکم کیا ہے؟

(٢) باپ کے متروکہ جائیداد میں سے باغ دونوں بھائیوں نے فروخت کردیا ہے، کیا اس کی قیمت میں، میں شرعی حقدار ہوں؟

المستفتی: محمد جمال صدیقی ولد ایوب صدیقی ہلدوانی نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں تمام کاروبار و جائیداد شرعاً مرحوم باپ کی ملکیت میں شمار ہوگی، اور جو بیٹے والد کے ساتھ ان کی حیات میں کاروبار و دوکان وغیرہ پر بیٹھتے رہے ہیں، وہ شرعی طور پر باپ کے معاون و مددگار تھے، لہٰذا باپ کی وفات کے بعد انہیں متروکہ جائیداد میں کسی قسم کے مالکانہ تصرف وقبضہ کا اختیار نہ ہوگا، اور باپ کی وفات کے بعد دو بڑے بیٹوں کے باپ کے متروکہ کاروبار و چکی کا انتظام سنبھالنے کی وجہ سے اس میں جو ترقی اور اضافہ ہوا ہے، اس اضافہ سمیت تمام کاروبار و جائیداد شرعی ورثاء کے درمیان حسب حصص شرعیہ نیچے درج کیے ہوئے نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگی۔

میت ١١

لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی
٢	٢	٢	١	١	١	١	١

کل جائیداد ١١/ برابر سہام میں تقسیم ہوکر ہر بھائی کو ٢/٢/ اور ہر بہن کو ایک ایک سہام ملے گا۔

الإبن إذا كان في عيال الأب يكون معينا له فيما يصنع، ما اكتسبه الإبن يكون لأبيه إذا اتحدت صنعتهما، ولم يكن مال سابق لهما، وكان الإبن في عيال أبيه لأن مدار الحكم كونه معينا له. (تكمله شامى، مطلب: واقعة الفتاوىٰ زكريا ١١/٦٧٧، كراچى ٧/٥٠٤)

لو اجتمع إخوة يعملون في تركة أبيهم و نما المال، فهو بينهم سوية، ولو اختلفوا في العمل والرائ. (شامی، مطلب: اجتمعا فی دار واحدة واکتسبا ...... زکریا ۶/ ۵۰۲، کراچی ۴/ ۳۲۵)

(۲) آپ کے والد صاحب کے متروکہ جائیداد میں سے جو باغ بڑے بھائیوں نے فروخت کردیا ہے، اس کی قیمت میں آپ بڑے بھائیوں کے ساتھ حقدار ہیں، شرعی طور پر اس میں سے آپ کو بھائیوں کے برابر حصہ ملے گا۔

الإرث جبري لا يسقط بالإسقاط. (تکملہ شامی، مطلب: واقعة الفتاویٰ کراچی ۷/ ۵۰۵، زکریا ۱۱/ ۶۷۸)

عن أنس بن مالك -رضي الله عنه- قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم: من فر من ميراث وارثه، قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة. (سنن ابن ماجه، باب الحيف في الوصية، النسخة الهندية ۲/ ۱۹۴، دار السلام رقم: ۲۷۰۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۴۵۹)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۱/ ۷/ ۱۴۳۲ھ

شئ مرہون میں وراثت کا حکم

سوال [۱۱۳۳۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حمید مرزا کا ایک مکان ۶۶ ۳/ گز ۹/ گرہ کا تھا، حمید مرزا نے یہ مکان ایک ہندو مہاجن کے پاس گروی رکھ دیا تھا، پھر ہندو مہاجن کا روپیہ ادا نہ کرسکے تو اس نے مقدمہ کردیا، پھر ایک دوسرے مسلم آدمی سے آٹھ ہزار روپیہ لے کر حمید مرزا نے اس ہندو مہاجن سے چھڑا کر مسلم آدمی کے پاس گروی رکھ دیا تھا، پھر حمید مرزا یہ مکان مسلم آدمی سے چھڑانے سے قبل انتقال کرگئے، پھر مسلم آدمی سے مقدمہ بازی ہوئی، جس کی پیروی سعید مرزا اور ان کی اولادوں نے کی اور تمام اخراجات مقدمہ کے بھی سعید مرزا نے برداشت کیے، حالانکہ مرزا کی

اولاد میں ایک اور لڑکا حفیظ مرزا بھی پاکستان میں تھے، اور اب بھی حیات ہیں اور لڑکی سعادت بیگم بھی تھی، پھر سعید مرزا نے اپنی حیات میں مکان ۱۹۸۰ء میں مسلم مہاجن کو آٹھ ہزار روپیہ دے کر چھڑالیا تھا، واپسی بیع نامہ سعید مرزا کے نام ہو گیا۔

تو دریافت یہ کرنا ہے کہ اس گروی پر رکھے ہوئے مکان کو سعید مرزا نے چھڑایا تھا تو اس میں سعید مرزا ہی حقدار ہوگا یا سعادت بیگم اور حفیظ مرزا کو بھی حصہ ملے گا، اگر سب کو حصہ ملے گا تو جو مقدمہ میں خرچ ہوا اور مسلم مہاجن کو جو روپیہ دیا وہ سعید مرزا کو ملے گا یا نہیں؟ اور ہر ایک وارث کو کتنے کتنے گز ملیں گے؟

المستفتی: وحید مرزا محلّہ نئی سڑک مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: گروی رکھی ہوئی چیز مالک کی ملکیت سے خارج نہیں ہوتی، اسی طرح مالک کی وفات کے بعد وارثین کی میراث بننے سے خارج نہیں ہوتی، ہاں البتہ جس قرض پر رکھی گئی ہے اس کی ادائیگی میں ہر وارث اپنے حصے کے تناسب سے شریک ہو جائیں گے، لہٰذا اگر ایک وارث نے پیروی کر کے اپنے پیسہ سے چھڑالی ہے تو دوسرے وارثین پر لازم ہے کہ اپنے اپنے حصوں کے تناسب سے قرض میں شریک ہو کر پیروی کرنے والے نے جو خرچ کیا ہے اس کو وہ پیسہ ادا کریں، نیز پیروی کرنے والے کے حصہ سے بھی اسی تناسب سے کاٹا جائے گا، کیونکہ یہ میراث میں سے قرض ادا کرنے کے حکم میں ہے اور قرض جمیع میراث سے ادا کرنا ہوتا ہے۔

ثم تقضیٰ دیونه من جمیع ما بقی من ماله ثم تنفذ وصایاه من ثلث ما بقی بعد الدین ثم یقسم الباقی بین ورثته. (سراجی ص: ٤)

لہٰذا مذکورہ مسئلہ میں صرف سعید مرزا حقدار نہ ہوگا، بلکہ سب ورثاء شریک ہوں گے، اور سعید مرزا کو خرچ چکانے کے بعد مذکورہ ورثاء کے درمیان حسب ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگی:

حمید مرزا میــــــــــــــــــــــــت ۵

لڑکا	لڑکا	لڑکی
سعید مرزا	حفیظ مرزا	سعادت بیگم
۲	۲	۱

کل ۵ر سہام میں تقسیم ہو کر سعید، حفیظ کو دو، دو اور سعادت بیگم کو ایک ملے گا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷ر صفر المظفر ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۶۵۳)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۲/۲۷ھ

موہوبہ مکان میں وراثت جاری نہیں ہوتی

سوال [۱۱۳۳۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں (نورالحسن) نے اپنی دادی سے ایک مکان اپنی تائی کے نام کرادیا تھا، وہ مکان دادی کے والد کا تھا، اور دادی کے سوا اور کوئی وارث نہیں تھا، تائی کے کوئی لڑکا نہیں تھا، تاؤ کا انتقال ہو گیا تھا، ان کی تین لڑکیاں ہیں: بانو، سلیمہ، نور جہاں، بانو اور سلیمہ کی شادیاں ہو چکی ہیں، نور جہاں نے شادی نہیں کی، مکان ایک منزلہ تھا، اب دو منزلہ ہو گیا ہے، سلیمہ اور بانو نے آج تک اپنی ماں کی کوئی خدمت پیسے سے نہیں کی وہ فالج کے مرض میں مبتلا ہو کر ۲۸ر اگست کو انتقال کر گئیں، میں نورالحسن اور ایک میرا بھائی شمس الحسن اپنی سگی ماں سے ہیں، ایک دوسرا بھائی ابوالحسن دوسری ماں سے ہے، یعنی وہ سوتیلا بھائی ہے، میرے علاوہ کسی بھائی نے تائی کی مدد نہیں کی ہے، میں ان کے ہر آڑے وقت کام آیا ہوں، میں نے مکان تائی کے نام اس لیے کرایا تھا کہ وہ آخر میرے نام کر دیں گی، آپ شرعی اعتبار سے تحریر فرمائیں کہ مکان مجھے ملے گا یا نہیں؟ میرے نام بد قسمتی سے ان کی کوئی تحریر نہیں ہے، یا اس کی تقسیم کس طرح ہوگی؟ جواب سے مستفید فرمائیں۔

نوٹ: ہم نے اپنی تائی رفیقاً کے نام جو مکان ہبہ کروایا تھا وہ ایک منزلہ تھا اب اس پر دوسری منزل نور جہاں نے تعمیر کرائی ہے، تو دوسری منزل نور جہاں کی ملکیت ہے یا اس کی بھی شرعی تقسیم ہونی ہے؟

المستفتی: نورالحسن اصالت پورہ مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نورالحسن کی دادی نے اپنی زندگی میں وہ مکان نورالحسن کی تائی رفیقاً کے نام ہبہ کرکے قبضہ دیدیا تھا، اور رفیقاً نے اپنی حیات میں کسی کے نام کوئی وصیت نہیں کی تھی، اس لیے وہ مکان رفیقاً کے انتقال کے بعدان کی تینوں لڑکیوں بانو، سلیمہ،نورجہاں کے درمیان برابر برابر تقسیم ہوگا۔

الهبة تصح بالإيجاب والقبول والقبض لابد منه لثبوت الملک.

(هدايه، کتاب الهبة، اشرفی ۳/۲۸۳)

رفیقاً کے شوہر کے بھتیجے نورالحسن، شمس الحسن اور ابوالحسن وراثت میں شریک نہ ہوں گے، اورنورجہاں نے اپنی ماں کی موجودگی میں اپنے پیسے سے جواوپری منزل تعمیر کروائی ہے وہ شرعاً ماں کی ملکیت شمار ہوکراس کی بھی تقسیم ہوگی، البتہ نورجہاں کوخرچ کیے ہوئے پیسوں کے واپس لینے کاحق ہوگا۔

والمستحقون للترکة عشرة أصناف فيبدأ بذوی الفروض (إلی قوله) ثم يوضع فی بيت المال. (در مختار مع الشامی، کتاب الفرائض، زکريا ۱۰/۴۹۸- ۵۰۳، کراچی ۶/۷۶۲- ۷۶۶) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیراحمد قاسمی عفااللہ عنہ
۲۵ ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر:۳۲/ ۴۷۹۶)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۲۵/۴/ ۱۴۱۷ھ

مصلحتاً دوسرے کے نام سے خریدی گئی اشیاء ترکہ میں شامل ہوں گی

سوال [۱۱۳۳۲]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہم چھ بھائی وایک بہن: عبدالوحید،عبدالحفیظ،عبدالرشید،عبدالعزیز،سعیداحمد، عبدالحمید،ریحانہ نسرین ہیں۔

والدصاحب ٹھیکیدار تھے،ٹھیکیداری کے زمانے میں انہوں نے ایک پلاٹ اور ایک

ٹرک لیا تھا، پلاٹ والدہ کے نام کا ہے، ٹرک دوسرے نمبر کے بھائی کے ذمہ تھا، اور ٹھیکیداری تیسرے نمبر کے بھائی کے ذمہ تھی، خاندان کا مشترکہ کاروبار یہ ہی تھا، تین چھوٹے بھائی اس وقت پڑھتے تھے، ٹرک پہلے ڈرائیور چلاتا تھا، بعد میں دوسرے نمبر کے بھائی ڈرائیوری کرنے لگے اور اس کے ساتھ چھوٹے بھائی کنڈیکٹری کرنے لگے تھے، بہن کی شادی کے لیے والدہ کے نام کا پلاٹ (اس میں سے آدھا پلاٹ) شادی کے وقت والدہ صاحب نے فروخت کردیا تھا، آدھا پلاٹ (۱۸۰۰/اسکوائرفٹ) باقی ہے، ٹرک کی کمائی پر والدین نے بعد میں تین پلاٹ تقریباً ۱۲/۱۲/اسکوائرفٹ کے کچھ سال کے وقفے سے خریدے، اس میں سے دو پلاٹ دوسرے نمبر کے بھائی (عبدالحفیظ) کے نام اور ایک پلاٹ چوتھے نمبر کے بھائی (عبد العزیز) کے نام خریدا گیا، کیونکہ اب ٹرک پر چار بھائی محنت کرنے لگے تھے، اس درمیان دوسرا ٹرک بھی خریدا گیا، والدین کی حیات میں چار بھائی اور ایک بہن کی شادی ہو چکی تھی، دو چھوٹے بھائیوں کی شادی ہونا باقی تھی، والد صاحب کا رہتا ہوا گھر نا کافی ہونے کی وجہ سے تیسرے نمبر کے بھائی (عبدالرشید) نے ایک پلاٹ خود خرید کر خود کا گھر تعمیر کیا، اور اس میں وہ رہنے لگے، اس درمیان والد صاحب کا انتقال ہو گیا، والد صاحب کے انتقال کے بعد دوسرے نمبر کے بھائی (عبدالحفیظ) نے بھی والد کے لیے تین پلاٹوں میں سے ایک پر اپنا گھر تعمیر کرلیا، اور اس میں وہ رہنے لگے، ان کے پاس والد صاحب کا لیا ہوا ایک ٹرک آج بھی موجود ہے، والد صاحب کے انتقال کے تقریباً دو سال بعد والدہ کا بھی انتقال ہو گیا، والدہ کے انتقال کے بعد دوسرا ٹرک کچھ وجوہات کی بنا پر فروخت کرنا پڑا، اس کی فروخت کی گئی رقم ۴۵/ہزار روپئے تینوں چھوٹے بھائیوں کو دی گئی، اس کے بعد سے بڑے بھائی (عبدالحفیظ) نے ٹرک کی کمائی میں سے ایک پیسہ بھی نہیں دیا، تینوں چھوٹے بھائی اپنے اپنے طور پر والد کے انتقال کے بعد کچھ کام (آٹو چلا کر اور پرنٹنگ کا کام) کر کے خود کی فیملی اور والدہ کے ساتھ والد صاحب کے پرانے گھر میں رہنے لگے، اس درمیان بہن کی شادی سے بچا ہوا آدھا پلاٹ والدہ نے تینوں چھوٹے بھائیوں کو دیدیا، اور اس بات کا بڑے بھائیوں اور بہن

کو بھی گواہ بنایا کہ یہ آدھا پلاٹ تینوں چھوٹے بھائیوں کا ہے، اور اس کا تیسرے نمبر کے بھائی (عبدالرشید) خود اقرار کرتے ہیں، یہ بات والدہ مرحومہ نے کئی مرتبہ کہی، اپنی حیات میں انہوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ تم کورا اسٹامپ پیپر لا دو تاکہ ”میں اس پر سائن کردوں“ کہ یہ پلاٹ تینوں چھوٹے بیٹوں کا ہے، لیکن ہم نے ایسا نہیں کیا، کیونکہ ہمیں اپنے بڑے بھائیوں پر پورا بھروسہ تھا وہ اس بات سے نہیں پھریں گے، یہ بات سبھی جانتے ہیں، اسی وجہ سے اس پلاٹ کا ٹیکس جب سے وہ لیا گیا تھا، ۲۰۱۲ء تک چھوٹے بیٹے نے ادا کیا اور اس کے آنکھنے (مارکنگ) کا خرچ بھی چھوٹے بیٹے نے ادا کیا، اور بڑے بھائی (عبدالرشید) اس بات کے گواہ ہیں، کیونکہ ٹیکس اور پھیر پھار پر جو بھی خرچ آیا ان ہی کے ہاتھوں ادا کیا گیا، اور انہوں نے ہی اس کے کاغذات بھی لاکر چھوٹے بھائی کے پاس دیئے ہیں، والدہ کے انتقال کے بعد تیسرے نمبر کے بھائی (عبدالرشید) نے اپنا مکان فروخت کرکے والدہ کا لیا ہوا پلاٹ جو چوتھے نمبر کے بھائی (عبدالعزیز) کے نام تھا، اپنا گھر تعمیر کرالیا، اب وہ اس میں رہتے ہیں، جبکہ وہ پلاٹ ان کے نام نہیں ہے، دونوں چھوٹے بھائیوں کی شادی تینوں چھوٹے بھائیوں نے اپنی محنت سے کی ان شادیوں میں بڑے بھائیوں نے کچھ مدد نہیں کی، تینوں چھوٹے بھائی والد صاحب کے پرانے گھر میں ہی رہتے ہیں، جوکہ ۶۵۰/اسکوائر فٹ کا ہے اور اب وہ شکستہ ہوگیا ہے، بڑے بھائی (عبدالحفیظ) نے جو گھر تعمیر کیا وہ پلاٹ ان ہی کے نام سے لیا گیا تھا، ان کے نام پر ایک اور پلاٹ لیا گیا تھا، جو ابھی خالی پڑا ہوا ہے، اس کے علاوہ بھی ان دونوں بھائیوں کے پاس اور بھی پلاٹس موجود ہیں، لیکن وہ والدین کے انتقال کے بعد لیے ہوئے تھے، اس سے ہمیں کوئی لینا دینا نہیں ہے، بڑے تینوں بھائی اب یہ کہتے ہیں کہ والد صاحب کا پرانا گھر اور والدہ کے نام کا آدھا پلاٹ ہی سب بہن بھائیوں میں تقسیم ہوگا، باقی نہیں، کیا شرعی اعتبار سے یہ صحیح ہے؟

والدین کی حیات میں مشترکہ کمائی سے خریدے ہوئے پلاٹس (بڑے بھائی کے نام کے) اور ایک ٹرک پر کیا ان ہی دونوں بھائیوں کا حصہ ہے، باقی چھوٹے بھائیوں کا نہیں

ہے؟ کیا والدین کا رہتا ہوا گھر ۶۵۰ ؍اسکوائر فٹ) کا اور بہن کی شادی میں سے بچا ہوا آدھا پلاٹ (جو کہ والدہ نے اپنے حیات میں تینوں چھوٹے بھائیوں کو دیدیا تھا) کیا ان دونوں کا ہی بٹوارہ ہوگا؟ یا والدین کے حیات میں مشترکہ کمائی سے خریدے ہوئے تمام پلاٹس اور ان پر تعمیر کیے دونوں بھائیوں کے مکانات بھی بٹوارہ میں شامل ہوں گے؟

یہ بات آپ کے علم میں ہو کہ والدین کے انتقال کو تقریباً ۱۴؍سال ہو رہے ہیں، اور ان کی جائیداد کا ابھی تک بٹوارہ نہیں ہوا ہے۔ برائے کرم اس مسئلہ کا حل شریعت کے مطابق بتائیے، اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا اجر عظیم عطا فرمائے۔

المستفتی: عبدالعزیز امراؤتی مہاراشٹر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوالنامہ میں خاندانی جائیداد کا بڑا الجھاؤ پیش کیا گیا ہے، شریعت کا حکم یہ ہے کہ باپ کی زندگی میں جتنی جائیداد اور ٹرک وغیرہ خریدے گئے ہیں وہ سب کے سب باپ ہی کی ملک ہیں، جن لوگوں کے نام سے خریدے گئے ہیں وہ مالک نہیں ہوسکتے، لہٰذا باپ نے جو پلاٹ بیوی کے نام سے خریدا ہے اس کا بھی درحقیقت باپ ہی مالک ہے، اور جو ٹرک خریدے تھے، ان کا بھی باپ ہی مالک ہے، پھر عبدالحفیظ کے نام سے ۲؍ پلاٹ اور عبدالعزیز کے نام سے ایک پلاٹ خریدا گیا ان کا بھی باپ ہی مالک ہے، اور اس کو شریعت میں بیع التلجئۃ کہا جاتا ہے، اور باپ کا جو پرانا مکان تھا اس کا بھی باپ مالک ہے، لہٰذا باپ کی وفات کے وقت منقولہ وغیر منقولہ ساری جائیداد شرعی طور پر بطور میراث تقسیم ہوگی، اور چونکہ والدہ کا بھی انتقال ہوگیا ہے اس لیے اس کو جو ملتا ہے وہ بھی چھ لڑکوں اور لڑکی کے درمیان ۱۳؍حصوں میں تقسیم ہوکر ہر لڑکے کو دو-دو حصے اور لڑکی کو ایک حصہ ملے گا اور جن لوگوں نے پلاٹ کے اوپر مکانات بنا لیے ہیں ان مکانات کی زمین کو موجودہ قیمت لگا کر وارثین کے درمیان تقسیم کرنا ہوگی۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۳/ ۳۶-۳۷)

بیع التلجئة وهو أن يظهر عقدا وهما لايريدانه يلجأ إليه لخوف عدو وهو ليس ببيع بل كالهزل. (شامی، باب الصرف، مطلب: فی بیع التلجئة، زکریا

۷/۴۲ ۵، کراچی ۵/۲۷۳، معجم لغة الفقهاء کراچی ص: ۱۱۳، قواعد الفقه اشرفی ص: ۲۱۳، معجم المصطلحات و الألفاظ الفقهية دار الفضيلة ۱/ ۴۰۵) **فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍ ربیع الاول ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۰۹۸۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۴/۳/۲ھ

پرانی اور نئی جائیداد کی تقسیم

سوال [۱۱۳۳۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک صاحب کا انتقال ہوگیا، اور مرنے کے بعد انہوں نے ایک زمین چھوڑی تھی، اور ورثاء میں تین لڑکیاں، دولڑکے، لڑکیاں شادی شدہ اپنی جگہوں پر تھیں، اور ایک لڑکا سیر وتفریح میں تھا، کہ دوسرے لڑکے نے ان سب وارثوں کی اجازت کے بغیر زمین بیچ دی تھی، اسی موقع پر اس بیچنے والے کو کہیں اور ایک دوسری زمین ہاتھ لگ گئی جس پر قبضہ کر کے اس نے رہائش شروع کردی، اور برابر وہ اس طرح رہتا رہا کہ دولڑکیوں کا انتقال ہوگیا جو کہ اس زمین بیچنے والے کی بہنیں ہیں، اب موجودہ وقت میں اس زمین بیچنے والے کا ایک بھائی ہے جو پہلے تفریح کرنے والا تھا اور ایک بہن، اس وقت ۲۰؍ شعبان کو اس زمین بیچنے والے کا بھی انتقال ہوگیا، جبکہ اس کی ارض مسکونہ موجود ہے، جو اسے ہاتھ لگی تھی، تو اس مذکورہ صورت میں اس کے دوسرے ایک بھائی اور بہن کو اس پرانی بیچی ہوئی زمین کی قیمت میں سے کتنا حصہ دلایا جائے اور قیمت دینے میں اس بیچنے کے وقت کا اعتبار کیا جائے یا موجودہ وقت میں زمین کی قیمت دیکھی جائے کیونکہ اب زمین کی قیمت پہلے سے بہت بڑھ چکی ہے، یہ بھی خیال رہے کہ اس زمین بیچنے والے کی دو بہنوں کا انتقال پہلے ہی ہوچکا ہے، جو اس پرانے زمین چھوڑنے والے کی لڑکیاں تھیں، اور اس بیچنے والے کی بہنیں ہیں، اور ان دونوں کی اولاد موجود ہیں، دوسرے کیا اب اس کی موجودہ بہنوں اور دوسرے تفریح کرنے والے بھائی کو اس زمین بیچنے والے کی موجودہ رہائش والی زمین میں حصہ دیا جائے اور کتنا دیا جائے، کیونکہ

اس بیچنے والے کا بھی انتقال ہوگیا ہے، اور یہ رہائش والی زمین چھوڑی ہے جس پر اس زمین بیچنے والے کا لڑکا اور ایک منکوحہ لڑکی رہتی ہے، اولاً پرانی زمین کے احکامات اور ثانیاً موجودہ رہائش والی زمین کے احکامات تحریر فرمائیں؟

المستفتی: اصغر حسین امیر جماعت ہلدوانی نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوالنامہ میں کل پانچ وارثین ہیں: تین لڑکیاں اور دو لڑکے، ایک لڑکے نے باقی چار وارثین کی اجازت کے بغیر جائیداد فروخت کی ہے، جو اس کے لیے جائز نہیں تھا، لہٰذا جائیداد فروخت کرکے جو رقم آئی ہے اس رقم میں تمام وارثین کا حق متعلق ہے، اور پھر جب اس نے اس رقم سے دوسری جائیداد خریدی ہے تو اس دوسری جائیداد میں تمام وارثین کا حق متعلق ہوگیا، لہٰذا پرانی جائیداد میں سے جو کچھ بچی ہوئی ہے اور نئی جائیداد جس میں رہائش ہے دونوں قسم کی جائیدادوں میں پانچوں کا حق متعلق ہے، اور جو حقدار وفات پاچکے ہیں ان کا حق ان کی اولاد میں منتقل ہوگا، اور جو حقدار زندہ ہیں وہ اپنا حق براہ راست وصول کریں گے، لہٰذا پرانی جائیداد اور نئی جائیداد سات حصوں میں تقسیم ہوکر دو دو حصہ دونوں بھائیوں کو ملے گا، اور ان کے واسطے سے ان کی اولادوں کو اور ایک ایک حصہ تینوں بہنوں کو ملے گا اور بہنوں کے بعد ان کی اولادوں کو ملے گا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱؍ شوال المکرم ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۷۵ ۸۱۷)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۴/۱۱/۱۳ھ

گھر یا جائیداد میں درخت ہو تو اس کی تقسیم

سوال [۱۱۳۳۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: دو بھائی زاہد حسین، واجد حسین، برابر کے مکانوں میں رہتے ہیں، زاہد حسین نے اپنے آنگن میں ایک نیم کا درخت لگایا، پھر انہی دونوں مکانوں کے متصل ایک اور مکان

خریدلیا، اوردونوں بھائیوں نے مل کرخریدا، پھر دونوں بھائیوں نے نئی پرانی تمام زمین کوبرابر برابرتقسیم کرلیا، وہ درخت والاحصہ زاہد حسین ہی کے حصہ میں آیا، پھر دونوں بھائیوں نے نئی پرانی دونوں زمینوں کے برابر ایک اور زمین اسی مکان کے پیچھے خرید لی، اب زاہد حسین بعد والی خریدی ہوئی جگہ میں رہتے ہیں اور یہی ان کا حصہ ہے، تووہ درخت جوزاہد حسین نے لگایا تھاوہ زاہد حسین کا ہوگا یا دونوں بھائیوں کا مشترکہ ہوگا؟ درخت والاحصہ اب واجد حسین کے پاس ہے، شرعی حکم تحریرفرمادیں؟

المستفتی: زاہدحسین مغل پورہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: گھریاجائیداد میں درخت بھی ہے تواس کی تقسیم میں درخت اسی کی ملکیت ہوتی ہے جس کے حصہ کی زمین میں درخت ہوتا ہے، لہٰذا مذکورہ سوال میں جس درخت کا ذکر ہے وہ درخت واجد حسین کے حصہ میں آیا، اس لیے شرعی طور پر وہ درخت واجد حسین ہی کا ہوگا، اگرچہ تقسیم سے پہلے وہ درخت زاہد حسین نے ہی لگایا ہو۔

ویدخل الشجرۃ في قسمۃ الأراضي وإن لم یذکروا الحقوق والمرافق کما تدخل في بیع الأراضي. (عالمگیریہ، کتاب القسمۃ، الباب الرابع، زکریا جدید ۵/۲٤۹، قدیم ۵/۲۱۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ رمحرم الحرام ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۴۶۴/۳۶)

کھیتی باڑی میں بہنوں کا بھی حق ہے

سوال [۱۱۳۳۵]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہمارے والدانتقال فرماچکے ہیں اور والدہ حیات ہیں، ہم تین بہنیں اوردو بھائی ہیں، میری دونوں چھوٹی بہنیں مالی طور پر نہایت کمزور ہیں، حالانکہ میرے والد پنڈت نگلہ میں کافی

زمین چھوڑ کر گئے ہیں، جس پر میرے دونوں بھائی قابض ہیں، وہ کافی زمین بیچ بھی چکے ہیں، کاغذات پر مالکان میں وہ صرف اپنا ہی نام دکھاتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ کھیتی باڑی کی زمین میں بیٹی کا کوئی حصہ نہیں ہوتا جبکہ پنڈت نگلہ کی زمین پچھلے کئی سال سے رہائشی علاقہ میں تبدیل ہو چکی ہے، اور اس وقت مرادآباد کے ایک محلّہ کے طور پر جانی جاتی ہے، آپ سے عرض ہے کہ براہ کرم روشنی ڈالیں، شریعت کی رو سے ہمارا کتنا حصہ ہے، یعنی اس زمین میں ہم بہنیں کتنی حصہ دار ہیں؟

المستفتی: سلطانی بیگم زوجہ محمد حسین جھبو کا نالہ کسرول مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: آپ کے والد نے انتقال کے وقت جو کھیتی باڑی کی زمین پنڈت نگلہ میں چھوڑی ہے اس میں بھائیوں کے ساتھ بہنوں کا بھی حصہ ہے، اور بھائیوں کا یہ کہنا غلط ہے کہ کھیتی باڑی کی زمین میں لڑکیوں کا حصہ نہیں ہوتا، لہٰذا آپ کے والد صاحب مرحوم نے مرتے وقت بشمول پنڈت نگلہ کی زمین جتنی جائیداد کے مالک تھے سب کی سب شرعی طریقہ پر ان کی اولاد لڑکے لڑکیوں اور بیوی کے درمیان شرعی حصے کے مطابق مندرجہ ذیل طریقے پر تقسیم ہوگی:

شوہر میت ۸

بیوی	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی	لڑکی
۱	۲	۲	۱	۱	۱

کل ترکہ ۸ ر سہام میں تقسیم ہو کر اسی کے تناسب سے ہر وارث کو اتنا اتنا ملے گا جو اس کے نام کے نیچے درج ہے۔

لأن التركة ...... عند الحنفية..... الأموال والحقوق المالية التي كان يملكها الميت فشمل الأموال المادية من عقارات و منقولات و ديون على الغير. (الفقه الاسلامي و أدلته، هدیٰ انٹر نیشنل دیوبند ۸/۲٦۸، دار الفكر ۱۰/۷۷۲٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳ ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۰۷۱)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۴/۴/۲۳ھ

کیا بیوی کے حج کیلئے جمع کردہ رقم ترکہ میں شامل ہوگی؟

سوال [۱۱۳۳۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ منشی بشیر کا انتقال ہوگیا، انہوں نے اپنے پیچھے ایک بیٹا راشد اور ایک بیوی سلمہ اور دو بیٹیاں حبیبہ اور خدیجہ چھوڑے، اور ترکہ میں چار لاکھ روپیہ اور چار مکانات چھوڑے۔

چار لاکھ میں سے دو لاکھ زندگی ہی میں بیوی کے حج کے نام سے اپنے ایک نواسے کے پاس جمع کر دیئے تھے، اور بقیہ دو لاکھ بینک میں صراحتاً یہ کہہ کر چھوڑا تھا کہ میرے مرنے کے بعد یہ میری بیوی کی ضروریات میں استعمال ہوگا۔

اور مکانات کی تفصیل یہ ہے کہ چار مکانات میں سے ایک مکان میں اپنے بیٹے کو مع اہل وعیال کے ٹھہرایا تھا، اور ایک میں خود بنفس نفیس مع اہلیہ کے سکونت پذیر تھے، اور دو مکانات خالی تھے، نیز اپنی ایک زمین اپنی حیات ہی میں بیچ کر اپنے لڑکے راشد کو دو لاکھ روپیہ اس نیت کے ساتھ دے چکے تھے کہ بقیہ ترکہ میں اس کا کوئی حصہ نہیں رہے گا۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

(۱) جو دو لاکھ روپیہ زندگی میں اپنی بیوی کے نام حج کے لیے اپنے نواسے کے پاس جمع کیے اس میں دیگر ورثاء کا کوئی استحقاق ہوگا یا نہیں؟

(۲) مابقیہ دو لاکھ روپیہ جس کے متعلق زندگی میں یہ کہہ دیا تھا کہ یہ میرے بعد میرے بیوی کی ضرورت میں استعمال ہوگا، اس میں دیگر وارثین کا استحقاق ہوگا یا نہیں؟ جبکہ اپنی زندگی میں اپنے بیٹے راشد کو دو لاکھ روپیہ اس نیت سے دے چکے تھے کہ اب اس کا مابقیہ مال میں کوئی حصہ نہیں ہوگا؟

(۳) مذکورہ چار مکانات میں وارثین کا استحقاق ہوگا یا نہیں؟ اور تقسیم مکانات کی کیا شکل ہوگی؟ مالیت بنا کر تقسیم کریں گے یا مکانات کی تقسیم ہوگی؟

نوٹ: ایک مکان کا اپنے بڑے لڑکے راشد کو مالک بنایا تھا، اور ایک مکان اپنے اور بیوی

کے استعمال میں رکھا تھا، اس نیت کے ساتھ کہ میرے بعد میری بیوی اس مکان میں رہے گی۔

المستفتی: رضوان عثمان آباد مہاراشٹر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ترکہ میں جو چار لاکھ روپئے اور چار مکان چھوڑے ہیں، سب کے سب مرحوم کے متروکہ میراث میں شمار ہوں گے، اور بیوی کے حج کے نام سے نواسے کے پاس جو دولاکھ روپئے جمع کر دیئے تھے اور بیوی کے حج کو جا کران پیسوں کو خرچ کرنے سے پہلے پہلے مرحوم کا انتقال ہوگیا تو وہ پیسہ بیوی کے نام سے وصیت کے درجے میں ہے اور اسی طرح بیوی کے خرچ کے لیے جو دولاکھ روپئے بینک میں جمع کر رکھا ہے اور بیوی کے نام سے الگ کھاتہ میں جمع نہیں کیا ہے تو وہ پیسہ بیوی کے لیے ہبہ نہیں ہوا، بلکہ وہ پیسہ بھی وصیت کے درجے میں ہے، بیوی چونکہ وارث ہے اور وارث کے حق میں دیگر ورثاء کی اجازت ومرضی کے بغیر وصیت نافذ نہیں ہوتی، لہٰذا اگر بیوی کے نام کی مذکورہ وصیت کے نفاذ میں دیگر ورثاء کی اجازت نہیں ہے تو وہ چار لاکھ روپئے مرحوم کی میراث میں شامل ہوں گے، البتہ اگر دیگر ورثاء بخوشی اجازت دیدیں تو بیوی کو وہ رقم مل جائے گی۔

عن أبی أمامة الباهلی –رضی الله عنه– قال: سمعت رسول الله ﷺ یقول فی خطبته عام حجة الوداع، إن الله تبارک وتعالیٰ قد أعطیٰ کل ذی حق حقه فلا وصیة لوارث. (سنن الترمذی، باب ما جاء لا وصیة لوارث، النسخة الهندیة ۲/۳۲ دار السلام رقم: ۲۱۲۰، سنن أبی داؤد، الوصایا، باب ماجاء فی الوصیة للوارث، النسخة الهندیة ۲/۳۹۶، دار السلام رقم: ۲۸۷۰)

وقد جاء فی الحدیث: الحیف فی الوصیة من أکبر الکبائر وفسروه بالزیادة علی الثلث وبالوصیة للوارث قال إلا أن یجیزها الورثة بعد موته وهم کبار. (هدایه آخرین، کتاب الوصیة، باب فی صفة الوصیة، اشرفی دیوبند ٤/٦٥٥)

اور اگر اپنے لڑکے راشد کو دولاکھ روپئے دے کر قبضہ دے دیا تھا تو وہ اس کا مالک ہوگا مگر یہ شرط لگانا درست نہیں ہے کہ مرنے کے بعد میراث میں راشد کا کوئی حصہ نہ ہوگا اور

راشد کو جو مکان رہنے کے لیے دیا تھا وہ اگر بطور ہبہ نہیں دیا تھا، تو وہ بھی مرحوم کی ملکیت ہے اور بیوی جس مکان میں رہتی تھی اگر بیوی کے نام منتقل نہیں کیا ہے تو وہ بھی مرحوم کی ملکیت میں ہے، لہٰذا چاروں مکانات مرحوم کی میراث میں شامل ہوں گے، اور ان چاروں کی تقسیم مرحوم کے شرعی ورثاء کے درمیان ان کی قیمت کے اعتبار سے ہوگی، اور مرحوم کا ترکہ حسب ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا۔

میت $\frac{۳۲}{۸}$

بیوی	لڑکا	لڑکی	لڑکی
سلمہ	راشد	حبیبہ	خدیجہ
$\frac{۱}{۴}$	$\frac{۷}{۱۴}$	۷	۷

مرحوم کا کل ترکہ ۳۲ ر حصوں میں تقسیم ہوگر اسی کے تناسب سے ہر وارث کو اتنا اتنا ملے گا جو اس کے نام کے نیچے درج ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۰۸۸۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۳/۱۲/۱ھ

پہلی بیوی کے نام بیمہ پالیسی میں جمع شدہ رقم کا حکم

سوال [۱۱۳۳۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: راشد حسین مرحوم نے ایک بیمہ پالیسی اپنے نام کرائی تھی، اس میں نومنی (وارث) کی حیثیت سے انہوں نے اپنی زوجہ ریحانہ (پہلی بیوی) کو نامزد کیا ہے اس کی قسطیں راشد حسین اپنی حیات میں جمع کرتے رہے، پھر پہلی بیوی کا انتقال ہوگیا، راشد حسین نے دوسری شادی کر لی، اور دونوں بیویوں سے اولاد ہیں، اور سب غیر شادی شدہ ہیں۔

دریافت یہ کرنا ہے کہ بیمہ پالیسی میں جمع شدہ رقم صرف نومنی کی ہوئی؟ بیوی کی

اولادوں کو ملے گی یا پھر دوسری بیوی جو حیات ہے؟ اور سب اولادیں حصہ دار ہوں گی؟ شرعی حکم کیا ہے؟ پہلی بیوی کے بطن سے ایک لڑکا تین لڑکیاں، دوسری بیوی کے بطن سے صرف ایک لڑکا ہے۔

المستفتی: ممتاز حسین محلہ کٹار شہید مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: نومنی کے ذریعہ صرف ایک وارث کو رقم کا مستحق بنا کر دوسروں کو محروم کرنا شریعت میں معتبر نہیں ہے، بلکہ بعد از وفات نومنی کی رقم کو موجودہ وارثین کے درمیان حسب حصص شرعیہ تقسیم کیا جائے گا، لہٰذا پالیسی میں جو رقم جمع کی جائے گی وہ شرعی ورثاء کے درمیان تقسیم ہوگی اور جمع شدہ رقم پر جو اضافہ ملے گا وہ حلال نہیں ہے، اسے غریبوں کے درمیان بلانیت ثواب تقسیم کردینا لازم ہے اور مابقیہ جائز رقم پہلی بیوی اور دوسری بیوی کی اولادوں میں اور جو بیوی زندہ ہے اس کے درمیان شرعی حصوں کے اعتبار سے تقسیم ہوگی، جیسا کہ حسب ذیل نقشہ سے واضح ہوتا ہے:

راشد حسین میت ۸

بیوی	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی	لڑکی
۱	۲	۲	۱	۱	۱
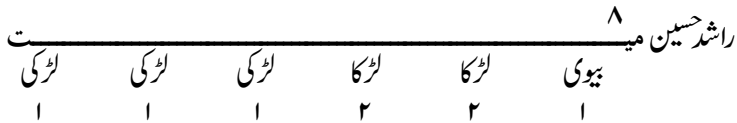
مرحوم راشد حسین کا ترکہ اس کے وارثین کے درمیان آٹھ برابر سہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا اتنا ملے گا جو اس کے نام کے نیچے درج ہے۔

عن أبي أمامة الباهلي -رضي الله عنه- قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول في خطبته عام حجة الوداع، إن الله تبارك و تعالىٰ قد أعطىٰ كل ذي حق حقه فلا وصية لوارث. (سنن الترمذي، باب ما جاء لا وصية لوارث، النسخة الهندية ۲/ ۳۲ دار السلام رقم: ۲۱۲۰، سنن أبي داؤد، الوصايا، باب ماجاء في الوصية للوارث، النسخة الهندية ۲/ ۳۹۶، دار السلام رقم: ۲۸۷۰)

الإرث جبري لايسقط بالإسقاط. (تكمله شامي، مطلب: واقعة الفتاوىٰ

زکریا ۱۱/۶۷۸، کراچی ۷/۵۰۵)

من اجتمع عنده مال حرام ويريد أن يدفع مظلمته عن نفسه فليس له حيلة إلا أن يدفعه إلى الفقراء. (بذل المجهود، باب فرض الوضوء، سارنپور ۱/۳۷، دار البشائر الإسلاميه ۱/۳۵۹ تحت رقم الحديث ۵۹، شامی زکریا ۹/۵۵۳، کراچی ۶/۳۸۵)

نوٹ: راشد حسین کی پہلی بیوی جس کا انتقال راشد حسین کی حیات میں ہوگیا تھا، اس کے لیے راشد حسین کی متروکہ جائیداد میں کوئی شرعی حصہ نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
یکم صفر المظفر ۱۴۳۲ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۲۷۰)	۱/۲/ ۱۴۳۲ھ

بچوں کے نام سے کی گئی پالیسی بھی مرحوم کے ترکہ میں شامل ہوگی

سوال [۱۱۳۳۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید نے اپنی زندگی میں دو لڑکوں کے لیے مکان تیار کروادیئے وہ اسی میں رہ رہے ہیں، اور تیسرے لڑکے کے لیے بکنگ کروادی تھی، اس کی قسطیں باقی ہیں ابھی اس جگہ پر قبضہ نہیں ہوا ہے، نیز تمام بچوں اور دو پوتیوں کے نام پالیسی بھی کی تھی، اس کی قسطیں زید جمع کرتا تھا، اب زید کے انتقال کے بعد قسطیں (مکان و پالیسی کی) زید کے ترکہ سے جمع کی جائیں گی؟ یا یہ کہ ہر ایک پالیسی والا خود جمع کرے گا؟

المستفتیہ: اہلیہ شعیب رشید اصالت پورہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زید نے بکنگ کر کے جو دو مکان تیار کروائے ہیں اس کا زید خود مالک ہے، اسی طریقے سے تیسرے بیٹے کے نام سے جو بکنگ کروادی ہے اور اس کی کچھ قسطیں بھی جمع ہوچکی ہیں، اس کا بھی زید مالک ہے، زید نے صرف اس مصلحت سے نام کروایا ہے تاکہ زید کی موت کے بعد اس کی اولاد کے درمیان اختلاف وانتشار پیدا نہ ہو اس لیے

یہ نام کرادینا مالک بنانے کی دلیل نہیں ہے، بلکہ یہ بیع التلجئۃ کی ایک شکل ہے اس لیے جو دو مکان تیار ہو چکے ہیں جن میں دو بیٹے رہ رہے ہیں اور جس مکان کی قسطیں جمع ہونا شروع ہو گئیں ہیں، وہ اس کی قسطوں کے بقدر یہ سب چیزیں زید کی ملکیت اور جائیداد ہیں، وہ سب زید کی اولادوں کے درمیان حصۂ شرعی کے اعتبار سے تقسیم ہوں گی، ایسا نہیں کہ تیار شدہ مکانوں کو اس میں رہنے والے لڑکوں کے لیے ہبہ شمار کرلیا جائے اور باقی اولاد اس سے محروم ہو جائے اسی طرح پالیسی میں جن بچوں اور وارثین کے نام سے جو پیسہ جمع کیے ہیں وہ بھی زید کی ملکیت ہیں، وراثت میں اس کا بھی تناسب کے ساتھ حساب لگانا ضروری ہے، اور بیٹوں کی موجودگی میں پوتے چونکہ غیر وارث ہیں اس لیے پوتوں کے نام سے جو پیسے جمع ہوئے ہیں وہ پوتوں کے لیے ہبہ ہے، اور آئندہ کی پالیسی زید کے ترکہ میں سے جمع نہیں ہوگی، یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ لائف انشورنش کی پالیسی وغیرہ کرانا شرعی طور پر ناجائز اور حرام ہے۔ (ایضاح النوادر/ ۱۳۱، امداد الفتاویٰ ۳/ ۳۶، ۳۷)

بیع التلجئة وهو أن يظهر عقدا وهما لايريدانه يلجأ إليه لخوف عدو وهو ليس ببيع بل كالهزل. (شامی، باب الصرف، مطلب: في بيع التلجئة، زكريا ٧/ ٥٤٢، كراچی ٥/ ٢٧٣، معجم لغة الفقهاء كراچی ص: ١١٣، قواعد الفقه اشرفی ص: ٢١٣، معجم المصطلحات والألفاظ الفقهية دار الفضيلة ١/ ٤٠٥)

وتتم الهبة بالقبض الكامل. (شامی، كتاب الهبة، زكريا ٨/ ٤٩٣، كراچی ٥/ ٦٩٠)

إن أعيان المتوفىٰ المتروكة عنه مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم. (شرح المجلة رستم اتحاد ١/ ٦١٠ رقم المادة ١٠٩٢) **فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲ ر شعبان المعظم ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۲۲۸)

وارث کے لیے وصیت کردہ ایف ڈی ترکہ ہے

سوال [۱۱۳۳۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: میں رخسانہ بیگم زوجہ رفیق احمد خاں سرسید نگر کرولہ اسلام نگر گلی نمبر ۱۰/ A ڈھیمری روڈ مرادآباد کی باشندہ ہوں، ۱۹۹۶ء میں میری والدہ جن کا نام حسن آراء ہے، اور نگینہ میں رہائش تھی، کا انتقال ہوگیا، انہوں نے اپنے نام حسن آراء اور میرے نام سے ایک ایف ڈی مبلغ پچاس ہزار روپئے کی بڑودہ بینک نگینہ میں کرائی تھی، اور ایف ڈی میں یہ شرط بھی لکھائی تھی کہ میرے انتقال کے بعد یہ روپئے رخسانہ بیگم کو ہی ملیں، اب میرے والد اور بھائی کی نیت خراب ہورہی ہے، وہ کہتے ہیں کہ اس روپئے کا حقدار میں ہوں، واضح رہے کہ میری والدہ اپنے انتقال سے قبل کہہ چکی تھی، کہ تمہارے اور تمہارے بچوں کے لیے کچھ نہ کچھ ضرور کروں گی، اس لیے اس روپئے کا حقدار میں ہوتی ہوں، یا والدہ کے دیگر ورثاء شوہر (یعنی میرے والد) اور ایک لڑکا اور دو لڑکیاں بھی حقدار ہوں گی، براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب تحریر فرمائیں؟

المستفتی: رخسانہ زوجۂ رفیق اسلام نگر، سرسید نگر مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ کی والدہ کا ایک ایف ڈی مبلغ پچاس ہزار روپیہ بینک میں آپ کے نام کرکے یہ شرط لگانا کہ میرے انتقال کے بعد یہ روپئے آپ ہی کو ملیں یہ وصیت کے درجے میں ہے اور وارث کے لیے وصیت ناجائز ہے، لہٰذا آپ کے علاوہ دیگر ورثاء بھی اس روپئے کے شرعاً حقدار ہوں گے۔

عن أبی أمامة الباهلی –رضی الله عنه– قال: سمعت رسول الله ﷺ یقول فی خطبته عام حجة الوداع، إن الله تبارک وتعالیٰ قد أعطیٰ کل ذی حق حقه فلا وصیة لوارث. (سنن الترمذی، باب ما جاء لا وصیة لوارث، النسخة الهندیة ۲/ ۳۲ دار السلام رقم: ۲۱۲۰، سنن أبی داؤد، الوصایا، باب ماجاء فی الوصیة للوارث، النسخة الهندیة ۲/ ۳۹۶، دار السلام رقم: ۲۸۷۰)

ولا لوارثه إلا بإجازة ورثته لقوله علیه السلام: لاوصیة لوارث إلا أن یجیزها الورثة یعنی عند وجود وارث آخر. (شامی، کتاب الوصایا، کراچی

٦/٦٥٥-٦٥٦، زکریا ١٠/٣٤٦، کوئٹه ٥/٤٥٩، الجوهرة النيرة، امدادیه ملتان ٢/٣٨٩، دار الکتاب دیوبند ٢/٣٦٩، هدایه رشیدیه ٤/٦٤١، اشرفی دیوبند ٤/٦٥٧، مجمع الأنهر، دار الکتب العلمیة بیروت ٤/٤١٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳/محرم الحرام ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۴۰۳/۳۴)

مرحوم کے اسکول کی آمدنی جمیع وارثین کے درمیان تقسیم ہوگی

سوال [۱۱۳۴۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید نے ایک اسکول کرایہ کے مکان میں بحیثیت بزنس کے کھولا اور اسی اسکول کی آمدنی سے گھر کے اخراجات پورے ہوتے ہیں، اور اس اسکول کی ہیڈ معلّمہ مرحوم کی اہلیہ شروع ہی سے ہیں، اور مرحوم کی بڑی لڑکی بحیثیت معلّمہ کے تھیں، اور بڑی ہونے کی وجہ سے نظام وہی چلا رہی تھیں، اب اس لڑکی کی شادی ہوچکی ہے، باوجود اس کے اسکول کی ساری آمدنی اپنے شوہر اور سسرال والوں پر خرچ کرتی ہیں، اور اسکول کو اپنی ملکیت سمجھ کر ایسا کرتی ہیں، اب سوال یہ ہے کہ از روئے شرع یہ اسکول مرحوم کے مذکر اولاد کا ہے یا مؤنث کا؟ تفصیل سے قرآن وحدیث کی روشنی میں مکمل ومدلل جواب تحریر فرمائیں۔

المستفتی: شہزاد خاں کرتپوری، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زید نے ایک اسکول کرایہ کے مکان میں بحیثیت بزنس کے کھولا اور اس کی آمدنی سے گھر کے اخراجات پورے ہوتے تھے، تو اب زید کے مرنے کے بعد اس اسکول کی ذمہ داری اس کو حاصل ہوگی جو مرحوم کے پورے گھر کے ذمہ دار ہیں، اور مذکورہ بیٹی کو ٹیچر کی حیثیت سے صرف تنخواہ مل سکتی ہے، پوری آمدنی مرحوم کی ذمہ دار اولاد کے ہاتھ میں آئے گی، اور پھر یہ تمام آمدنی تمام وارثین کے درمیان وراثت کے طریقہ

پر تقسیم ہوگی، اوراس میں مذکورہ لڑکی کا جتنا حصہ بن سکتا ہے اس کو اتنا ہی ملے گا اس سے زیادہ نہیں، اسی طرح لڑکوں کو لڑکیوں سے دوگنا کے حساب سے ملے گا۔

﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ. [النساء: ١٢]﴾ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵؍جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۶۱۴۵)

ایکسیڈنٹ میں ملنے والی رقم کا مستحق کون؟

سوال [۱۱۳۴۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید کا ایک ایکسیڈینٹ حادثہ میں انتقال ہوا، اس کی بیوی نے مقدمہ دائر کیا، تو سرکار سے اب اس کو کچھ پیسہ ملنے والا ہے، اس پیسہ کو لینے میں زید کی بیوی اور زید کے باپ کے درمیان کشمکش ہے تو یہ پیسہ جو گورنمنٹ کی طرف سے اس کے رشتہ داروں کو مدد کے طور پر مل رہا ہے اس کے مستحق کون کون ہیں؟ اور کتنے کتنے کے مستحق ہیں؟ زید کی کوئی اولاد نہیں ہے؟

المستفتی: ڈاکٹر نسیم احمد ٹانڈہ بادلی رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایکسیڈنٹ میں مرنے والے کے پسماندگان کو حکومت کی طرف سے جو رقم ملنے والی ہے، وہ دیت کے حکم میں ہوکر تمام شرعی ورثاء کے درمیان حصص شرعی کے طور پر تقسیم ہوگی، لہٰذا اس رقم کے حصول کی کوشش میں جو رقم خرچ ہوئی ہے، اولاً خرچ کرنے والے کو اسی میں سے وہ پیسہ ادا کردیا جائے اس کے بعد بیوی کو حاصل شدہ کل رقم میں سے ایک چوتھائی دیدیا جائے، باقی تین چوتھائی باپ کو ملیں گی۔

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقوم دية الخطأ على أهل القرىٰ –إلى– وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن العقل ميراث بين ورثة القتيل على قرابتهم. (سنن أبي داؤد، باب ديات الأعضاء،

النسخة الهندية ٢/ ٢٢٧ دار السلام رقم: ٤٥٦٤)

ويستحق القصاص من يستحق ميراثه على فرائض الله تعالىٰ يدخل فيه الزوج والزوجة وكذا الدية. (قاضيخان، باب القتل، فصل فيمن يستوفىٰ القصاص، زكريا جديد ٣/ ٣٢٣، وعلى هامش الهندية ٣/ ٤٤٢، حاشية چلپی، مكتبه امداديه ملتان ٦/ ١٢١، زكريا ٧/ ٢٥٧، هنديه زكريا قديم ٦/ ٧، جديد ٦/ ١١)

۲۸/محرم ۱۴۲۱ھ میں ایسا ہی جواب لکھا ہے۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/ ذی قعدہ ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر:۳۶/ ۷۸۵۵)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۸/ ۱۱/ ۱۴۲۳ھ

ایکسیڈنٹ میں ملنے والی معاوضہ کی رقم ترکہ ہے

سوال [۱۱۳۴۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: محمد حفیظ عرف بُلّا کا ایکسیڈینٹ میں انتقال ہوگیا،حکومت سے کچھ رقم ملے گی،تو اس کے ورثاء میں ایک ماں اصغری ایک لڑکا شاکر علی ہے، کتنا کتنا حصہ دیا جائے گا،شریعت اسلامی کی رو سے تحریر فرمادیں۔

المستفتی:شاکر علی کندرکی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایکسیڈینٹ میں مرنے والوں کے پسماندگان کو حکومت کی طرف سے جو رقم ملتی ہے،وہ ہندوستان جیسے مما لک میں اگر چہ باضابطہ دیت نہیں ہے،لیکن دیت کے مشابہ ہے،اس لیے شرعی ورثاء کے درمیان میراث کی طرح تقسیم کردی جائے گی،لہٰذا ملی ہوئی رقم ۶/سہام میں تقسیم ہوکر ایک ماں کو اور پانچ لڑکے کو ملیں گے۔

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال: كان رسول الله ﷺ يقوم دية الخطأ على أهل القرىٰ -إلى- وقال رسول الله ﷺ: إن العقل

میراث بین ورثة القتیل علی قرابتهم. (سنن أبی داؤد، باب دیات الأعضاء، النسخة الهندیة ۲/ ۲۲۷ دار السلام رقم: ٤٥٦٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶/ ذی قعدہ ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۳۸۴)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۶/ ۱۱/ ۱۴۲۰ھ

کمپنی کی طرف سے ملنے والی رقم ترکہ میں شامل ہوگی

سوال [۱۱۳۴۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: محمد اسماعیل بن مشتاق احمد موضع کوبے پور ضلع فیض آباد یوپی کا ۱۶/ اکتوبر کو انتقال ہوگیا، مرحوم بحرین کی مشہور کمپنی الکبیر میں ملازم تھے، انتقال کے بعد کمپنی مرحوم کے ورثاء کو کچھ دینا چاہتی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ مرحوم چار بھائی تھے، اور ماں باپ کے ساتھ ہی چاروں ایک ساتھ رہتے تھے، کھیتی پانی گھر کا سارا نظام مشترک ہے، ایک بھائی کا انتقال تقریباً دس سال پہلے ہو چکا ہے، باقی دو بھائی محمد ظہیر اور محمد صغیر اور مرحوم تینوں ایک ساتھ گھر میں رہ رہے ہیں، محمد ظہیر اور محمد صغیر گھریلو کام کھیتی باڑی، پالیسر وغیرہ دیکھتے ہیں اور مرحوم الکبیر کمپنی میں ملازم تھے، اور گھر کا سارا نظام میل ومحبت کے ساتھ مشترک چل رہا ہے، اور مرحوم نے اپنے پیچھے اپنی بیوی ماجیہ خاتون اور دو لڑکے محمد عمران اور عبدالرحمٰن اور ماں ختم النساء اور دو بھائی محمد ظہیر، محمد صغیر مع ان کی بیویاں اور اولادیں نیز اپنے بڑے بھائی محمد فرقان مرحوم کی بیوی اور اولادوں کو چھوڑا ہے، اس وقت مرحوم کے گھریلو نظام کے ذمہ دار مرحوم کے بھائی محمد ظہیر ہیں، تو الکبیر کمپنی جو رقم دینا چاہتی ہے اس میں ان ورثاء میں سے کس کا کتنا حق بنے گا؟

المستفتی: محمد ظہیر کوے پور، فیض آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: محمد اسماعیل مرحوم کے انتقال پر ''الکبیر'' کمپنی کی طرف سے ملنے والی رقم ان کے شرعی وارثوں کو شرعی حصوں کے اعتبار سے ملے گی، لہٰذا مذکورہ

رقم ۴۸ ؍حصوں میں تقسیم ہوکر بیوی کو ۶ ؍حصہ والدہ کو ۸ ؍حصہ اور ہر لڑکے کو ۱۷ ؍۱۷ ؍حصہ ملیں گے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ ۱۰/ ۵۲۴، انوار رحمت ص: ۳۵۲)

وإذا اصطلح القاتل و أولياء القتيل على مال سقط القصاص و وجب المال قليلا كان أو كثيرا. (هدايه، كتاب الجنايات، باب القصاص، فيما دون النفس اشرفي ديوبند ٤/ ٥٧١)

عن ابرهيم، عن علي –رضي الله عنه– في فارسيين اصطدما فمات أحدهما فضمن الحي الميت. (المصنف لإبن أبي شيبة الديات، الرجل يصدم الرجل مؤسسة علوم القرآن ١٤/ ٢٢١، رقم: ٢٨٢٠٥)

نقشہ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

۴۸/۲۴

حمید مرزا میت

بیوی	ماں	لڑکا	لڑکا
۳/۶	۴/۸	۱۷/۱۷	۱۷

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۶۸۱)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۳/۵/۸ھ

حادثاتی موت میں سرکاری معاوضہ میراث ہے یا نہیں؟

سوال [۱۱۳۴۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کسی حادثہ میں موت ہونے پر حکومت کی طرف سے معاوضہ دیا جاتا ہے اس کا لینا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حادثاتی موت پر حکومت کی طرف سے ملنے والا معاوضہ دیت کے حکم میں ہے، جس کا لینا جائز اور درست ہے اور اس معاوضہ میں تمام ورثاء کا حق ہوگا، خواہ حکومت نے مخصوص وارثین کے لیے نامزد تعاون کا اعلان کیا ہو یا نامزد تعاون کا اعلان نہ کیا ہو۔ (مستفاد: انوار رحمت ص:۳۵۲)

عن ابن طاؤس قال: فی الکتاب الذی عند أبی وهو عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی شبه العمد مثل حدیث معمرو: قال فی ذٰلک الکتاب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم إذا اصطلحوا فی العمد فهو علی مااصطلحوا علیه. (مصنف عبد الرزاق، المجلس العلمی ۹/۲۸۳، رقم: ۱۷۲۱٦)

عن طاؤس و کان عنده کتاب من النبی قال فی ذٰلک الکتاب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم إذا اصطلحوا فی العمد فهو علی ما اصطلحو علیه فهذا صریح فی أن المال یحتاج إلی اصطلاح. (تکمله فتح الملهم، باب صحة الإقرار بالقتل، اشرفیه دیوبند ۲/ ۳۷۱)

إذا اصطلح القاتل و أولیاء القتیل علی مال سقط القصاص ووجب المال قلیلا کان أو کثیرا –إلی قوله– و أصل هذا أن القصاص حق جمیع الورثة وکذا الدیة. (هدایه، الجنایات، باب القصاص فیما دون النفس، اشرفی ٤/٥٧١ – ٥٧٢)

عن عمرو بن عوف المزنی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یترک مفرج فی الإسلام حتی یضم إلی قبیلة قال ابن الأثیر فی النهایة ولایترک مفرج فی الإسلام قیل: وهو القتیل یوجد بأرض فلاة لایکون قریباً من قریة فإنه یودیٰ من بیت المال ولا بطل دمه. (مجمع الزوائد ٦/٢٩٣، معجم الکبیر للطبرانی، دار احیاء التراث العربی ١٧/ ٢٤، رقم: ٣٦)

عن ابرهیم، عن علی –رضی الله عنه– فی فارسیین یصطدمان قال یضمن الحی دیة المیت. (المصنف لإبن أبی شیبة، الدیات، الرجل یصدم الرجل، مؤسسة علوم القرآن ١٤/ ٢٢١، رقم: ٢٨٢٠٧) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۵/ربیع الاول ۱۴۳۵ھ

(الف خاص فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۴۶۰)

سرکاری ملازم کو ملنے والی پنشن میراث ہے یا بیوی کا حق تبرع؟

سوال [۱۱۳۴۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: سرکاری ملازم کی وفات کے بعد اس کی بیوی کے لیے پنشن جاری رہتی ہے، سوال یہ ہے کہ پنشن کی رقم صرف بیوی کا حق ہے؟ یا بطور ترکۂ میت تمام ورثاء کا حق اس سے متعلق ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سرکار کی طرف سے ملنے والی پنشن صرف بیوی کا حق ہے، اس میں میراث جاری نہ ہوگی، کیونکہ میراث میت کے مملوکہ مال میں جاری ہوتی ہے، جبکہ پنشن میت کی ملک نہیں بلکہ سرکار کی طرف سے محض تبرع اور احسان ہے۔

نیز یہ رقم صرف بیوی ہی کو مل سکتی ہے، اگر بیوی نہ ہوتو یہ رقم نہیں ملتی اور بیوی کی موت پر بند ہوجاتی ہے اور کسی موقع پر ہم نے کسی بڑے کا فتویٰ دیکھ کر میراث جاری ہونے کو لکھا تھا جو صحیح نہیں تھا اب ہم نے اس سے رجوع کرلیا ہے۔

المراد من التركة: ما تركه الميت خاليا عن تعلق حق الغير بعينه.

(البحر الرائق، كتاب الفرائض زكريا ٩/ ٣٦٥، كراچی ٨/ ٤٨٩)

إن الأصل الأول في نظام الميراث الإسلامي: أن جميع ما ترك الميت من أملاكه ميراث للورثة. (تكملة فتح الملهم اشرفيه ديوبند ٢/ ٤) **فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ
(الف خاص فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۵۱۴)

پنشن میں وراثت جاری ہوگی یا نہیں؟

سوال [۱۱۳۴۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے نانا ریلوے محکمہ میں ملازم تھے، ان کا انتقال ہوگیا، اس کے بعد میری

نانی کو پنشن ملنے لگی ،پنشن کی رقم میں سے کچھ خرچ کرتی رہیں، اور تقریباً تین لاکھ روپئے بچ گئے، جو ان کے اوران کی بیٹی کے مشترکہ کھاتے میں جمع ہوتی رہی تھی، اب نانی کی حیات میں ہی ان کے ایک بیٹے شکیل مسعود کا انتقال ہوگیا، ان کے بیوی بچے موجود ہیں۔

اب دریافت یہ کرنا ہے کہ مذکورہ تین لاکھ روپئے پنشن کے نانا کے ہیں یا نانی کے؟ اوراس کی تقسیم کس طرح ہوگی؟ نانا، نانی کی اولادوں میں دولڑکے شکیل مسعود، (جو نانا کے بعد اور نانی سے پہلے انتقال کر گئے تھے)، ہلال مسعود، پانچ لڑکیاں: نسرین مسعود، شہناز مسعود، رخسانہ مسعود، نکہت مسعود، شیما مسعود ہیں۔

المستفتی: مدثر حیدر، محلہ مغل پورہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پنشن کے بارے میں تاریخ ۱۴؍شعبان ۱۴۳۴ھ ’’فتویٰ: الف: ۴۰/ ۱۱۲۳۶‘‘ کے جواب میں لکھا جا چکا تھا کہ مرحوم کی میراث ہے جواس کے سارے ورثاء پر شرعی حق کے اعتبار سے تقسیم ہو جائے گی، لیکن بعد میں تحقیق سے یہ بات سامنے آئی کہ پنشن کا پیسہ دووجہوں سے میراث اورترکہ میں شامل نہیں ہوسکتا:

(۱) عمر بھر کی پنشن کا سارا پیسہ اکٹھے یک مشت نہیں مل سکتا۔

(۲) بیوی کب تک زندہ رہے گی کسی کو نہیں معلوم ہے اور بیوی جب تک زندہ رہے گی تب تک اس کے نام سے پنشن کا پیسہ منجانب سرکار آتا رہتا ہے لہٰذا کتنی مقدار پنشن کا پیسہ ہے وہ معلوم اور متعین نہیں ہوسکتا اور میراث میں وہی چیز تقسیم ہوتی ہے جو معلوم اور متعین ہوتی ہے، اسی لیے ملازم کی موت کے بعد اس کی بیوی کے نام سے جو پنشن جاری ہوتی ہے وہ میراث نہیں بن سکتی وہ بیوی کے ساتھ خاص ہے، جب تک وہ زندہ رہے گی سرکار اسی کو دیتی رہے گی، لہٰذا پنشن کا پیسہ تنہا بیوی ہی کا حق رہے گا، وارثین کا حق اس سے متعلق نہیں ہوگا، اور گذشتہ جواب جس میں پنشن کو میراث قرار دیا گیا ہے اس سے ہم رجوع کرتے ہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ میرٹھ ۳۰/ ۱۹۳، امداد الفتاویٰ ۴/ ۳۴۲، فتاویٰ دارالعلوم ۱/۷ ۵۳۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۲۳۶)

کیا پرائیویٹ فنڈ بیوی کو ملے گا؟

سوال [۱۱۳۴۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرا بھائی محمد رضوان جس کا ایکسیڈینٹ میں انتقال ہو چکا ہے وہ ایک گورنمنٹ اسکول میں ٹیچر تھا، اس لیے اس کا اسکول میں فنڈ بھی جمع ہے، سوال یہ ہے کہ اس فنڈ کے پیسے میں اس کی بیوی اور بچی کے علاوہ محمد رضوان کے بھائی اور بہنوں کو حصہ پہنچتا ہے یا نہیں؟ محمد رضوان کے ۷ر بھائی، ۴ر بہنیں ہیں؟

المستفتی: غلام محمد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سرکار سے جو فنڈ ملنے والا ہے اس پر محمد رضوان کو ملک تام حاصل نہیں ہے، اس لیے اس میں وراثت جاری نہیں ہوگی، اور سرکار کے قانون کے مطابق اس کی بیوی کو اس کا فنڈ ملے گا اور یہ مسئلہ ایکسیڈینٹ اور حادثات میں ہلاک ہونے کے نتیجے میں سرکار کی طرف سے جو ملتا ہے اس سے بالکل الگ ہے، دونوں مسئلوں میں فرق ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۴/ ۳۴۱ محمودیہ جدید ڈابھیل ۲۰/ ۴۰۴، کتاب الفتاویٰ ۶/ ۳۶۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵ر ربیع الاول ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۰۱۳)

ایک شخص کے ترکہ سے متعلق چند سوالات کے جوابات

سوال [۱۱۳۴۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) میری والدہ نے مجھے شادی سے پہلے الگ کر دیا تھا، ۱۹۷۰ء میں مجھے پانچ ہزار روپئے دیئے جو میں نے اپنی ہی محنت سے کمائے تھے، پھر ان روپیوں میں سے میں نے طباعت کی مشین لگائی اور پیکنگ کے گتے کے ڈبے بنانے شروع کیے، اور ۱۹۷۷ء میں اپنی

ہی کمائی سے میں نے شادی کی، اور شادی کے بعد بچوں کی پرورش کا سلسلہ شروع ہوگیا، پڑھائی، لکھائی وغیرہ اور رہائش کا مکان بھی تعمیر کرایا، اور پھر بچوں کی شادی کا سلسلہ بھی شروع ہوگیا، دولڑکی اور ایک لڑکے کی میں نے شادی کردی ہے اور اب دولڑکی اور تین لڑکے شادی سے باقی ہیں، اور ان کی تعلیم کا سلسلہ بھی جاری ہے، اور جس لڑکے کی میں نے شادی کی تھی وہ لڑکا میرے اس کاروبار میں معاون تھا، جو سرکاری کاغذات میں بھی میری ہی ملکیت چڑھا ہوا ہے، میرے اور بچے بھی اسی کاروبار میں لگے رہتے ہیں، اور سارا مال ابھی میری ہی ملکیت میں ہے، اور کسی بچے کو میں نے اس ملکیت میں سے کوئی حصہ نہیں دیا ہے، کہ اسی دوران میرے شادی شدہ بچہ کا ایک حادثہ میں انتقال ہوگیا اور مرحوم کی شادی سے قبل میں نے مرحوم کے نام سے بینک میں کاروباری روپئے کی لین دین کی خاطر کھاتے کھلوائے تھے، جو میری ہی ملکیت ہے، اور میری ہی مرضی سے وہ روپئے کی لین دین کرتے تھے، آیا اس کے نام سے بینک میں جمع کی ہوئی رقم کا مالک مرحوم کے انتقال کے بعد میں ہی ہوں یا مرحوم ہے؟

(۲) میں نے اپنی ہی ملکیت سے لڑکے کی بیوی کو زیور دیا تھا، لیکن اس کو اس زیور کا مالک نہیں بنایا تھا، تو وہ زیور کس کی ملکیت ہے؟

(۳) بیوہ کا مہر کس کے ذمہ ہے؟

(۴) مہر فاطمی کی مقدار کتنی ہے؟

(۵) شادی کے دو مہینے کے بعد میں نے مرحوم کا انشورنش کرایا اور میں نے ہی اس کی قسط بھی جمع کی تھی، تو وہ کس کی ملکیت ہے؟

(۶) اگر میری ملکیت میں مرحوم کی کچھ ملکیت ہے تو کتنی ہے؟ اور بیوہ کو کتنا حصہ ملے گا؟ جبکہ مرحوم کے کوئی اولاد نہیں ہے؟

المستفتی: محمد اسلام انعام پرنٹنگ پریس، شیرکوٹ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) آپ کا بڑا لڑکا آپ کے کاروبار میں معاون تھا،

اورآپ نے سہولت کی غرض سے بینک میں اس کے نام سے رقم جمع کرائی تھی،تو محض اس کے نام سے جمع کرانے سے بڑا لڑکا اس کا مالک نہیں ہوتا ہے، بلکہ اس رقم کے مالک آپ ہی ہیں۔

الأب و ابنه يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما شيئ فالكسب كله للأب إن كان الابن في عياله لكونه معينا له. (هنديه، الباب الرابع في شركة الوجوه، زكريا جديد ۲/ ۳۳۲، قديم ۲/ ۳۲۹، شامي زكريا ۶/ ۵۰۲، كراچی ۴/ ۳۲۵)

(۲) اگر زیور دیتے وقت یہ صراحت کردی تھی کہ بطور ملکیت نہیں دی ہے بلکہ بطور عاریت دی ہے تو ایسی صورت میں لڑکے کی بیوی اس زیور کی مالک نہیں ہے، اور اگر زیور چڑھاتے وقت کوئی صراحت نہیں کی گئی ہے، تو آپ کی برادری کے عرف کا اعتبار ہوگا، اگر آپ کی برادری میں اور خاندان میں بہو کو جو زیور دیا جاتا ہے وہ بطور ملکیت دیا جاتا ہے تو بہو مالک ہو جائے گی اور اگر بطور عاریت دیا جاتا ہے تو بہو مالک نہیں ہوگی، بلکہ خسر ہی اس کا مالک رہے گا، اس سلسلے میں آپ کا معاملہ کس پہلو سے منطبق ہے وہ آپ خود ہی سوچ لیں۔

الثابت بالعرف كالثابت بالنص. (رسم المفتي زكريا ص: ۱۷۶، شامی زكريا ۶/ ۵۵۶، كراچی ۴/ ۳۶۴، البنايه اشرفيه ديوبند ۹/ ۲۳۸)

وإذا بعث الزوج إلى أهل زوجته أشياء عند زفافها منها ديباج فلما زفت إليه أراد أن يسترد من المرأة الديباج ليس له ذٰلك، إذا بعث إليها على جهة التمليك ...... جهز بنته و زوجها ثم زعم أن الذى دفعه إليها ماله وكان على وجه العارية عندها، وقالت هو ملكي جهزتني به أو قال الزوج ذٰلك بعد موتها ...... وقال في الواقعات: إن كان العرف ظاهراً بمثله في الجهاز كما في ديارنا فالقول قول الزوج. (هنديه، الباب السابع في المهر، الفصل السادس عشر في جهاز البنت، زكريا قديم ۱/ ۳۲۷، جديد ۱/ ۳۹۳)

(۳) مہر شوہر کے ذمہ قرض ہے اور قرض کی ادائیگی ضروری ہے، لہٰذا بیوہ کا مہر شوہر کے ترکہ سے ادا کرنا لازم ہے، چنانچہ انشورنش میں جو پیسہ اس کے نام سے جمع ہے، اسی میں سے اولاً بیوہ کا مہر ادا کرنا لازم ہے۔

ثم تقضیٰ دیونه من جمیع ما بقی من ماله. (سراجی ص:٤)

(۴) اورمہر فاطمی کی مقدار ڈیڑھ کلوتیس گرام نوسوملی گرام چاندی ہے، اور جس دن یہ مہر ادا کیا جائے گا اسی دن کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔ (مستفاد: انوار نبوت/ ٦٥٢، ایضاح الطحاوی ۳/۱۹۳، ایضاح المسائل ص:۱۳۰)

(۵) اوراس کے نام انشورنش کرانے کا مطلب یہی ہے کہ جو قسط باپ نے بیٹے کے نام سے جمع کیا ہے، وہ قسط جمع کرنے کے ساتھ ساتھ باپ کی طرف سے بیٹے کو مالک بناتا ہے،اس لیے آپ اپنی طرف سے قسط جمع کرنے کی وجہ سے اس کے مالک نہیں ہوں گے بلکہ وہ بیٹے کی ملکیت ہے،لہٰذا انشورنش کا جو پیسہ ملے گا اس کا رأس المال حلال اور پاک ہوگا اور اس میں سے اولاً مہر ادا کرنا لازم ہوگا اور جو کچھ بچے گا، وہ میراث میں تقسیم ہوگا اور جو سود ملے گا وہ حلال نہیں ہے، بلکہ وہ حرام ہے، بلانیت ثواب غریبوں کو دیدینا لازم ہے۔

الأب إذا شریٰ خادما للصغیر ونقد الثمن من مال نفسه لا یرجع علیه. (شامی، کتاب النکاح، باب المهر، مطلب: انفق علی معتدة الغیر، کراچی ۳/ ۱۵۵، زکریا ٤/ ۳۰۷)

من ملک بملک خبیث ولم یمکنه الرد إلی المالک فسبیله التصدق علی الفقراء ...... قال إن المتصدق بمثله ینبغی أن ینوی به فراغ ذمته ولا یرجوا به المثوبة. (معارف السنن، اشرفی دیوبند ۱/ ۳٤)

(٦) آپ کی ملکیت میں سے کسی چیز کا آپ کی زندگی میں کوئی مالک نہیں ہے،لہٰذا نہ مرحوم ہوں گے،نہ دوسری اولاد،نہ ہی بیوہ، بلکہ آپ کی موت کے بعد آپ کی ملکیت میراث بنے گی۔

الترکة مابقی بعد المیت من ماله صافیا عن تعلق حق الغیر بعینه. (حاشیه سراجی ص:۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲ ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۰٦۷)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۳/۴/۱۴۳۴ھ

میت کی متروکہ جائیداد اور زیورات کی تقسیم

سوال [۱۱۳۴۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میری ہمشیرہ امینہ بی بی اسماعیل بیوریا کا انتقال ہوا، مرحومہ نے ترکہ میں ایک مکان ۴۱۲۲۵ر اور کچھ چھوٹے چھوٹے زیورات اور ایک مخصوص زیور جس کو گجراتی میں کان سلا کہتے ہیں، چھوڑا ہے۔

اب دریافت طلب امور یہ ہیں:

(۱) مکان کی حیثیت یہ ہے کہ وہ والدین کی جانب سے امینہ بی بی اور ان کی بہن فاطمہ بی بی اسماعیل بیوریا کو مشترکہ طور پر ملا تھا، مرحومہ نے اپنی بہن کو اس مکان کا آدھا حصہ دیئے جانے کی وصیت کی ہے۔

(۲) اور جو چھوٹے چھوٹے زیورات ہیں ان میں پرچیاں لکھوا کر رکھوادی ہیں ان کے متعلق کوئی صراحت نہیں کی ہے ان کا کیا حکم ہے؟

(۳) اور مخصوص زیور کے متعلق یہ وصیت کی ہے کہ اس کے ذریعہ میری نماز کا فدیہ اور تجہیز وتکفین کا خرچ پورا کر کے بقیہ خیرات کر دیا جائے۔

(۴) مرحومہ نے مندرجہ ذیل ورثاء چھوڑے ہیں: شوہر، ماں، بیٹا، بیٹی، ان کے درمیان مرحومہ کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

(۵) اگر کوئی وارث تقسیم وراثت کے وقت بلانے پر حاضر نہ ہو تو اس کے حصہ کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟

المستفتی: محمد اسماعیل بیوریا، گجرات

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وصیت نامہ بار بار پڑھا گیا اور اس کے ذیل میں جو سوالات ہیں وہ بھی بار بار پڑھے گئے یہ ایسی گول مول تحریر ہے جس سے اصل مقصد

واضح نہیں ہوتا ہے، لیکن پھر بھی وصیت نامہ اور سوال سے جو مقصد سمجھ میں آیا ہے وہ یہ ہے کہ مرحومہ اور ان کی بہن کو والدین کی طرف سے ایک مکان ملا، آدھا مرحومہ کا آدھا مرحومہ کی بہن کا، اور دونوں حصے مرحومہ کے قبضے میں رہے، اور مرحومہ نے وصیت نامہ میں بہن کا حصہ بہن اور اس کے ورثاء کو منتقل کردینے کی وصیت کی ہے، اگر وصیت نامہ کا یہی مقصد ہے تو شرعی طور پر یہ وصیت جائز نہیں بلکہ لازم اور واجب ہے، اور اس وصیت کے مطابق بہن کا نصف حصہ اس کو یا اس کے ورثاء کو دیدینا واجب ہے۔

عن عبد الله بن عمر –رضی الله عنهما– أن رسول الله ﷺ قال: ما حق امرئ مسلم له شيئ يوصی فيه يبيت ليلتين إلا ووصيته مكتوبة عنده.

(صحيح البخاری، باب الوصايا، النسخة الهندية ۱/۳۸۲، رقم: ۲۶۵۷، ف: ۲۷۳۸، صحيح مسلم، كتاب الوصية، النسخة الهندية ۲/۳۸-۳۹، بيت الأفكار رقم: ۱۶۲۷)

اور دوسری یہ بات سمجھ میں آئی کہ مرحومہ کے چھوٹے چھوٹے کچھ زیورات ہیں جن میں پرچیاں لکھ کر رکھی ہوئی ہیں، اور تیسری بات یہ سمجھ میں آئی کہ مرحومہ کو والد نے جو زیور اپنی طرف سے دیا تھا وہ تجہیز وتکفین میں خرچ کردیں، اور جو بچے اس کو خیرات کردیں، تو اب دیکھنا یہ ہے کہ دونوں قسم کے زیورات سے مرحومہ کی تجہیز وتکفین کے بعد جو کچھ بچا رہے اس کا ایک تہائی کار خیر میں خیرات کردیں، باقی دو تہائی شرعی ورثاء کے درمیان تقسیم کرنا لازم ہوگا، اسی مکان میں سے مرحومہ کا جو آدھا حصہ ہے وہ بھی شرعی وارثین کے درمیان تقسیم ہوگا، مذکورہ نصف مکان اور زیورات کے دوثلث مذکورہ ورثاء کے درمیان شرعی طور پر تقسیم ہوجائیں گے۔

ثم ديونه التی لها مطالب من جهة العباد ثم وصيته من ثلث ما بقی ثم يقسم الباقی بين ورثته. (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الفرائض، زكريا ۱۰/۴۹۳ - ۴۹۷، كراچی ۶/۷۶۰-۷۶۱)

اور تقسیم کے وقت جو وارث موجود نہ ہو اس کا حصہ محفوظ کرلیا جائے اور اس کا حصہ اس کو کسی بھی طریقہ سے پہنچادیا جائے، اور مذکورہ ورثاء کے درمیان مذکورہ ترکہ حسب ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا:

۳۶/۱۲ ۳

میــت

شوہر	ماں	بیٹا	بیٹی
۳/۹	۲/۶	۷/۱۴	۷

مرحومہ کا کل ترکہ ۳۶ر سہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا ملے گا جو اس کے نام کے نیچے درج ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳ر جمادی الثانیہ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۱۴/۷۶)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۶/۳ھ

شوہر کے انتقال پر جہیز، زیورات اور بچے کا حکم

سوال [۱۱۳۵۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) زید اور ہندہ کی شادی تقریباً ۳ر سال قبل ہوئی تھی، ہندہ کے والد صاحب نے جہیز میں بہت سارا سامان اور سونا دیا تھا، زید کے والد (سسر) نے بھی اپنی بہو ہندہ کو ہدیۃً کافی سونا دیا تھا، تقریباً ایک سال کے بعد ایک لڑکا پیدا ہوا، اس کے دو سال کے بعد زید کا انتقال ہوگیا، اب دیا ہوا جہیز اور سونا اور سسرال سے دیئے ہوئے سونے کا مالک کون ہوگا؟

(۱) شادی کے تقریباً تین سال بعد زید کا انتقال ہوگیا، زید نے اپنی ملکیت میں کافی بڑا کاروبار جس میں کافی اثاثہ اور زمین وغیرہ چھوڑی اور باپ کے ساتھ بھی کاروبار میں شرکت تھی، لہٰذا ان میں کون کون کتنے حصے کا مالک ہوگا، اور زید کے ماں باپ، بھائی بہن، بیوی اور اولاد کو کتنا حصہ ملے گا؟

(۳) ہندہ کے ہمراہ دو سال کا بچہ ہے اس کی پرورش کس کے ذمہ ہوگی؟ ہندہ اگر نکاح ثانی کرتی ہے تو بچہ اپنے ساتھ رکھ سکتی ہے یا نہیں؟ اور اس کی پرورش کا حق کس پر ہوگا؟

(۴) ہندہ کے والد کا دیا ہوا جہیز اور سونا اس کے سسر یعنی زید کے والد صاحب کے

پاس ہے، ہندہ نے اپنے جہیز اور سامان کا مطالبہ کیا تو زید کے والد صاحب نے کہا کہ لڑکا ہمیں دے دو اور اپنا جہیز کا سامان لے جاؤ، کیا ان کا یہ شرط رکھنا صحیح ہے؟

آپ سے درخواست ہے کہ براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت کے ساتھ جواب دے کر ممنون فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔

المستفتی: محمد الیاس بیگ شہید نگر آگرہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) ہندہ کے والد نے جہیز میں جتنا سامان اور سونا وغیرہ دیا تھا وہ سب ہندہ کی ملکیت ہے، اس میں سسرال والوں میں سے کوئی مالک نہیں ہے، اور زید کے خسر (سسر) نے ہدیۃً جو زیور دیا تھا، وہ بھی ہندہ کی ملکیت میں ہے، لہٰذا ان سب چیزوں کی تنہا ہندہ مالک ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۱۲/ ۱۱۵)

المختار للفتویٰ أن یحکم بکون الجهاز ملكا لا عارية، لأنه الظاهر الغالب إلا في بلدة جرت العادة بدفع الكل عارية فالقول للأب. (شامی، باب المهر، مطلب: في دعویٰ الأب أن الجهاز عارية، زکریا ۴/ ۳۰۹، کراچی ۳/ ۱۵۷)

حكم الهبة ثبوت الملك للموهوب له غير لازم. (تاتارخانية زکریا ۱۴/ ۴۱۳، رقم: ۶۱۵۳۷)

(۲) زید کے انتقال کے وقت اس نے اپنی ملکیت میں جو کاروبار، اثاثہ، زمین اور روپیہ پیسہ چھوڑا ہے، وہ سب کا سب زید کی طرف سے وارثین کے لیے میراث ہے، چونکہ زید کے ماں باپ زندہ ہیں اس لیے زید کے بھائی بہن وارث نہیں بنیں گے، لہٰذا زید کا کل سرمایہ چوبیس حصوں میں تقسیم ہوکر اس کی بیوی کو تین سہام، اس کے باپ کو چار سہام، اور ماں کو چار سہام ملیں گے، باقی تیرہ سہام زید کے لڑکے کو باپ کی میراث کے طور پر ملیں گے۔

(۳) زید کے بیٹے کی پرورش کا حق تا نکاح ثانی زید کی بیوی کو حاصل ہوگا، اور اگر زید کے خاندان میں دوسرا نکاح کرتی ہے تب بھی زید کی بیوی کو حاصل ہوگا، اور اگر اجنبی سے نکاح کرتی ہے تو بچہ کی نانی کو حق پرورش حاصل ہوگا۔

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده أن امرأة قالت: يا رسول الله! إن ابني هذا كان بطني له وعاء، وثديي له سقاء، وحجري له حواء، وإن أباه طلقني وأراد أن ينزعه مني، فقال لها رسول الله صلى الله عليه وسلم: أنت أحق به مالم تنكحي. (سنن أبي داؤد / الطلاق، باب من أحق بالولد، النسخة الهندية ١/ ٣١٠، دار السلام رقم: ٢٢٧٦)

الأم والجدة أحق بالغلام حتى يستغني وقدر بسبع سنين -إلى- وإنما يبطل حق الحضانة لهؤلاء النسوة بالتزوج إذا تزوجن بأجنبي. (شامي، الباب السادس عشر في الحضانة زكريا قديم ١/ ٥٤١، جديد ١/ ٥٩٢-٥٩٣)

(۴) زید کے والد کو یہ کہنے کا حق نہیں ہے کہ لڑکا ہمیں دیدو اور اپنا جہیز کا سامان لے جاؤ، بلکہ جہیز کا سامان اور سونا وغیرہ جو ہندہ کی ملکیت میں ہے وہ لے جانے کا حق ہر وقت ہندہ کو حاصل ہے، اس پر پابندی لگانے کا حق کسی کو نہیں ہے، ہاں البتہ یہ بات الگ ہے کہ دونوں خاندان کے لوگ آپس کی رضامندی اور مشورے سے کوئی بات طے کرلیں۔

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفسه منه. (مسند أبي يعلىٰ الموصلي، دار الكتب العلمية بيروت ٢/ ٩١، رقم: ١٥٦٧، مسند أحمد بن حنبل ٥/ ٧٢، رقم: ٢٠٩٧١، مسند الدار قطني، البيوع، دار الكتب العلمية بيروت ٣/ ٢٢، رقم: ٢٨٦٢-٢٨٦٣)

عن سعيد بن زيد بن عمرو بن نفيل أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من اقتطع شبرا من الأرض ظلما طوقه الله إياه يوم القيامة من سبع أرضين. (مسلم شريف، كتاب المساقات والمزارعة، باب تحريم الظلم وغصب الأرض، النسخة الهندية ٢/ ٣٢، بيت الأفكار رقم: ١٦١٠، صحيح البخاري كتاب المظالم، باب إثم من ظلم شيئا من الأرض، النسخة الهندية ١/ ٣٣٢، رقم: ٢٣٨٨، ف: ٢٤٥٢، سنن أبي داؤد، كتاب الأدب، باب من يأخذ الشيئ من مزاح، النسخة الهندية ٢/ ٦٨٣، دار السلام رقم: ٥٠٠٣) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰؍ ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۳۸۷)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۴/۳۰ھ

جہیز، مہر، منگنی وغیرہ کی رقومات کا حکم

سوال [۱۱۳۵۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میری بیٹی کی شادی تقریباً چھ ماہ قبل علی گڈھ میں محمد جاوید خاں مرحوم ولد محمد یوسف خاں کے ساتھ ہوئی تھی، جاوید مرحوم کا حادثہ میں انتقال ہوگیا، میں نے اپنی بیٹی کو شادی کے وقت نو لاکھ تیس ہزار روپئے، گاڑی کے واسطے اور دو لاکھ بیس ہزار روپئے فرنیچر و دیگر الیکٹرانک سامان کے واسطے اور جہیز کے دیگر سامان دیئے تھے، مرحوم نے ملے ہوئے نقد روپئے سے اپنے بھائی کی شادی اور دیگر ضروریات میں صرف کرلیا ہے، تقریبا تین لاکھ روپئے اپنے بہنوئی کو بطور قرض دیا ہے اور چار لاکھ روپئے اپنے والد کی معرفت ایک زمین کے لیے پیشگی دیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ:

(۱) میں اتنی ساری رقومات اور جہیز کے سامان کو مرحوم جاوید کے والد سے اور ان کے بہنوئی سے ازروئے شرع مطالبہ کر کے حاصل کرسکتا ہوں؟

(۲) مہر کی رقم سو گرام سونا اور گیارہ ہزار روپئے نقد تھی کیا میں ازروئے شرع مرحوم جاوید کے والد سے یا مرحوم کی جائیداد اور نقد جو بینک میں ہے اس سے حاصل کرسکتا ہوں؟

(۳) مرحوم جاوید کے ترکہ میں سے میری بیٹی کو کتنا حصہ ملے گا جبکہ بچے نہیں ہیں؟

(۴) مرحوم جاوید کو منگنی میں ایک لاکھ روپیہ نقد اور ایک عدد ہیرے کی انگوٹھی دی تھی، مرحوم جاوید کی طرف سے شادی میں جو زیور آیا تھا اس کا کیا ہوگا؟

(۵) مرحوم جاوید نے اپنے کمائے ہوئے روپئے سے علی گڈھ میں ایک مکان اور زمین اپنے والد اور والدہ کے نام سے خریدی کیا اس مکان اور زمین میں ترکہ سے حصہ ملے گا؟

المستفتی: حسن افروز بنکی چک گورکھپور یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) نو لاکھ تیس ہزار روپئے گاڑی کے واسطے اور

دولاکھ بیس ہزارروپئے فرنیچر اور دیگر الیکٹرانک سامان وغیرہ کے واسطے جو دیا ہے یہ کل گیارہ لاکھ پچاس ہزارروپئے ہوئے، یہ ساری رقم لڑکی کے جہیز میں شامل ہے، اور جہیز کے دیگر جو سامان دیئے تھے وہ بھی لڑکی کے جہیز میں شامل ہیں، یہ سب کے سب لڑکی کی ملکیت ہیں، اور اس پیسے کو آپ کے داماد اور لڑکی کے سسرال والوں نے دیگر چیزوں میں جو خرچ کردیا ہے وہ سارے پیسے مرحوم کے ترکہ میں سے مرحوم کے والد سے آپ کو وصول کرنے کا حق ہے۔

إن کل أحد یعلم أن الجهاز ملک المرأة و أنه إذا طلقها تأخذه کله و إذا ماتت یورث عنها. (شامی، باب المهر، مطلب: فی دعویٰ الأب أن الجهاز عارية، زکریا ٣١١/٤، کراچی ١٥٨/٣)

أما لو مات فادعت ورثته فلا خلاف فی کون الجهاز للبنت. (شامی زکریا ٣٠٩/٤، کراچی ١٥٧/٣)

(۲) مہر میں جو سو گرام سونا اور گیارہ ہزار روپئے نقد طے ہوئے ہیں، وہ لڑکی کا حق شرعی ہے، مرحوم کی جائیداد اور نقدی رقم جو بینک میں ہے اس میں سے یہ مہر وصول کرنا لڑکی کے لیے بلا تردد جائز اور درست ہے، اور مرحوم کے وارثین پر لازم ہے کہ لڑکی کا طے شدہ مہر مرحوم کے ترکہ میں سے ادا کریں۔

المرأة تأخذ مهرها من الترکة من غیر رضا الورثة، إن کانت الترکة دراهم و إن کانت الترکة شیئا یحتاج إلی البیع فیبیع ما کان یصلح لیستوفی صداقها. (خلاصة الفتاویٰ، الفصل السابع فی الدعویٰ و الشهادة، اشرفیه دیوبند ٢٤١/٤)

(۳) مرحوم کے ترکہ میں سے دین کی ادائیگی اور جہیز کی مذکورہ اشیاء کی ادائیگی کے بعد جو کچھ بھی ترکہ بچے گا اس کو چار حصوں میں تقسیم کرکے ایک حصہ آپ کی بیٹی کا ہے۔

﴿وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ﴾ . [النساء: ١٢]

(۴) اگر عرف میں منگی کے موقع پر جو کچھ دیا جاتا ہے وہ بطور ہبہ ہوتا ہے تو مرحوم جاوید کو جو ایک لاکھ روپیہ اور ہیرے کی انگوٹھی دی گئی ہے وہ بطور ہبہ ہے، اور مرحوم جاوید کی

ملکیت ہے اور شادی کے موقع پر دلہن کو جو زیور دیا جاتا ہے وہ اگر برادری کے عرف میں بطور ملکیت دیا جاتا ہے تو دولہن ان زیورات کی مالک ہے، اور اگر برادری کے عرف میں بطور ہبہ نہیں دیا جاتا ہے اور دولہن کو مالک نہیں بنایا جاتا ہے، بلکہ واپس لے لیا جاتا ہے تو وہ بطور عاریت ہے، لہٰذا جو بھی شکل آپ کی برادری کے عرف میں ہے اس کا اعتبار کرنا ضروری ہے۔

الثابت بالعرف كالثابت بالنص. (رسم المفتي، مظاهر علوم سعيديه ص: ۹۵، زكريا ص: ۱۷٦، ۱۷۳، شامي زكريا ٦/٥٥٦، شامي كراچى ٣٦٤/٤)

(۵) مرحوم جاوید کے بھائی بہنیں بھی ہیں، اوراس کو معلوم ہے کہ بھائی بہن بھی ماں باپ کے وارث ہوتے ہیں، اس کے باوجود اس نے ماں باپ کے نام سے جو جائیداد خریدلی ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ماں باپ کے نام سے مصلحتاً بیع تلجیۂ نہیں کرنا چاہتا ہے بلکہ بیع قطعی کردینا چاہتا ہے اس لیے اس جائیداد کے ماں باپ ہی مالک ہیں جو ماں باپ کے نام سے خریدی گئی ہے۔

إن الملكة تثبت بمجرد العقد إذا استجمع البيع شرائط الانعقاد والصحة واللزوم والنفاذ. (شرح المجلة لخالد اتاسي ٣٥٧/٢) **فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴/ رجب المرجب ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۱۸۱)

مرحومہ کے زیورات، مہر، جہیز وغیرہ کی شرعی تقسیم

سوال [۱۱۳۵۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میری بیوی حمل سے تھی اور بچے کی ولادت کے لیے اپنے میکہ لکھنؤ بخوشی گئی تھی، وہاں اچانک انتقال ہوگیا، کچھ دن ہوئے، میرا بیٹا ہے تقریباً ۵/ سال کا جو پیدائشی طور پر ٹانگوں سے مفلوج ہے اس سے چلا پھرا نہیں جاتا، اس وقت اپنے ننہال میں ہے، جس وقت مرحومہ اپنے میکے لکھنؤ گئی تھی میرا اور اپنے گھر کا سارا زیور لے کر اپنے میکے گئی تھی، اور میرے زیور مانگنے پر میرے سسرال والے زیور دینے سے انکار کررہے ہیں، اور کہہ رہے ہیں کہ ان

سارے زیورات پرلڑکا حقدار ہے تمہارا حق نہیں ہے، اگر میں بچہ کا باپ ہوں اور پرورش میں کروں تو کیا میرا حق نہیں ہے زیور اور بچے پر؟

المستفتی: محمد وسیم عرف پپو، اصالت پورہ مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: لڑکی کو میکہ کی طرف سے جو زیورات ملے ہوئے ہیں وہ لڑکی ہی کی ملکیت ہیں، اور شوہر کی طرف سے جو زیورات دیئے گئے ہیں وہ اگر بطور ملکیت دیئے گئے ہیں تو وہ بھی لڑکی کی ملکیت میں شمار ہوں گے اور اگر مالکانہ طور پر نہیں دیئے ہیں مگر آپ کے معاشرہ میں یہی رواج ہے کہ جو زیورات دیئے جاتے ہیں وہ لڑکی کے ہو جاتے ہیں تو ایسی صورت میں یہ سب لڑکی کی طرف سے متروکہ میراث میں شمار ہوں گے اور ان زیورات کے علاوہ الگ سے اگر مہر متعین ہو چکا ہے اور اس کی ادائیگی نہیں ہوئی ہے تو شوہر کے اوپر مہر بھی بطور قرض کے لازم ہے اور بیوی کی موت کے بعد یہ ساری چیزیں اس کی متروکہ میراث ہیں، وہ کل بارہ حصوں میں تقسیم ہو کر تین حصے شوہر کو ملیں گے، دو، دو حصے ماں باپ کو ملیں گے باقی پانچ حصے مرحومہ کے لڑکے کو ملیں گے۔ (مستفاد: امداد المفتیین ۵۶۰/-۵۶۱)

فإن كل أحد يعلم أن الجهاز ملك المرأة و أنه إذا طلقها تأخذه كله و إذا ماتت يورث عنها. (شامی، باب المهر، مطلب: فی دعویٰ الأب أن الجهاز عارية، زكريا ٤/١١٣، كراچی ٣/١٥٨)

والعرف فی الشرع له اعتبار لذا عليه الحكم قد يدار. (شامی، مطلب: فی السفر بالزوجة، زكريا ٤/٢٩٥، كراچی ٣/١٤٧)

المختار للفتویٰ أن يحكم بكون الجهاز ملكا لا عارية، لأنه الظاهر الغالب إلا فی بلدة جرت العادة بدفع الكل عارية. (شامی، باب المهر، مطلب: فی دعیٰ الأب أن الجهاز عارية، زكريا ٤/٣٠٩، كراچی ٣/١٥٧، الأشباه و النظائر قديم ص: ١٧٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۴۵۶)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۳۵/۳/۲ھ

٤ باب الوصية قبل الموت

تقسیم ترکہ قبل نفاذ وصیت کا حکم

سوال [۱۱۳۵۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: محمد زبیر کا کچھ دن پہلے انتقال ہوگیا، ان کے کوئی اولاد نہ تھی اوران کی بیوی حیات ہے، زبیر کا ایک ہی بھائی اقبال تھا، جس کا ان کی زندگی ہی میں انتقال ہوگیا تھا، اقبال کی بھی کوئی اولاد نہ تھی، زبیر کی ایک ہی بہن تھی جس کا ان کی زندگی میں انتقال ہوگیا، البتہ مرحومہ بہن کی اولاد حیات ہے، زبیر کی والدہ والد کا بھی انتقال ہوگیا تھا، مرحومہ بہن کی اولادوں میں تین لڑکے، تین لڑکیاں ہیں۔

زبیر کی والدہ نے ان کے والد سے ۱۹۴۰ء میں طلاق لے کر دوسرا نکاح کرلیا تھا، ان کے والد نے دوبارہ شادی نہیں کی، زبیر کی والدہ کا اپنے دوسرے شوہر سے منصور نامی ایک بیٹا حیات ہے، چنانچہ منصور زبیر کا سوتیلا بھائی ہوا، یعنی ایک ماں اوردو باپ۔

تو دریافت یہ کرنا ہے کہ کیا منصور کو زبیر کا وارث سمجھا جائے گا، یا ان کی مرحوم بہن کی اولاد ان کی وارث ہے، مرحومہ بہن کے تین لڑکے، تین لڑکیاں ہیں، دونوں کے وارث نہ ہونے کی صورت میں کیا ہمیں ان کے خاندان میں وارث تلاش کرنا ہوگا، کسی بھی وارث کے نہ ملنے کی صورت میں کیا ان کی میراث راہِ خیر میں خرچ کی جاسکتی ہے؟

یہاں اس بات کا ذکر ضروری ہے کہ زبیر اپنی زندگی میں اپنے کاروباری پارٹنر سے بارہا یہ بات کہتے تھے کہ میری بہن کا انتقال ہوچکا ہے، میرے بھائی کی کوئی اولاد نہیں، اور میری بہن کی اولاد میری وارث نہیں ہوسکتی، منصور کے متعلق ان کے ذہن میں کوئی شبہ نہیں تھا، اس لیے کہ وہ ان کے باپ کی اولاد نہیں، اس وجہ سے وہ ان کا وارث نہیں ہوسکتا، کیونکہ ان کے خیال میں وارث باپ کے تعلق سے ہوتا ہے، ماں کے تعلق سے نہیں، وہ اپنے پارٹنر

سے بارہا یہ کہتے تھے کہ میرا بیوی کے علاوہ کوئی وارث نہیں، نیز ان کی بیوی کو اس کا حق دینے کے بعد باقی رقم مساجد اور ہسپتالوں وغیرہ میں خرچ کردی جائے؟

المستفتی: عبداللہ بلرامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زبیر کا ماں شریک بھائی جس کو اخیافی بھائی کہا جاتا ہے وہ زبیر کا شرعی وارث ہے، لہٰذا اس کی وصیت کے مطابق اولاً کل مال کا ایک تہائی حصہ مساجد کے لیے الگ کرلیا جائے اسکے بعد بقیہ مال میں سے ایک چوتھائی اس کی بیوی کو ملے گا، اور اخیافی بھائی کے اصحاب رد میں سے ہونے کی وجہ سے بقیہ سارا ترکہ منصور کو مل جائے گا۔

﴿وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ. [النساء: ١٢]﴾

عن عبد الله بن عمر أن عمر بن الخطاب رضى الله عنه سئل عن الوصية؟ فقال عمر: الثلث وسط من المال، لا بخس ولا شطط. (السنن الكبرىٰ للبيهقی، باب الوصية بالثلث، دار الفكر ٩/ ٣٦٩، رقم: ١٢٨٣٩)

ما فضل عن فرض ذوى الفروض ولا مستحق له يرد على ذوى الفروض. (سراجی ص: ٤٣)

ولا يضرب الموصىٰ له بأكثر من الثلث عند أبی حنيفةؒ. (در مختار مع الشامی، باب الوصية بثلث المال زكريا ١٠/ ٣٦٣، كراچی ٦/ ٦٦٨)

والوصية تصرف فی ثلث المال. (بدائع زكريا ٦/ ٤٢٣، كراچی ٧/ ٣٣٠)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳/ شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۴۷۱)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۸/۱۴ھ

مرض الوفات کی وصیت کا حکم

سوال [۱۱۳۵۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: تسنیم کوثر نام کی ایک خاتون کی وفات ۲۷/اپریل ۲۰۱۳ء کو ہوگئی، ان خاتون کے چار بھائی حیات ہیں، حسن مسعود، ان سے بڑے ہیں، اور ارشد متین، سرور، ندیم ان سے چھوٹے ہیں، تسنیم کوثر طلاق شدہ تھیں ان کی کوئی اولاد نہیں تھی، اور لگ بھگ پندرہ سال پہلے مع جہیز کے سامان کے میکے آگئی تھیں، ان کا پورا خرچ مسرور نام کے بھائی اٹھاتے تھے، اور ہر ماہ خرچ کے لیے لگ بھگ ۵۵۰۰ سو روپئے دیتے تھے، مئی ۲۰۱۲ء میں تسنیم کوثر کو دل کا دورہ پڑا تو مسرور نے ہی ان کے علاج معالجہ پر لگ بھگ ساڑھے تین لاکھ روپئے خرچ کیے، دوسرے بھائی حسن اور ارشد اور ندیم نے نہ تو علاج پر کوئی روپیہ خرچ کیا اور نہ ہی کوئی ماہ واری خرچ دیتے تھے، کبھی کبھار عید، بقرعید پر حسن اور ارشد نے ۱۰۰، ۲۰۰ روپئے یا ایک جوڑی کپڑے بنائے ہوں گے، تسنیم نے اپنی وفات سے کچھ دن پہلے اپنی دو تایا زاد بہنوں اور خالہ سے کہا کہ میرا جو زیور ہے میری وفات کے بعد میرے بھائی مسرور کو دیدیا جائے، اور وہ زیور بھی تایا زاد بہنوں کے حوالہ کردیا، اس کے علاوہ ان کے پاس کچھ نقدی بھی تھی، جو مسرور نے تسنیم کو خرچ کے لیے دیئے تھے، ویسے کے ویسے ہی تایا زاد بہنوں کے پاس رکھوا دیئے، اس کے علاوہ تسنیم کے سامان میں بھی کئی جگہ روپئے رکھے ملے، کچھ اس حالت میں جیسے مسرور نے خرچ کے لیے دیئے تھے، اور کچھ ٹکڑوں میں جگہ جگہ رکھے ملے، اس کے علاوہ تسنیم کا گھریلو سامان جو جہیز کا اور ان کا خریدا ہوا ہے، تو سوال یہ ہے کہ:

(۱) کیا مسرور تایا زاد بہنوں کے پاس رکھا زیور، پیسے لے سکتا ہے؟ یا یہ زیور اور روپئے سب بھائیوں میں بانٹے جائیں گے؟

(۲) گھر میں جگہ جگہ جو روپئے ملے ہیں جو مسرور نے ہی دیئے ہیں، وہ روپئے مسرور لے سکتا ہے یا یہ روپئے بھی سب بھائیوں میں تقسیم ہوں گے؟

(۳) مسرور نے تسنیم کے استعمال شدہ ۶، ۷/جوڑی کپڑے اور ایک نیا جوڑا ثواب

کی نیت سے بغیر دوسرے بھائیوں سے پوچھے غرباء کو دیدیئے، اس میں کوئی گناہ یا حق تلفی تو نہیں ہے؟

(۴) تسنیم کے پاس باورچی خانہ میں مسالا وغیرہ اور گھریلو سامان ہے جو مسرور کے دیئے روپیوں سے خریدا گیا ہے وہ مسرور لے سکتا ہے یا وہ سامان بھی سب میں بٹے گا؟

نوٹ: تسنیم اور مسرور پہلے تو ساتھ ہی رہتے تھے لیکن ۱۲؍سال سے مسرور دوسرے شہر میں رہتے ہیں اور تسنیم کے پاس ہر مہینہ آتے رہتے تھے۔

المستفتی: احسن مسرور دیووہار کالونی سول لائن مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تسنیم کوثر کا خرچہ مسرور صاحب نے جو اٹھایا ہے وہ ان کی طرف سے تبرع ہے، جس کے عوض وہ کسی چیز کے حقدار نہیں ہوتے ہیں، اور تسنیم کوثر نے زیورات کی وصیت جو مسرور صاحب کے نام سے کی ہے وہ دیگر ورثاء کی رضامندی پر موقوف ہے، اور گھر میں جگہ جگہ جو روپئے ملے ہیں تو چوں کہ مسرور صاحب نے تسنیم کوثر کو ہبہ کر کے قبضہ دیدیا تھا جس بناء پر وہ ان کی مالک بن چکی تھیں لہٰذا اب ان کی وفات کے بعد وہ ترکہ شمار ہوگا، اسی طرح ان کے کپڑے اور باورچی خانہ میں رکھے مسالہ جات وغیرہ یہ سب تمام شرعی ورثاء کے درمیان تقسیم ہوں گے اور کپڑے جو مسرور صاحب نے فقراء کو دیدیئے ہیں اس میں چونکہ تمام ورثاء کا حق تھا اس لیے مسرور صاحب ان کپڑوں کی قیمت ادا کریں جو ترکہ میں شامل ہوگا۔

وتتم الهبة بالقبض الكامل لقوله عليه السلام لاتجوز الهبة إلا مقبوضة. (مجمع الأنهر، كتاب الهبة، دار الكتب العلمية بيروت ۳/ ۳۹۱، مصری قدیم ۲/ ۳۵۳، شامی کراچی ۵/ ۶۹۰، زکریا ۸/ ۵۲۰، الفتاویٰ التاتارخانية زکریا ۱۴/ ۴۲۱، رقم: ۲۱۵۶۳، شرح المجلة رستم اتحاد ۱/ ۴۷۳، رقم المادة: ۸۶۱)

إقرار المريض لوارثه لايجوز إلا بإجازة بقية الورثة. (هنديه، الباب السادس فى أقارير المريض و أفعاله، زکریا جدید ۴/ ۱۸۱، قدیم ۴/ ۱۷۶)

ثم للرجوع موانع ...... قال أو بموت أحد المتعاقدين لأن بموت الموهوب له ينتقل الملك إلى الورثة. (بناية اشرفيه ديوبند ۱۰/ ۱۹۰)

التركة في الاصطلاح ما تركه الميت من الأموال صافيا عن تعلق حق الغير بعين من الأموال. (شامی کراچی ۶/ ۷۵۹، زکریا ۱۰/ ۴۹۳)

ثم يقسم الباقي بين ورثته بالكتاب والسنة و إجماع الأمة. (سراجی ص: ۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵؍ جمادی الثانیہ ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۱۶۴)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۵/ ۶/ ۱۴۳۴ھ

مرض الموت میں پورا مکان مہر میں دینے کا حکم

سوال [۱۱۳۵۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: اسلام الدین کی ملکیت میں صرف ایک مکان تھا جس کی قیمت تقریباً ڈھائی لاکھ روپیہ ہے، انہوں نے اپنے مرض الموت میں انتقال سے چند روز قبل یہ پورا مکان اپنی بیوی کو مہر میں دیدیا جبکہ ان کا مہر صرف مہر فاطمی ہے تو کیا مرض الموت میں ڈھائی لاکھ روپیہ کی مالیت کا مکان مہر میں دینا درست ہے، جبکہ اسلام الدین کے ورثاء میں ایک بیوی، ایک لڑکا اور پانچ لڑکیاں ہیں؟

المستفتی: محمد اسلم متولی جامع مسجد عمری کلاں مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مرض الموت میں شوہر نے مہر کے عوض میں جو ڈھائی لاکھ کی مالیت کا مکان بیوی کو دیدیا تھا یہ وصیت کے حکم میں ہے اور وارث کے لیے شرعاً وصیت جائز نہیں ہے، لہٰذا بیوی کو مکان نہیں ملے گا، بلکہ اس مکان کی قیمت میں سے بقدر مہر ملے گا، مہر فاطمی کی مقدار ڈیڑھ کلو تیس گرام نو سو ملی گرام چاندی ہے اس کی قیمت بازار سے

معلوم کرلی جائے، گیارہ، بارہ ہزار اس کی قیمت بنتی ہے، لہٰذا مذکورہ مکان کی قیمت میں سے ہی گیارہ، بارہ ہزار روپیہ مہر میں دیا جاسکتا ہے، باقی مکان یا مکان کی پوری قیمت تمام ورثاء کے درمیان شرعی حصوں کے اعتبار سے تقسیم ہوگی، جس میں مرنے والے کی بیوی کا بھی حصہ ہوگا۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۳۳۱/۴)

عن أبی أمامة الباهلی –رضی الله عنه– قال: سمعت رسول الله ﷺ یقول فی خطبته عام حجة الوداع، إن الله تبارک وتعالیٰ قد أعطیٰ کل ذی حق حقه فلا وصیة لوارث. (سنن الترمذی، باب ما جاء لا وصیة لوارث، النسخة الهندیة ۳۲/۲ دار السلام رقم: ۲۱۲۰، سنن أبی داؤد، الوصایا، باب ماجاء فی الوصیة للوارث، النسخة الهندیة ۳۹۶/۲، دار السلام رقم: ۲۸۷۰، سنن ابن ماجه، لاوصیة لوارث، النسخة الهندیة ۱۹٤/۲ دار السلام رقم: ۲۷۱۳)

والهبة من المریض للوارث فی هذا نظیر الوصیة لأنها وصیة حکما. (هدایه، کتاب الوصایا، باب فی صفة الوصیة، اشرفی ٦٥٧/٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱ر رجب المرجب ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۴۵۵)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۷/۸ھ

پورے ترکہ کو کارِ خیر میں وصیت کرنے کی شرعی حیثیت

سوال [۱۱۳۵٦]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میری ہمشیرہ مشکاۃ جہاں بیوہ راحت علی مرحوم نے مجھے اور ظفر علی کو بلا کر کہا کہ میرے مکان کو فروخت کردو، اس کو فروخت کر کے چار حصہ کرو، ایک حصہ خود نفیس الرحمٰن کو جو کہ بیوہ کے بھائی ہیں کو دینا اور دوسرا حصہ اللہ کے نام کا کردینا، اور تیسرا حصہ ظفر علی کے لڑکے عدن کو دینا، اور چوتھا حصہ میرے اوپر اور میرے موت گڑھے کے لیے رکھ دینا۔

اب ان کا انتقال ہوگیا، وہ مکان ابھی تک فروخت نہیں ہوا ہے، ان کی کوئی اولاد بھی

نہیں ہے، شرعی اعتبار سے اس مکان کی تقسیم ان کی بتلائی ہوئی وصیت کے مطابق ہوگی یا اس میں وارثین کو بھی شامل کیا جائے گا؟ بیوہ کی ایک بہن ایک بھائی حیات ہیں، جن کی اولادیں بھی ہیں، ان کی حیات میں ایک بھائی کا انتقال ہو چکا جن کی ایک بیوہ، ایک لڑکا، اور تین لڑکیاں ہیں، جن کی شادیاں ہو چکی ہیں، تینوں کا انتقال ان کی حیات میں ہو چکا تھا، جن کی اولادیں زندہ ہیں، اور سب کی شادیاں ہو چکی ہیں؟

المستفتی: نفیس الرحمٰن ولد شفیق الرحمٰن مسجد قلعہ والی رامپور یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بیوہ نے جو وصیت کی ہے وہ وصیت ترمیم ہو کر کے نافذ ہوگی، اس کی شکل یہ ہوگی کہ مکان کی پوری قیمت میں سے جتنے پیسہ کی بیوہ کے کفن دفن میں ضرورت پڑے اس پر خرچ کیا جائے اس کے بعد باقی سارے پیسے ۱۸؍ حصوں میں تقسیم ہو کر تین حصے کارِ خیر میں خرچ ہوں گے، اور تین حصے بھتیجے عدن کو ملیں گے اور یہ تین حصے تہائی میں وصیت نافذ ہونے کی وجہ سے ملیں گے، اس کے بعد بقیہ بھائی کو آٹھ حصہ اور بہن کو چار حصہ اس طریقہ پر تقسیم ہوگا:

$\frac{۱۸}{۳}$ میـــــــــــــــــــــــــــــت ۶

کارخیر	بھتیجا	بھائی	بہن
$\frac{۱}{۶}$		$\frac{۲}{۱۲}$	
۳	۳	۸	۴

مذکورہ ورثاء میں سے ہر ایک کو بیوہ کے ترکہ میں سے اتنا اتنا ملے گا جو ان کے نیچے درج ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴؍ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۳۵۷)

وارث کے حق میں ہبہ پر شرعی ثبوت کے ساتھ وصیت کا ثبوت ہو تو؟

سوال [۱۱۳۵۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرے تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں، پانچوں شادی شدہ ہیں، میری دونوں لڑکیوں نے کبھی کوئی مالی مطالبہ نہیں کیا اور نہ آئندہ کوئی مالی مطالبہ کرنا چاہتی ہیں، البتہ ان دونوں لڑکیوں کی حق شناسی کی جاتی ہے، ایک ہمارا رہائشی مکان ہے، جس کو ابھی اولادوں میں تقسیم نہیں کیا ہے، جس کی قیمت اندازاً چار لاکھ روپیہ ہے، میرے بڑے دونوں لڑکے اپنے وطن سے باہر کاروبار کے سلسلے میں تقریباً ۳۵ رسال قبل چلے گئے، ان دونوں لڑکوں کا کاروبار میرے شوہر نے ہی اپنے پاس سے کرایا، حالانکہ جس وقت میرے بڑے دونوں لڑکے ہمارے پاس سے باہر گئے اس وقت ہمارے کاروبار کی پوزیشن بہت کمزور تھی، یہاں تک کہ ہم اس وقت ایک لاکھ کے مقروض تھے، اس کے بعد میرے شوہر اور میرے تیسرے بیٹے محمد سلطان کی جدوجہد سے کاروبار سنبھلا، کاروبار سنبھلنے کے بعد میرے بڑے دونوں لڑکے جو باہر چلے گئے وہ دونوں میرے شوہر سے وقتاً فوقتاً کثیر رقم لیتے رہے، یہاں تک کہ ان دونوں کی طرف تقریباً چار لاکھ روپیہ پہنچ گئے، جبکہ ان دونوں بڑے لڑکوں نے میری اور نہ میرے شوہر کی کوئی خدمت کی، بلکہ بڑے لڑکے کی بداخلاقی کی وجہ سے میرے شوہر اس سے بہت تنگ آکر لفظ عاق کا استعمال کردیا کرتے تھے، میرے شوہر میرے چھوٹے بیٹے محمد سلطان کی خدمت اور کاروبار کی محنت کی وجہ سے ۱۹۹۳ء میں فیکٹری کا نصف حصہ جس کی قیمت اس وقت پچھتر ہزار روپیہ ہوگی، میرے چھوٹے بیٹے محمد سلطان کو ہبہ کردی، بقیہ نصف حصہ میرا چھوٹا بیٹا محمد سلطان اپنی کمائی سے پہلے ہی حاصل کرچکا تھا، میرے شوہر نے ایک آراضی جس کی قیمت اندازاً پچاس ہزار روپیہ ہوگی وہ چھوٹے بیٹے محمد سلطان کو ہبہ کی۔

تیسری فیکٹری سے متعلق آمد ۱۹۹۵ء میں جو تقریباً ایک لاکھ پچاس ہزار روپیہ ہوگی، میرے چھوٹے بیٹے محمد سطان کے نام میرے شوہر نے وصیت کی اس کے بعد میرے شوہر کا

۲۰۰۰ء میں انتقال ہوگیا، اب بڑے دونوں لڑکے یہ سوال کرتے ہیں کہ صرف چھوٹے بیٹے محمد سلطان ہی کے نام ہبہ اور وصیت جائیداد وکاروبار کی کیوں کی ہے، جبکہ ہم بھی موجود ہیں حالانکہ بڑے دونوں لڑکوں کی کمائی ہمیں ۲۵ رسال سے حاصل نہیں ہے اور نہ ہمیں کوئی کمائی دی ہے، یہ سب محنت میرے شوہر اور میرے چھوٹے لڑکے محمد سلطان کی ہے جس کو ہبہ و وصیت کیا ہے، جبکہ رہائشی مکان ابھی باقی ہے، اس کو میں اپنی اولاد میں تقسیم کی نیت رکھتی ہوں، ایسی صورت میں میری اور میرے چھوٹے بیٹے محمد سلطان کی شرع کی رو سے کیا غلطی ہے اور میرے شوہر کا میرے چھوٹے بیٹے محمد سلطان کے نام ہبہ و وصیت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: بھوری بیگم کانٹھ امروہہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ کے شوہر نے اپنی زندگی میں چھوٹے بیٹے محمد سلطان کو جو فیکٹری کا نصف حصہ اسی طرح دیگر آراضی جو ہبہ کی ہیں اگر اس ہبہ کا شرعی ثبوت ہے یعنی تحریری شکل میں موجود ہے، اور قبضہ بھی محمد سلطان کو دیدیا ہے تو ایسی صورت میں ہبہ درست ہے اور اس میں دیگر ورثاء کا حق نہ ہوگا بلکہ محمد سلطان ہی اس کا مالک ہوگا۔

وتتم الهبة بالقبض الكامل. (در مختار على الشامي، كتاب الهبة، زكريا ۸/۴۹۳، كراچی ۵/۶۹۰)

البتہ ہبہ کے علاوہ محمد سلطان کے نام جو وصیت کی ہے اس کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں ہے بلکہ وہ کالعدم ہے اس میں بڑے دونوں لڑکے بھی برابر کے حقدار ہوں گے۔

عن أبي أمامة الباهلي -رضي الله عنه- قال: سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يقول في خطبته عام حجة الوداع، إن الله تبارك وتعالىٰ قد أعطىٰ كل ذي حق حقه فلا وصية لوارث. (سنن الترمذي، باب ما جاء لا وصية لوارث، النسخة الهندية ۲/۳۲ دار السلام رقم: ۲۱۲۰، سنن أبي داؤد، الوصايا، باب ماجاء في الوصية للوارث، النسخة الهندية ۲/۳۹۶، دار السلام رقم: ۲۸۷۰، سنن ابن ماجه، لاوصية

لوارث، النسخة الهندية ۲/ ۱۹٤ دار السلام رقم: ۲۷۱۳)

لہٰذا ہبہ کے علاوہ جائیداد وغیرہ جن کی مرحوم نے وصیت کی تھی یا جو کچھ جائیداد مال نقدی وغیرہ بوقت موت مرحوم کی ملک میں تھی، وہ سب درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگی:

۶۴ / ۸

میت

بیوی	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی
۱/۸					
۸	۱۴	۱۴	۱۴	۷	۷

مرحوم کا کل ترکہ ۶۴/ سہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا ملے گا جو اس کے نیچے درج ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲/ ربیع الاول ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۷۰۸۹)

وراثت کے متعلق وصیت بنانا

سوال [۱۱۳۵۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) اگر کوئی اپنی زندگی میں اپنی وراثت سے متعلق وصیت بنانا چاہے تو وہ بنا سکتا ہے یا نہیں؟ کیا وہ اپنی مرضی سے اپنی جائیداد کا بٹوارہ کرسکتا ہے؟ اگر کرسکتا ہے تو اس بٹوارہ کا طریقہ ارسال فرمائیں۔

(۲) اپنی وراثت سے وہ اولاد میں سے کسی کو بطور ہدیہ دے سکتا ہے یا نہیں؟ اگر دے سکتا ہے تو کتنا دے سکتا ہے؟

(۳) وراثت درج ذیل ہے اس کی تقسیم کس طرح کی جائے، وارث کل چار ہیں: لڑکا، لڑکی شادی شدہ، لڑکی شادی شدہ، بیوی۔

جائیداد کی تفصیل: الف: زراعت کل ۶۱۴/ آر جو ایک ساتھ نہیں الگ الگ ۵/

ٹکڑوں میں ہے،ان کی تفصیل: ۸۱/آر،۸۹/آر،۱۵۸/آر،۱۸۴/آر،۱۰۲/آر،کل ۶۱۴/آر جن کی مجموعی قیمت ۶۱۴۰۰۰۰ روپئے ہے،اور مکانات کی کل قیمت تقریباً اٹھارہ لاکھ روپئے، کل اناسی لاکھ چالیس ہزار روپئے ہوئے۔

(۴) اگر لڑکیوں میں صرف زراعت تقسیم کرنا ہو تو کیا ایسا کیا جا سکتا ہے، مکانات کے عوض اتنی قیمت کی زراعت دی جاسکتی ہے، اگر ہاں تو لڑکیوں کے حصے میں کل زمین زراعت کتنے آر دینا ہوگی؟

المستفتی: قاضی حمید الدین، افضل الدین قاضی محلّہ تھانیسر شید پور دھولیہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱-۳) آدمی کے مرنے سے پہلے اس کی جائیداد وراثت نہیں بنتی ہے اور وارثین کے بارے میں دوسرے ورثاء کی مرضی کے بغیر وصیت درست نہیں ہوتی ہے، ہاں البتہ اتنی بات کی گنجائش ہے کہ مرنے کے بعد جس وارث کو وراثت میں جتنا مل سکتا ہے اتنے حصہ پر ہر وارث کو استعمال کے لیے قبضہ دے دیا جائے، مالک نہ بنایا جائے تاکہ مرنے کے بعد ہر وارث کے اپنے اپنے حصہ پر پہلے سے قابض ہونے کی وجہ سے ان کے درمیان میں کوئی جھگڑا اور اختلاف واقع نہ ہو سکے، اگر سائل کے مرنے کے وقت سوالنامہ میں ذکر کردہ چاروں ورثاء زندہ رہتے ہیں تو ۷۹۴۰۰۰۰/روپئے درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوں گے اور زراعت کی زمین اور رہائشی مکانات ہر ایک میں لڑکی کا بھی حصہ ہوتا ہے جو ذیل کے نقشہ سے واضح ہو جائے گا۔

تداخل ترکہ:

میت

	بیوی	لڑکا	لڑکی	لڑکی
سہام	۱ / ۴	۱۴	۷	۷
ترکہ	۹۹۲۵۰۰/روپئے	۳۴۷۳۷۵/روپئے	۱۷۳۶۸۷۵/روپئے	۱۷۳۶۸۷۵/روپئے

(سہام کے اوپر: ۷)

(۴) لفظ آر یہاں مرادآباد میں مستعمل نہیں ہے اور نہ ہمیں اس کا معنی معلوم ہے، لہٰذا ترکہ کو اوپر کے نقشہ کے مطابق تقسیم کیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲/ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۰۸۹۰)

وارثین کے حق میں وصیت نافذ نہیں ہوتی

سوال [۱۱۳۵۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) ہمارے والد صاحب نے کما کر کھیت ومکان خریدا، اس کے بعد ہمارے بڑے بھائی صاحب محمد قیس گھر سے بٹوارہ کر کے الگ ہو گئے، الگ ہونے کے بعد ہمارے والد صاحب نے ایک اور مکان خریدا جو خود چھوٹے بھائی محمد فیروز کے نام بیع نامہ ہے اور ہم لوگ دو بھائی: محمد قیس، محمد فیروز اور چار بہنیں ہیں اور والد، والدہ باحیات ہیں، والد صاحب کو فکر ہوئی کہ اپنی زندگی میں مسئلہ حل کر دیں، تو انہوں نے چند لوگوں کے سامنے جھگڑا ختم کرنے کے لیے ۹۰ ڈسمل آراضی بڑے بھائی محمد قیس کے نام سے رجسٹرڈ وصیت کر دی، اور ۹۸/ ڈسمل آراضی جو میری ماں کے نام سے تھی چھوٹے بھائی محمد فیروز کے نام سے رجسٹرڈ وصیت کر دی اور والد، والدہ چھوٹے بھائی محمد فیروز کے ساتھ رہتے ہیں، اور دو مکان جو بٹوارہ سے پہلے کے تھے سب بڑے بھائی محمد قیس کے نام وصیت کر دی، جبکہ بڑے بھائی محمد قیس والد صاحب کے سخت نافرمان ہیں، اور والد صاحب کا کہنا ہے کہ اپنی زندگی میں دین یا دنیا کی میری کوئی بات نہیں مانی ہے یہاں تک کہ والد صاحب کو اور والدہ صاحبہ کو اور چھوٹے بھائی محمد فیروز کی اہلیہ اور ان کے بچوں کو اس گھر سے نکال کر قبضہ کر لیا، جس کو والد صاحب نے اپنی کمائی سے خریدا اور بنایا تھا، اور وہ مکان جو بٹوارہ کے بعد محمد فیروز اور والد صاحب نے مل کر خریدا تھا اور محمد فیروز کے نام بیع نامہ بھی ہے، وہ چھوٹے بھائی محمد فیروز کو دیدیا، اور

والد صاحب نے اپنی زندگی میں کئی بار کھیت اور زمین کو خریدا، لیکن اپنی مرضی سے نفع کے تحت کبھی ضرورت کے تحت فروخت کردیا، اب سوال یہ ہے کہ یہ جس انداز سے بٹوارہ ہوا ہے، کیا اس میں بہنوں کا بھی حق ہے؟

(۲) بٹوارہ میں جو کمی زیادتی ہوئی ہے کیا شریعت کے حساب سے جائز ہے یا نہیں؟

(۳) یہ زمین جائیداد جو اپنی ضرورت کے لیے یا نفع کے لیے والد صاحب نے فروخت کیا کیا وہ ناجائز ہے یا جائز؟

المستفتی: محمد فیروز بن سیف اللہ مہراج گنج یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: باپ نے جھگڑے کو نمٹانے کے لیے دونوں لڑکوں کے نام سے جائیداد کی جو رجسٹری وصیت کردی ہے، شرعی طور پر وارثین کے حق میں وصیت نافذ نہیں ہوئی، چاہے جس کے نام وصیت کی ہے، وہ فرمانبردار ہو یا نافرمان، لہٰذا باپ کی وفات کے بعد وصیت شدہ تمام جائیداد میراث بن جائے گی، اور بھائیوں کے ساتھ بہنیں بھی میراث میں شریک ہوجائیں گی، لہٰذا اگر ماں باپ دونوں گذر جائیں اور صرف بیٹے اور بیٹیاں زندہ ہوں تو کل جائیداد آٹھ سہام میں تقسیم ہوکر دونوں بھائیوں کو دو دو حصے ملیں گے اور چاروں بہنوں کو ایک ایک حصہ ملے گا، ہاں البتہ چھوٹے بھائی فیروز کے نام سے جو مکان باپ اور فیروز کے مشترکہ پیسے سے خرید کر فیروز ہی کے نام سے بیع نامہ رجسٹری کردی گئی، اس کا مالک فیروز رہے گا، اس لیے کہ یہ وصیت نہیں ہے بلکہ فیروز کے نام سے خریدا گیا ہے تاہم اگر باپ اپنی زندگی میں تقسیم کرکے مالک بنانا چاہتا ہے تو لڑکیوں کو لڑکوں کے برابر دینا لازم ہوجائے گا، ورنہ باپ گنہگار رہوگا۔

عن أبی أمامة الباهلی -رضی الله عنه- قال: سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی خطبته عام حجة الوداع، إن الله تبارک و تعالیٰ قد أعطیٰ کل ذی حق حقه فلا وصیة لوارث. (سنن الترمذی، باب ما جاء لا وصیة لوارث،

النسخة الهندية ۲/ ۳۲ دار السلام رقم: ۲۱۲۰، سنن أبی داؤد، الوصایا، باب ماجاء فی الوصية للوارث، النسخة الهندية ۲/ ۳۹٦، دار السلام رقم: ۲۸۷۰، سنن ابن ماجه، لاوصية لوارث، النسخة الهندية ۲/ ۱۹٤ دار السلام رقم: ۲۷۱۳)

ولاتجوز لوارثه لقوله عليه السلام: إن الله أعطى كل ذى حق حقه ألا لاوصية لوارث ولأنه يتأذى البعض بإيثار البعض ففى تجويزه قطيعة رحم.

(هدایه، کتاب الوصایا، باب فی صفة الوصية اشرفی ٤/ ٦٥٧)

والقبض الكامل فى المنقول ما يناسبه وفى العقار ما يناسبه. (شرح المجلة رستم اتحاد ۱/ ٤٦۲ – ٤٦۳)

لابأس بتفضيل بعض الأولاد فى المحبة لأنها عمل القلب وكذا فى العطايا إن لم يقصد به الإضرار وإن قصده فسوىٰ بينهم يعطى البنت كالإبن عند الثانى، وعليه الفتوىٰ، وتحته فى الشامية: أى على قول أبى يوسفؒ: من أن التنصيف بين الذكر والأنثىٰ أفضل من التثليث الذى هو قول محمدؒ.

(شامی، کتاب الهبة زکریا ۸/ ۵۰۱- ۵۰۲، کراچی ۵/ ٦۹٦، هندیه زکریا قدیم ٤/ ۳۹۱، جدید ٤/ ٤۱٦، قاضیخان زکریا جدید ۳/ ۱۹٤، وعلى هامش الهندية ۳/ ۲۷۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

الجواب صحیح	کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ	۶/ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ
۱۴۲۹/۳/۶ھ	(الف فتویٰ نمبر: ۹۴۹۹/۳۸)

وارث کے حق میں وصیت

سوال [۱۱۳۶۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) زید نے اپنے انتقال کے وقت ترکہ میں ایک مکان چھوڑا اور کچھ نقد روپیہ چھوڑا، اور وارثوں میں ایک حقیقی بھائی ایک حقیقی بہن اور منجھلے حقیقی بھائی کی اولاد اور اپنی لڑکی

کی اولاد یہ سب وارث چھوڑے، زید کی بیوی کا اور اس کی لڑکی کا اور منجھلے بھائی کا زید کی حیات میں انتقال ہو چکا تھا،لڑکی کی اولاد میں چار لڑکیاں (زید کی نواسی ہیں) منجھلے متوفی بھائی کی اولاد میں تین لڑکے، ایک لڑکی (زید کے بھتیجے اور بھتیجی) چار ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کا یہ مذکورہ ترکہ (مکان اور نقدی روپیہ) ان مذکورہ ورثاء میں کس طرح تقسیم ہوگا؟ کس کس کو ملے گا؟ اور کس کس کو نہیں ملے گا؟ اور جس کو ملے گا تو کتنا ملے گا؟

(۲) زید نے جو مکان ترکہ میں چھوڑا ہے اس پورے مکان کی اپنی زندگی میں اس نے اپنے منجھلے متوفی بھائی کے تین لڑکوں میں سے بڑے لڑکے محمد طفیل کے نام وصیت کر دی تھی کہ تا زندگی میرا اور میرے مرنے کے بعد تیرا ہے، تو اب یہ وصیت شرعاً مانی جائے گی یا نہیں؟ اس مسئلہ کے جواب باصواب سے مشرف فرما کر عند اللہ ماجور ہوں اور سب باتوں کا جواب تفصیل سے سمجھا کر تحریر فرمائیں؟

المستفتی: رحمت اللہ دوکاندار ہلدوانی نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۲) برتقدیر صحت واقعہ وبعد ادائے حقوق متقدمہ علی الارث زید نے جو مکان اپنے منجھلے بھائی کے لڑکے محمد طفیل کے نام وصیت کیا تھا وہ شرعاً معتبر ہے، اس لیے کہ وہ میت کا شرعی وارث نہیں ہے، اور غیر وارث کے لیے وصیت جائز ہے۔

عن عبد اللہ بن عمر أن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنه سئل عن الوصية؟ فقال عمر: الثلث وسط من المال، لا بخس ولا شطط. (السنن الکبریٰ للبیهقی، باب الوصية بالثلث، دار الفکر ۹/ ۳۶۹، رقم: ۱۲۸۳۹)

وتجوز بالثلث للأجنبی عند عدم المانع وإن لم یجز الوارث ذٰلک. (در مختار مع الشامی، کتاب الوصية، باب الوصية بالثلث، زکریا ۱۰/ ۳۳۹، کراچی ۶/ ۶۵۰)

لہٰذا اگر ورثاء اجازت دیدیں تو پورا مکان محمد طفیل کو مل جائے گا، ایسی صورت میں صرف نقد روپئے ترکہ شمار ہوں گے، اور اگر ورثاء پورے مکان میں نفاذ وصیت کی اجازت

نہیں دیتے تو مکان اور روپیوں کو جمع کرکے اس کے تین حصے کریں گے، جن میں سے ایک ثلث میں وصیت نافذ ہوگی، لہٰذا ایک ثلث کے بقدر جتنا مکان آتا ہے وہ محمد طفیل کو ملے گا باقی دو ثلث میں وراثت جاری ہوگی۔

فإن الموصی إذا ترک ورثه فإنما لا تصح بما زاد علی الثلث والمراد بعدم الصحة عد النفاذ حتی لا ینفذ بل یتوقف علی الإجازة. (البحر الرائق، کتاب الوصایا، زکریا ۹/ ۴۱۴، کوئٹہ ۸/ ۴۰۴، شامی زکریا ۱۰/ ۳۳۹، کراچی ۶/ ۶۵۰)

(۱) سوال میں مذکور لوگوں میں سے صرف حقیقی بھائی بہن وارث ہوں گے جن کے درمیان کل ترکہ درج ذیل نقشے کے مطابق تین حصوں میں تقسیم ہوکر دو حصہ بھائی کو، ایک حصہ بہن کو مل جائے گا۔

زید میـــــــــــــــــــــــــــــــــــت ۳

حقیقی بھائی	حقیقی بہن
۲	۱
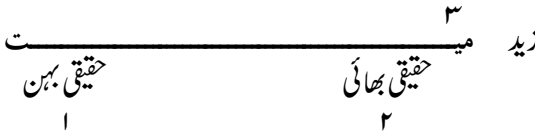
فللذکر مثل حظ الأنثیین، الأقرب فالأقرب (إلی قوله) ثم جزء أبیه أی الإخوة ثم بنوهم وإن سفلوا. (سراجی ص: ۲۲ باب العصبات) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳ ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۰۹۵)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۰/۴/۳ھ

والدہ کی موت کے بعد وصیت کا حکم

سوال [۱۱۳۶۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میری والدہ کے پاس دو دو کانیں اور دو مکانات تھے، انہوں نے اپنی زندگی میں اپنی دو کانیں اپنے دو لڑکوں محمد یامین، محمد سرفراز کو دیدی تھیں، اور دو مکان چار لڑکے: تنویر احمد، سلیم احمد، محمد عمر فاروق، تسلیم احمد، تین لڑکیاں: شاہین بانو، پروین بانو، مبین بانو، کو دیدیئے

تھے، اور قبضہ بھی دیدیا تھا، لیکن اس کے ساتھ ہی ایک تحریر وصیت نامہ کے طور پر یہ لکھی تھی کہ ان دوکانوں اور مکانوں کی زندگی بھر میں مالک رہوں گی، اور میرے انتقال کے بعد دو دوکانیں بڑے لڑکے محمد یامین اور محمد سرفراز کو ملیں گی، اور دونوں مکانات چار لڑکے اور تین لڑکیوں کو ملیں گے، پھر والدہ کا انتقال ہو گیا، تو اب دریافت یہ کرنا ہے کہ والدہ کی وصیت کے مطابق تقسیم ہوگی یا دونوں دوکانوں اور دونوں مکانوں کی تقسیم حسب حصص شرعیہ ہوگی؟ شرعی حکم تحریر فرمادیں؟

المستفتی: محمد عمر فاروق ہلدوانی نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر سوال نامہ واقعہ کے مطابق صحیح اور درست ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ والدہ نے بڑے دونوں لڑکوں کو دوکان استعمال کے لیے دی اور حقیقت میں والدہ ہی مذکورہ ساری جائیداد کی مالک ہے اور مرنے کے بعد جن کے قبضہ میں جو جائیداد ہے ان کے مالک ہونے کی جو وصیت کی ہے اس وصیت کا سارا مدار والدہ کی وفات کے بعد ورثاء پر ہے، اگر سارے ورثاء اس کے نفاذ کی بخوشی اجازت دیتے ہوں تو وہ نافذ ہوگی، ورنہ وہ وصیت باطل ہو جائے گی، اور سوالنامہ سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ سارے ورثاء اس وصیت نامہ پر راضی نہیں ہیں، اس لیے دونوں دوکان اور دونوں مکان والدہ کی میراث شمار ہو کر ساری اولادوں میں شرعی حصوں کے حساب سے تقسیم ہوں گے، اس میں دوکانوں کی قیمت لگا کر تقسیم کی جائے اور مکان اگر بڑے بڑے ہیں تو گزوں کے حساب سے تقسیم کردیئے جائیں، اگر چھوٹے ہیں تو قیمت کے حساب سے تقسیم کردیئے جائیں، لہٰذا والدہ کی وفات کے بعد مذکورہ ورثاء کے درمیان دونوں دوکان اور دونوں مکان درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوں گے۔

۱۵ میت

لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی	لڑکی
۲	۲	۲	۲	۲	۱	۱	۱

مرحومہ کا ترکہ ۱۵ر حصوں میں تقسیم ہو کر اسی کے تناسب سے ترکہ میں سے لڑکوں کو دو

دو حصے اور لڑکیوں کو ایک ایک حصہ ملے گا۔

عن أبی أمامة الباهلیؓ قال: سمعت رسول الله ﷺ یقول: فی خطبته عام حجة الوداع ...... إن الله أعطیٰ کل ذی حق حقه فلا وصیة لوارث. (سنن الترمذی، باب ماجاء فی الوصیة للوارث، النسخة الهندیة ٢/٣٢، دار السلام رقم: ٢١٢٠)

عن عبد الله ابن عباسؓ قال: قال رسول الله ﷺ: لاتجوز الوصیة لوارث، إلا إن شاء الورثة. (السنن الکبریٰ للبیهقی باب نسخ الوصیة للوالدین والأقربین، دار الفکر ٩/٣٥٦-٣٥٧-٣٥٨، رقم: ١٢٧٩٧-١٢٧٩٨-١٢٨٠٣، سنن الدار قطنی، دار الکتب العلمیة بیروت ٤/٨٦ رقم: ٢٤٥١-٢٤٥٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
٢٥/صفر المظفر ١٤٣٥ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ١١٤٤٩/٤٠)	٢٥/٢/١٤٣٥ھ

مورث کا بیٹوں کو مکان کی وصیت کرنا

سوال [١١٣٦٢]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (١) بارہ سال قبل زید کا انتقال ہوا، زید نے اپنے ترکہ میں ایک مکان جس میں ۴/کمرے، دو دوکانیں، ایک ہال، ایک دوچھتی چھوڑی، اپنی زندگی میں زید نے اپنے تمام اہل خانہ کے سامنے اس مکان کو اپنے بیٹوں کے لیے خاص کر دیا تھا، زید کی بیوی بیٹے اور بیٹیاں اس پر گواہ ہیں۔

(٢) زید کے ورثاء میں تین بیٹے اور پانچ بیٹیاں ہیں، بیٹیاں مکان مذکورہ میں اپنے حصہ کا مطالبہ کر رہی ہیں، قرآن وحدیث کی روشنی میں حصہ کی تقسیم کس طرح ہوگی؟

(٣) اگر زید کی بیٹیاں اپنا حصہ معاف کرنا چاہیں تو شرعاً معافی کا طریقہ کیا ہوگا؟

المستفتی: رشیدہ خاتون معرفت: محمد نعیم چابک سوار دہلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوالنامہ سے معلوم ہوا کہ زید نے بیٹوں کو ہبہ

کر کے قبضہ نہیں دیا ہے، بلکہ مرنے کے بعد یہ مکان خاص طور پر بیٹوں کو ملنے کی وصیت کی ہے اور وارثین کے حق میں وصیت معتبر نہیں ہوتی ہے، اس لیے مذکورہ مکان میں تمام شرعی ورثاء کا حق ان کے حصوں کے اعتبار سے موجود ہے، اور بیٹیوں کا اس مکان میں اپنے حصہ کا مطالبہ کرنا قرآن وحدیث کی روشنی میں صحیح اور درست ہے، لہٰذا مذکورہ مکان ۸۸/سہام میں تقسیم ہوکر زید کی بیوی کو ۱۱/اور لڑکوں کو چودہ چودہ اور لڑکیوں کو سات سات سہام ملیں گے۔

سوال نامہ میں تیسرا سوال قائم کیا گیا کہ اگر بیٹیاں معاف کریں تو معاف کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب بیٹیاں اپنے حق کا مطالبہ کررہی ہیں تو معاف کرنے کا طریقہ معلوم کرنے کا کوئی موقع نہیں ہے، ان کا حق ان کو دیدیا جائے۔

عن أبی أمامة الباهلی -رضی الله عنه- قال: سمعت رسول الله ﷺ یقول فی خطبته عام حجة الوداع، إن الله تبارک وتعالیٰ قد أعطیٰ کل ذی حق حقه فلا وصیة لوارث. (سنن الترمذی، باب ما جاء لا وصیة لوارث، النسخة الهندیة ۲/۳۲ دار السلام رقم: ۲۱۲۰، سنن أبی داؤد، الوصایا، باب ماجاء فی الوصیة للوارث، النسخة الهندیة ۲/۳۹۶، دار السلام رقم: ۲۸۷۰، سنن ابن ماجه، لاوصیة لوارث، النسخة الهندیة ۲/۱۹۴ دار السلام رقم: ۲۷۱۳)

عن عبد الله ابن عباس قال: قال رسول الله ﷺ: لاتجوز الوصیة لوارث، إلا إن شاء الورثة. (السنن الکبریٰ للبیهقی باب نسخ الوصیة للوالدین والأقربین، دار الفکر ۹/۳۵۶-۳۵۷-۳۵۸ رقم: ۱۲۷۹۷-۱۲۷۹۸-۱۲۸۰۳، سنن الدار قطنی، دار الکتب العلمیة بیروت ۴/۸۶ رقم: ۲۴۵۱-۲۴۵۲)

الإرث جبری لا یسقط بالإسقاط. (تکملة رد المحتار، مطلب: واقعة الفتاویٰ کراچی ۷/۵۰۵، زکریا ۱۱/۶۷۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹/رجب المرجب ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۲۱۰)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱/۸/۱۴۳۴ھ

اولاد کو محروم کر کے پوری جائیداد بیوی کے نام وصیت کرنا

سوال [۱۱۳۶۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرے والد صاحب نے بڑے بھائی سے تین چار بیویاں چھڑائیں اور بیوی کو نہ چھوڑنے کے سلسلے میں عرصۂ دراز تک ان سے ناراض رہے، پھر یہی سلسلہ میرے ساتھ کرنا چاہا، جبکہ بیوی میں کوئی کمی نہیں، میں نے اس سلسلے میں کہا نہیں مانا، تو وہ مجھ سے ناراض رہے، عرصۂ دراز کے بعد سخت بیمار ہو گئے، میں نے اپنی جانب سے علاج ومعالجہ میں کوئی کمی نہیں کی، جبکہ اس وقت بڑے بھائی بمبئی میں تھے، لیکن چونکہ وہ بیوی کو چھوڑنے کے سلسلے میں کہا نہ ماننے پر مجھ سے ناراض تھے، اس لیے اپنی کل جائیداد جو تقریباً ۳۰/۳۵ بیگہ ہے، میری والدہ کے نام وصیت کردی، کہ جب تک یہ زندہ ہے تو تمام جائیداد کی یہ مالک ہے، اور اس کے مرنے کے بعد بڑے لڑکے عبد السلام کا لڑکا اس کا مالک ہے، اور یہ وصیت رجسٹرڈ کرادی، جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ حاجی جی نے ایسا کیا ہے جبکہ مولوی عبد الغفار بھی ہر دکھ درد میں ان کے شریک رہے تو انہوں نے والد صاحب سے کہا تو اس پر انہوں نے کہا کہ یہ وصیت میں ختم کرادوں گا، لیکن ان کو اتنا وقت نہیں ملا اور انتقال کر گئے۔

اب اس میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ والد کا مذکورہ کہا نہ ماننے کی وجہ سے کیا شرعاً بیٹا نافرمان ہو گیا کہ جس کی وجہ سے عاق اور محروم کرنا درست ہو، نیز مذکورہ وصیت کی کیا حیثیت ہے؟ کیا اس میں دیگر ورثاء کا حق ہے یا نہیں؟ وارثین میں دو بھائی: عبد السلام، عبد الغفار، ایک بہن: نور جہاں، اور بیوی ہے، حدیث وفقہ کی روشنی میں جواب سے نوازیں کہ کس کو کتنا حصہ ملے گا؟

المستفتی: عبد الغفار رشیدی گنگوہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب لڑکا مطیع وفرمانبردار اور خدمت گذار رہے اس کے باوجود باپ ناراض ہے، تو بیٹا نافرمان نہیں کہلائے گا، نیز شریعت کے اندر نافرمان بیٹے کو بھی وراثت سے عاق کرنے سے عاق نہیں ہوتا ہے۔

الإرث جبری لا یسقط بالإسقاط. (تکملة رد المحتار، مطلب: واقعة الفتاویٰ کراچی ۷/ ۵۰۵، زکریا ۱۱/ ۶۷۸)

اور بیوی چونکہ شرعی وارث ہے اس لیے وارث کے حق میں شریعت اسلامیہ میں وصیت معتبر نہیں ہوتی ہے،اس لیے مذکورہ وصیت شرعاً نافذ نہیں ہوگی، جب بیوی کے حق میں نافذ نہیں ہوئی تو اس کے بعد پوتے کے حق میں بھی نافذ نہیں ہوئی، لہٰذا مرحوم کا ترکہ ان کے وارثین کے درمیان ان کے حقوق کے مطابق تقسیم ہوگا، جس میں عبدالغفار بھی اپنے حصہ کا برابر کا شریک ہوگا۔

عن أبی أمامة الباهلی -رضی الله عنه- قال: سمعت رسول الله ﷺ یقول فی خطبته عام حجة الوداع، إن الله تبارک وتعالیٰ قد أعطیٰ کل ذی حق حقه فلا وصیة لوارث. (سنن الترمذی، باب ما جاء لا وصیة لوارث، النسخة الهندیة ۲/ ۳۲ دار السلام رقم: ۲۱۲۰، سنن أبی داؤد، الوصایا، باب ماجاء فی الوصیة للوارث، النسخة الهندیة ۲/ ۳۹۶، دار السلام رقم: ۲۸۷۰، سنن ابن ماجه، لاوصیة لوارث النسخة الهندیة ۲/ ۱۹۴ دار السلام رقم: ۲۷۱۳)

لہٰذا مرحوم کا ترکہ حسب ذیل طریقہ سے تقسیم ہوگا:

مسئلہ: ۲۰/۴

میــــــــــــــــــت

بیوی	بیٹا	بیٹا	بیٹی
۱	۳		
۵	۶	۶	۳

مرحوم کا کل ترکہ ۲۰/ سہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا ملے گا جو اس کے نیچے درج ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴/ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۷۰۴۳)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۲۲/۱/۲۴ھ

ایک بیوی اور اس کی اولاد کے لیے میراث سے متعلق وصیت کرنا

سوال [۱۱۳۶۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: پہلی بیوی سے ۹/اولاد ہیں، جس میں پانچ بیٹیاں اور چار بیٹے ہیں، ایک کنوارے بیٹے کا انتقال ہوگیا ہے اور ایک بیٹی شادی شدہ کا انتقال ہوگیا ہے جس کی تین اولاد ہیں، جس میں دو بیٹے ایک بیٹی ہے، دوسری بیوی سے چار اولاد، تین لڑکی اور ایک لڑکا موجود ہیں۔

ہم سب پہلی بیوی کے بچے ہیں، ہم سب اپنے والدین کے ساتھ رہتے ہیں، جب ہماری والدہ کی شادی ہوئی تو ہمارے والد کرایہ کے مکان میں رہتے تھے، اپنی ذاتی کوئی جائیداد نہیں تھی، ہماری والدہ نے برابر محنت کی اور اسی محنت سے یہ جائیداد خریدی، اس جائیداد کے علاوہ ہمارے پاس ایک دادالٰہی دوکان ہے۔

جب ہمارے والد کی دوسری شادی ہوئی تو ہماری والدہ کو ان کی شادی کا پتہ نہیں چلا، کچھ سالوں کے بعد جب ان سے اولاد ہوئی تب ظاہر ہوا کہ ہمارے والد نے دوسری شادی کی ہے، ہماری دوسری والدہ کو شروع ہی سے مانگ کر کھانے کی عادت تھی، جس کی وجہ سے ہمارے والد اور ان کی دوسری بیوی سے تناؤ پیدا ہوا، اکثر اس بات کا جھگڑا ہوتا تھا کہ تو مانگ کر کھانا چھوڑ دے، جب کہ میں تیرا پورا خرچہ اٹھاتا ہوں تو بھیک مانگ کر مجھے بدنام کیوں کرتی ہے، اسی وجہ سے کئی بار وہاں لاکر اپنے سامنے رکھا مگر ہر بار وہ موقعہ دیکھ کر گھر سے فرار ہوگئی، کتنی بار ایسا کرنے پر وہ باز نہیں آئی تو بچوں کو اپنے پاس بلا کر رکھ لیا، مگر بچوں کو انہوں نے ہمارے والد کے پاس رہنے نہ دیا، کیونکہ ان کی بھیک مانگنے پر خلل پڑ رہا تھا اور وہ بہت بہلا و پھسلا کر بچوں کو اپنے ساتھ ہی لے گئی، جب بچہ بڑا ہوا ان کی شادی کا جب وقت آیا تب بھی ہمارے والد سے کسی طرح کا مشورہ نہیں کیا اور ان کی دخل اندازی ان کو گوارہ نہیں ہوئی، اور اکیلے ہی اپنی مرضی سے رشتہ کر کے ان کی شادی کی، ان سب باتوں کو دیکھتے ہوئے اپنی دوسری بیوی اور بچوں سے یہ کہہ دیا کہ اگر تم لوگ میرے ساتھ رہو گے تو میرے مالمیں

حق رہے گا ورنہ تم میرے مال سے محروم رہو گے۔

یہ سب کہنے کے باوجود ان پر کوئی اثر نہیں ہوا اور وہ لوگ بھیگ مانگ کر کھاتے رہے، کسی نے اگر پوچھا کہ تمہارے باپ کہاں ہیں؟ تو کہہ دیا کہ میرے باپ مر گئے، اس بات کو گذرے ہوئے ۲۰؍سال سے زیادہ ہو چکے، اور کسی طرح کا کوئی لین دین، تعلق نہیں رہا۔

جب ہمارے والد ۱۹۹۷ء میں حج کو جارہے تھے تو جاتے وقت لکھت روپ میں اور زبانی وصیت کی جس میں انہوں نے پہلی بیوی کی ۹؍اولادوں کے نام وصیت کی جس میں انہوں نے دوسری بیوی اور ان کی اولادوں کے نام کسی طرح کا تحریری یا زبانی کوئی حصہ نہیں دیا، اور یہاں تک کہہ دیا کہ ۱۹۷۴ء میں جب پہلا حج کیا تھا تب انہیں بلا کر کہا کہ میں تیرے مہر کے بدلے تجھے حج کرادوں گا مگر انہوں نے حج کرنے سے انکار کر دیا، اور کہا کہ میرے مہر کے روپئے سے زیور بنا دیجئے، انہوں نے جانے سے پہلے ہی مہر کے بدلے زیور بنا دیا تھا، مگر چار سال پہلے ہمارے والد کی موت کی خبر انہوں نے سنی تو انہوں نے اپنے مہر اور جائیداد میں حصہ کا زبانی دعویٰ کیا کہ مجھے جائیداد میں حصہ چاہیے، اور جائیداد وکل آمدنی کا بھی حصہ چاہیے، جبکہ ہمارے والد نے جو وصیت کی اس میں اس کا کسی طرح کا کوئی ذکر نہیں کیا، مگر جو ایک دادا الٰہی دوکان ہے اس کا وصیت میں کوئی ذکر نہیں پہلی بیوی سے تین لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں اور دوسری بیوی سے ایک لڑکا تین لڑکیاں باپ کی موت کے وقت سے باحیات ہیں، اور جو کچھ بھی وصیت ہے اس کا ان سے گھر کا داماد اور بیٹے اور بیٹے کا ایک دوست گواہ ہے، ان کے سامنے یہ وصیت کی گئی ہے۔

المستفتی: محمد صادق بھٹی محلہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مرحوم نے دوسری بیوی اور اس کی اولاد کے بارے میں وراثت سے متعلق جو وصیت کی ہے وہ معتبر نہیں ہے۔

عن أبی أمامة الباهلی –رضی الله عنه– قال: سمعت رسول الله

عَلَیہِ وَسَلَّمَ صَلَّی اللّٰہ **یقول فی خطبته عام حجة الوداع، إن الله تبارک و تعالیٰ قد أعطیٰ کل ذی حق حقه فلا وصیة لوارث.** (سنن الترمذی، باب ما جاء لا وصیة لوارث، النسخة الهندیة ۲/۳۲ دار السلام رقم: ۲۱۲۰، سنن أبی داؤد، الوصایا، باب ماجاء فی الوصیة للوارث، النسخة الهندیة ۲/۳۹۶، دار السلام رقم: ۲۸۷۰، سنن ابن ماجه، لاوصیة لوارث، النسخة الهندیة ۲/۱۹٤ دار السلام رقم: ۲۷۱۳)

اور بیوی بدچلنی کی وجہ سے گنہگار تو ضرور ہوگی لیکن وراثت سے محروم نہیں ہوگی۔

الإرث جبری لا یسقط بالإسقاط. (تکملة رد المحتار، مطلب: واقعة الفتاویٰ، کراچی ۷/۵۰۵، زکریا ۱۱/٦۷۸)

ہاں البتہ پہلی بیوی نے جو اپنی محنت سے مکان خریدا ہے وہ اس کا اپنا ہے، اس میں کسی کا حق نہیں ہوگا، مگر دادا الٰہی جو دوکان ہے اس میں سب کے لیے حق وراثت جاری ہوگا، لہٰذا چاروں لڑکے اور ساتوں لڑکیاں وراثت کی حقدار ہوں گی، اور مرحوم کی دادا الٰہی جائیداد یا اس کا بینک بیلینس وغیرہ اگر موجود ہو تو سب درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا۔

میت ۸ / ۱۲۰ / ۲۴۰

بیوی	بیوی	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی
۱ / ۱۵ / ۳۰				۷ / ۱۰۵ / ۲۱۰								
۱۵	۱۵	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴

کل ترکہ دوسو چالیس سہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا ملے گا جو اس کے نام کے نیچے لکھا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳/ شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۴۸۳)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۸/۱۴ھ

مرحوم کا بھتیجوں کے لیے وصیت کرنا

سوال [۱۱۳۶۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید لا ولد ہے، ایک بیوی، دو بھتیجے، دو بھتیجی، ایک حقیقی بہن چھوڑ کر انتقال کر گیا، جھگڑا یہ ہے کہ زید کی عمر اسی یا پچاسی سال ہے، اس نے آخری وقت میں اپنے بھتیجوں کے نام ساری زمین کی رجسٹرڈ وصیت کی، اس وقت زید کی بیوی موقع پر موجود تھی، بعدہٗ بیوی نے کسی کے کہنے سے کہا کہ میرا حق تلف ہوگیا، علماء نے بتایا کہ چوتھائی حق ہے، زید نے کہا کہ بیوی کے نام زمین کرے گا، زید اور بیوی اور بیوی کا بھائی تینوں گئے، زید بیوی کے نام ساری زمین کا بیع نامہ کرنے کے لیے تیار ہوگیا، لیکن رقم نہ ہونے کی وجہ سے آدھی زمین کا بیع نامہ ہوگیا، کچھ دن کے بعد میں دین دار لوگوں نے رائے دی کہ اس جائیداد کو اللہ کی راہ میں دیدیں تو زید نے زبانی وصیت بھی کی بیعنامہ لکھنے کے لیے تیار رہے، لیکن کمزوری کی وجہ سے نہ جاسکے اور بیوی سے تاکید کی کہ ساری زمین اللہ کی راہ میں جانی چاہیے، عقل کی اور بدن کی کمزوری کی وجہ سے نماز نہ پڑھی، کچھ رشتہ داروں نے معلوم کر کے ڈیڑھ سال کی نمازوں کے فدیوں کی وصیت کرادی، اور انتقال کر گئے، بھتیجوں کے نام رجسٹری دس ماہ پہلے ہوئی، بیوی کے نام بیعنامہ ڈیڑھ مہینہ پہلے، زبانی وصیت اللہ کی راہ میں ایک مہینہ پہلے کی، کل زمین ساڑھے تیرہ بیگہ ہے، معلوم کرنے کا مقصد یہ ہے کہ رجسٹری کا اعتبار ہوگا یا بیع نامہ کا، یا اللہ کی راہ میں زبانی وصیت کا؟

(۲) مرض الموت کی مدت کتنی مانی جائے گی؟

(۳) ورثاء میں میراث کی تقسیم کب ہوگی؟، ابھی زید کی بیوی زندہ ہے اس کی کوئی آمد نہیں ہے علاوہ اس زمین کے؟

المستفتی: محمد سجاد حسین نور پور عرب بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں زید کے بھتیجے اس کے شرعی

وارث ہیں، لہٰذا ان کے حق میں کی گئی وصیت کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں ہے، اور بیوی کے نام جو آدھی زمین کا رجسٹرڈ بیع نامہ کرایا ہے وہ بیوی کے حق میں ہبہ ہے اور شرعی طور پر بیوی اس کی مالک ہوچکی ہے، اس لیے کہ مالک بنانے ہی کی غرض سے یہ رجسٹری کرائی گئی ہے، اور بقیہ آدھی جائیداد شوہر کی ملکیت میں باقی رہی، اس کے بعد اس نے اپنی چھوٹی ہوئی نمازوں کے لیے فدیہ کی جو وصیت کی ہے وہ مابقیہ آدھی جائیداد کے ثلث میں نافذ ہوگی، لہٰذا اپنی ڈیڑھ سال کی چھوٹی ہوئی نمازوں کا فدیہ ادا کرنے کی صورت یہ ہے کہ پونے سات بیگہ زمین بیوی کو دینے کے بعد مابقیہ پونے سات بیگہ زمین کو تین حصوں میں کرکے ایک حصہ فروخت کرکے اس کی قیمت کے ذریعہ چھوٹی ہوئی نمازوں کا فدیہ ادا کردیا جائے، باقی دو حصہ شرعی وارثوں کے درمیان تقسیم ہوگا، بقیہ جائیداد ۸/ حصوں میں تقسیم ہوکر بیوی کو دو، بہن کو چار، اور مرحوم کے بھتیجوں کو ایک ایک ملے گا۔

عن أبی أمامة الباهلی –رضی الله عنه– قال: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم يقول فی خطبته عام حجة الوداع، إن الله تبارک وتعالیٰ قد أعطیٰ كل ذی حق حقه فلا وصية لوارث. (سنن الترمذی، باب ما جاء لا وصية لوارث، النسخة الهندية ۲/ ۳۲ دار السلام رقم: ۲۱۲۰، سنن أبی داؤد، الوصايا، باب ماجاء فی الوصية للوارث، النسخة الهندية ۲/ ۳۹۶، دار السلام رقم: ۲۸۷۰، سنن ابن ماجه، لاوصية لوارث النسخة الهندية ۲/ ۱۹۴ دار السلام رقم: ۲۷۱۳)

إذا وهب أحد الزوجين لصاحبه لا يكون له حق الرجوع. (الفتاویٰ التاتارخانية زكريا ۱۴/ ۴۴۹، رقم: ۲۱۶۷۰)

عن أبی منصور قال: قال إبراهيم: إذا وهبت المرأة لزوجها، أو وهب الرجل لامرأته فالهبة جائزة، وليس لواحد منهما أن يرجع فی هبته. (شرح معانی الآثار، باب الرجوع فی الهبة، دار الكتب العلمية بيروت ۳/ ۳۵۵، رقم: ۵۷۰۳)

ومات وعليه صلوات فائتة وأوصیٰ بالكفارة (در مختار) بأن كان لايقدر علی أدائها ولو بالإيماء فيلزمه الإيصاء بها يعطی لكل صلاة نصف

صاع من بر كالفطرة وكذا حكم الوتر من ثلث ماله. (شامی، باب قضاء الفوائت، مطلب: فی إسقاط الصلاة عن الميت، زکریا ۲/ ۵۳۲-۵۳۳، کراچی ۲/ ۷۲، الموسوعة الفقهية ۲۱/ ۱۴۹) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹/ ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۳۵۰)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۹/ ۴/ ۱۴۳۲ھ

پھوپھی کا اپنا حصہ بھتیجوں کے نام وصیت کرنا

سوال [۱۱۳۶۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: محترمہ رئیسہ خاتون اپنے حصہ اور بھائی سے ترکہ میں ملے ہوئے حصہ کی اپنے بھتیجوں کے نام وصیت کرنا چاہتی ہیں، شرعاً حکم کیا ہے؟

المستفتی: حاجی مطیع الرحمٰن مفتی ٹولہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شرعی مسئلہ یہ ہے کہ کسی بھی وارث کے حق میں اس وقت تک وصیت درست نہیں ہوتی ہے کہ جب تک دوسرے ورثاء راضی ہوکر اس کی اجازت نہ دیدیں، اس کے برخلاف اگر دوسرے ورثاء بخوشی اجازت دیدیں یا دوسرے کوئی وارث نہیں ہیں بلکہ جن کے حق میں وصیت کی جارہی ہے وہی ورثاء ہیں، اوران کے درمیان برابری کی وصیت ہے تو ایسی صورت میں وارثین کے حق میں بھی وصیت درست ہوجاتی ہے، لہٰذا مذکورہ صورت میں صرف یہی پانچ بھتیجے وارث ہیں، اور کوئی وارث نہیں ہے، لہٰذا ان کے درمیان وصیت درست ہوجائے گی۔

عن عبد الله ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لاتجوز الوصية لوارث، إلا إن شاء الورثة. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، باب نسخ الوصية للوالدين والأقربين، دار الفكر ۹/ ۳۵۶-۳۵۷-۳۵۸ رقم: ۱۲۷۹۷-۱۲۷۹۸-۱۲۸۰۳، سنن الدار قطني،

دار الکتب العلمیة بیروت ٤/٨٦، رقم: ٢٤٥١ - ٢٤٥٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱؍شعبان المعظم ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۱۵۹)

شوہر کا بیوی واولاد کے لیے میراث میں وصیت کرنا

سوال [۱۱۳۶۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہمارے والد صاحب کو دادا کے انتقال کے بعد ترکہ میں جو مکان ملا تھا، والد صاحب نے زندگی ہی میں آدھے مکان کی وصیت ہماری والدہ کے نام کی تھی، اور باقی آدھا حصہ اولادوں کے نام وصیت کردیا تھا۔

تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہمارے والد صاحب کی یہ وصیت شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اگر یہ درست نہیں تو ہم دو بھائی، دو بہن اور والدہ میں سے کس کو کتنا حصہ ملے گا؟

المستفتی: محمد رئیس محلہ نواب پورہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ کی والدہ آپ کے والد کی وارث ہوتی ہیں، اسی طرح آپ لوگ بھی اپنے والد کے وارث شرعی ہیں، اس لیے والد صاحب نے جو وصیت کی ہے وہ نہ تو آپ کی والدہ کے حق میں نافذ ہوگی اور نہ ہی آپ لوگوں کے حق میں، اس لیے کہ دوسرے وارثین کی اجازت کے بغیر اس طرح کی وصیت شرعاً معتبر نہیں ہے، لہٰذا آپ کے والد کا جو دادا الٰہی مکان ہے وہ شرعی وارثین کے درمیان تقسیم ہوگا، جس میں آپ کی والدہ اور آپ سب لوگ شامل ہوں گے، بشرطیکہ اس مکان میں آپ کے والد کے کوئی اور شرعی وارث کسی بھی جانب کے موجود نہ ہوں، لہٰذا مذکورہ وارثین کے درمیان وہ مکان درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا۔

۴۸
۸
میــــــــــــت

بیوی	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی
۱/۶	۱۴	۷/۱۴	۷	۷

مرحوم کا کل ترکہ ۴۸؍حصوں میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنے ملیں گے جو اس کے نام کے نیچے درج ہیں۔

عن عبد الله ابن عباس قال: قال رسول الله ﷺ: لاتجوز الوصية لوارث، إلا إن شاء الورثة. (السنن الکبریٰ للبیهقی، باب نسخ الوصية للوالدين والأقربين، دار الفکر ۹/۳۵۶-۳۵۷-۳۵۸، رقم: ۱۲۷۹۷-۱۲۷۹۸-۱۲۸۰۳، سنن الدار قطنی، دار الکتب العلمية بيروت ۴/۸۶، رقم: ۴۲۵۱-۴۲۵۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍جمادی الثانیہ ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۷۱۴)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۳/۶/۷ھ

مرحوم بیٹی کا حصہ اس کی لڑکی کے لیے وصیت کرنا

سوال [۱۱۳۶۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) عقیلہ خاتون کا انتقال ہوگیا، ان کے ورثاء میں دو لڑکے، معروف علی، مرغوب علی، تین لڑکیاں: شہناز فاطمہ، شیما خاتون، اسماء خاتون، ایک مرحومہ بیٹی شاذیہ خاتون کی لڑکی درخشاں عروج نواسی ہے، جسے عقیلہ خاتون نے پالا ہے، شرعاً کس کو کتنے حصے ملیں گے؟

(۲) عقیلہ خاتون نے اپنی حیات میں گواہان منور علی معراج علی کے سامنے وصیت کی تھی، میں اپنی مرحومہ لڑکی شاذیہ کا حصہ اپنی نواسی درخشاں عروج کو دوں گی؟

المستفتی: شیما، شہناز، اسماء، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: برتقدیر صحت سوال وعدم موانع ارث وبعد ادائے

حقوق ما تقدم، مرحومہ کا ترکہ حسب حصص شرعیہ تقسیم کیا جائے گا، اور انہوں نے گواہوں کے سامنے نواسی کے لیے جو وصیت کی ہے اس وصیت کی مقدار بیٹی کا جو شرعی سہام بنتا ہے وہی بتایا ہے، اور بیٹی کا شرعی سہام ایک ثلث سے کم ہی ہے، لہٰذا ایک بیٹی کا جو حصہ بنتا ہے، وہ نواسی کو بھی دیا جائے گا، اس کے بعد بقیہ ترکہ درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا، اور اس نقشہ میں نواسی کو ملنے والا وصیت کا حصہ بھی بتایا جارہا ہے تاکہ اس میں کوئی کمی زیادتی نہ ہوسکے:

عقیلہ خاتون میت ۸

لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی	لڑکی	نواسی موصی لہا
معروف	مرغوب	شہناز	شیماء	اسماء	درخشاں
۲	۲	۱	۱	۱	۱
					حصۂ وصیت

کل ترکہ آٹھ برابر سہام میں تقسیم ہوکر لڑکوں کو ۲/۲، لڑکیوں کو ایک ایک اور نواسی موصیٰ لہا کو ایک سہام ملے گا۔

عن عبد الله بن عمر أن عمر بن الخطاب رضی الله عنه سئل عن الوصية؟ فقال عمر: الثلث وسط من المال، لابخس ولا شطط. (السنن الکبریٰ للبیهقی، باب الوصية بالثلث دار الفکر ۹/۳۶۹ رقم: ۱۲۸۳۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/ربیع الاول ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۳۱۰)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۳/۱۱ھ

بھانجہ اور بہن کے حق میں وصیت اور ترکہ کی تقسیم

سوال [۱۱۳۶۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ محمد خورشید صاحب کا انتقال ہوگیا، ان کے ورثاء میں تین بھائی: محمد شاہد، محمد اختر، محمد اقبال، اور پانچ بہنیں: بیگم جہاں، روشن جہاں، رونق جہاں، نزہت جہاں، عشرت جہاں ہیں، انتقال سے پہلے انہوں نے یہ وصیت کی کہ آدھا مال میرے بھانجے منصور احمد اور

آدھا مال میری بہن نزہت جہاں کو دیدیا جائے۔

اب سوال یہ ہے کہ ان کی وصیت نافذ ہوگی یا نہیں؟ اگر نافذ ہوگی تو کتنے میں؟ اور وارثین شرعی وراثت کے حق دار ہوں گے یا نہیں؟ واضح فرمائیں۔

المستفتی: منصور احمد محلّہ بھٹی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: خورشید صاحب نے انتقال سے پہلے جو اپنے بھانجے منصور احمد اور بہن نزہت جہاں کے لیے وصیت کی تھی وہ شرعاً صرف بھانجے کے حق میں ایک تہائی مال میں نافذ ہوگی اور بہن کو وصیت کی وجہ سے کچھ نہیں ملے گا، البتہ شرعاً جو اس کا حق بنتا ہے وہ اس کو ضرور ملے گا، اور ایک تہائی مال بھانجے منصور احمد کو دینے کے بعد بقیہ مال مذکورہ شرعی ورثاء میں حسب ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا:

۳۳/۳

میـــت

بھانجہ موصیٰ لہ	بھائی	بھائی	بھائی (۲)	بہن	بہن	بہن	بہن	بہن
۱/۱۱	۴	۴	۴	۲	۲	۲	۲	۲

کل جائیداد ۳۳؍سہام میں تقسیم ہوکر ایک تہائی بطور وصیت یعنی ۱۱؍سہام منصور احمد کو اور ما بقیہ ۲۲؍سہام میں سے بطور میراث کے ہر ایک بھائی کو ۴،۴؍ اور ہر ایک بہن کو ۲،۲؍ کے حساب سے ملیں گے۔

ولو كان الإبن الذى لم يوص أجاز جميع وصية أبيه ولم يجز الآخر وصية الأجنبى يأخذ ثلث المال بغير إجازة؛ لأن الثلث محل الوصية، ووصية الأجنبى أقوىٰ من الوصية للوارث، والضعيف لايزاحم القوى فلهذا أخذ الثلث. (المبسوط للسرخسى، دار الكتب العلمية بيروت ۳/۲۹)

ولو أوصىٰ لوارثه ولأجنبى صح فى حصة الأجنبى و يتوقف فى حصة الوارث. (خانية، فصل فيمن تجوز وصيته و فيمن لا تجوز وصيته، زكريا جديد ۳/۳٦٦،

وعلی هامش الهندية ۳/ ٤٩٦)

أو أوصت لكل واحد منهما بنصف المال يأخذ الأجنبي أولا ثلث المال بلا منازعة؛ (إلى قوله) لأن الوصية بقدر الثلث مقدم على الميراث.

(خانية، فصل فيمن تجوز وصيته وفيمن لا تجوز وصيته، زكريا جديد ۳/ ٣٦٧، وعلى هامش الهندية ۳/ ٤٩٧، المبسوط للسرخسي ۲۷/ ۱۷٥-۱۷٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷؍ صفر المظفر ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۱۸۵)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۸/۲/۲۷ھ

مؤنث اولاد کو محروم کر کے نرینہ اولاد کے لیے وصیت کرنا

سوال [۱۱۳۷۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عبد اللطیف خاں کی ایک جائیداد ہے، واقع اصالت پورہ مرادآباد میں جو کہ عمارتی ہے، ان کے چھ لڑکے عاجز علی خاں، احسان علی خاں، قیصر علی خاں، کوثر علی خاں، قمر علی خاں، خورشید علی خاں، اور تین لڑکیاں: جمیلہ، شاہجہاں، سلمہ ہیں، اور مکان میں دوسو سات گز آراضی ہے، اب عبد اللطیف خاں نے اپنی تمام جائیداد کے بارے میں چھ بیٹوں کے حق میں وصیت لکھ دی کہ ان کے مرنے کے بعد چھ بیٹوں کے درمیان مذکورہ جائیداد برابر برابر وصیت نامہ کے مطابق تقسیم ہوگی، اور دو لڑکیوں کی (جمیلہ، شاہجہاں) کی شادی ہوگئی اور ایک لڑکی سلمہ نابالغہ تھی، اس کی شادی کے خرچہ واخراجات کی بھائیوں کے ذمہ وصیت کی۔

(۱) اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عبد اللطیف خاں کی وفات کے بعد اس کی وصیت نافذ ہو جائے گی یا نہیں؟ جبکہ وصیت کے مطابق تینوں لڑکیاں وراثت سے محروم ہو جاتی ہیں؟

(۲) دوسرا سوال اس میں یہ پیدا ہوتا ہے کہ باپ کی وصیت کے مطابق چھ لڑکوں نے مذکورہ جائیداد تقسیم کرلیا، عاجز علی خاں کی وفات کے بعد صرف چھ لڑکیاں تھیں، ان کی کوئی نرینہ اولاد نہیں رہی، ان کی وفات کے بعد چھ لڑکیوں نے اپنا حصہ کوثر علی خاں کے نام

رجسٹری ہبہ کردیا، تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عاجز علی خاں کی تمام جائیداد صرف اس کی لڑکیوں کو ملے گی یا مرحوم کے بھائیوں کا بھی کچھ حصہ ہے؟

المستفتی: کوثر علی خاں اصالت پورہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) عبداللطیف خاں کا اپنی تینوں لڑکیوں کو نہ دے کر مرنے کے بعد ساری جائیداد اپنے چھ لڑکوں کو دینے کی وصیت کرنا شرعی طور پر جائز نہیں ہے، لہٰذا مؤنث ورثاء کو محروم کر کے نرینہ اولاد کے لیے جو وصیت کی گئی ہے وہ صحیح نہیں ہوئی۔

عن أبی أمامة الباهلی -رضی الله عنه- قال: سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی خطبته عام حجة الوداع، إن الله تبارک وتعالیٰ قد أعطیٰ کل ذی حق حقه فلا وصیة لوارث. (سنن الترمذی، باب ما جاء لا وصیة لوارث، النسخة الهندیة ۲/۳۲ دار السلام رقم: ۲۱۲۰، سنن أبی داؤد، الوصایا، باب ماجاء فی الوصیة للوارث، النسخة الهندیة ۲/۳۹۶، دار السلام رقم: ۲۸۷۰، سنن ابن ماجه، لاوصیة لوارث النسخة الهندیة ۲/۱۹۴ دار السلام رقم: ۲۷۱۳)

اس لیے عبداللطیف خاں کی وفات کے بعد ان کی جائیداد اسلامی شریعت کے مطابق لڑکے اور لڑکیاں سب کے درمیان حصۂ شرعی کے اعتبار سے تقسیم ہوگی، لڑکوں کو لڑکیوں کے مقابلہ میں دوگنا ملے گا، اور کل ترکہ پندرہ سہام میں تقسیم ہوکر ہر ایک لڑکے کو دو، دو اور ہر ایک لڑکی کو ایک ایک ملے گا جو درج ذیل نقشہ کے مطابق ہوگا:

عبداللطیف میت ۱۵

لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی	لڑکی
۲	۲	۲	۲	۲	۲	۱	۱	۱

(۲) دوسرے سوال میں یہ جو لکھا گیا ہے کہ عاجز علی کی چھ لڑکیوں نے ان کے مرنے کے بعد پورے ترکہ پر قبضہ کر کے کوثر علی کے نام ہبہ رجسٹری کردیا ہے، درست نہیں ہے، بلکہ عاجز علی کے وارثین میں اس کی لڑکیوں کے ساتھ اس کے بھائی اور بہنیں بھی ہوں

گے، اور کل ترکہ دو تہائی لڑکیوں کو ملے گا اور ایک تہائی بھائی بہنوں کو ملے گا، لہٰذا کل ترکہ ۱۱۷/ سہام میں تقسیم ہو کر اس کی لڑکیوں کو ۱۳، ۱۳/ سہام ملیں گے، اور بھائیوں کو چھ چھ اور بہنوں کو تین تین سہام ملیں گے، جو درج ذیل نقشہ سے واضح ہوتا ہے:

۱۱۷/۳

عاجز علی میـــــــــــت

لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی	بھائی	بھائی	بھائی	بھائی	بھائی	بہن	بہن	بہن
۱۳	۱۳	۱۳ (۲)	۱۳	۱۳	۱۳	۶	۶	۶	۶	۶ (۱)	۳	۳	۳

لہٰذا پچھلی تقسیم اور عبداللطیف کی وصیت کو منسوخ کر کے اس کے ترکہ کو اسی طریقہ سے تقسیم کرنا چاہیے جو اوپر کے نقشہ میں شریعت کا حکم لکھا گیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۸۸۶۲)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۶/۲۳ھ

ہبہ شدہ مکان کے علاوہ میں وراثت اور وصیت کا نفاذ

سوال [۱۱۳۷۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: بیوہ بلقیس اپنے والد کے ترکہ سے ملے ہوئے ایک مکان کی مالک تھیں اور بلقیس لاولد نے اپنے لے پالک لڑکے جاوید کے نام کل مکان کی وصیت کی، لیکن یہ مسئلہ معلوم ہونے کے بعد کہ وصیت صرف ایک تہائی میں نافذ ہوتی ہے، بلقیس نے اپنے کل مکان میں سے باقی دو تہائی حصے جاوید کے نام ہبہ کر دیئے، اور جاوید اسی وقت سے آج تک اس پر قابض بھی ہے، نیز بلقیس نے انتقال کے وقت ایک بھائی محمد شریف اور ایک بہن کو چھوڑا، لہٰذا وصیت کتنے حصے میں نافذ ہوگی اور کس کو کتنا ملے گا؟

المستفتی: جاوید اکرم پیر غیب مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر بلقیس پورے مکان کی شرعی طور پر مالک تھی

اور اس نے اس کے دو تہائی حصے ہبہ کر کے لے پالک کو قبضہ دیدیا ہے اور لے پالک اس پر قبضہ کر کے رہ رہا ہے تو وہ مکان کے دو تہائی کا شرعی طور پر مالک بن چکا ہے، اور باقی ایک تہائی بلقیس کی ملکیت میں رہا ہے، اور اسی ایک تہائی کی مرتے دم تک ترکہ کی حیثیت رہی ہے، تو گویا کہ اس کی کل ملکیت ایک تہائی رہی جب اس کی وصیت کردی تو شرعی طور پر اس کے تہائی حصہ میں مالک ہوسکتا ہے، لہٰذا اس کے تہائی حصے میں سے جس کی وصیت کردی تھی، تین حصے کر کے ایک حصہ وصیت کی بنا پر لے پالک کو ملے گا، اور باقی دو حصے وارث کا حق ہیں، لہٰذا مکان کے نو حصے کر کے چھ حصے کا مالک ہبہ کی بنیاد پر اور ایک حصہ کا وصیت کی بنیاد پر لے پالک ہوگیا، لہٰذا لے پاک کے کل سات حصے ہوگئے اور باقی ۲/ حصے وارثین کے درمیان تقسیم ہوں گے۔

عن عبد الله بن عمر أن عمر بن الخطاب رضی الله عنه سئل عن الوصية؟ فقال عمر: الثلث وسط من المال، لا بخس ولا شطط. (السنن الکبریٰ للبیهقی، باب الوصية بالثلث، دار الفکر ۹/ ۳۶۹، رقم: ۱۲۸۳۹)

ولو قال جعلت لک هذه الدار ...... فاقبضها فهو هبة. (عالمگیری، کتاب الهبة، الباب الأول جدید ۴/ ۳۹۶، قدیم ۴/ ۳۷۵) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵/ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۵۸۳/۳۶)

۵ باب موانع الإرث

اہل اسلام کے حق میں اختلاف دارین موانع ارث نہیں

سوال [۱۱۳۷۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میری حقیقی والدہ سے دو اولادیں ہوئیں، ایک میں اور ایک میری بہن، ہمارے بچپن میں ہماری حقیقی والدہ کا انتقال ہوگیا، بہن کی شادی کے بعد ہمارے والد نے دوسری شادی کرلی، دوسری ماں سے ایک لڑکی تولد ہوئی، اس کے بعد میری یہ دونوں بہنیں یعنی سگی اور سوتیلی اپنے اپنے شوہروں کے ساتھ پاکستان چلی گئیں میری سوتیلی ماں بھی اپنی بیٹی کی محبت میں پاکستان چلی گئی، اور انہوں نے بھی وہیں سکونت اختیار کرلی، ان کے جانے کے لگ بھگ دس برس بعد میرے والد کا انتقال یہیں پر انڈیا میں ہوگیا، میرے والد کی ایک داد الٰہی جائیداد جوان کو وراثت میں ملی تھی، مرحوم نے چھوڑی، شریعت کی رو سے جس کا مالک واحد میں ہی ہوتا ہوں، جسے اب میں فروخت کررہا ہوں، حقیقی بہن اور ان کے شوہر کا انتقال ہو چکا ہے، دوسری بہن کے شوہر کا بھی انتقال ہوگیا ہے، بچے موجود ہیں تو فروخت شدہ جائیداد کا روپیہ کس طرح تقسیم کیا جائے؟

المستفتی: محمد فاروق چندوسی مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: دونوں بہنیں پاکستان چلی جانے کی وجہ سے وراثت سے محروم نہ ہوں گی، بلکہ ان کا حق بدستور باقی رہے گا، اور ان کی وفات کے بعد ان کا حق ان کے شرعی ورثاء کو ملے گا ہاں البتہ وہ سب مل کر بخوشی اگر آپ کو دیدیں گے تب آپ کو مل سکتا ہے ورنہ نہیں۔

وليس اختلاف الدار بمانع من الإرث عند الشافعي أصلا وهو عندنا مانع فيما بين الكفار دون المسلمين. (شريفيه ص: ١٩، تاتارخانية زكريا ٢٠/٢١٧

رقم: ۳۳۰۸۳، سکب الأنھر، دار الکتب العلمیة بیروت ٤/ ٤٩٨) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍ جمادی الثانیہ ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۳۱۶)

اختلاف دارین کی وجہ سے مسلمانوں کے درمیان موانع ارث کا حکم جاری نہیں ہوتا

سوال [۱۱۳۷۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ رحیم اللہ کے چھ صاحبزادے تھے: منشی عبد الرحیم، حکیم عبد الرحمٰن، منشی عبد الکریم، حکیم عبد الحکیم، منشی عبد العزیز، شیخ عبد اللہ ان سب کا انتقال ہو چکا ہے، اور ان کی اولاد زیادہ تر پاکستان جا چکی، اب منشی عبد العزیز اور منشی عبد الحکیم صاحب کی اولاد یہاں پر تھیں، اسی کے متعلق جناب سے استفسار ہے کہ حکیم عبد الحکیم کے ایک بیٹے عبد الحمید تھے جو لاولد تھے، اور ان کے ساتھ کوئی دوسرا نہ تھا، ساری زندگی تنہائی میں گذاری، اپنی روٹی خود پکا کر کھاتے تھے، کسی سے کوئی رابطہ وتعلق نہ تھا، مگر اخیر میں جب خود پکانے سے معذور ہو گئے تو ان کے چچازار بھائی کے لڑکے مولانا حسین احمد صاحب نے ان کی کافی خدمت کی، اور ان کا ایک جو بہت بڑا مکان تھا اور سات آٹھ بیگہ زمین تھی، بڈھانہ لے کر ان کا ہبہ اپنے نام کرالیا۔

تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہبہ کرنے والے نے جبکہ شئ موہوب پر قبضہ نہیں کرایا اور اپنا قبضہ اس مکان سے نہیں ہٹایا اور ہبہ کرنے کے لیے جب گئے تو اپنا تالا لگا کر گئے اور تالی اپنے پاس رکھی، اور آکر پھر اسی مکان میں قیام کیا، اور ان کا سامان اسی میں تھا، تو یہ ہبہ صحیح ہوا یا نہیں؟ کیا اس مکان میں شرعی طور سے حاجی حنیف صاحب کے لڑکے خورشید، انیس اور رئیس کو بھی ملے گا یا نہیں؟ جو کہ ان کے چچازاد بھائی کے لڑکے ہیں، ان کے عصبہ میں پانچ ہیں، حافظ ظریف احمد اور مولوی حسین احمد، پسران حافظ شریف احمد اور خورشید احمد، انیس احمد رئیس احمد پسران حاجی محمد حنیف، یہ پانچوں عصبہ کے درجے میں ہیں، کیا یہ پانچوں زمین اور مکان کے حصہ دار بنیں گے، یا فقط مولوی حسین احمد صاحب؟

المستفتی: محمد شعبان بستوی، کاندھلہ مظفر نگر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ سوال کے ہر پہلو پر غور کرنے کے بعد یہ بات سامنے آتی ہے کہ عبدالحمید صاحب نے مولانا حسین احمد صاحب کو جو جائیداد ہبہ کی ہے وہ دوقسموں پر ہے: (۱) سات آٹھ بیگہ زراعت کی زمین اگر ہبہ نامہ رجسٹری کرنے کے بعد عبد الحمید نے مولانا حسین احمد کو زمین پر قبضہ دیدیا ہے اور انہوں نے اپنے اختیار سے زمین میں تصرف کرلیا ہے، تو اس زمین کا ہبہ شرعاً تام ہو چکا ہے، لیکن سوال نامہ میں زمین کے قبضہ کے بارے میں صاف وضاحت نہیں ہے، اس لیے سائل خود حالات کا جائزہ لے لے۔

رجل قال لختنه: (این زمین ترا) فاذهب فازرعها فإن قال الختن عند ما قال هذه المقالة قبلت صارت الأرض له فيتم بالقبول. (عالمگیری، کتاب الهبة، الباب الأول، زکریا قدیم ٤/٣٧٥، جدید ٤/٣٩٧، فتاویٰ قاضیخان جدید زکریا ٣/١٨١، وعلى هامش الهندية زكريا ٣/٢٦٣، فتاویٰ بزازیه جدید زکریا ٣/١٢٦، وعلى هامش الهندية زكريا ٦/٢٤١، تاتارخانية زكريا ٤/٤٢٨، رقم: ٢١٥٩٤)

المراد بالقبض الكامل فى المنقول ما هو المناسب وفى العقار أيضا ما يناسبه. (مجمع الأنهر قديم ٢/٣٥٤، جديد دار الكتب العلمية بيروت ٣/٤٩٢)

اور اگر زمین پر پوری طرح قبضہ نہیں دیا گیا ہے بلکہ عبدالحمید کے تصرف میں وہ زمین رہی ہے تو ہبہ درست نہ ہوگا اور یہ زمین عبدالحمید کے حقیقی بھتیجے جو قاضی عبدالوحید کی اولاد ہیں انہیں کی وراثت میں منتقل ہوجائے گی، اور اختلاف دارین کی وجہ سے مسلمانوں کے درمیان موانع ارث کا حکم جاری نہیں ہوتا ہے، بلکہ اختلاف دارین کے باوجود وراثت کا تعلق بدستور باقی رہتا ہے، اس لیے عبدالحمید کے چچازاد، تایازاد بھائی کی اولاد عصبہ نہیں ہوگی، جن کا نام سوالنامہ میں مذکور ہے۔

وهو عندنا مانع فيما بين الكفار دون المسلمين لثبوت التوارث بين أهل البغي و أهل العدل (شريفيه) وتحته فى هامشه: وأما فى حق المسلمين فقد لايكون مانعا كأهل البغي والعدل (إلى قوله) يرث كل واحد عن صاحبه. (شريفيه شرح سراجى ص: ٢٠-١٩، تاتارخانية زكريا ٢٠/٢١٧، رقم:

۳۳۰۸۳، سکب الأنهر، دار الکتب العلمية بيروت ٤/٤٩٨)

(۲) مکان کے بارے میں حکم شرعی یہ ہے کہ اگر مولانا حسین احمد نے قاضی عبد الحمید صاحب کے ساتھ اسی مکان میں رہائش اختیار نہیں کی ہے، بلکہ مولانا حسین احمد کی کوئی الگ سے رہائش ہے اور صرف عبدالحمید کی خدمت کرکے رہنے کے لیے اپنی رہائش گاہ چلے جاتے ہیں تو ایسی صورت میں جبکہ مکان کی تالی وغیرہ مولانا حسین احمد کے حوالہ نہیں کی ہے اور عبدالحمید کا سامان بھی اسی مکان میں ہے تو شرعی طور پر مکان کا ہبہ تام نہیں ہوا، عبدالحمید کے مرنے کے بعد اس کے شرعی ورثاء کو وہ مکان ملے گا، اور شرعی ورثاء وہ نہیں کہ جن کا نام سوالنامہ میں مذکور ہے، بلکہ عبدالحمید کے شرعی ورثاء اس کے حقیقی بھتیجے ہیں، جو پاکستان میں رہتے ہیں، انہیں کو یہ مکان ملے گا، اس لیے کہ ایسے آدمی کے قبضۂ کامل کے لیے مکان خالی کرکے تالی بھی حوالہ کردینا لازم ہے جو واہب کے ساتھ نہیں رہتا ہے۔

رجل وهب دارا لرجل فيها متاع الواهب وسلم لايجوز لأن الموهوب له مشغول بما ليس بهبة فلا يصح التسليم. (قاضيخان جديد زكريا ٣/١٨٥، وعلى هامش الهندية زكريا ٣/٢٦٨، هنديه زكريا قديم ٤/٣٨٠، جديد ٤/٤٠٢، الجوهرة النيرة، امداديه ملتان ٢/١١، دار الكتاب ديوبند ٢/١٠، مجمع الأنهر قديم ٢/٣٥٤، جديد دار الكتب العلمية بيروت ٣/٤٩١)

لو كان لرجل دارا وفيها أمتعة فوهبها من رجل لايجوز لأن الموهوب مشغول بما ليس بموهوب فلا يصح التسليم. (شامی كراچی ٨/٤٣٨، زكريا ١٢/٥٨٥)

اور اگر مولانا حسین احمد نے عبدالحمید کے ساتھ اسی مکان میں رہائش اختیار کررکھی ہے، اور عبدالحمید نے اپنی پوری کفالت حسین احمد کے حوالے کررکھی ہے، اور اسی نے اس کی تمام ضروریاتِ زندگی کا ذمہ لے رکھا ہے، اور موت تک عبدالحمید کو حسین احمد نے اپنی کفالت میں رکھ رکھا ہے، اور مکان کو پوری طرح اپنے تصرف میں لے لیا ہے، اور سارے اختیارات اور اقتدار حسین احمد کے ہاتھ میں منتقل ہوچکے ہیں تو ایسی صورت میں مسئلہ ہبہ میں ان دونوں کی حالت زوجین کی طرح ہے، کہ جس طرح اگر بیوی نے شوہر کے ہاتھ مکان ہبہ کردیا ہے، اور خود شوہر کے ساتھ اس میں رہتی ہے، اور اس کا سامان بھی اسی میں ہے، تو ایسی صورت میں شوہر کا قبضہ

کامل سمجھا جاتا ہے، تو یہاں بھی ایسا ہی ہوگا، اس لیے کہ عبدالحمید کو حسین احمد کی کفالت ہی میں اس کے تابع ہو کر رہنا ہے اور اس کا ساز وسامان بھی وہیں رہے گا، اب سائل خود حالات کا جائزہ لے لے، اس لیے کہ سوالنامہ میں ان دونوں پہلوؤں کی پوری وضاحت نہیں ہے۔

ولو وهبت امرأة دارها من زوجها وهي ساكنة فيها وزوجها أيضا ساكن فيها جازت الهبة ويصير الزوج قابضا للدار لأن المرأة و متاعها في يد الزوج فصح التسليم. (مجمع الأنهر قديم ٢/٣٥٤، جديد دار الكتب العلمية بيروت ٣/٤٩١، شامی کراچی ٨/٤٣٨، زکریا ١٢/٥٨٥، فتاویٰ قاضیخان جدید زکریا ٣/١٨٥، وعلى هامش الهندية زكريا ٣/٢٦٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷؍ جمادی الثانیہ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۶۷۶۵)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۶/۱۷ھ

پاکستان ہجرت کرنے سے حق میراث ختم نہیں ہوتا

سوال [۱۱۳۷۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسمیٰ بشیر احمد کی چھ اولاد تھیں، تین لڑکے: ضمیر احمد، رئیس احمد، گلزار احمد، تین لڑکیاں: شاہ جہاں بیگم، مصطفائی بیگم، تارہ بیگم، انہوں نے بوقت انتقال دو مکان ترکہ میں چھوڑے، اور دیگر نقدی رقم اور سونا چاندی وغیرہ ترکہ میں چھوڑا، اتفاق سے ان کے انتقال کے وقت میں ان کا لڑکا رئیس احمد مذکورہ جائیداد اور دیگر ترکہ پر قابض رہا تو کیا شرعی طور پر رئیس احمد کے قابض رہنے کی وجہ سے دوسری اولاد اپنے حق سے محروم ہو جائے گی، یا ان کو شرعی طور پر اپنا حصہ مل سکتا ہے، جو شرعی حکم ہو تحریر فرمایا جائے، اور ضمیر احمد، گلزار احمد، مصطفائی بیگم، تارہ بیگم یہ لوگ پاکستان ہجرت کر گئے، اور یہاں انڈیا میں شاہجہاں بیگم اور رئیس احمد دو ہی رہے، تو کیا پاکستان جانے کی وجہ سے وراثت سے محروم ہوں گے، یا ان کا حصہ ان کو ملے گا، نیز شاہ جہاں بیگم کو بھی کچھ نہیں دیا، کیا ان کو بھی اپنا حصہ مل سکتا ہے یا نہیں؟

اس طرح بشیر احمد کی بیوی خوشنودی بیگم کے بھی دو مکان ایک مکان ان کو بحق مہر ملا تھا، اور دوسرا خریدا گیا تھا اور بوقت انتقال اپنی ساری اولاد کے لیے انہوں نے وصیت نامہ تحریر کر دیا ہے کہ سب اولاد کو اپنا اپنا حصہ ملے، لیکن رئیس احمد نے باپ اور ماں دونوں کے تمام ترکہ پر تنہا قبضہ کر رکھا ہے، دیگر وارثین کو ان کا حصہ نہیں دے رہا ہے، تو شرعی طور سے رئیس احمد کے بارے میں کیا حکم ہے؟ جو بھی شرعی حکم ہو تحریر فرمائیں؟

المستفتی: ضمیر احمد مقیم گوئیاں باغ مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بشرط صحت سوال وبعد ادائے حقوق ما تقدم وعدم موانع ارث بشیر احمد مرحوم اور ان کی زوجہ خوشنودی بیگم کا ترکہ ان کی اولاد میں سے ہر ایک کو بقدر حصص شرعیہ ملے گا، رئیس احمد کے لیے، دوسرے وارثین کے حقوق کو دبا کر رکھنا جائز نہیں ہے، پاکستان ہجرت کر کے جانے کی وجہ سے شرعاً ان کے حقوق میں کوئی فرق نہیں آئے گا، اگر رئیس احمد مسئلہ معلوم ہونے کے بعد بھی دوسرے بھائی بہنوں کے حقوق رکھے اور ان کا حق ان کو نہ دے تو قرآنی وعید کے مطابق رئیس احمد کا انجام عند اللہ سخت خطرناک ہے۔

﴿وَلَا تَأْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَا اِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوْا فَرِيْقًا مِنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ. [البقرة: ۱۸۸] **﴾**

ترجمہ: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کہ آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق اور ناجائز طریقے سے مت کھاؤ اور ان کے جھوٹے مقدمہ کو حکام کے یہاں اس غرض سے رجوع مت کرو کہ اس کے ذریعہ سے لوگوں کے مالوں کا ایک حصہ ظلم و ناجائز طریقے سے کھا جاؤ، جبکہ تم کو اپنے ظلم اور جھوٹ کا علم بھی ہو۔ (معارف القرآن ۱/۴۰۱)

﴿يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَأْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا، وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا. [النساء: ۲۹-۳۰] **﴾**

ترجمہ ومطلب: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کہ اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے

کا مال ناحق اور ناجائز طریقہ پر مت کھاؤ، لیکن جب آپس کی رضامندی سے تجارت اور خریداری کے طور پر ہو، تو کوئی مضائقہ نہیں، اور تم ایک دوسرے کو قتل بھی مت کرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر بڑے مہربان ہیں، اور قرآنی ہدایت کے باوجود اگر کوئی اس کی خلاف ورزی کرے اور جان بوجھ کر تعدی اور ظلم کی راہ سے کسی کا مال ناحق لے لے یا کسی کو ناحق قتل کردے تو ہم عنقریب اس کو جہنم میں داخل کریں گے، برادری اور کنبہ کے لوگوں کو چاہیے کہ مظلوم کا حق دلوادیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵؍صفر المظفر ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/۹۱۳۹)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۱/۲/۲۶ھ

ہندو مذہب اختیار کرنے والی لڑکی وراثت سے محروم ہوجائے گی

سوال [۱۱۳۷۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے والد مختار احمد خاں کا انتقال ہوگیا ہے، انہوں نے ایک دوکان جو سنبھلی گیٹ چوراہے پر ہے، وہ دوکان میرے والد کے نام سے ہے، میرے والد کی اولاد میں دو لڑکیاں اور تین لڑکے ہیں، جس میں سے ایک لڑکی نے والد کی حیات میں ہندو مذہب اختیار کرلیا تھا، اور ہندو لڑکے سے شادی کرلی تھی، وہ دوکان ہمیں بیچنی ہے، دوکان ۱۶؍گز میں ہے، جس کی قیمت ۲۱؍لاکھ روپئے طے ہوگئی ہے، مجھے قرآن وحدیث کی روشنی میں بتایا جائے کہ ایک لڑکی نے جو غیر مذہب قبول کیا ہے، اس کا حصہ بنتا ہے یا نہیں؟ اور باقی جو ایک لڑکی اور تین لڑکے ہیں، ان کا شریعت کے حساب سے کتنا حصہ بنتا ہے؟

المستفتی: امتیاز احمد اصالت پورہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جو لڑکی ہندو مذہب اختیار کرکے مرتد ہوگئی ہے، شریعت میں وہ مسلم ماں باپ کی وارث نہیں ہوگی، وہ محروم الارث بن گئی ہے، لہٰذا ممتاز احمد

کے وارثین کی فہرست سے وہ خارج ہوگئی ہے، اور ممتاز احمد کی مذکورہ جائیداد شرعی وارثین کے درمیان درج ذیل طریقہ کے مطابق تقسیم ہوگی:

۱/۷ تداخل ۱۶/گز دوکان کی قیمت ۳۰۰۰۰۰ / ۲۱۰۰۰۰۰

ممتاز احمد میت

	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی
سہام	۲	۲	۲	۱	مرتدہ
ترکہ	۶۰۰۰۰۰	۶۰۰۰۰۰	۶۰۰۰۰۰	۳۰۰۰۰۰	محروم

مذکورہ نقشہ کے مطابق ۲۱/لاکھ روپئے میں سے ہر لڑکے کو ۶/لاکھ اور مسلم لڑکی کو ۳/ لاکھ روپئے ملیں گے، اور ہندو مذہب اختیار کرنے والی لڑکی کو کچھ نہیں ملے گا۔

عن أسامة بن زيدؓ أن رسول الله ﷺ قال: لايرث المسلم الكافر ولا الكافر المسلم. (ترمذی شريف، أبواب الفرائض، باب ما جاء فی إبطال الميراث بين المسلم والكافر، النسخة الهندية ۲/۳۱، دار السلام رقم: ۲۱۰۷)

المانع من الإرث أربعة: الرق وافرا كان أو ناقصا ...... واختلاف الدينين، وفي الخانية: يقول عليه السلام لايتوارث أهل ملتين شيئ. (سراجی ص: ۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶/شوال المکرم ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۶۵۲/۴۱)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۵/۱۰/۱۶ھ

مرتدہ کا اپنا حصہ بھتیجے کے نام کرنا

سوال [۱۱۳۷۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید کے دو لڑکے ہیں: عمر، بکر، ایک لڑکی عابدہ، عابدہ باپ کی زندگی میں مرتدہ ہو کر کسی غیر مسلم لڑکے کے ساتھ کہیں چلی گئی، پھر زید کا انتقال ہوگیا تو زید کے انتقال کے بعد

عابدہ نے کوٹ میں جا کر بھتیجا کو اپنا حصہ لکھ دیا، تو کیا عابدہ کے مرتد ہونے کے بعد بھتیجا کو اپنا حصہ دیدینا صحیح ہوگا یا نہیں؟

المستفتی: محمد افتخار بانکوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: باپ کی زندگی میں لڑکی عابدہ کے مرتد ہوجانے کی وجہ سے وہ باپ کے متروکہ مال میں سے کسی بھی حصہ کی حقدار نہیں ہوگی، اس لیے بھتیجہ کو اپنا حصہ دینے کا سوال پیدا نہیں ہوتا، بلکہ زید کے انتقال کے بعد صرف دو لڑکوں کے موجود ہونے کی وجہ سے کل مال دو حصوں میں تقسیم ہوکر آدھا آدھا دونوں بھائی کو مل جائے گا اور عابدہ میت کے حکم میں ہوگی۔

عن أسامة بن زيد رضـ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لايرث المسلم الكافر ولا الكافر المسلم. (ترمذی شریف، أبواب الفرائض، باب ما جاء فی إبطال الميراث بين المسلم والكافر، النسخة الهندية ۲/۳۱، دار السلام رقم: ۲۱۰۷)

لاخلاف بين فقهاء المذاهب فی أن المرتد لايرث أحدا لأنه صار فی حكم الميت وكذلک المرتدة لا ترث أحدا. (الموسوعة الفقهية ۳/۲۵، عالمگیری زکریا قدیم ۶/۴۵۵، جدید ۶/۴۴۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/ صفر المظفر ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۲۴۲)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۲/۱۵ھ

عیسائی مسلمان کا وارث نہیں

سوال [۱۱۳۷۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: عبد الرحمٰن مرحوم نے یکے بعد دیگرے تین شادیاں کیں پہلی شادی عیسائی عورت سے کی، اس سے ایک لڑکی ہے اور دوسری شادی بھی عیسائی عورت سے کی، اس سے دو لڑکیاں

ہیں، بیوی اب تک عیسائی ہے، اور دونوں بچیاں مسلمان ہوگئیں، ایک نے مسلمان مرد سے شادی کی، اور ایک نے عیسائی مرد سے شادی کی، اور یہ تینوں موجود ہیں، اور تیسری شادی مسلمان عورت سے کی اس سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے، پہلی بیوی کا شوہر کی موجودگی میں انتقال ہوگیا، اور تیسری بیوی کا شوہر کے انتقال کے بعد اب ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا، ترکہ میں صرف آٹھ کمرے چھوڑے ہیں؟

المستفتی: قمر سلطان اصالت پورہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مرحوم عبدالرحمٰن کی وہ بیوی جو عیسائی ہے اور مذہب اسلام کو مرحوم کی حیات تک اختیار نہیں کیا ہے تو وہ اختلاف دین کی وجہ سے عبدالرحمٰن کے ترکہ سے محروم ہوجائے گی البتہ عیسائی بیوی سے پیدا شدہ دونوں مسلمان لڑکیاں شرعاً وارث ہوں گی۔

عن أسامة بن زيدؓ أن رسول الله ﷺ قال: لايرث المسلم الكافر ولا الكافر المسلم. (ترمذی شریف، أبواب الفرائض، باب ما جاء فی إبطال المیراث بین المسلم والکافر، النسخة الهندية ۲/۳۱، دار السلام رقم: ۲۱۰۷)

لايورث اليهودي والنصراني من المسلم (إلى قوله) وهذا هو الموافق لمذهب الجمهور. (شامي زكريا ۱۰/۵۰٦)

لہٰذا اس صورت میں مرحوم عبدالرحمٰن کا ترکہ درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا:

$\frac{۴۸}{۸}$ میـــــت

بیوی	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکا
۱/۶	۷	۷	۷	۷	۱۴

مرحوم کا ترکہ ۴۸ ر سہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا ملے گا جو اس کے نام کے نیچے درج ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰ ر جمادی الثانیہ ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۵۸۲۲)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۶/۲۰ھ

جائیداد کی تقسیم سے متعلق چند سوالات وجوابات

سوال [۱۱۳۷۸]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) ہمارے والد صاحب چار بھائی تھے، بہن کوئی نہیں، ہمارے دادا کا انتقال ہوا، تو دادی اوران کے چار فرزند تھے، مگرایک فرزند بنام اکرام حسین شروع ہی میں پاکستان چلے گئے تھے، غالباً ۱۹۴۸ء میں، حکومت ہند کے قانون کی رو سے ایسے شخص کا ہند میں کوئی حصہ نہیں، شرعی لحاظ سے کیاحکم ہے؟

(۲) آراضیٔ مسکونہ اور زرعی زمینات میں نام ۳/ ہی بھائیوں کا درج ہے، جو پاکستان منتقل ہوگئے ان کا نام کاغذات میں درج ہی نہیں، حکم کیا ہے؟

(۳) ہمارے بڑے تائے انہوں نے ہماری تائی کو بمعاوضہ مہر اپنے حصہ کی بیع کردی تھی، جس کی تحریر موجود ہے، یہ لاولد تھے، البتہ ان کے دوسرے بھائیوں کی اولاد ہے، پاکستان والے بھائی کی بھی اور ہند میں مقیم ان کے دونوں بھائیوں کی بھی اولاد ہے، شرعاً حکم کیا ہے؟

(۴) تائے مرحوم نے جو مکان ہماری تائی کو زرمہر کے عوض دیا تھا، تائی مرحومہ کا بھی انتقال ہوگیا وہ تو لاولد تھیں، لیکن ان کے دیوروں کی اولاد ہے، اور مرحومہ کے بھائیوں کی اولاد ہے، ۲/ لڑکے، ۳/ لڑکیاں، حکم شرعی کیا ہے؟

(۵) مرحومہ تائی نے ایسا کیا کہ ان کو تائے مرحوم نے جو مکان بیع کیا تھا بمعاوضہ مہر، تائی مرحومہ نے اپنے دیور الطاف حسین کے ۲/ بیٹوں کو اپنے مکان کی وصیت تحریر کردی، دوسرے دیور کی اولاد کے حق میں نہیں کی، تو یہ وصیت شرعاً کس طرح اور کس حد تک نافذ ہوسکتی ہے؟ یعنی جن کو وصیت میں مکان لکھ دیا ہے وہ حقدار ہیں یا مرحومہ کے بھتیجے اور بھتیجیاں، ۲/ بھتیجے ہیں اور ۳/ بھتیجیاں، ان کا بھی کچھ حق مرحومہ کے مکان میں ہے یا دوسرے دیور کی اولاد کا بھی کچھ حصہ ہے؟

(۶) ہماری مرحومہ دادی نے دادا مرحوم کے انتقال کے بعد ایک قطعۂ آراضی خریدا تھا، مرحومہ کی اولاد میں چار لڑکے تھے، ۳/ ہندوستان میں ایک پاکستان میں، دادی مرحومہ کا

ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا ؟

(۷) اب جس وقت یہ فتویٰ منگایا جارہا ہے ہماری دادی کے ۴رلڑکے یعنی ہمارے والد جوسب سے چھوٹے تھے اور ہمارے تینوں تائے ۲رہندوستان میں ایک پاکستان میں، انتقال کر چکے ہیں، البتہ ان کی اولادیں ہیں، پہلے لکھا جا چکا ہے کہ بڑے تائے لاولد تھے، دو تائے کی اولاد ہے، ہمارے والد کی بھی اولاد ہے، تقسیم کس طرح ہو کہ اللہ تعالیٰ بھی خوش ہوں، کسی کو محرومی کا احساس بھی نہ ہو؟

المستفتی: محمد خالد عفی عنہ، امن نگر یعقوب پورہ حیدرآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱-۲) آپ کے جو چچا پاکستان چلے گئے تھے شریعت کی رو سے آپ کے دادا کی میراث میں وہ بھی برابر کے شریک ہیں، اور سرکاری کاغذات میں نہ ہونے کی وجہ سے وہ وراثت سے محروم نہ ہوں گے، اور اب چونکہ ان کا انتقال ہو چکا ہے اس لیے ان کا حصہ ان کے وارثین کو مل جائے گا۔

اختلاف الدار لایؤثر فی حق المسلمین. (شامی، کتاب الفرائض، کراچی ۷۶۸/۶، زکریا ۵۱۰/۱۰، شریفیہ /۱۹، تاتارخانیة زکریا ۲۱۷/۲۰، رقم: ۳۳۰۸۳)

(۳-۴-۵) جب بڑے تایا نے اپنا حصہ آپ کی تائی کو بمعاوضہ مہر دیدیا تھا تو تائی اس کی شرعی طور پر مالک ہو چکی ہیں اور انہوں نے اپنے حصہ کے متعلق دیور کے دو بیٹوں کے متعلق وصیت کر دی تھی تو ان کے حصہ کو تین حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصہ ان کو مل جائے گا جن کے نام وصیت کی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وصیت اجنبی کے لیے ایک تہائی میں ہو جاتی ہے، اور دیور کے بیٹے حقیقی وارث نہیں ہیں، اس لیے ایک تہائی میں وصیت صحیح ہوگئی، اور باقی دو تہائی مرحوم کے بھتیجوں کو ملیں گے، جتنے بھی بھتیجے زندہ ہیں ان کی تعداد کے حساب سے دو تہائی ان کے درمیان تقسیم ہوں گے۔

وتجوز بالثلث للأجنبی عند عدم المانع. (در مختار مع الشامی، کتاب الوصایا، کراچی ۶۵۰/۶، زکریا ۳۳۹/۱۰، عالمگیری زکریا قدیم ۹۰/۶، جدید ۱۰۶/۶)

(۶) آپ کی دادی نے جو آراضی دادا کے انتقال کے بعد خریدی تھی وہ چار حصوں میں تقسیم ہوکر چاروں لڑکوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک حصہ مل جائے گا، اور ہر ایک کا حصہ اب ان کی اولادوں کو مل جائے گا، اور وہ حصہ اولادوں کے درمیان تقسیم ہوگا، اور یہ کیسے تقسیم ہوگا اس کے لیے ساری اولادوں کی تفصیل اور مرنے والوں کی ترتیب وغیرہ بیان کرنی ضروری ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰؍صفر المظفر ۱۴۳۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۷۳۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۰/۲/۲ھ

٦ باب ذوی الفروض

والدین کی میراث میں بیٹی کا حصہ

سوال [۱۱۳۷۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: والدین کی میراث میں کیا بیٹی کا حصہ ضروری ہے؟ اگر ہے تو کتنا ہے؟

المستفتی: زوار احمد مال پوری، جے پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: والدین کی میراث کا حقدار جس طرح بیٹا ہوتا ہے بالکل اسی طرح بیٹی بھی ہوتی ہے، صرف اتنا فرق ہے کہ بیٹی کو بیٹا کے مقابلے میں نصف ملتا ہے۔

﴿يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ. [النساء: ۱۱]﴾ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۶۴۱)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۵/۹ھ

باپ کی میراث میں بیوی اور بیٹی کا حصہ

سوال [۱۱۳۸۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک صاحب کچھ جائیداد کے مالک تھے، جس میں آبائی ترکہ کے حصہ کی اور کچھ ان کی خرید شدہ ملکیت تھی، ان صاحب کا انتقال ہوگیا، ان کے انتقال پر ان کی اولاد اور ان کی بیوہ حسب حصہ الگ الگ مالک بنے اب ان ہی صاحب کے ایک لڑکے کا دور دراز حادثہ میں انتقال ہوگیا، جس کی ایک بیوی ایک بچی موجود ہے، اس لڑکے کے حصہ کی مالک اس کی بیوہ

اور بچی ہی ہوگی یا بقیہ بھائیوں بہنوں اور ماں کو بھی اس کے حصہ میں سے کچھ ملے گا؟ براہ کرم وضاحت فرمائیں۔

المستفتی: سید محمد طیب حسن مدرس اردو سیکشن مدرسہ شاہی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بشرط صحت سوال حادثہ میں فوت ہونے والے کی بیوی کو اس کی کل ملکیت کا آٹھواں حصہ اور لڑکی کو نصف حصہ اور باقی مرحوم کے بھائی، بہن اور ماں کو حصص شرعیہ کے اعتبار سے ملے گا۔

والعصبة كل من يأخذ ما أبقته أصحاب الفرائض. (سراجی ص:٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح	کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ	۱۸؍صفر المظفر ۱۴۱۶ھ
۱۸؍۲؍۱۴۱۶ھ	(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۴۳۴۰)

والدین کے ترکہ میں بہنوں کا حصہ

سوال [۱۱۳۸۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہماری بہنوں کی شادی کے موقع پر بہنوں کو اسکوٹر، سونے چاندی کی اشیاء اور تانبے کے پیتل کے برتن وغیرہ بنے تھے، اور اس تصور سے مذکورہ اشیاء دی جاتی ہیں کہ لڑکیوں کو وراثت تو دی نہیں جاتی، اس لیے جہیز کے موقع پر جتنا دینا چاہیے اس سے زائد دیدیا جائے تاکہ ان کا حق والد کی زندگی میں ہی ادا ہو جائے۔

سوال طلب امر یہ ہے کہ ہمارے والد کی وفات ہو چکی ہے، ہم اپنی بہنوں کو شرعی ضابطہ کے مطابق وراثت دینا چاہتے ہیں، اگر ہم جہیز کے موقع پر دی گئی اشیاء وضع کر کے پھر جتنا حصہ بنتا ہو دیدیں، تو کیا جائز ہے؟ ان کی حق تلفی تو شمار نہ ہوگی؟

المستفتی: محمد اسلم محمد پور، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو سامان والدین کی طرف سے لڑکی کو جہیز میں دیا جاتا ہے وہ لڑکی کے لیے والدین کی طرف سے ہبہ اور عطیہ ہوتا ہے، اسی طرح والدین کے نہ ہونے کی صورت میں بھائیوں اور رشتہ داروں کی طرف سے جو سامان جہیز میں دیا جاتا ہے وہ عطیہ اور تبرع ہوتا ہے، چاہے سامان دیتے وقت اس بات کی نیت کرلی ہو کہ یہ وراثت کا بدل ہے، تب بھی وہ عطیہ ہی ہوتا ہے، لہٰذا والدین کی وفات کے بعد متروکہ مال میں بہنوں کی میراث پوری پوری باقی رہتی ہے، شرعی طور پر ان کی میراث انہیں کا حق ہے ان کو نہ دینے والے سے اللہ کے دربار میں ذرہ ذرہ کا حساب ہوگا اور ان کے گلے میں سات زمینوں کا طوق ڈال دیا جائے گا، اور قیامت کے دن ان کو جنت کے حصوں سے محروم کردیا جائے گا۔ (مستفاد: انوار نبوت ص: ۷۰۰)

﴿وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِمَّا تَرَکَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ نَصِيْبًا مَفْرُوْضًا.﴾ [النساء: ۷]

عن سعيد بن زيد قال سمعت رسول الله ﷺ يقول: من أخذ من حق امرئ من المسلمين شبرا بغير حق طوقه الله تعالىٰ يوم القيامة سبع أرضين. (المعجم الأوسط، دار الفكر ۶/۱۶۷، رقم: ۸۳۸۳، صحيح مسلم، باب تحريم الظلم و غصب الأرض وغيرها، النسخة الهندية ۲/۳۲ بيت الأفكار رقم: ۱۶۱۰، بخاری شريف، باب إثم من ظلم من الأرض شيئا ۱/۳۳۲، رقم الحديث: ۲۳۸۸، ف: ۲۴۵۲)

عن أنس بن مالک رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ: من فر من ميراث وارثه قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة. (ابن ماجه أبواب الوصايا، باب الحيف فی الوصية، النسخة الهندية ۲/۱۹۴، دار السلام رقم: ۲۷۰۳، سنن سعيد بن منصور، باب من قطع ميراثا فرضه الله، دار الكتب العلمية بيروت ۱/۹۶، رقم: ۲۸۵-۲۸۶) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۷۹۷)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۵/۵ھ

ایک لڑکے اور تین لڑکیوں کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال [۱۱۳۸۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: عبدالعزیز نے ایک مکان اپنی حیات میں صرف نچلی منزل تعمیر کروائی تھی، دوسری اور تیسری منزل اس کے فرزند نے اپنی کمائی ہوئی رقم سے مکمل کروائی ہے، عبدالعزیز مرحوم کی میراث کے حسب ذیل حقدار ہیں، ایک لڑکا اور تین لڑکیاں، اب عبدالعزیز کا انتقال ہوگیا، تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) مکان جناب عبدالعزیز صاحب نے اپنی حیات میں اپنے خود کے پلاٹ پر خود اپنی ذاتی رقم سے نچلی منزل ۱۹۶۶ء میں بنوائی تھی۔

(۲) بعد میں دوسری منزل موصوف کی حیات میں ان کے فرزند ممتاز احمد نے اپنی خود کی کمائی سے ۱۹۶۷ء میں تعمیر کروائی تھی۔

(۳) ۱۹۹۰ء میں تیسری منزل بھی ممتاز احمد نے خود کی کمائی سے والد صاحب کے انتقال کے بعد بنوائی تھی۔

(۴) عبدالعزیز عرف مدار صاحب مرحوم کے صرف ایک لڑکا اور تین لڑکیاں ہیں، اس مکان کا بٹوارہ لڑکے اور لڑکیوں میں کس طرح ہوگا؟

المستفتی: ممتاز احمد ناگپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مرحوم عبدالعزیز کے لڑکے ممتاز احمد نے باپ کی حیات میں اپنی کمائی سے جو پہلی منزل تعمیر کرائی ہے وہ شرعاً باپ ہی کی ملکیت شمار ہوگی، اور باپ کے انتقال کے بعد جو دوسری منزل تعمیر کرائی ہے وہ اگرچہ ممتاز احمد کی ملکیت ہے لیکن تقسیم میراث سے پہلے اس طرح تعمیر کرانا صحیح نہیں تھا۔

ولایجوز لأحد أن یتصرف فی نصیب الآخر إلا بإذنہ. (ہدایہ، کتاب

الشركة، اشرفی دیو بند ۲/ ٦٢٤)

لايجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالة منه أو ولاية عليه وإن فعل كان ضامنا. (شرح المجلة رستم اتحاد ١/ ٦١ رقم المادة: ٩٦)

تاہم اب کل مکان کی قیمت لگائی جائے گی اور اس اوپری منزل کی قیمت الگ کر کے ممتاز احمد کو دیدی جائے گی، اور نچلی اور پہلی منزل کی قیمت مرحوم عبد العزیز کے وارثوں کے درمیان پانچ حصوں میں تقسیم ہوگی، دو حصہ ممتاز احمد کو ملیں گے اور ایک ایک حصہ ہر لڑکی کو ملے گا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱ر شعبان المعظم ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۹۹۳/۳۲)

والدہ کے زیور کی بھائی اور پانچ بہنوں کے درمیان تقسیم

سوال [۱۱۳۸۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) میرے والد اور والدہ کا انتقال ہوگیا ہے، میری والدہ کا کچھ زیور ہے اس کو میں تقسیم کرنا چاہتا ہوں، میری پانچ بہنیں ہیں، کس طرح تقسیم کیا جائے؟

(۲) ایک بہن کو والدہ نے اپنی زندگی میں تین چوڑیاں دیں تھیں، اب جو زیور بچا ہے اس میں سے حصہ دیا جائے گا یا نہیں؟

المستفتی: رضوان علی خاں مغلپورہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) برتقدیر صحت سوال وبعد ادائے حقوق ما تقدم علی الارث وعدم موانع ارث مرحومہ کا کل ترکہ درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا:

میت ۷

بیٹا	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی
۲	۱	۱	۱	۱	۱

مرحومہ کا کل ترکہ ۷؍سہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا اتنا ملے گا جو اس کے سامنے درج ہے۔

(۲) آپ کی والدہ نے بہن کو تینوں چوڑیاں اگر بطور ہبہ دی تھیں تو ایسی صورت میں وہ اس کی اسی وقت مالک بن گئی تھی، والدہ کو چاہئے تھا کہ اسی وقت اورلڑکیوں کو بھی برابر دیدیتیں اس لیے نہ دینے میں والدہ گنہگار رہوں گی اس لیے کہ اس بہن کو بقیہ ترکہ میں سے بھی حصہ ملے گا تو ایسی صورت میں دیگر ورثاء کے مقابلے میں اس بہن کو زیادہ ملے گا۔

وتتم الهبة بالقبض الكامل لقوله عليه السلام لاتجوز الهبة إلا مقبوضة. (مجمع الأنهر، كتاب الهبة، دار الكتب العلمية بيروت ۳/۳۹۱، مصری قديم ۲/۳۵۳، شامی کراچی ۵/۶۹۰، زکریا ۸/۵۲۰، الفتاویٰ التاتارخانية، زکریا ۱٤/٤۲۱، رقم: ۲۱۵٦۳، شرح المجلة رستم اتحاد ۱/٤۷۳، رقم المادة: ۸٦۱)

ولو وهب جميع ماله من ابنه جاز وهو آثم. (بزازيه، الجنس الثالث فی هبة الصغير، زکریا جدید ۳/۱۲۳ وعلی هامش الهندية ٦/۲۳۷، قاضيخان زکریا جدید ۳/۱۹٤ وعلی هامش الهندية ۳/۲۷۹، هنديه زکریا قديم ٤/۳۹۱، جدید ٤/٤۱٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳؍جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۰۹۵)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۴/۵/۱۳ھ

بھائی بہنوں کے درمیان جائیداد کی تقسیم کا ایک مسئلہ

سوال [۱۱۳۸۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید کا انتقال ہوگیا اس نے چار ایکڑ زمین اور وارثین میں چار لڑکے، تین لڑکیاں چھوڑیں، اب یہ زمین گیارہ حصوں میں تقسیم ہوکر ہر ایک لڑکے کو ۲؍ حصے اور ہر ایک لڑکی کو ۱؍ حصہ ملنا چاہیے، لیکن ان چار لڑکوں نے اس طرح تقسیم نہیں کیا بلکہ ہر ایک لڑکے نے ایک ایک ایکڑ لے کر اس پر قبضہ کرلیا اور بہنوں کو نہیں دیا، بعد میں ان میں سے ایک لڑکے کو اللہ نے

توفیق دی اور وہ کہتا ہے کہ میرے دوسرے بھائی اپنی بہنوں کو حصہ دیں یا نہ دیں، لیکن میرے قبضہ میں جو ایک ایکڑ زمین ہے، اس میں تین بہنوں کا بھی حصہ ہے، میں تینوں بہنوں کا اس میں سے حصہ دوں گا، تو اس ایک بھائی کے قبضہ میں جو ایک ایکڑ زمین ہے اس کے کتنے حصے ہوں گے، ۱۱ر حصے یا ۵ر حصے، ایک عالم کا کہنا ہے کہ اس ایک بھائی کے قبضہ میں جو ایک ایکڑ زمین ہے اس میں صرف پانچ حصے ہوں گے، ۲ر حصے اس بھائی کو اور تینوں بہنوں کو تین حصے اور چونکہ دوسرے بھائیوں نے اپنے حصہ کے بقدر بلکہ اس سے زائد پر قبضہ کیا ہے، اس لیے اس بھائی کے قبضے کی ایک ایکڑ زمین میں دوسرے بھائیوں کا حصہ نہیں اس طرح ہر بھائی اپنی قبضہ کی ایک ایکڑ زمین میں پانچ حصہ کر کے ۲ر حصہ وہ خود رکھے اور تین حصہ تین بہنوں کو دے۔

دوسرے ایک عالم صاحب کہتے ہیں کہ جس طرح مجموعی طور پر ۴ر ایکڑ زمین میں ۱۱ر حصہ ہوئے، اسی طرح ہر بھائی نے انفرادی طور پر ایک ایک ایکڑ زمین پر قبضہ کیا ہے ہر ایک بھائی جب اپنی تین بہنوں کو حصہ دے گا تو ہر ایک بھائی اپنے زیر قبضہ ایک ایکڑ زمین کے بھی ۱۱ر حصے کرے گا، ۲/۲ر حصے ہر بھائی کے، لیکن چونکہ ہر ایک بھائی نے اپنا حصہ وصول کرلیا ہے اس لیے ان کا وہ حصہ ان کے پاس نہ جاتے ہوئے خود اسی کے پاس رہے گا، اس طرح آٹھ حصے خود اس بھائی کے پاس رہیں گے اور ۳ر حصہ تینوں بہنوں کو دینا ہوگا، اب آپ فیصلہ فرمائیں کہ کس کی بات حق ہے؟

المستفتی: عتیق الرحمٰن مدرسہ اسلامیہ دار العلوم ناگپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صحیح صورت یہی ہے جو دوسرے عالم صاحب نے بتائی ہے کہ ہر بھائی اپنے ایک ایکڑ کو ۱۱ر حصوں میں تقسیم کردے، اور اس میں سے آٹھ حصے اپنے پاس رکھ لے اور تین حصے تینوں بہنوں کو ایک ایک کر کے دیدے، جب ایک بھائی دیدے گا اس کے بعد اگر اللہ نے دوسرے بھائیوں کے دل میں ڈال دیا تو وہ بھی اس طریقہ سے اپنے ایک ایکڑ میں سے بہنوں کو گیارہ سے تین حصے دیں گے، گویا کہ چار ایکڑ زمین چوالیس حصوں میں تقسیم ہو کر ہر بہن کو چار حصے اور ہر بھائی کو آٹھ آٹھ حصے ملیں گے، اور جو بھائی اپنے قبضے کے ایک

ایکڑ میں سے گیارہ حصے کر کے تین حصے نکال کر بہنوں کو دیدے گا وہ اپنے ذمہ سے بری ہو جائے گا، اور دوسرے بھائیوں کے اوپر ذمہ داریاں باقی رہ جائیں گی۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸؍رجب المرجب ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۷۵۲/۳۶)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۸/۷/۱۴۲۳ھ

والدین، تین بیٹے اور ایک بیٹی کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال [۱۱۳۸۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے بیٹے سلطان حسین کا انتقال ہوگیا، میں اس کا باپ اور میری بیوی زندہ ہیں، یعنی ماں بھی زندہ ہے، سلطان حسین مرحوم کے تین بیٹے ایک بیٹی اوران کی بیوی جو ہر جہاں بھی زندہ ہیں، سلطان حسین میونسپل بورڈ کے اسکول میں اردو ٹیچر تھے، ان کی ایک ماہ کی تنخواہ اور فنڈ بیمہ کے روپیہ نگرنگم کو دینے ہیں، اس کے علاوہ مرحوم کی جائیداد میں زمین بھی ہے، مہربانی کر کے آپ فرائض نکال دیجئے کہ کس کو کتنا حصہ ملے گا، آپ کے اس فرائض کو سرکار میں پیش کیا جائے گا، تا کہ ہر شخص اپنا اپنا مال وجائیداد جائز طریقے سے حاصل کر سکے، اس کے علاوہ بیوی جو ہر جہاں کو چھوڑے ہوئے تقریباً بیس سال ہو چکے ہیں، مرحوم کا بیوی سے بیس سال سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ دونوں ۲۰؍سال سے الگ الگ رہتے تھے، مرض میں بھی بیوی سے ۲۰؍سال سے کوئی تعلق نہیں رہا۔

ایسی حالت میں بتائیں کہ بیوی مرحوم کے نکاح میں تھی یا نہیں؟ بیوی اب وارث رہی یا نہیں، اس کا بھی خلاصہ فرائض میں نکالنے کی مہربانی کریں، بڑا لڑکا اور بڑے لڑکے سے چھوٹی بہن اور سب سے چھوٹا لڑکا اپنی ماں جو ہر جہاں کے پاس بچپن سے ہی رہتے آئے ہیں، مگر بڑے لڑکے اور لڑکی سے چھوٹا لڑکا جواہر سلطان بچپن سے اپنے باپ کے پاس رہتا تھا، اور باپ کی خدمت کرتا تھا، اور آخر وقت تک اس نے اپنے باپ مرحوم کی خدمت کی ہے، لہٰذا ایسی

حالت میں مرحوم کے پاس موجود لڑکے کا کیا حق بنتا ہے، اور یہ بھی بتا دیں کہ مرحوم کی جگہ پر ملنے والی نوکری پر اس لڑکے کا حق بنتا ہے یا ان کا جو اپنی ماں کے پاس رہتے آئے ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بشرط صحت سوال وبعد ادائے حقوق ما تقدم وعدم موانع ارث مرحوم کا کل ترکہ اورا ثاثہ درج ذیل نقشہ کے مطابق بٹے گا:

$\frac{۱۶۸}{۲۴}$

مرحوم میــت

بیوی	ماں	باپ	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی
۳	۴	۴				
۲۱	۲۸	۲۸	۲۶	۲۶	۲۶	۱۳

کل ترکہ ۱۶۸ ر سہام میں تقسیم ہو کر بیوی کو ۲۱ ر ماں باپ کو ۲۸ / ۲۸ ر، لڑکوں کو ۲۶ / ۲۶ / ۲۶ ر، لڑکی کو ۱۳ ر ملیں گے، اگر بیوی کو طلاق نہیں دی ہے تو چاہے میکے میں رہتی ہو وہ وارث بن جائے گی، نیز جو بچے باپ کے ساتھ رہتے تھے اور جو ماں کے ساتھ رہتے تھے ان کے درمیان میراث تقسیم ہونے میں کوئی فرق نہیں ہے، سب برابر کے حقدار ہوں گے اور سرکاری نوکری میں فرق نہ ہوگا، البتہ حکومت جس کو چاہے دے سکتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴ ر ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲ / ۵۰۶۰)

بیوی کا شوہر کے ترکہ میں کتنا حصہ ہے وغیرہ سے متعلق چند سوالات؟

سوال [۱۱۳۸۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زینت جو اپنے شوہر کے ایک حادثے میں فوت ہو جانے کی وجہ سے بیوہ ہو چکی ہے اور حاملہ ہونے کی وجہ سے اس کی مدتِ عدت وضع حمل ہے، اس سے متعلق جواب طلب امور یہ ہیں:

الف: شوہر جس کے پس ماندگان میں والدین اور دو شادی شدہ بڑے بھائی ہیں جن

کی علیحدہ علیحدہ فیملیاں ہیں، مرحوم کی پہلی زوجہ جو موجودہ زوجہ سے پہلے ہی فوت ہوچکی تھی اس سے ایک بیٹی ہے، اس صورت میں بیوہ کا، شوہر کی موروثی وذاتی ملکیت میں کیا حصہ ہوگا؟

ب: کیا بیوہ ایام عدت میں اپنے والد کے گھر (جہاں والدین اور ایک غیر شادی شدہ بھائی ہے اور کسی نامحرم کی آمدورفت بھی نہیں ہے) گزار سکتی ہے؟

ج: اگر وہ ایام عدت والد کے گھر گزارتی ہے تو کیا شوہر کے ترکہ سے محروم کی جاسکتی ہے؟ کیا ان ایام کا نان ونفقہ وہ شوہر کی ذاتی ملکیت سے حاصل کرنے کی حق دار ہوگی؟

د: شوہر پر کچھ قرض بھی ہے، یہ قرض اس کی چھوڑی ہوئی املاک سے ادا کیا جائے یا اس کی ادائیگی کے لیے حادثہ کے عوض کے طور پر ملنے والی رقم کا انتظار کیا جائے، یہ بھی وضاحت کرنے کی زحمت فرمائیں کہ اس رقم پر کس کا حق ہوسکتا ہے، یا تنہا بیوی ہی حقدار ہے؟

ہ: شادی میں شوہر کی جانب سے جو زیور بیوہ کو دیا گیا، اب اس کا حق دار کون ہے؟ اسی طرح جہیز کے متعلق بھی تحریر فرمائیں، اگر وہ مستقل طور پر والد کے گھر رہائش اختیار کرتی ہے تو کیا اپنا جہیز لانے کی حق دار ہے؟

و: شوہر کے والدین یا بھائیوں کو یہ حق حاصل ہے کہ بیوہ کے اپنے والد کے گھر چلے جانے کی صورت میں اس کو شوہر کے ترکہ سے محروم کردیں اور مرحوم کی ذاتی ملکیت پر خود قابض ہوجائیں؟ جواب کافی شافی عنایت فرمائیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔

المستفتی: محمد حنیف انصاری محلّہ ہلالی سرائے سنبھل مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) زیر بحث مسئلہ میں مرحوم کے ترکہ میں سے اولاً اس کا سارا قرضہ ادا کیا جائے گا، اور قرضہ ادا کرنے کے بعد جو کچھ بچے گا اس میں سے مرحوم کی بیوہ کا کل مال کا آٹھواں حصہ ہے اور مرحوم کے ماں باپ میں سے ہر ایک کو کل مال کا چھٹا چھٹا حصہ ملے گا اور مرحوم کی بیوہ کے پیٹ میں جو بچہ ہے اس کو لڑکا ماننے کی صورت میں مرحوم کی بیٹی بھی بیٹے کے ساتھ عصبہ بن جائے گی، اور مرحوم کے بھائی بہن سب محروم ہو

جائیں گے، چاہے بھائی بہن، شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ ہوں، ان کو کوئی حصہ نہیں ملے گا، مسئلہ درج ذیل نقشہ کے مطابق بنے گا۔

۲۴ / ۲۷ ×

میـــت

بیوہ	ماں	باپ	لڑکی	حمل
۳ / ۹	۴ / ۱۲	۴ / ۱۲	۱۳ / ۱۳	۲۶

اور اگر حمل کو لڑکی فرض کی جائے تو مرحوم کی بیوہ کو کل مال کا آٹھواں حصہ اور ماں باپ کو چھٹا چھٹا حصہ اور دونوں لڑکیوں کو کل مال کے دو ثلث ملیں گے، جو درج ذیل نقشہ کے مطاق ہوگا:

۲۴ / ۲۷

میـــت

بیوہ	ماں	باپ	لڑکی	لڑکی
۳	۴	۴	۸	۸

مرحوم کا مسئلہ عائلہ ۲۷؍ سے بن کر بیوہ کو تین ماں باپ کو چار چار اور دونوں لڑکیوں کو آٹھ آٹھ ملے، اور مرحوم کے بھائی بہن اب بھی محروم ہو جائیں گے، حمل کی دونوں شکلیں آپ کے سامنے لکھ دی ہیں، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ وضع حمل تک انتظار کریں، اور وضع حمل کے بعد جو بھی شکل بنے اس کے مطابق ترکہ تقسیم کرلیں۔

(۲) بیوہ کے لیے شوہر کے گھر پر ہی عدت گزارنا لازم ہے، ہاں البتہ اگر اپنی جان، یا مال یا آبروریزی کا خطرہ ہو تو ماں باپ کے گھر جا کر عدت گزار سکتی ہے۔

وعلى المعتدة أن تعتد في المنزل الذي يضاف إليها بالسكنىٰ حال وقوع الفرقة والموت. (هنديه، الباب الرابع عشر في الحداد، زكريا قديم ۱/ ۵۳۵، جديد ۱/ ۵۸۷)

وتعتدان أي معتدة طلاق و موت في بيت وجبت فيه و لاتخرجان منه إلا أن تخرج أو ينهدم المنزل أو تخاف انهدامه أو تلف مالها. (شامي، باب العدة، مطلب: الحق أن على المفتي أن ينظر في خصوص الوقائع زكريا ۵/ ۲۲۵، كراچی ۳/ ۵۳۶)

(۳) ایام عدت چاہے شوہر کے گھر گزارے یا ماں باپ کے گھر بہر صورت شوہر کے

ترکہ سے محروم نہیں ہوگی، بلکہ شوہر کے ترکہ میں سے جو اس کا حق شرعی ہے وہ ہر حال میں اس کو ملے گا، اور ایام عدت کا نان ونفقہ شوہر کے مال میں سے الگ سے نہیں ملے گا بلکہ شوہر کے ترکہ میں سے میراث کی شکل میں جو ملتا ہے صرف وہی ملے گا۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۳۱۲/۸)

الحق متى يثبت لايبطل بالتاخير و لا بالكتمان. (قواعد الفقه ص:۷۷)

لانفقة للمتوفىٰ عنها زوجها سواء كانت حاملا أو حائلا. (هنديه، الباب السابع عشر فى النفقات، الفصل الثالث فى نفقة المعتدة، زكريا جديد ۱/ ۶۰۵، قديم ۱/ ۵۵۸)

(۴) راجح قول کے مطابق حادثہ کے عوض میں جو کچھ ملتا ہے وہ دیت کے حکم میں ہو کر وارثین کے درمیان حق شرعی کے طور پر تقسیم ہوگا، جو ما قبل کے نقشہ میں واضح کیا جا چکا ہے، اور ہر حال میں تقسیم وراثت سے پہلے اس کا پورا قرض ادا کرنا لازم ہے، اس میں اس کا چھوڑا ہوا ترکہ بھی ہوگا، اور حادثہ کے عوض میں ملنے والے پیسے بھی شامل ہوں گے۔ (مستفاد: انوار رحمت/ ۳۵۱)

ثم تقدم ديونه التى لها مطالب من جهة العباد. (شامى، كتاب الفرائض، زكريا ۱۰/ ۴۹۵، كراچى ۶/ ۷۶۰)

(۵) شادی کے موقعہ پر شوہر کی طرف سے بیوہ کو جو زیورات ملے ہیں اگر شوہر نے بیوہ کو اس کا مالک بنا دیا تھا یا شوہر کی برادری میں بطور تملیک دینے کا رواج ہے تو وہ بیوہ ہی کا ہوگا، اور اپنے ساتھ لانے کی حق دار ہوگی، اور جہیز کا سامان بہر صورت بیوہ کی ملکیت ہے، اس میں کسی دوسرے کا حق متعلق نہیں، اور لڑکی چاہے شوہر کے گھر عدت گذارے یا والد کے گھر، ہر صورت میں اس کو جہیز ملے گا، نیز اگر شوہر نے مہر ادا نہیں کیا تھا تو تقسیم ترکہ سے پہلے شوہر کے ترکہ میں سے بیوہ کا مہر ادا کرنا بھی لازم ہے، اس کے بعد بقیہ ترکہ وارثین کے درمیان اسی طریقہ سے تقسیم ہوگا جو اوپر نقشہ میں مذکور ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل جدید ۲۰/ ۲۶۷-۲۶۹)

جهز ابنته بجهاز و سلمها ذٰلک ليس له الاسترداد منه و لا لورثته بعده إن سلمها ذٰلک فى صحته وبه يفتىٰ. (شامى، باب المهر، مطلب: فى دعوىٰ الأب أن الجهاز عارية زكريا ۴/ ۳۰۸، كراچى ۳/ ۱۵۷)

(۶) بیوہ کو اس کا حصۂ شرعیہ دینا ہر حال میں لازم ہے، چاہے وہ شوہر کے گھر میں عدت گزارے یا کسی اور جگہ، کسی صورت میں اس کا حق باطل نہ ہوگا۔

الحق متی یثبت لایبطل بالتاخیر و لا بالکتمان. (قواعد الفقه ص:۷۷)

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/ربیع الاول ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۵۳۰)

میت کے ترکہ میں بیوی اور بھتیجوں کو کتنا ملے گا؟

سوال [۱۱۳۸۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) کسی شخص کی کوئی اولاد نہ ہو اس کے انتقال کے بعد صرف ایک بیوہ حیات ہو تو وہ کتنے حصہ کی حقدار ہوگی، جبکہ مرحوم کے دو حقیقی بھائیوں کی اولادیں بھتیجے موجود ہیں؟

(۲) کسی شخص کے انتقال کے بعد ان کے دو حقیقی بھائیوں میں سے ایک بھائی کے صرف ایک پسر و دوسرے بھائی کے پانچ پسر موجود ہوں تو شرعاً کس کو کتنا حصہ ملے گا؟

(۳) کسی شخص کے پاس اس کی اپنی دادالٰہی جائیداد صحرائی وسکنائی باغات وغیرہ ہوں اور اس کا انتقال ہو جائے تو اس کی بیوہ اور حقیقی بھتیجوں کو کتنا حق ملے گا؟

المستفتی: راشد خاں محلّہ گھیر میاں خاں رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر مرحوم کی اولاد نہیں ہے تو ایسی صورت میں بیوی کو کل مال کا ایک چوتھائی ملتا ہے لہٰذا مذکورہ صورت میں ایک چوتھائی بیوی کو ملے گا، بقیہ حقیقی بھائیوں کی نرینہ اولاد کو ملے گا۔

الربع للواحدة فصاعدة عند عدم الولد وولد الابن و إن سفل. (سراجی ص:۷)

اور سوال نامہ میں درج شدہ صورت میں مرحوم کی جائیداد درج ذیل طریقہ سے تقسیم ہوگی:

$\frac{8}{4}$

مرحوم میت

بھتیجا	بھتیجا	بھتیجا	بھتیجا	بھتیجا	بھتیجا	بیوی
						$\frac{1}{2}$
۱	۱	۱	۱	۱	۱	۲

کل ترکہ ۸/سہام میں تقسیم ہوکر بیوی کو ۲/ اور ہر ایک بھتیجا کو ایک ایک ملے گا، اور ایک بھائی کے جو ایک پسر ہے اس کو اتنا ہی ملے گا جو دوسرے بھائی کے پانچ لڑکوں میں سے ایک کو ملتا ہے، اس سے زیادہ نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴/ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۹۷۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۴/۲۴ھ

شوہر اور والدین کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال [۱۱۳۸۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اقبال احمد ولد الطاف حسین نے اپنے نکاح کے وقت اپنا نصف مکان رقبہ تقریباً ۲۵/مربع گز واقع محلہ اصالت پورہ کا بیع نامہ اپنی زوجہ فرید النساء بالعوض دین مہر بیع قطعی کیا تھا، اس کے بعد فرید النساء کی لاولد موت واقع ہوگئی، لہٰذا مرحومہ فرید النساء کے حصۂ مکان میں شوہر اقبال احمد وفرید النساء کے والد عابد حسین شرعاً کتنے کتنے حصے کے مالک ہوں گے، علاوہ مذکورہ بالا اشخاص کے فرید النساء کے حصۂ مکان میں اور کوئی وارث شرعاً ہوتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد طاہر اصالت پورہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بشرط صحت سوال وبعد ادائے حقوق ما تقدم وعدم موانع ارث فرید النساء کے مذکورہ ترکہ میں سے نصف اس کے شوہر اقبال احمد کو ملے گا، نیز اس مکان کے علاوہ اگر کوئی دوسری چیز ہے، مثلاً زیورات وغیرہ تو اس کا بھی نصف حصہ شوہر کو ملے

گا، اسی طرح اگر فرید النساء کی ماں بھی زندہ ہے تو بقیہ نصف میں سے ایک تہائی ماں کو ملے گا، اور دو تہائی باپ کو ملے گا، اور اگر ماں زندہ نہیں ہے بلکہ فرید النساء سے پہلے گذر گئی ہے تو بقیہ نصف مکمل باپ عابد حسین کو ملیگا، اور زیورات وغیرہ میں سے بھی اسی تناسب سے ملے گا۔

وثلث ما بقي بعد فرض أحد الزوجين وذٰلک في مسئلتين زوج و أبوين. (سراجی ص:۱۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۳۴۳ ۶۱)

شوہر کی دو حالتیں ہیں

سوال [۱۱۳۸۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض جگہوں پر یہ دستور ہے کہ لڑکی کے انتقال کے بعد اگر اس کی اولاد نہ ہو تو اس کے میکہ والے لڑکی کو دیا ہوا کل سامان واپس لے لیتے ہیں۔

دریافت یہ کرنا ہے کہ میکہ والوں کا کل سامان لے لینا درست ہے یا نہیں یا اس مال میں شوہر کا بھی حصہ ہے؟

المستفتی: محمد مصطفیٰ کمال ٹانڈہ بادلی، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: میکے کی طرف سے لڑکی کو جو سامان دیا جاتا ہے وہ کل کا کل لڑکی کی ملکیت ہے، اور جب لڑکی کا انتقال ہو جائے تو بچے ہونے کی صورت میں لڑکی کی کل ملکیت میں سے ایک چوتھائی شوہر کا حق ہے، میکے والوں کو تین چوتھائی لے جانے کا حق ہوتا ہے، اور اولاد نہ ہونے کی صورت میں کل مال کا نصف حصہ شوہر کا حق ہوتا ہے، اور باقی نصف میکے والوں کو لے جانے کا حق ہوتا ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ. [النساء: ۱۲] ﴾ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶ر محرم الحرام ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۵۸۲)

بیوی کے متروکہ مال میں شرعی حق

سوال [۱۱۳۹۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسماۃ اللہ دی کے پہلے شوہر عبدالعزیز سے عبدالرشید، محمد حنیف، عبدالوحید، خاتون یہ چار اولاد ہوئیں، شوہر اول کے انتقال کے بعد دوسرے شوہر عبدالمجید سے دولڑکی شمو اور شہناز ہوئیں، اللہ دی اور ان کے شوہر عبدالمجید اس وقت جس نئے تعمیر شدہ مکان میں رہتے ہیں نئی تعمیر سے پہلے پرانی تعمیر کی حالت میں یہ مکان کسی بنیے کے پاس گروی (رہن) رکھا ہوا تھا، یہ مکان دراصل اللہ دی کے والد بشیر احمد کا تھا اور انہوں نے ہی گروی رکھا تھا، اللہ دی کے نانا کا الگ ایک مکان تھا، جو اللہ دی کے نام تھا، اللہ دی نے اپنے نانا کا مکان بیچ کر یہ گروی رکھا ہوا مکان چھڑالیا، پھر اس کو نئے طریقہ سے بنایا گیا، اس مکان کی تعمیر کے لیے اللہ دی کے شوہر ثانی عبدالمجید نے اپنا ذاتی مکان بیچ کر اس کی قیمت میں سے بھی دو تہائی سے زیادہ پیسہ دیا، اور دس ہزار روپیہ نقد الگ دیا، ۲۵ر کٹے سیمینٹ کے اور چار چوکھٹ اور ایک ونڈو یہ سب نقد اور سامان عبدالمجید نے اس کی تعمیر کے لیے دیا، عبدالمجید کے علاوہ محمد حنیف اور عبدالوحید (جو پہلے شوہر کی اولاد ہیں) کا بھی پیسہ اس میں لگا، جتنا بھی لگا، اس مکان کی پہلی اور دوسری منزل کی تعمیر تو عبدالمجید اور عبدالوحید اور محمد حنیف ان تینوں کی شرکت سے ہوئی، اس کے بعد عبدالوحید کا انتقال ہوگیا تھا، اس لیے تیسری منزل عبدالمجید اور محمد حنیف نے مل کر بنائی، اس تیسری منزل کی تعمیر میں بھی ۲۵ر ہزار روپیہ عبدالمجید نے دیئے، دوسرے یہ کہ عبدالمجید محمد حنیف کا سامان جو باہر دہلی وغیرہ لے جا کر بیچتے تھے، تو اس کے پیسے سے کچھ

اچھے پڑتے کے سودے محمد حنیف کولا کر دیتے تھے، اوران کے نفع میں دونوں کا حصہ ہوتا تھا، ۱۹۸۰ر سے ۱۹۹۰ر تک ان دونوں کا یہ کاروباری سلسلہ چلتا رہا، اوراس کا جو بھی نفع عبدالمجید کے حصہ کا ہوتا تھا وہ بھی برابر تیسری منزل کی تعمیر میں لگتا رہا، محمد حنیف نے ان سودوں کے نفع کا کوئی حساب عبدالمجید کوالگ سے نہ دیا اور نہ سمجھایا، بلکہ عبدالمجید نے جب بھی پوچھا کہ ان سودوں کے پڑتے کا کیا حساب ہے تو محمد حنیف نے یہی جواب دیا کہ یہ سب اس میں یعنی مکان کی تیسری منزل میں لگ گیا، تو عبدالمجید کو بھی اس پر کوئی خلش یا اعتراض نہ ہوا، کیونکہ ایک گھر کی بات تھی، بہرحال ۱۹۹۲ء تک مکان کی تیسری منزل بھی مع پلاسٹر فرش کے مکمل ہو گئی تھی اب اللہ دی بہت کمزور ہو چکی ہیں اور آئے دن بیمار رہتی ہیں، ان کے شوہر عبدالمجید کا کہنا اپنی بیوی سے یہی ہے کہ یہ مکان تمہارا ہے، ہم سب نے مل کر اسے بنایا ہے، اس مکان میں میرا کیا حق ہے؟ اور کتنا ہے؟ تم اپنی زندگی میں اس مسئلے کو طے کر دو تو وہ یہ جواب دیتیں ہیں کہ تمہارا اس مکان میں کوئی حق نہیں ہے، بس اس میں رہتے رہو، کل کو اللہ دی کے انتقال کے بعد اللہ دی کے لڑکے نے اس مکان سے عبدالمجید کو بے دخل کر دیا تو وہ بے چارے کہاں جائیں گے اس لیے آپ کو زحمت دی گئی ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس مکان میں اس وقت اللہ دی کی زندگی اور اللہ دی کے انتقال کے بعد عبدالمجید کا کیا حق نکلتا ہے، محترم سے گذارش ہے کہ اس کو کسی قدر وضاحت کے ساتھ سمجھا کر تحریر فرمائیں؟

المستفتی: عبدالمجید کباڑی، ہلدوانی نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عبدالمجید نے اس مکان کی تعمیر وغیرہ میں جو خرچ کیا ہے وہ اگر اللہ دی کے حکم سے کیا ہے تو ایسی صورت میں جتنا پیسہ عبدالمجید نے اس مکان میں خرچ کیا ہے پورے مکان کی قیمت لگا کر اتنے حصہ کے بقدر عبدالمجید مالک ہوگا، اور اللہ دی کے مرنے کے بعد کل مکان میں سے چوتھائی حصہ کا مالک بھی شرعی وراثت کی بناء پر عبدالمجید ہوگا، اس لیے اس شبہ کی ضرورت نہیں کہ اللہ دی کے مرنے کے بعد اللہ دی کی اولاد عبد

المجید کو اس مکان سے بے دخل کر کے نکال سکے گی۔

﴿فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ﴾ [النساء: ۱۲] فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱؍ ذی قعدہ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۶۹۴۰)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۱/ ۱۱/ ۱۴۲۱ھ

شوہر کے انتقال کے بعد بیوی کس کس چیز کی مالک ہوگی؟

سوال [۱۱۳۹۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کشوری بیگم زوجہ اشفاق حسین مرحوم ان کے تین لڑکے شمشاد حسین سرفراز حسین، محمد یاسین، ایک لڑکی خیر النساء، گذشتہ سال میری شادی فوزیہ قدیر بنت محمد قدیر، محمد یاسین مرحوم بن اشفاق حسین سے ہوئی تھی، شادی کے آٹھ ماہ بعد میرے شوہر محمد یاسین کا انتقال ہو گیا، ان کے انتقال کے ایک ماہ بعد محمد یاسین مرحوم کے والد اشفاق حسین کا انتقال ہو گیا، میری شادی کے وقت میرے شوہر نے کچھ زیور اور کچھ کپڑے چار آدمیوں میں دیئے تھے، (میرے شوہر اپنے بھائیوں سے الگ رہتے تھے، شادی سے پہلے بھی) اور کچھ تحفہ میرے شوہر نے تنہائی میں (منھ دکھائی) دیئے تھے، اور کچھ تحفہ ونقد ان کے رشتہ داروں نے دوستوں نے مجھے منھ دکھائی میں دیئے تھے، میں نے عدت بھی اپنے میکے میں مکمل کی ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ میرے شوہر کے انتقال کے بعد جو زیورات و کپڑے چار آدمیوں میں دیئے گئے تھے ان پر کس کا حق ہے؟ اور جو میرے شوہر نے مجھے منھ دکھائی میں اور رشتہ داروں، دوستوں نے تحائف میں نقد روپیہ، زیور، کپڑے منھ دکھائی میں دیئے ہیں ان پر کس کا حق ہے؟ میری کوئی اولاد نہیں ہے، ان کا ایک مکان ہے جو کہ کشوری بیگم کے نام ہے، ان کا انتقال میرے شوہر سے پہلے ہو گیا تھا، اس مکان میں میرا کتنا حصہ ہوتا ہے؟

المستفتیہ: فوزیہ قدیر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جو زیور شوہر نے دیا ہے وہ اگر مالکانہ طور پر دیا

ہے تو آپ اس کی مالک ہیں اور جو تحفہ اور نقد روپیہ منھ دکھائی میں کسی نے بھی دیا ہے وہ سب آپ کی ملکیت ہے اور جو کپڑا وغیرہ دیا گیا وہ بھی آپ کی ملکیت ہے اور شوہر نے منھ دکھائی میں تنہائی میں جو کچھ بھی دیا ہو وہ بھی آپ کی ملکیت ہے۔ (مستفاد: محمودیہ ڈابھیل ۱۲/ ۱۲۶)

إذا بعث الزوج إلى أهل زوجته أشياء عند زفافها، منها ديباج فلما زفت إليه، أراد أن يسترد من المرأة الديباج، ليس له ذٰلک إذا بعث إليها على جهة التمليك. (هنديه، كتاب النكاح، باب المهر، الفصل السادس عشر في جهاز البنت، زكريا قديم ١/ ٣٢٧، جديد ١/ ٣٩٣)

ماں کشوری کی میراث کی جائیداد میں شوہر کو جو کچھ بھی ملے گا اس کا چوتھائی آپ کو ملے گا۔

والربع: للمرأة إذا لم يكن للميت ولد ولا ولد ابن. (مختصر القدوري، كتاب الفرائض ص: ٢٩٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/ شوال ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۷۹۴)

بیوی اولاد کی عدم موجودگی میں شوہر کے چوتھائی حصہ کی حقدار

سوال [۱۱۳۹۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہماری بہن کی شادی کو بارہ سال ہو گئے لیکن اللہ کی مرضی کہ اولاد کوئی نہیں ہے اور تقریباً چار ماہ پہلے ہمارے بہنوئی صاحب کا انتقال ہو گیا ہے، ہماری بہن اس وقت عدت میں ہیں، ہمارے بہنوئی کے دو بھائی اور ہیں، یعنی یہ کل تین بھائی تھے، ہماری بہن کی اب یہ خواہش ہے کہ باقی زندگی اب میں یہیں گذار دوں گی، یعنی فی الحال دوسرا نکاح کرنے کا ارادہ نہیں ہے، جبکہ ہمارے بہنوئی کے بھائی اور ان کی بیویاں یہ چاہتی ہیں کہ یہ عدت پوری کرکے اپنے میکے چلی جائیں یا پھر کہیں نکاح کرلیں، اور یہ مکان پراپرٹی، بینک بیلینس جو ہے وہ سب ہمارا ہو جائے، اس لیے وہ دونوں مل کر بات بات پر جھگڑا کر رہی ہیں، آپ سے

درخواست ہے کہ جواب تحریر فرمادیں کہ ہماری بہن اس پراپرٹی، مکان اور بینک بیلینس میں کتنے کتنے حصہ کی حقدار ہے؟

المستفتی: محمد ریحان اصالت پورہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: شوہر کے انتقال کے بعد اگر شوہر سے کوئی اولاد نہ ہو تو بیوی اس کے کل ترکہ کے چوتھائی حصہ کی حقدار ہوتی ہے اور یہ اس کا شرعی حق ہے، جائیداد، بینک بیلینس وغیرہ سب چیزوں میں چوتھائی حصہ اس کا ہے، بیوی نے دوسری شادی کرلی ہو تب بھی اس کا حق باقی رہے گا، دوسری شادی نہ کی ہو تب بھی اس کا حق بدستور باقی رہے گا، اس کے حق پر کسی کو دخل اندازی کرنے کا حق نہیں ہے۔

﴿**ولهن الربع مما تركتم إن لم يكن لكم ولد، فإن كان لكم ولد فلهن الثمن.** [النساء: ١٢]﴾

أما للزوجات فحالتان: الربع للواحدة فصاعدا عند عدم الولد. (سراجی ص: ١٢)

والربع لها عند عدمهما. (در مختار مع الشامی، کتاب الفرائض، زکریا ١٠/٥١٢، کراچی ٦/٧٧٠) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
١٣/شعبان المعظم ١٤٣٣ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٣٩/١٠٧٨٦)

ورثاء میں محض ایک بہن موجود ہو تو تقسیم ترکہ

سوال [١١٣٩٣]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ماں بدھو نے اپنا ترکہ اپنی دو لڑکیاں: نینا و کمیا کے نام کردیا، اس کے بعد بدھو کا انتقال ہوگیا، پھر کمیا کا انتقال ہوگیا، بوقت انتقال ان کے شوہر بھی حیات نہیں تھے، ان کی

بہن نینا حیات تھی، اور کمیا کی ایک لڑکی نظیرن تھی جو اپنی ماں کمیا کی حیات ہی میں انتقال کرگئی تھی، نظیرن نے اپنے دو بچے چھوڑے ایک لڑکا عبدالکریم اور ایک لڑکی حسینی بیگم، تو معلوم یہ کرنا ہے کہ کمیا کا ترکہ از روئے شرع کس کس کو ملے گا؟

المستفتی: عبدالکریم حسینی بیگم بارہ دری مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سائل سے بار بار معلوم کیا گیا کہ کمیا کے باپ دادا کی اولاد میں سے کوئی مرد زندہ ہے یا نہیں؟ تو جواب ملا کہ کوئی بھی مرد نہیں ہے، اگر واقعہ ایسا ہی ہے تو کمیا کا سارا ترکہ اس کی بہن نینا کو ملے گا۔

أحدها أن يكون في المسئلة جنس واحد ممن يرد عليه عند عدم من لا يرد عليه فاجعل المسئلة من رؤسهم. (سراجی ص: ٤٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹؍ ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۱۳۶)

ایک لڑکا و لڑکی کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال [۱۱۳۹۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جناب محبّ علی کا انتقال ہوگیا، ان کے انتقال کے بعد ان کے ورثاء نے آپسی رضامندی سے محبّ علی کی بیوی مبارک النساء کو ۱۷۹ گز دیدی اور انہوں نے اس پر قبضہ کرلیا، اور محبوب علی کو ۲۰۸؍ گز زمین دیدی گئی، اور وہ ۲۰۸؍ گز زمین اپنے بھتیجوں کے نام رجسٹرڈ کرکے انتقال کر گئے، اور ۷۴۵؍ گز زمین مصطفیٰ اور شہنشاہ بانو دونوں کی مشترکہ تھی، لیکن تقسیم کے وقت یہ بات کاغذات میں تحریر نہیں کی گئی کہ ۷۴۵؍ میں سے مصطفیٰ کی زمین کتنی ہے اور شہنشاہ بانو کی کتنی ہے تو اب شہنشاہ بانو کو شرعاً کتنی زمین ملے گی؟

المستفتی: اعظم علی پیرزادہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بشرط صحت سوال وبعدا دائے حقوق وعدم موانع ارث اگر ۴۵۷ رگز زمین مصطفیٰ اور شہنشاہ بانو کو باپ کی وراثت میں ملی ہے تو ان دونوں کے درمیان مذکورہ زمین تین حصوں میں تقسیم ہو کر دو مصطفیٰ کو اور ایک شہنشاہ بانو کو ملے گا اور ۴۵۷ رمیں سے -۳۰۴ گز مصطفیٰ کو اور -۱۵۲ رگز شہنشاہ بانو کو ملیں گے۔

﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ. [النساء: ۱۲]﴾ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴ رشعبان المعظم ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۵۷۸)

مرحومہ کے وارثین میں شوہر، لڑکا اور باپ ہو تو ترکہ کی تقسیم

سوال [۱۱۳۹۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے فرزند محمد عارف کا نکاح ورخصتی سہانہ بی بنت صابر حسین سیالکوٹ لاجپت نگر کے ساتھ ۹ /۱۰/ ۲۰۰۱ء بروز منگل کو ہوئی، پہلا بچہ جو لڑکا ہے، کی پیدائش مؤرخہ: ۲۸ /۷/ ۲۰۰۲ء کو ہوئی تھی، دوسرے بچے کی پیدائش میں سہانہ بی کا ۱۹ /۶/ ۲۰۰۴ء کو انتقال ہو گیا، بچہ ماں کے پیٹ ہی میں انتقال کر گیا۔

دریافت یہ کرنا ہے کہ جو جہیز وغیرہ رخصتی پر سہانہ بی کے گھر والوں نے دیا تھا اب اس میں کس کس کا حصہ ہے؟ سہانہ کے ورثاء میں اس کے والد اور ایک لڑکا اور شوہر ہے؟

المستفتی: نزاکت حسین نواب پورہ بازار مفتی مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سہانہ بی کے گھر والوں نے جو جہیز وغیرہ رخصتی کے وقت دیا تھا اس کی مالک چونکہ سہانہ بی تھی اس لیے اس کے انتقال کے بعد مرحومہ کا شوہر اور بچہ اور مرحومہ کا

باپ وارثین میں شامل ہوں گے، بارہ حصہ کر کے تین حصہ شوہر کو اور دو حصہ باپ کو، باقی سات حصہ مرحومہ کے بیٹے کو ملیں گے۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۵/ ۱۲۷، جدید زکریا مطول ۱۳/ ۳۷۶-۳۷۷)

أن الجهاز للمرأة إذا طلقها تأخذه كله و إذا ماتت يورث عنها.

(شامی، باب المهر مطلب: فی دعویٰ الأب أن الجهاز عارية، زكريا ٤/ ٣١١، كراچی ١٥٨/٣) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶ / رجب المرجب ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۴۴۱)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۸/ ۷/ ۱۴۲۵ھ

تین بیٹے، دو بیٹیاں اور بیوی کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال [۱۱۳۹۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ وجاہت علی حیات ہیں، ان کی جائیداد میں ۳/ مکان، ۳/ دوکانیں اور ان کی بیوی بھی حیات ہے، ان کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں حیات ہیں، ان کی پانچ اولاد کو ترکہ میں سے کتنا کتنا حصہ ملے گا؟ اس بارے میں تفصیل سے تحریر فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وجاہت علی کے انتقال کے بعد ان کا ترکہ سوالنامہ میں مذکورہ ورثاء کے درمیان درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا:

میت ۶۴/۸

بیوی	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی
۱/۸					
۸	۱۴	۱۴	۱۴	۷	۷

کل ترکہ ۶۴/ سہام میں تقسیم ہو کر ہر وارث کو اتنا ملے گا جو اس کے نام کے نیچے درج ہے اور اس کی زندگی میں کسی بھی لڑکے اور لڑکی اور وارثین کو کوئی حصہ نہیں مل سکتا، ساری

جائیداد کا مالک خود وجاہت علی ہے اور اس کو زندگی میں جائیداد تقسیم کرنے پر زور وزبردستی یا دباؤ ڈالنے کا کسی کو کوئی حق نہیں ہے۔

المالک هو المتصرف في الأعيان المملوكة كيف شاء من الملك. (بيضاوی شريف رشيديه ١/ ٧)

الملک ما من شانه أن يتصرف فيه بوصف الاختصاص. (الموسوعة الفقهية الكويتية ٢٩/١٤، شامی زكريا ٧/ ١٠، ٢٣٥، كراچی ٤/ ٥٠٢، ٥/ ٥٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷/ رجب المرجب ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۵۰۹)

بیوی پچیرے بھائی میں ترکہ کی تقسیم

سوال [۱۱۳۹۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دو بھائی تھے جس میں بڑے بھائی کا نام رفیق احمد اور ان کی بیوی کا نام انتخاب بیگم اور چھوٹے بھائی کا نام نفیس احمد اور ان کی بیوی کا نام فیاضی بیگم تھا، ان دونوں بھائیوں کا اپنا زرخرید مکان ہے، جس میں چھوٹے بھائی نفیس احمد نے اپنے مکان کو اپنی بیوی فیاضی بیگم کے نام وصیت کردی تھی، اور بڑے بھائی رفیق احمد اپنی بیوی کے نام اپنا آدھا مکان کرنا چاہتے تھے، اسی دوران ۱۹۸۰ء میں عید آگئی، اور عید کی نماز کے لیے عیدگاہ گئے تو وہیں دوران فسادِ مراد آباد گولی لگنے کی وجہ سے جان بحق ہوگئے اور مکان کا معاملہ ادھورہ رہ گیا، پھر چھوٹے بھائی نفیس احمد اور ان کی بیوی کا بھی انتقال ہوگیا، اس وقت رفیق احمد کی بیوی انتخاب بیگم موجود ہیں، اور اس مکان کے حصۂ تحتانی میں کرایہ دار رہتے ہیں، اور اب تک کرایہ دار اپنا کرایہ اس بیوہ انتخاب بیگم کو دیتے رہے اور بیوہ ان کو وصول کر کے کرایہ کی رسید بھی دیتی رہی، لیکن اب ڈھائی سال سے رفیق احمد اور نفیس احمد کے پچیرے بھائی انیس احمد نے کرایہ داروں سے کہا کہ مکان کا مالک میں ہوں اور اس نے بیوہ کو کرایہ دینے سے کرایہ داروں کو منع کردیا اور بیوہ

اب معذور ہے، ضعیف ہے تو اب سوال یہ ہے اس مکان میں کیا صرف چچیرے بھائی وغیرہ کا حق ہے یا اس بیوہ بھی کا حق ہے، مسئلہ وضاحت کے ساتھ تحریر فرمائیں؟

المستفتیہ: انتخاب بیگم محلہ پیرزادہ مرادآباد یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بشرط صحت سوال اگر رفیق احمد کی کوئی اولاد، بھائی وغیرہ نہیں ہے تو رفیق احمد کے حصہ میں سے چوتھائی حصہ کی حقدار انتخاب بیگم ہوگی، اور بقیہ تین چوتھائی رفیق احمد کے چچیرے بھائیوں کو مل جائے گا، لہٰذا بیوہ انتخاب بیگم کو بالکلیہ محروم کردینا جائز نہیں ہوگا، ایک چوتھائی کی مالک بیوہ مذکورہ ہوگی، لہٰذا اتنے کا کرایہ اسی کو ملے گا۔

﴿وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ. [النساء:۱۲]﴾

أما للزوجات فحالتان: الربع للواحدة فصاعدة عند عدم الولد.

(سراجی ص: ۱۰)

نیز محض نام کرنے یا مالک بنانے کے ارادے سے شرعاً ملکیت مستقل نہیں ہوتی ہے۔

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/۱۲۱۹)

بیوی، تین لڑکیوں اور دو بھائیوں کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال [۱۱۳۹۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ تین بھائی شرکت میں کاروبار چلا رہے ہیں اور پوری ملکیت میں برابر کے شریک ہیں، اسی دوران ایک بھائی کا انتقال ہوگیا، مرحوم نے ایک بیوہ اور تین لڑکیاں شادی شدہ چھوڑی ہیں اور دو بھائی، قرآن وسنت کی روشنی میں ارشاد فرمائیں کہ مرحوم کا ترکہ کس

طرح تقسیم ہوگا، لڑکیوں کو کتنا؟ بیوہ کو کتنا؟ بھائیوں کو کتنا کتنا ملے گا؟

المستفتی: حاجی عبدالحکیم صاحب سیفی حسن پور جے پی نگر امروہہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: برتقدیر صحت سوال وبعد ادائے حقوق متقدمہ علی الارث مرحوم کے ترکہ کا دو ثلث لڑکیوں کو ملے گا اور بیوی کو اس کا ثمن اور جو مال اس کے بعد بچے گا وہ بھائیوں کو مل جائے گا، لہٰذا مرحوم کا کل ترکہ درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا:

میت ۲۴ / ۱۴۴ — مضروب ۶

بیوی	لڑکی	لڑکی	لڑکی	بھائی	بھائی
۳	(۱۶)			(۵)	
۱۸	۳۲	۳۲	۳۲	۱۵	۱۵

یعنی مرحوم کا کل ترکہ ۱۴۴/ سہام میں تقسیم ہوکر بیوی کو ۱۸/ تینوں لڑکیوں کو ۳۲/۳۲/۳۲/ اور بھائیوں کو ۱۵/۱۵/ سہام ملیں گے۔

﴿ فَإِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ. [النساء: ۱۱] ﴾

﴿ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ. [النساء: ۱۲] ﴾

عن جابر بن عبد اللہ رضی قال جاءت امرأة سعد بن الربيع بابنتيها من سعد رضی إلى رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: فقالت يا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: هاتان ابنتا سعد بن الربيع، قتل أبوهما معك يوم أحد شهيدا و إن عمهما أخذ مالهما، فلم يدع لهما مالا ولا تنكحان إلا ولهما مال، قال: يقضي اللہ في ذلك فنزلت آية الميراث فبعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إلى عمهما، فقال: أعط ابنتي سعد الثلثين وأعط أمهما الثمن و ما بقي فهو لك. (ترمذی شریف، باب ما جاء في ميراث البنات، النسخة الهندية ۲/ ۲۹ دار السلام رقم: ۲۰۹۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/ محرم الحرام ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۵۹۸۳)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۸/۱/۱۴۲۰ھ

باپ کی جائیداد میں علاتی بہن کا حصہ

سوال [۱۱۳۹۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) احقر کے والد مرحوم کا انتقال ہو چکا ہے، وارثین میں ہماری والدہ ہیں، اور ہم دو بھائی ہیں اور پانچ بہنیں ہیں، اور ایک علاتی بہن ہے، مرحوم کا ترکہ مذکورہ وارثین میں کس طرح تقسیم ہوگا؟

(۲) ہماری علاتی بہن جو ہمارے والد صاحب کی پہلی بیوی سے ہیں اور سب سے بڑی بہن ہیں جن کا بچپن ہی سے ہمارے یہاں آنا جانا بھی نہیں ہے، کیا ان کو بھی ترکہ دینا ضروری ہوگا، اگر ضروری ہو اور وہ نہ لیں تو کیا کرنا ہوگا؟ اسی طرح اگر ہمارے بھائی بہن وغیرہ نہ دیں تو ہماری کیا ذمہ داری ہوگی؟ کیونکہ بڑا بھائی میں ہی ہوں؟

(۳) اسی طرح اگر ہمارا چھوٹا بھائی وراثت کو شرعی طور پر تقسیم کرنے پر راضی نہ ہو اور رواج کی بنا پر دونوں بھائیوں کے ہی پاس وراثت رکھنے کے لیے کہے تو ایسی صورت میں میری ذمہ داری کیا ہوگی؟ کیا میں خود وراثت نہ لوں تو میں اس سے بری ہو جاؤں گا؟

المستفتی: مجیب الرحمٰن غوری نوادہ سمدھن قنوج

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: برتقدیر صحت سوال وعدم موانع ارث وبعد ادائے حقوق ما تقدم مرحوم کا ترکہ ان کے وارثین کے درمیان درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا:

۸۰ / ۸

مرحوم میت

بیوی	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی (دوسری بیوی سے)
۱/۱۰	۱۴	۱۴	۷	۷	۷	۷	۷	۷

(۷)

مرحوم کا کل ترکہ ۸۰/ برابر سہام میں تقسیم ہو کر ہر وارث کو اتنا اتنا ملے گا جو اس کے نیچے درج ہے، نیز آپ کی علاتی بہن جو میت کی صلبی لڑکی ہے، وہ اپنے باپ کے ترکہ میں

پوری پوری حقدار ہے، اگر بھائی اپنی بہن کو محروم کریں تو سخت گنہگار ہوں گے، اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سات زمین کا طوق ان کے گلے میں ڈالے گا۔

عن سعيد بن زيدؓ قال سمعت رسول الله ﷺ يقول: من أخذ من حق امرئ من المسلمين شبرا بغير حق طوقه الله تعالىٰ يوم القيامة سبع أرضين. (صحيح مسلم، باب تحريم الظلم وغصب الأرض وغيرها، النسخة الهندية ٢/٣٣، بيت الأفكار رقم: ١٦١٠، صحيح البخارى، باب إثم من ظلم من الأرض شيئا، النسخة الهندية ١/٣٣٢، رقم: ٢٣٨٨، ف: ٢٤٥٢)

عن أنس بن مالك –رضى الله عنه– قال: قال رسول الله ﷺ: من فر من ميراث وارثه، قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة. (سنن ابن ماجه، باب الحيف فى الوصية، النسخة الهندية ٢/١٩٤، دار السلام رقم: ٢٧٠٣)

(۳) انتہائی مجبوری میں آپ کے حصے میں بہن کی میراث میں سے جتنا حصہ آرہا ہے اتنا حصہ آپ اس کو ادا کردیں۔

إن أعيان المتوفى المتروكة عنه مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم. (شرح المجلة، رستم اتحاد ١/٦١٠، رقم المادة: ١٠٩٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۹ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۹۳۰)	۱۴۳۱/۳/۹ھ

بہن اور چچازاد بھائیوں کے درمیان تقسیم ترکہ کا طریقہ

سوال [۱۱۴۰۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرا کوئی لڑکا نہیں ہے، نہ لڑکی ہے، یعنی میں لاولد ہوں، میری ایک سگی بہن ہے، جو پاکستان میں ہے، ان کے دو بچے اور ایک بچی ہے، میرے والد کے بھائی کے لڑکوں کے لڑکے ہیں، یعنی چچازاد بھائی کے لڑکے ہیں، نہ میری اہلیہ موجود ہے اور نہ اہلیہ کا کوئی

بھائی، باپ موجود ہے، اہلیہ کے خالہ زاد بہن کے لڑکے ہیں، جن میں سے ایک کو میں نے لے پالک متبنٰی بنا رکھا ہے، میری دوسری اہلیہ کے ایک لڑکا تھا، پہلے شوہر سے، کیا مذکورہ لوگوں میں سے کوئی میرا وارث ہوسکتا ہے؟

المستفتی: کلیم احمد، شیام لال لائن مٹیا برج کلکتہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ کے انتقال کے بعد اگر آپ کی سگی بہن زندہ رہے تو کل ترکہ کا نصف حصہ آپ کی بہن کو ملے گا، بقیہ آپ کے چچا زاد بھائی کے لڑکوں کو ملے گا، اور اگر آپ کی سگی بہن کا انتقال آپ سے پہلے ہوجائے تو آپ کا سارا ترکہ آپ کے چچازاد بھائی کے لڑکوں کو ملے گا۔

ثم جزء أبيه أی الإخوة ثم بنوهم و إن سفلوا ثم جزء جده أی الأعمام ثم بنوهم و إن سفلوا. (سراجی ص: ۳۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم ذیقعدہ ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۹۵۱/۳۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۱۱/۱ھ

لاپتہ بیٹے کی عدم موجودگی میں وراثت کی تقسیم

سوال [۱۱۴۰۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ناظم کا انتقال ہوگیا، ان کے ورثاء میں ایک لڑکا ناظر (جو سترہ سال سے لاپتہ ہے) اور ایک لڑکی ناظمہ اور چار بھائی: سلیم احمد، تسلیم، خورشید، عالم ہیں۔

دریافت یہ کرنا ہے کہ مرحوم ناظم کی جائیداد کس طرح تقسیم ہوگی، ناظر لڑکا جو لاپتہ ہے اس کا حصہ کس کو ملے گا؟ اور ناظم مورث کے بھائیوں کو لڑکے کے لاپتہ ہونے کی وجہ سے ملے گا یا نہیں؟ شرعی تقسیم فرمادیں۔

المستفتی: محمد سلیم پیر کا بازار کرولہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مرحوم ناظم کی کل جائیدا د ۳؍حصوں میں تقسیم ہوکر ایک حصہ لڑکی کو دیا جائے گا، اور بقیہ دو حصے مفقود الخبر لڑکے کے ہیں اس کا حصہ محفوظ رکھنا ضروری ہوگا، جب تک پورے طریقے سے اس کے مرنے کا یقین نہ ہو جائے، اور محفوظ رکھنے کی بہتر صورت یہ ہوگی کہ اس کا حصہ سرکاری بینک میں محفوظ کردیا جائے، تاکہ اس کے حصے میں کوئی گڑبڑی پیدا نہ ہوسکے، اور جب اس کی موت کا یقین ہوجائے تو اس کا حصہ اول دوحصوں میں تقسیم ہوکر آدھا اس کی حقیقی بہن کو مل جائے گا، پھر اس کے بعد جو ایک حصہ بچے گا اس میں اس کے چچا وتایا برابر کے شریک ہوجائیں گے۔

فإذا مات واحد من أقاربه يوقف نصيبه إلى أن يظهر حاله حي أم ميت لإحتمال الحياة والموت للحال. (بدائع الصنائع، كتاب المفقود، زكريا ٥/٢٨٧، كراچى ٦/١٩٦، تبيين الحقائق، امداديه ملتان ٣/٣١٢، زكريا ٤/٢٣٢، هنديه زكريا قديم ٦/٤٥٦، جديد ٦/٤٤٨)

هو غائب لم يدر أحي هو فيتوقع قدومه أم ميت (إلى قوله) فلا ينكح عرسه ولا يقسم ماله. (در مختار، كتاب المفقود كراچى ٤/٢٩٢، زكريا ٦/٤٥٧)

ويوقف ماله حتى تصح موته أو تمضى عليه مدة ...... ففى ظاهر الرواية أنه إذا لم يبق أحد من أقرانه حكم موته ...... المفقود موقوف الحكم فى حق غيره حتى يوقف نصيبه من مال مورثه كما فى الحمل ...... وماله لورثته الموجودين عند الحكم بموته. (شريفيه ص:١٥٢-١٥٣، شامى زكريا ٦/٤٥٦، كراچى ٤/٢٩٢)

أن القاضى يحفظ ماله يقيم من ينصبه للحفظ لأنه مال لا حافظ له لعجز صاحبه عن الحفظ فيحفظ عليه القاضي نظراً له، كما يحفظ مال الصبى والمجنون الذى لا ولى لهما. (بدائع، كتاب المفقود، زكريا ٥/٢٨٧، كراچى ٦/١٩٦، تبيين الحقائق زكريا ٤/٢٢٩، امداديه ملتان ٣/٣١٠)

لو أخذ القاضى وديعة المفقود ممن هى بيده ووضعها عند ثقة لا

بأس به. (شامی، کتاب المفقود زکریا ٦/٤٥٧، کراچی ٤/٢٩٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰؍ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۳۵۱)

گم شدہ کا مال ورثاء کے درمیان تقسیم کرنا

سوال [۱۱۴۰۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید تقریباً آٹھ سال سے پتہ نہیں کہ کہاں چلا گیا ہے، زید کے ساتھ میں اس کی بیوی اور ایک لڑکی تقریباً ۱۳؍سال کی ہمراہ ہیں، یہ تینوں شخص روپوش ہیں، زید نے اپنی آراضیٔ صحرائی کا اپنے بڑے بھائی کو مختار بنا دیا، تقریباً عرصہ ۳۵؍سال ہو گئے ہیں اب تک اس زمین کو یہی بوجوت رہے ہیں، پہلے اس زمین کی آمد نصف اپنے بھائی کو دیتے رہے، اب ان کے بعد زید کی لڑکی کو جو اس سے پہلے بیوی کی تھی، کل آمد دیتے رہے۔

اب عرصہ ایک سال کا ہو گیا، اس لڑکی کا بھی انتقال ہو گیا، اس نے اپنے ورثاء میں ٦؍بچے چھوڑے، ۴؍لڑکے اور ۲؍لڑکیاں اور زید کے کوئی لڑکا نہیں ہے، نہ اس بیوی سے اور نہ جو ہمراہ زید کے ہے اس بیوی سے، زید کے چار بھائی ہیں، دو بڑے بھائی ان کے سامنے گذر چکے ہیں اور دو حقیقی بھائی حیات ہیں اور جو دو بھائی انتقال کر چکے ہیں ان سے دونوں کے ایک ایک لڑکا موجود ہے، اور وہ اپنے اپنے حصہ پر قابض ہیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ شرعاً جس کا جتنا حصہ ہو اظہار فرمائیں؟

المستفتی: رشید احمد افضل گڈھ بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ سوال اگر صحیح ہے تو زید شرعاً مفقود (گم شدہ) کے حکم میں ہے اور شریعت میں اس کا حکم یہ ہے کہ اس کی ملکیت کی تمام اشیاء جائیداد

اور نقدی رقوم وغیرہ سب حاکم عادل کے مشورہ سے محفوظ رکھنا واجب ہے، اس زمانہ میں بہتر صورت یہ ہے کہ اس کے نام بینک میں جمع کر دیا جائے، اور جب پورے علاقہ سے اس کے ہم عصر سب لوگ فوت ہو جائیں تو اس کا ترکہ شرعی ورثاء میں تقسیم کیا جا سکتا ہے، اس سے قبل نہیں، اور فی الحال زید سے بڑے بڑے حضرات زندہ ہیں اس لیے زید پر موت کا حکم لگا کر تقسیمِ ترکہ کا حکم لگانا جائز نہیں ہوگا۔

إذا غاب الرجل فلم يعرف له موضع و لا يعلم أحى هو أم ميت نصب القاضى من يحفظ ماله ويقوم عليه ويستوفى حقه لأن القاضى نصب ناظرا لكل عاجز عن النظر لنفسه والمفقود بهذه الصفة وصار كالصبى والمجنون.

(هدايه، باب المفقود ٢/ ٦٢٠)

ويوقف ماله حتى تصح موته أو تمضى عليه مدة و اختلف الروايات فى تلك المدة ففى ظاهر الرواية أنه إذا لم يبق أحد من أقرانه حكم بموته.

(شريفيه ص: ١٣٧، سراجى ص: ٦١، الدر المختار كراچى ٤/ ١٩٢، زكريا ٦/ ٤٥٦)

اور اب اس کی ملکیت کا نگراں وہی ہوگا جس کو اس نے مختار بنایا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷؍ صفر المظفر ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/ ۱۶۴۸)

لا پتہ وارث کا حصہ محفوظ رکھا جائے گا

سوال [۱۱۴۰۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے اپنی زندگی میں چند افرد کے درمیان وصیت کی کہ میرا ایک مکان اور ایک لڑکی (لالی) اور یہ چند ہزار روپیہ نقد ہیں، عمر کو سونپ رہا ہوں، کہ میرے بعد عمر میری لڑکی اور جائیداد کی دیکھ بھال کریں اور اگر کہیں اس لڑکی کا رشتہ ہو جائے تو یہ ترکہ اس کے بچوں کو سونپ دیں، یا پھر جیسا مناسب سمجھیں کریں، زید کے مرنے کے بعد عمر اس لڑکی اور

متروکہ سامان کو اپنے گھر لے آیا اور کچھ دنوں بعد اس لڑکی کا نکاح کردیا لیکن نکاح کے کچھ دنوں بعد سے وہ لڑکی لاپتہ ہے، جس کو قریب دس سال سے زیادہ کا عرصہ ہو گیا، اس کا حقیقی وارث تو کوئی نہیں، لیکن بکر کا کہنا ہے کہ میں اس کا وارث اور رشتہ دار ہوں، لہٰذا جواب طلب امر یہ ہے کہ عمر اس مکان کو کیا کرے؟ اس نام نہاد رشتہ دار کے حق میں دستبردار ہو جائے یا کسی ادارے کو وقف کردے، کیونکہ زید مکمل طور پر عمر کو مختار بنا گیا تھا، کہ میرے مرنے کے بعد عمر کو پورا اختیار رہوگا، جیسا چاہے کرے، بکر جیسے دور کے رشتہ دار اور بھی ہیں؟

المستفتی: احمد حسن ہلدوانی، نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکور جائیداد اور نقدی رقوم زید کے دوسرے وارث نہ ہونے کی صورت میں سب کی حقدار زید کی لڑکی ہے، اور لڑکی کے گم ہو جانے کے بعد عمر پر لازم ہے کہ اس کی جائیداد اور رقوم کی حفاظت کا معقول انتظام اتنے عرصہ تک کے لیے کریں کہ جتنے میں مذکورہ لڑکی کی ہم عصر عورتیں فوت ہو جائیں، اس کے لیے بہترین صورت یہی ہے کہ جائیداد کو نقدی شکل میں لاکر مذکورہ گم شدہ لڑکی کے نام بینک میں جمع کردیئے جائیں یا مکان نام کردے، اور بکر کی رشتہ داری زید کے ساتھ کس طرح ہے اس کی تفصیل معلوم ہونے پر کچھ لکھا جاسکتا ہے، نیز لڑکی کے شوہر کا حال بھی معلوم ہونا ضروری ہے۔

المفقود حي في ماله حتى لا يرث منه أحد و ميت في مال غيره حتى لا يرث من أحد ويوقف ماله حتى تصح الخ. (شريفيه ص:۱۳۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶ ربیع الاول ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/ ۱۶۸۸)

مفقود الخبر لڑکے کا حصہ کیا کیا جائے؟

سوال [۱۱۴۰۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ زید نے نکاح کیا جس سے تین لڑکے اور پانچ لڑکیاں پیدا ہوئیں، الحمدللہ سبھی باحیات ہیں، اب زید کی بیوی کا انتقال ہوگیا، اس کے بعد زید نے نکاح ثانی کیا تو زید کے اس بیوی سے تین لڑکے پیدا ہوئے اور الحمدللہ تینوں باحیات ہیں، لیکن زید کی پہلی بیوی کا ایک لڑکا جو سب سے بڑا تھا، وہ اپنی والدہ صاحبہ کی زندگی میں گھر سے فرار ہوگیا تھا، اور کئی سالوں تک مفقود الخبر رہا، گھر کے کسی آدمی کو اس کی خبر نہیں تھی، کہ وہ کہاں ہے، اور اس کے والد یعنی زید اور زید کے بھائی سبھی ان کی تلاش میں لگے رہے، مگر کہیں سے اس کی کوئی خبر نہ ملی۔

اب اس کی والدہ کا یعنی زید کی پہلی بیوی کا انتقال ہوگیا ہے، اس کے بعد زید کو کسی طرح سے پتہ چلا کہ وہ لڑکا دہلی جیل میں ہے، چنانچہ زید اور زید کے بھائی دہلی جاکر اسے رہا کرواکر گھر لے آئے، مگر وہ لڑکا بہت کم اپنے گھر پر رہتا تھا، ہمیشہ فرار رہتا تھا، ہفتہ پندرہ روز پر اپنے گھر آتا تھا، اور ایک دو روز رہ کر پھر بھاگ جاتا تھا، اور چور ڈاکوؤں کے ساتھ رہتا تھا، اور اس کا مشغلہ ہی چوری کرنا ہوگیا تھا، اب تقریباً ۱۵؍سال سے اپنے گھر نہیں آیا ہے، اور نہ اس کی کوئی خبر ہے، اور اب زید کی دوسری بیوی کا بھی انتقال ہوگیا ہے اور تقریباً ایک سال کے بعد زید شوہر کا بھی انتقال ہوگیا، آپ سے گذارش ہے کہ زید نے جو وراثت چھوڑی ہے اسے کس طرح تقسیم کیا جائے، اور اس لڑکے کا جو پندرہ سال سے لاپتہ ہے کیا کیا جائے؟ حصہ رکھا جائے یا نہیں؟ اگر رکھا جائے گا تو کتنا رکھا جائے گا؟ اور کس کے پاس رکھا جائے گا؟ اور کب تک رکھا جائے گا؟

المستفتی: محمد زبیر دولت باغ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بشرط صحت سوال وبعد ادائے حقوق وعدم موانع ارث زید کا مال ۱۷؍سہام میں تقسیم ہوکر دو دو لڑکوں کو اور ایک ایک لڑکیوں کو ملے گا، مرحوم زید کا جو لڑکا مفقود ہے اس کے حصے کو کسی امانت دار کے پاس اس وقت تک محفوظ رکھا جائے گا جب تک ان کی عمر نوے سال نہ ہو جائے، اس کے بعد بھی اگر واپس نہ آئے تو اس کو مردہ

تسلیم کر کے اس کے مال کو ان کے وارثوں کے درمیان تقسیم کر دیا جائے گا۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیه ۶/۲۷۲، جدید زکریا ۱/۲۷۳)

المفقود حي فی ماله حتی لا یرث منه أحد ...... واختلف الروایات فی تلک المدة...... وقال بعضهم تسعون سنة وعلیه الفتویٰ. (سراجی فی المیراث ص:۹۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/صفر المظفر ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۶۴ ۷۰)

لاپتہ شخص کا باپ کی میراث میں حصہ اور ورثاء کا اس کو فروخت کرنے کا حکم

سوال [۱۱۴۰۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ رفیع احمد کے والد کا انتقال ہوا، والد کی متروکہ جائیداد رفیع احمد کے تین بھائی، چار بہنیں اور رفیع احمد کی اولاد کے درمیان تقسیم ہوئی، واضح رہے کہ تقسیم جائیداد کے وقت رفیع احمد گھر پر موجود نہیں تھے، کیونکہ رفیع احمد اپنے والد صاحب کے انتقال سے پہلے گھر سے لاپتہ ہو گئے تھے، اور بارہ سال کا عرصہ گذر گیا ہے، اب تک رفیع احمد گھر نہیں آئے، اس وقت نہ ہی ان کا کوئی پتہ ہے، اور نہ ہی یہ معلوم ہے کہ وہ بقید حیات ہیں یا نہیں؟ اس لیے تقسیم میراث کے وقت رفیع احمد کی اولاد ان کے قائم مقام تھی اور رفیع احمد کا میراث میں جو حصہ تھا وہ ان کی اولاد کو ملا، اب ان کی اولاد میراث سے حاصل شدہ جائیداد کو فروخت کرنا چاہتی ہے تو کیا رفیع احمد کی اولاد اس جائیداد کو فروخت کرسکتی ہے یا نہیں؟ کیا ان کے آنے کا انتظار کرنا ضروری ہے یا فی الفور بیچ سکتے ہیں؟

المستفتی: ناصر کلیم، محلہ مرزا ہادی پورہ، مئوناتھ بھنجن

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: رفیع احمد چونکہ باپ کی زندگی سے لاپتہ ہے، اس

لیے باپ کے انتقال کے بعد رفیع احمد کی اولاد شرعاً میراث کی حقدار نہ ہوگی، اور نہ ہی انہیں فروخت کرنے کا حق ہوگا، بلکہ رفیع احمد کے حصے کو محفوظ رکھا جائے گا، اور جب ان کی موت کا یقین ہوجائے تو ان کا حصہ باپ کے وارثین میں حسب حصص شرعیہ تقسیم ہوجائے گا، اس وقت وارثین اس جگہ میں رہ سکتے ہیں لیکن فروخت نہیں کرسکتے۔

ولایرث المفقود أحدا مات فی حال فقده؛ لأن بقاءه حیا فی ذلک الوقت یعنی وقت موت ذلک الأحد باستصحاب الحال وهو لایصلح حجة فی الاستحقاق بل فی دفع الاستحقاق علیه، ولذا جعلناه حیا فی حق نفسه فلا یورث ماله فی حال فقده میتا فی حق غیره فلا یرث هو غیره .

(فتح القدیر، کتاب المفقود، دار الفکر ٦/١٤٩، زکریا ٦/١٤٠، کوئٹه ٥/٣٧٤)

وأما حال المفقود فعبارة مشائخنا رحمهم الله عن حاله أنه حی فی حق نفسه میت فی حق غیره (إلی قوله) ولکن معنی هذه العبارة أنه تجری علیه أحکام الأحیاء فیما کان له فلا یورث ماله ولا تبین امرأته کأنه حي حقیقة وتجری علیه أحکام الأموات فیما لم یکن له فلا یرث أحدا کأنه میت حقیقة. (بدائع الصنائع، کتاب المفقود، زکریا ٥/٢٨٧، کراچی ٦/١٩٦)

وأما الموقوف من ترکة غیره فإنه یرد علی ورثة ذلک الغیر ویقسم بینهم کأن المفقود لم یکن. (عالمگیری، الباب الثامن فی المفقود والأسیر، زکریا قدیم ٦/٤٥٦، جدید ٦/٤٤٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍شعبان المعظم ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۹۲۶/۳۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۸/۳ھ

ایک نواسے کے علاوہ کوئی نہ ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال [۱۱۴۰۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: واضح ہو کہ مسمیٰ محمود حسین ولد عبد الکریم بخش ساکن محلہ لال مسجد باڑہ شاہ صفا مرادآباد کا انتقال جب ہوا تو ان کے خاندان میں ان کا کوئی حقیقی عزیز حیات نہ تھا، سائل مسمیٰ مقصود عالم جو کہ مرحوم کا نواسہ ہوتا ہے، صرف وہی حیات تھا اور ہے، مرحوم کی جملہ اولاد و بی بی مرحوم کی حیات ہی میں سب انتقال کر گئے، اس لیے میرا یہ کہنا ہے کہ میں مرحوم کے ترکے کا تنہا قانوناً وشرعاً مالک ہوں یہ میرا کہنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: مقصود عالم ولد عبد السلام نئی بستی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بشرط صحت سوال وبعد ادائے حقوق ما تقدم وعدم موانع ارث اگر محمود حسن مرحوم کے مقصود عالم کے علاوہ کوئی دوسرا شرعی وارث نہیں ہے تو محمود حسین مرحوم کا جملہ ترکہ مقصود عالم نواسۂ مرحوم کو ملے گا۔

وذوی الأرحام أصناف أربعة: الصنف الأول ینتمی إلی المیت وهم أولاد البنات (إلی قوله) و أقرب الأصناف، الصنف الأول (إلی قوله) کترتیب العصبات. (سراجی ص:۴۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴؍رجب المرجب ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۸۲/۲۴)

کیا سسر شرعی وارث ہے؟

سوال [۱۱۴۰۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) ایک خاتون کا انتقال ہوگیا، اس نے اپنے ورثاء میں ایک لڑکی چھوڑی، شوہر ماں اور باپ کو چھوڑا، اس کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا۔

(۲) مرحومہ کے ساس سسر یعنی شوہر کے ماں باپ کو بھی اس کے مال سے کچھ حصہ ملے گا؟

(۳) شوہر کی طرف سے جو زیور اور بری، دولہن کو دی گئی تھیں، کیا یہ بھی مرحومہ کے

ترکہ میں شامل ہوں گی؟ جبکہ زیور کے بارے میں ہماری بستی کا عرف ورواج یہ ہے کہ اس کا مالک شوہر یا اس کے ماں باپ سمجھے جاتے ہیں، اور بری کا مالک دولہن کو ہی سمجھا جاتا ہے، کسی بھی وقت دولہن سے بری واپس نہیں لی جاتیں؟

(۴) مرحومہ کی بیٹی کی عمر تقریباً ڈیڑھ برس ہے اس کی پرورش کا حق کس کو ہے، جبکہ اس بچی کی نانی مصر ہے کہ میں ہی اس کو پالوں گی، اور اس بچی کا باپ اور دادی بھی کہتی ہیں کہ ہم اس بچی کو پالیں گے؟

(۵) اگر شوہر نے مہر ادا نہیں کیا تو کیا مہر بھی مرحومہ کے ترکہ میں شامل ہوگا؟

المستفتی: ناصر حسین نگلیا، عمری کلاں مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحت واقعہ وبعد ادائے حقوق متقدمہ علی الارث وعدم موانع ارث مرحومہ کا ترکہ درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا:

$\frac{۱۳}{۱۲}$

میت

شوہر	بیٹی	ماں	باپ
۳	۶	۲	۲
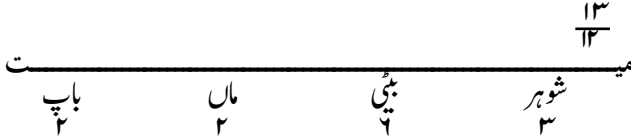
کل ترکہ ۱۳ر سہام میں تقسیم ہوکر ۳ر سہام شوہر کے اور ۶ ر بیٹی کے اور دو، دو ماں باپ کے ہوں گے۔

(۲) مرحومہ کی ساس سسر کا مرحومہ کے ترکہ میں کوئی حصہ نہیں۔

ویستحق الإرث برحم و نکاح صحیح وولاء. (در مختار مع الشامی، کتاب الفرائض، زکریا ۱۰/ ۴۹۷، کراچی ۶/ ۷۶۲)

(۳) جب آپ کے عرف میں زیورات دولہن کی ملک نہیں سمجھے جاتے، شوہر یا اس کے والدین ہی ان کے مالک ہوتے ہیں، تو زیورات مرحومہ کا ترکہ نہ بنیں گے، اور بریاں اگر دولہن کی سمجھی جاتی ہیں تو بریاں ترکہ میں داخل ہوں گی۔

قلت ومن ذٰلک ما یبعثه إلیها قبل الزفاف فی الأعیاد والمواسم من

نـحو ثياب و حلي و كذا ما يعطيها من ذٰلک أو من دراهم أو دنانير صبيحة ليـلة العرس ويسمىٰ في العرف صبحة. (شـامـی، باب المهر، مطلب: فيما يرسله إلى الزوجة، زكريا ٣٠٣/٤، كراچی ١٥٣/٣)

(۴) باپ اگرنانی کی پرورش پرراضی نہیں ہے اور نہ خرچہ دینے کو تیار ہے بلکہ دادی کی پرورش پرراضی ہے تو ایسی صورت میں بچی کو دادی کی پرورش میں دینے کی گنجائش ہے۔

أرادت أم أمـه تـربيته بأجر و أم أبيه ترضىٰ بذٰلک مجانا فأجبت بأنه يدفع للمتبرعه. (شامی، باب الحضانة، زكريا ٢٥٧/٥، كراچی ٥٥٩/٣)

(۵) شوہر نے اگر مہر ادا نہیں کیا، اور نہ ہی مرحومہ نے معاف کیا تو مہر بھی مرحومہ کے ترکہ میں داخل ہوگا اور مذکورہ وارثین میں سے ہر ایک کو اپنے حصہ کے تناسب سے ملے گا۔

وموت أحدهما كحياتها في الحكم أصلا وقدرا لعدم سقوطه بموت أحدهما. (در مـخـتـار مع الشـامی، مطلب: مسائل الإختلاف في المهر زكريا ٢٩٩/٤، كراچی ١٥٠/٣) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۱۸۹)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۵/۶/ ۱۴۲۰ھ

۷ باب العصبات

ترکہ میں سب لڑکے برابر حقدار ہیں

سوال [۱۱۴۰۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید کے تین لڑکے عمر، بکر خضر ہیں، جن میں عمر شادی شدہ ہے گھر کے سارے لوگ مشترکہ رہتے ہیں، مع عمر واہلیہ، زید کا پیتل کا کاروبار ہے، جس میں بکر اور خضر بھی شریک ہیں، اور اس کے ذریعہ سے گھر کے سارے اخراجات وضروریات پورے ہوتے ہیں، جبکہ عمر کا کاروبار الگ ہے، اوراس سے گھر کے اخراجات کا کوئی تعلق نہیں ہے، اب زید کے انتقال کے بعد زید کا کاروبار بکر اور خضر سنبھالتے ہیں، معلوم ہو کہ عمر کو کاروبار زید نے کرایا تھا، لہٰذا دریافت یہ کرنا ہے کہ وراثت کو تقسیم کے وقت زید کے کاروبار میں کیا عمر کی حصہ داری ہے؟ شرعی حکم سے آگاہ فرمائیں؟

المستفتی: فہیم احمد مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: موت کے وقت جو سرمایہ زید نے چھوڑا تھا اس میں عمر بھی بکر وخضر کی طرح میراث کا حقدار ہے۔

الأب و ابنه يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما شيئ فالكسب كله للأب إن كان الابن في عياله لكونه معينا له ألا ترىٰ لو غرس شجرة تكون للأب (إلى قوله) وفي الخانية: زوج بنيه الخمسة في داره وكلهم في عياله واختلفوا في المتاع فهو للأب وللبنين الثياب التي عليهم لا غير. (شامی، الشرکۃ، مطلب: اجتمعا في دار واحدة واكتسبا ...... زکریا ۶/ ۵۰۲، کراچی ۴/ ۳۲۵، ھندیہ زکریا جدید ۲/ ۳۳۲، قدیم ۲/ ۳۲۹، شرح المجلۃ رستم ۲/ ۷۴۱، رقم: ۱۳۹۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۴/ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۵۴۱)	۱۴۲۳/۳/۴ھ

دولڑکوں کے درمیان تقسیم کا طریقہ

سوال [۱۱۴۰۹]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) زید کی ملکیت میں ایک دوکان جس کی مقصر ۸۰/فٹ ہے، قیمت تقریباً تیس لاکھ روپئے ہے اور ایک مکان جس کی مقصر ۵۶۴ فٹ ہے، قیمت تقریباً آٹھ لاکھ ہے، زید کے دولڑکے ہیں بڑے لڑکے کا نام خالد اور چھوٹے لڑکے کا نام ابوبکر ہے، زید کی مملوکہ دوکان اور مکان میں خالد بڑا لڑکا اور ابوبکر چھوٹا لڑکا برابر کے حقدار ہوں گے یا کم وبیش کے؟

(۲) زید کے پاس ایک دوکان ہے جس کی قیمت تیس لاکھ روپئے ہے اور ایک مکان ہے جس کی قیمت آٹھ لاکھ روپئے ہے، زید کے دو بیٹے ہیں، زید نے پوری دوکان اور مکان کا وہ حصہ جس کی قیمت تین لاکھ روپیہ ہے چھوٹے بیٹے کو دیدیا اور مکان کا وہ حصہ جس کی قیمت پانچ لاکھ روپیہ ہے وہ بڑے لڑکے کو دیدیا، اس طرح تقسیم کرنے سے زید غیر عادل کہلائے گا یا نہیں؟ اور عنداللہ مجرم ہوگا یا نہیں؟

المستفتی: عبادالرحمٰن جسپور ادھم سنگھ نگر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) حسب تحریر سوال زید کی مملوکہ دوکان و مکان میں اس کی وفات کے بعد اس کے دونوں لڑکے اپنے حصص شرعیہ میں برابر کے حقدار ہوں گے، یعنی ترکہ میں شرعاً لڑکوں کا جو حصہ بن رہا ہے وہ ان دونوں لڑکوں میں برابر تقسیم ہوگا، وارثین کی پوری فہرست سوالنامہ میں مذکور نہیں ہے، بریں بنا زید کی ملکیت سے لڑکوں کے شرعی حصے کی صحیح تعیین یہاں ممکن نہیں ہے، اب اگر واقعی میں ان دونوں لڑکوں کے علاوہ کوئی لڑکی یا بیوی وغیرہ زید کی وفات کے وقت موجود نہیں رہی ہے تو دونوں کو آدھا آدھا ملے گا، اور اگر بیوی اور لڑکیاں بھی موجود ہیں تو ان کے ناموں کی وضاحت سے پہلے ہر ایک کے حصص کی تعیین نہیں ہوسکتی۔

﴿يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِيْ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ. [النساء: ۱۱] ﴾

وإيثار اسمي الذكر والأنثىٰ (إلى قوله) للتنصيص على استواء الصغار والكبار من الفريقين في الاستحقاق من غير دخل للبلوغ والكبر في ذٰلك أصلا. (روح المعاني، سورة النساء تحت رقم الآية:۱۱، زكريا ۳/۳۳۹)

وعصبة من يأخذ الكل إذا انفرد -إلى قوله- أولى العصبات بالميراث الابن. (البحر الرائق، كتاب الفرائض، كوئٹه ۸/۴۹۷، زكريا ۹/۳۸۱)

(۲) زندگی میں ہبہ کرتے وقت اولاد میں برابری کرنا باپ پر لازم ہے، لہٰذا مذکورہ صورت میں اگر باپ نے برابری کا معاملہ نہیں کیا ہے تو باپ شرعاً گنہگار رہوگا۔

ويكره تفضيل بعض الأولاد على البعض في الهبة على الصحة. (البحر الرائق، كتاب الهبة، كوئٹه ۷/۲۸۸، زكريا ۷/۴۰۰)

أخرج المسلم حديثا طويلا طرفه هذا: فقال رسول الله ﷺ: يا بشير ألك ولد سوى هذا، قال نعم، فقال أكلهم وهبت له مثل هذا، قال: لا، قال: فلا تشهدني إذا، فإني لا أشهد على جور. (تكملة فتح الملهم، كتاب الهبات، باب كراهة تفضيل بعض الأولاد، اشرفيه ديوبند ۲/۷۵)

وفي رواية: فاتقوا الله واعدلوا في أولادكم. (تكملة فتح الملهم، اشرفيه ديوبند ۲/۷۴، مسلم شريف ۲/۳۷، رقم: ۱۶۲۳، بخاری شريف ۱/۳۵۲، رقم: ۲۵۱۵، ف: ۲۵۸۷)

روى البخاري تعليقا: وقال النبي ﷺ: اعدلوا بين أولادكم في العطية. (صحيح البخاري ۱/۳۵۲)

وإن وهب ماله كله لواحد جاز قضاء وهو آثم كذا في المحيط. (البحر الرائق، كتاب الهبة، كوئٹه ۷/۲۸۸، زكريا ۷/۴۹۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴؍صفر المظفر ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۸۸۷)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۱/۲/۱۴ھ

ماں کے ترکہ میں سوتیلے بیٹے کا حصہ

سوال [۱۱۴۱۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کیا ماں کے ترکہ میں سگے بیٹوں کے ساتھ وہ سوتیلا بیٹا بھی برابر کا شریک ہوگا کہ جس کا باپ تو یہی تھا جس کے اور بیٹے ہیں لیکن ماں یہ نہیں تھی یعنی ان بھائیوں میں ایک بھائی صرف باپ شریک ہے، ماں شریک نہیں؟

المستفتی: فخر الاسلام امام مسجد سرائے ترین سنبھل

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: میت کے ترکہ میں میت کے شوہر کا بیٹا شریک نہیں ہے، کیونکہ میت سے جزئیت کا تعلق نہیں، لہٰذا وہ وارث نہ ہوگا۔

ثم العصبات بأنفسهم أربعة أصناف جزء الميت ثم أصله إلى آخره.

(رد المحتار، کتاب الفرائض، زکریا ۵۱۸/۱۰، کراچی ۷۷۴/۶) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۶ر محرم الحرام ۱۴۱۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۵۹۸۶/۳۴)

شرعی گواہ یا رجسٹری کے بغیر محض دعویٰ سے ملکیت ثابت نہ ہوگی

سوال [۱۱۴۱۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: اصغری بیگم کا انتقال ہوگیا، ورثاء میں کوئی اولاد نہیں تھی، صرف ۴ر بھتیجے: شوکت حسین (جنہیں اصغری نے گود لے کر پالا تھا)، محمد علی، احمد علی، واجد علی، تین بھتیجیاں: زیب النساء، مہر النساء، شاہد النساء کو چھوڑا، وہ اپنا کل ترکہ اپنے گود لیے ہوئے لڑکے شوکت حسین کو دینا چاہتی تھی، اور پوری زندگی یہ کہتی رہی کہ میں نے اپنا حصہ تجھے دیدیا، شرعاً بتائیں ان کا

ترکہ سب بھتیجوں، بھتیجیوں کو ملے گا یا صرف شوکت حسین کو ملے گا؟

المستفتی: شوکت حسین باڑہ صفا مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شوکت حسین کو دینا شرعی گواہ یا رجسٹری وغیرہ کے ذریعہ سے ثابت نہ ہو تو اس کہنے کے دعویٰ سے شوکت حسین کو تمام ملکیت نہیں ملے گی بلکہ چاروں بھتیجوں میں برابر برابر تقسیم ہوگی اور بھتیجیاں شرعی طور پر وارث نہیں ہیں۔

والعصبة كل من يأخذ ما أبقته أصحاب الفرائض وعند الانفراد يحرز جميع المال. (سراجی ص: ٤، البحر الرائق زکریا ٩/ ٣٨١، کوئٹہ ٨/ ٤٩٧، شامی زکریا ١٠/ ٥١٨، کراچی ٦/ ٧٧٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲ ربیع الاول ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۶۹۱)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۳/۲۲ھ

اولاد کی عدم موجودگی میں بھائیوں کو حصہ ملے گا یا نہیں؟

سوال [۱۱۴۱۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک شخص نے اپنے ذاتی پیسے سے ایک مکان خریدا، اس مکان میں اس کے بھائیوں کا کوئی حق نہیں ہے، اب اس کا انتقال ہوگیا اور اس کی اولاد کوئی نہیں ہے، البتہ بیوی ہے، اور اس کے دو بھائی ہیں، اب اس شخص کی طرف سے اس کے بھائی وارث ہونے کا دعویٰ کر کے اس مکان میں سے اپنا حصہ مانگ رہے ہیں تو کیا اس شخص کے بھائیوں کا اس متروکہ گھر میں سے اپنا حصہ مانگنا درست ہے اور کیا وہ وارث بنیں گے جبکہ اس کی بیوی بھی موجود ہے؟

المستفتی: محمد سفیان قاسمی گودی حمیر پور مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں جبکہ مرحوم کی صرف ایک

بیوی ہے اوراولاد و والدین میں سے کوئی نہیں ہے، تو اس کے دونوں بھائیوں کا وارث ہونے کا دعویٰ کرنا درست ہے، چنانچہ مرحوم کا کل ترکہ ۸/سہام میں تقسیم ہوکر بیوی کو دو حصے اور دونوں بھائیوں کو تین تین حصے ملیں گے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل نقشہ سے واضح ہے:
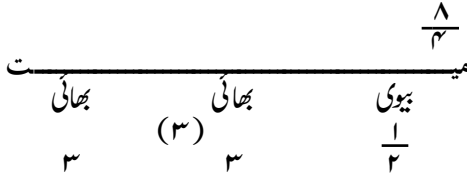
$\frac{8}{4}$
میـــــــــــــــــــــــــــــــــــــت

بیوی	بھائی	بھائی
$\frac{1}{2}$	(۳)	
۲	۳	۳

والعصبة كل من يأخذ ما أبقته أصحاب الفرائض وعند الانفراد يحرز جميع المال. (سراجی ص: ٤، البحر الرائق زكريا ٩/٣٨١، كوئٹه ٨/٤٩٧، شامی زكريا ١٠/٥١٨، كراچی ٦/٧٧٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳/رجب المرجب ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۱۷۹/۴۰)

کیا چچازاد بھائی اور بہن وارث ہوسکتے ہیں؟

سوال [۱۱۴۱۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مشیت اللہ کی خرید کردہ جائیداد ہے، اور پہلی بیوی کی کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی، دوسری بیوی آمنہ بیگم زندہ ہے، اس سے بھی کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا، مشیت کا کوئی قریبی رشتہ دار نہیں ہے، سگے چچیرے بھائی اور بہن ہیں، مشیت اللہ کی جائیداد میں سگے چچیرے بھائی اور بہنوں کو بھی حصہ پہنچتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد ایوب کاشی پوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بشرط صحت سوال مشیت اللہ کی دوسری بیوی کو کل

جائیداد میں سے چوتھائی ملے گا، باقی تین چوتھائی چچازاد بھائیوں کے درمیان برابر تقسیم ہوگا، اور چچازاد بہنوں کو کچھ نہیں ملے گا۔

والعصبة كل من يأخذ ما أبقته أصحاب الفرائض وعند الانفراد يحرز جميع المال. (سراجی ص: ٤، البحر الرائق زكريا ٩/ ٣٨١، كوئٹه ٨/ ٤٩٧، شامي زكريا ١٠/ ٥١٨، كراچی ٦/ ٧٧٤) **فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴؍ شوال المکرّم ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۹۰۹)

اصحاب الفروض نہ ہونے کی صورت میں چچازاد بھائی کا حصہ

سوال [۱۱۴۱۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ محمودہ کا انتقال ہوا، ان کی نہ کوئی اولاد ہے اور نہ ہی شوہر ہے، صرف ایک چچازاد بھائی وقار الحسن حیات ہیں، تو محمودہ خاتون کا ترکہ کس کو ملے گا؟

المستفتی: مولوی عبد العزیز بچھرایوں مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: بشرط صحت سوال وبعد ادائے حقوق ما تقدم وعدم موانع ارث محمودہ خاتون کا کل ترکہ ایسی صورت میں اس کے چچازاد بھائی وقار الحسن کو ملے گا، اس لیے کہ جب ذوی الفروض میں سے کوئی وارث موجود نہیں ہے اور ایک شخص عصبات میں سے موجود ہے تو ساری جائیداد وترکہ اسی کو ملے گا۔

والعصبة كل من يأخذ ما أبقته أصحاب الفرائض وعند الانفراد يحرز جميع المال. (سراجی ص: ٤، البحر الرائق زكريا ٩/ ٣٨١، كوئٹه ٨/ ٤٩٧، شامي زكريا ١٠/ ٥١٨، كراچی ٦/ ٧٧٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶؍ ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/ ۲۶۴۲)

بھتیجا کے وارث بننے کی شکل

سوال [۱۱۴۱۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ منور حسین نے اپنی زندگی میں اپنا ایک مکان اپنی بیوی فراغت النساء کے نام ہبہ زبانی کردیا تھا، اور ایک تحریر بطور یادداشت دو گواہوں: شمس الاسلام، سکندر ضیاء کے سامنے لکھ دی تھی، اور قبضہ ودخل بھی دیدیا تھا اس کے بعد فراغت النساء مکان کا کرایہ وصول کرتی تھیں، پھر منور حسین کا انتقال ہوگیا۔

دریافت یہ کرنا ہے کہ یہ ہبہ مکمل ہوگیا یا نہیں؟ پھر فراغت النساء کا بھی انتقال ہوگیا، اگر ہبہ مکمل ہوگیا تو فراغت النساء کے ورثاء میں اب صرف دو بھتیجے: انوار الحسن، سکندر ضیاء، چھ بھتیجیاں: چاند، شبانہ، فرزانہ، رانا، شاہانہ، رخسانہ ہیں، اولاد کوئی نہیں ہے؟

اور اگر ہبہ مکمل نہیں ہوا ہے تو منور حسین ہی اس مکان مذکورہ کے مالک قرار پائیں گے، تو ان کے انتقال پر ان کے ورثاء میں ایک بیوی فراغت النساء اور ماموں زاد بھائی بہن ہیں، ماموں زاد بھائی چار ہیں: صابر حسین، اختر حسین، ذاکر حسین، ساغر حسین، اور ماموں زاد بہنیں پانچ ہیں: چندہ بیگم، رئیسی بیگم، نویسی بیگم، بن بیگم، نور جہاں، شرعی حکم تحریر فرمادیں؟

المستفتی: انوار الحسن فیض گنج مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر واقعی فراغت النساء کو ہبہ کر کے قبضہ دیدیا تھا اور اس کے سرکاری کاغذ بھی تیار کردیئے تھے، تو ایسی صورت میں فراغت النساء اس کی مالک ہوچکی ہے، اور فراغت النساء کی وفات کے بعد جبکہ بوقت وفات اس کے بھائی اور بہنیں کوئی موجود نہ ہوں تو اس کے حقیقی بھتیجے وارث ہوں گے اور بھتیجیاں وارث نہیں ہوتیں، لہٰذا سوالنامہ میں صرف دو بھتیجوں کا ذکر ہے، اگر ان کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے تو مذکورہ مکان دونوں بھتیجوں کے درمیان نصفا نصفی تقسیم ہوگا۔

وتتم الهبة بالقبض الكامل. (شامی، کتاب الهبة کراچی ۵/ ۶۹۰، زکریا ۸/ ۴۹۳)

وتتم الهبة بالقبض الكامل لقوله عليه السلام لاتجوز الهبة إلا مقبوضة. (مجمع الأنهر، کتاب الهبة، دار الکتب العلمیة بیروت ۳/ ۳۹۱، مصری قدیم ۲/ ۳۵۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۱۱۱)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۷/۵/۱۴۳۴ھ

کیا ماموں زاد بھائی بہن وارث ہوسکتے ہیں؟

سوال [۱۱۴۱۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مشیت اللہ کی خود خرید کردہ جائیداد ہے اور اس کی پہلی بیوی کا انتقال ہوگیا، کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی، دوسری بیوی سے بھی کوئی اولاد نہیں ہے، دوسری بیوی آمنہ بیگم ہے، جو زندہ ہے، مشیت اللہ کا کوئی قریبی رشتہ دار نہیں ہے، اس وقت مشیت اللہ کے سگے ماموں زاد بھائی اور بہنیں ہیں، مشیت اللہ کی جائیداد میں سگے ماموں زاد بھائی اور بہنوں کا حصہ ہوتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: عبدالرشید، کاشی پور نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بشرط صحت سوال وبعد ادائے حقوق ماتقدم وعدم موانع ارث اگر مشیت اللہ کے آبائی کوئی رشتہ دار زندہ نہیں ہیں صرف ننہالی رشتہ داروں میں ماموں زاد بھائی بہن زندہ ہیں تو کل جائیداد کو ۴؍ سہام میں تقسیم کر کے ایک موجودہ بیوی کو ملے گا، باقی تین ماموں زاد بھائی بہنوں کو ملے گا۔ (سراجی باب ذوی الارحام) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍ شوال المکرم ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۹۳۳)

بھانجے کے وارث ہونے کی شکل

سوال [۱۱۴۱۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص کا انتقال ہوا، اس کے ورثاء میں ذوی الفروض اور عصبات میں سے کوئی نہیں ہے، ذوی الارحام میں صرف بھانجے اور بھتیجے کی لڑکی ہے تو اس کی وراثت کس طرح تقسیم ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس صورت میں صرف بھانجے وارث ہوں گے اور بھتیجے کی لڑکی محروم ہو جائے گی، کیونکہ ذوی الارحام میں جو اقرب الی المیت ہوتا ہے وہ اولیٰ بالمیراث ہوتا ہے۔

الحكم فيهم كالحكم في الصنف الأول أعني أولٰهم بالميراث أقربهم إلى الميراث. (سراجی فصل فی الصنف الثالث ص: ۴۹)

وتحته في الشريفية بنت الأخت أولى من ابن بنت الأخ لأنها أقرب. (شریفیہ ص: ۱۲۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰/ ربیع الاول ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/ ۱۶۹۱)

کیا بھانجہ وارث ہوسکتا ہے؟

سوال [۱۱۴۱۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ محمد احمد کا انتقال ہوگیا، یہ غیر شادی شدہ تھا، اس کا ایک بھائی مشکور احمد تھا، اس کا انتقال محمد احمد سے پہلے ہو چکا تھا، اور مشکور احمد کی کوئی اولاد نہیں ہوئی، صرف بیوی موجود ہے اور محمد احمد مرحوم کی دو بہنیں تھیں: محمدی، انیسہ خاتون، محمدی کے شوہر کا انتقال محمدی سے پہلے ہو چکا تھا، نیز محمدی کے دو بیٹے ہیں: محمد جاوید، محمد پرویز، محمد پرویز کا انتقال بھی محمدی سے

پہلے ہو چکا تھا، اورانیسہ خاتون کے شوہر کا انتقال بھی انیسہ خاتون سے پہلے ہو چکا تھا، اوران کے بھی دو بیٹے ہیں: محمد عاصم، محمد ناظم، شریعت کی روشنی میں کس کو کتنا حصہ ملے گا؟

نوٹ: محمد احمد کی دونوں بہنوں محمدی، انیسہ خاتون کا انتقال محمد احمد سے پہلے ہو چکا تھا۔

المستفتی: شجاع الرحمٰن سنبھلی گیٹ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: محمد احمد کے ورثاء میں اپنے خاندان کا کوئی بھی مرد زندہ نہیں ہے، اور اسی طرح اس کی کوئی بہن بھی زندہ نہیں رہی، بلکہ اس کی موت کے وقت ایک بہن محمدی کا ایک بیٹا محمد جاوید زندہ رہا، اور دوسری بہن انیسہ خاتون کے دو بیٹے محمد عاصم، محمد ناظم زندہ رہے ہیں، لہٰذا محمد احمد کا سارا ترکہ محمد جاوید، محمد عاصم اور محمد ناظم جو اس کے حقیقی بھانجے ہیں ان تینوں کے درمیان تقسیم ہو جائے گا، لہٰذا ۲۷۰۰۰/ روپئے ان تینوں کے درمیان درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوں گے۔

۳ تداخل $\frac{۹۰۰۰}{۲۷۰۰۰}$ روپئے

میـــــــــــــــــــــــــــــــــــــت

	بھانجہ محمد جاوید	بھانجہ محمد عاصم	بھانجہ محمد ناظم
سہام	۱	۱	۱
ترکہ	۹۰۰۰روپیہ	۹۰۰۰روپیہ	۹۰۰۰روپیہ

کل ۲۷۰۰۰/روپیہ مذکورہ تینوں میں سے ہر ایک کو ۹۰۰۰/روپیہ ملیں گے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/ ذی قعدہ ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۵۳۱)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۱۱/۱۹ھ

ماموں، خالہ وغیرہ شرعی وارث ہیں یا نہیں؟

سوال [۱۱۴۱۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: (۱) مسماۃ فاطمہ زوجہ عبدالحمید مرحوم نے اپنے انتقال پر ایک مکان چھوڑا ہے، اور وارثان میں چار لڑکیاں اور لڑکا چھوڑا، تقسیم پر ان میں سے کس کو کتنا حصہ ملے گا؟

(۲) یہ پانچوں بہن، بھائی شادی شدہ ہیں اور لاولد ہیں، لڑکے نے شادی کے بعد اپنی بیوی کو طلاق دیدی تھی، دوبارہ شادی نہیں کی، اس لیے وہ لاولد رہا، چاروں بہنیں بھی لاولد ہی ہیں، اب اس لڑکے کا بھی انتقال ہو چکا ہے۔

لہٰذا یہ بتانے کی زحمت فرمائیں کہ اس لڑکے کے حصہ کا مالک کون ہوگا؟ چاروں بہنوں میں تقسیم ہوگا یا کسی اور وارث کو بھی پہنچتا ہے، جیسے کہ اس کے چچا یا تایا کی اولادیں ہیں، ننہال میں ماموں وغیرہ اور خالاؤں کی اولادیں ہیں، ان کو تو کچھ نہیں ملے گا؟ اگر ملے گا تو کتنا حصہ ان میں تقسیم ہوگا

المستفتی: محمد شمیم قریشی، اصالت پورہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: فاطمہ کا مکان اولاً چھ حصوں میں تقسیم ہوکر بیٹے کو دو اور چاروں بیٹیوں کو ایک ایک ملے گا، اور اس کے بعد جب بیٹا لاولد فوت ہوگیا، اور اس کی بیوی بھی نہیں ہے تو ایسی صورت میں بیٹے کے دونوں حصے چھ حصوں میں تقسیم ہوکر چاروں بہنوں کو ایک ایک حصہ ملے گا اور باقی دو حصے بیٹے کے تایا، چچا کی نرینہ اولاد کو ملیں گے اور تایا چچا کی نرینہ اولاد کے نام بنام تفصیل سامنے آجائے تو ان کے بارے میں لکھا جا سکتا ہے کہ کس کو کس طریقہ سے کتنا ملے گا؟ اور بیٹے کے ننہال والوں کو نہ اس کی ماں کی طرف سے کچھ پہنچے گا اور نہ اس کی طرف سے لہٰذا ماموں، خالہ اور ان کی اولاد میں سے کوئی بھی اس مکان میں کسی بھی حصہ کا حقدار نہ ہوگا۔

﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ. [النساء: ۱۱]﴾ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰؍ شوال المکرم ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۵۰۴)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۱۰/۳۰ھ

اکلوتے علاتی بھائی کا نصف میراث کا دعویٰ کرنا

سوال [۱۱۴۲۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرے شوہر کا انتقال ہو گیا ہے، میرے شوہر کے ایک لڑکا پہلی بیوی سے ہے، اور مجھ سے دو لڑکے اور ایک لڑکی ہے، لیکن پہلی بیوی والا لڑکا کہتا ہے کہ والد صاحب کے حصہ سے مجھے آدھا ملے گا، آپ سے گذارش ہے کہ شرعاً اس کو کتنا ملے گا اور مجھے اور میری اولاد کو کتنا ملے گا؟

المستفتیہ: نور جہاں بیگم کرولہ مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحت سوال وعدم موانع ارث وبعد ادائے حقوق ماتقدم مرحوم کا ترکہ درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا:

میـــــــــــــــــــــــــت ۸

بیوی	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی
۱	۲	۲	۲	۱
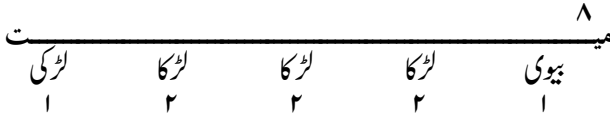
مرحوم کا کل ترکہ ۸؍ سہام میں تقسیم ہو کر بیوی کو ایک سہام اور لڑکوں کو دو، دو اور لڑکی کو ایک سہام ملے گا، پہلی بیوی کے لڑکے کا یہ کہنا کہ والد صاحب کے ترکہ میں سے میں اکیلا آدھے کا حقدار ہوں، صحیح ودرست نہیں ہے، بلکہ والد صاحب کے ترکہ میں سے اس کو بھی دیگر لڑکوں کی طرح دو ہی سہام ملیں گے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶؍ جمادی الثانیہ ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۷۲۷۷)

پاگل بھائی کی دیکھ بھال اور جائیداد کی تقسیم

سوال [۱۱۴۲۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: زید جسمانی وذہنی طور پر کمزور و گونگا بھی ہے، اچھا برا سوچنے وسمجھنے کی صلاحیت اس کو بالکل نہیں ہے، اس کی عمر تقریباً ۵۴/سال ہے، اس کی کوئی اولاد نہیں ہے، کیونکہ اس کی شادی نہیں ہوئی ہے، اور وہ اپنے حقیقی بھائی کی سرپرستی میں انہیں کے ساتھ رہتا ہے، زید کے چار بھائی ہیں، جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

(۱) دو بھائی حقیقی جو زید کی ماں سے ہیں اور ایک بہن جو حیات ہیں۔

(۲) دو بھائی جن کا انتقال ہو چکا ہے، دوسری ماں سے ہیں اور ان کی اولادیں حیات ہیں، زید کی ایک چھوٹی سی جائیداد ہے جس کا وہ تنہا مالک ہے یہ جائیداد اس کو والد سے بذریعہ ہبہ تحریری ملی تھی۔

سوال یہ ہے کہ مندرجہ حالات میں زید کی دیکھ بھال وزید کی ملکیت کا ترکہ کس کو جاتا ہے؟ اور کتنا جاتا ہے؟ زید کی حیات میں یا زید کی وفات کے بعد؟

المستفتی: محمد تحسین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید کی دیکھ بھال اس کے حقیقی بھائیوں کے ذمہ ہے، اس کی زندگی میں شرعاً اس کی جائیداد تقسیم نہیں ہوگی، اس کی جائیداد کا وہی تنہا مالک رہے گا، ہاں البتہ دونوں حقیقی بھائیوں اور حقیقی بہن کی زندگی میں زید کا انتقال ہو جاتا ہے تو اس کی جائیداد پانچ حصوں میں تقسیم ہو کر ہر بھائی کو دو، دو اور بہن کو ایک حصہ ملے گا۔

﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ. [النساء: ۱۱]﴾ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۴/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۷۵۶)

ورثاء میں صرف ایک لڑکی ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال [۱۱۴۲۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ برکتی بیوہ نواسی صاحب کا انتقال ہوا، ورثاء میں صرف ایک لڑکی چھوڑی، جس کا اب انتقال ہوگیا ہے، اوراس کے ایک لڑکا شفیع احمد اور ایک لڑکی حشمہ موجود ہیں، اسی طرح مرحومہ برکتی کے دیور کی اولاد بھی ہے، جن میں سے دولڑکے منشی اور شوکت علی کا انتقال ہوگیا ہے، اور دولڑکے محمد جان اور عبدالعزیز زندہ ہیں، فریقین میں سے کون مرحومہ کا وارث بنے گا؟ ازروئے شرع جائیداد کی تقسیم فرما کر ممنون فرمائیں؟

المستفتی: شفیع احمد رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بشرط صحت سوال وبعد ادائے حقوق ما تقدم وعدم موانع ارث برکتی مرحومہ کا کل ترکہ مرحومہ کی لڑکی کو ملے گا، لڑکی کے انتقال کے بعد اس کے لڑکے اور لڑکی کی طرف منتقل ہوجائے گا، لہٰذا کل ترکہ ۳/ سہام میں تقسیم ہوکر لڑکے شفیع احمد کو ۲/ اور لڑکی حشمہ کو ایک ملے گا، برکتی کے دیور کی اولاد کو شرعاً کچھ نہیں ملے گا۔

الرد ضد العول ما فضل من فرض ذوی الفروض ولا مستحق له يرد على ذوی الفروض بقدر حقوقهم (إلى قوله) ثم مسائل الباب على أقسام أربعة: أحدها أن يكون فی المسئلة جنس واحد ممن يرد عليه عند عدم من لا يرد عليه فاجعل المسئلة من رؤسهم وفی هامشه: وحينئذ تكون المسئلة واحدة. (سراجی ص: ۳۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/ ربیع الثانی ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۱۲۰۰)

پوتوں کا پھوپھیوں کو حصہ دینا

سوال [۱۱۴۲۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید ایک زمیندار صاحب ثروت شخص ہے، اوراس کے کچھ بڑے لڑکے اور کچھ

لڑکیاں ہیں، زید اپنی حیات میں اپنی جائیداد تقسیم کرتا ہے، لڑکوں کو حصہ دیتا ہے، اور لڑکیوں کو حصہ نہیں دیتا ہے، اور پھر تقسیم کے بعد دنیا سے کوچ کر جاتا ہے، پھر زید کے لڑکے بھی اپنی بہنوں کو حصہ نہیں دیتے اور انتقال کر جاتے ہیں، بہر حال وہ جائیداد زید کے پوتوں کے نام آجاتی ہے، زید کی لڑکیوں کی حیات میں، تو کیا اس صورت میں پوتوں کو اپنی پھوپھی کا حصہ دینا لازم اور واجب ہے؟ اور نہ دینے کی صورت میں گنہگار زید ہے یا بیٹے، اور پوتے سب شریک ہیں؟

المستفتی: محمد شہزاد بجنوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر زید نے اپنی زندگی میں جائیداد لڑکوں کو بطور ہبہ مالک بنا کر کے قبضہ میں دیدی ہے تو لڑکے اس جائیداد کے مالک ہو جائیں گے، مگر لڑکیوں کو نہ دینے کی وجہ سے زید سخت گنہگار ہوگا، اور اگر زید نے ہبہ کر کے مالک نہیں بنایا ہے، صرف وصیت کی ہے کہ مرنے کے بعد جائیداد کے مالک لڑکے ہوں گے، لڑکیاں نہیں ہوں گی تو شرعاً ایسی وصیت معتبر نہیں ہے، اور زید کے مرنے کے بعد لڑکیوں کو جائیداد میں سے شرعی حق کے مطالبہ کا حق حاصل ہوگا اور نہ دینے کی صورت میں لڑکے لڑکیوں کے حقوق کے غاصب شمار ہوں گے، اور اللہ کی طرف سے سخت پکڑ ہوگی، اسی طرح جب پوتوں کو معلوم ہے کہ ان کی پھوپھیوں کا حق دبایا گیا ہے، تو ان کا فرض بنتا ہے کہ پھوپھیوں کا حق نکال کر دیدیں اگر نہیں دیں گے تو پوتے بھی گنہگار رہوں گے۔

وتتم الهبة بالقبض الكامل (تحته في الشامية) فيشترط القبض قبل الموت. (در مختار مع الشامی، کتاب الهبة، زکریا ۸/۴۹۳، کراچی ۵/۶۹۰)

لايتم التبرع إلا بالقبض. (قواعد الفقه اشرفی ص: ۱۰، قاعده: ۲۶۲)

عن أنس بن مالك –رضي الله عنه– قال: قال رسول الله ﷺ: من فر من ميراث وارثه، قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة. (سنن ابن ماجه، باب الحيف في الوصية، النسخة الهندية ۲/۱۹۴، دار السلام رقم: ۲۷۰۳)

عن ابن عباس قال: قال رسول الله ﷺ: لاتجوز وصية لوارث، إلا

إن شاء الورثة. (السنن الكبرىٰ للبيهقى، باب نسخ الوصية للوالدين والأقربين، دار الفكر ٣٥٦/٩، رقم: ١٢٧٩٧ – ١٢٧٩٨، سنن الدار قطنى، دار الكتب العلمية بيروت ٨٦/٤، رقم: ٢٤٥١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۶؍محرم الحرام ۱۴۳۴ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۰۹۲۹)	۶؍۱؍۱۴۳۴ھ

۸ باب استحقاق الإرث و عدمه

اولاد کو زندگی میں تقسیم کے مطالبہ کا حق نہیں

سوال [۱۱۴۲۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: نذیر احمد کے دو بیٹے، فیروز وجمشید، چار بیٹیاں اور بیوی زبیدہ ہیں، نذیر نے احمد اپنی پشتینی زمین میں سے بیچ کر چاروں لڑکیوں کو ان کا حق وحصہ دیدیا اور فیروز کو اس کے مطالبہ پر چار لاکھ روپیہ قرض دیا، نذیر احمد کا فیروز سے کچھ اختلاف ہوگیا، نذیر احمد نے قرض کی رقم کا تقاضہ شروع کر کے تقریباً پچاس ہزار روپیہ حاصل کیا، اس کے بعد نذیر احمد نے ایک پنچایت بلائی، جس میں اپنے ہم موافق عبد السبحان، شفیع احمد، اور محمد کو پنچ منتخب کیا، فیروز پریشان حال نے مولوی احمد اللہ کو پنچایت میں شامل کروایا، (نذیر احمد کے پاس تین منزلہ مکان تقریباً ۳۲/ کڑی رقبہ کا، ایک نیم تعمیر شدہ مکان ۸/ کڑی رقبہ کا ایک احاطہ، چار بسہ کی ایک دوکان تقریباً تین کڑی رقبہ کی، ایک ماروتی کار کے علاوہ گھریلو تمام اثاثہ ہیں) پنچایت میں نذیر احمد اور ہم موافق کا جارحانہ رویہ رہا، فیروز کو بری طرح گھر سے نکالنا چاہا، مگر مولوی احمد اللہ کی زبردست کوششوں سے نذیر احمد فیروز کو صرف ۸/ کڑی کا نیم تعمیر شدہ مکان اور تین کڑی رقبہ کی دوکان مع رجسٹری دینے پر آمادہ ہوئے، موقع کی نزاکت دیکھ کر مولوی احمد اللہ نے ۴/۶/ ۲۰۰۶ء کو ایک پنچایت نامہ لکھا جس کی فوٹو کاپی استفتاء کے ساتھ منسلک ہے:

(۱) پنچ نامہ پر ایک فریق زبیدہ کے دستخط نہیں ہیں۔

(۲) زبیدہ کے ذریعہ فیروز کے مکان کی رجسٹری ہونا طے تھی، مگر زبیدہ نے پنچوں سے رجسٹری کرنے سے انکار کردیا۔

(۳) نذیر احمد نے جمشید کو ۳۲/ کڑی رقبہ کا تین منزلہ مکان نیز فیروز کے علم کے بغیر چار بسہ کا احاطہ ماروتی کار و گھریلو تمام اثاثہ بھی دیدیا۔

(۴) نذیر احمد دماغی مریض تھے، مستقل زیر علاج رہتے تھے، ۲۳/۱۰/۲۰۰۸ء کو انتقال کر گئے۔

(۵) پنچایت میں ہی فیروز نے نذیر احمد کو ایک لاکھ روپئے نقد لوٹا دیئے۔

(۶) پنچ نامہ میں نذیر احمد کے دونوں مکان و دوکان اور احاطہ کے رقبہ اور مالیت کا ذکر نہیں ہے، اب سوال یہ ہے کہ:

(۱) کیا ایک فریق زبیدہ کے دستخط کے بغیر یہ پنچ نامہ شرعی طور پر درست ہے؟

(۲) کیا زبیدہ کے ذریعہ پنچنامہ کی خلاف ورزی سے اس کی شرعی حیثیت باقی ہے؟

(۳) کیا نذیر احمد کے دباؤ میں پنچوں کے ذریعہ لیا گیا فیصلہ شرعی ہے؟

(۴) کیا نذیر احمد کے ذریعہ فیروز کو دیا گیا حصہ شریعت کے مطابق ہے؟

المستفتی: فیروز کمال صدر چوک مئوناتھ بھنجن

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نذیر احمد اپنی زندگی میں اپنی ساری جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ کے خود مالک ہیں اور ان کی زندگی میں ان کی اولاد میں سے کسی کو کسی قسم کے حق کا مطالبہ کرنا درست نہیں ہے، سوالنامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فیروز احمد کا بیٹا ہے اور بیٹا باپ کی جائیداد میں فریق نہیں ہوتا ہے اور زبیدہ فیروز کی ماں ہے، فریق نہیں ہے، اس لیے پورے سوالنامہ کے جواب کا حاصل یہی ہے کہ دونوں بیٹوں میں سے کسی کو بھی فریق بن کر باپ سے کسی بھی طرح کے حق کے مطالبہ کرنے کا حق نہیں ہے، ہاں البتہ باپ اپنی مرضی سے بخوشی کچھ دینا چاہے تو باپ کو اختیار ہے اور باپ کے اوپر کسی کا دباؤ ڈالنا جائز نہیں ہے اور باپ کا فریق بن کر کے جائیداد دلوانے کے لیے پنچ نامہ جو بنوایا گیا ہے وہ غیر شرعی ہے اس لیے کہ باپ کے اوپر پنچوں کے ذریعہ سے دباؤ ڈالنے کا حق نہیں ہے۔

قال مشائخ بلخ: الإرث یثبت بعد موت المورث. (البحر الرائق، کتاب الفرائض، زکریا ۹/۳٦٤، کوئٹه ۸/٤۸۸، الفتاویٰ التاتارخانیة زکریا ۲۰/۲۱۵، رقم: ۳۳۰۷۸، الموسوعة الفقهية الكويتية ۱۱/۲۱٤)

وفي الخانية: زوج بنيه الخمسة في داره و كلهم في عياله واختلفوا في المتاع فهو للأب وللبنين الثياب التي عليهم لا غير. (شامی، مطلب: اجتمعا في دار واحدة واكتسبا...... زکریا ۶/ ۵۰۲، کراچی ۴/ ۳۲۵)

إذا كان الولد في عيال أبيه ومعينا له يكون جميع ما تحصل من الكسب لأبيه. (الفتاویٰ الكاملية ص: ۵۱، بحواله فتاویٰ عثمانی ۳/ ۵۲)

المالك هو المتصرف في الأعيان المملوكة كيف شاء من الملك. (بیضاوی شریف رشید ۱/ ۷، شرح المجلة رستم اتحاد ۱/ ۶۵۴، رقم المادة: ۱۱۹۲، البنايه اشرفیه دیوبند ۸/ ۲۱۹)

لايجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولايته. (شامی، کتاب الغصب، مطلب فيما يجوز من التصرف بمال الغير...... زکریا ۹/ ۲۹۱، کراچی ۶/ ۲۰۰، الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۸/ ۲۹۶) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۱۳؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۰۹۷)	۱۴۳۴/۵/۱۳ھ

موت سے پہلے کسی کے مال میں وراثت جاری نہیں ہوتی

سوال [۱۱۴۲۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میں اپنے والدین کی سب سے بڑی اولاد ہوں، میرے دو چھوٹے بھائی اور ایک لے پالک بہن ہے، میں شادی شدہ ہوں، میرا کھانا پینا، والدین سے الگ ہے، لیکن ابھی سب لوگ ایک ہی گھر میں رہتے ہیں، میری والدہ میری بیوی کو بہت پریشان کرتی ہیں، اور بھائیوں سے بھی گالیاں دلواتی ہیں، وہ چاہتی ہیں کہ میں یہ گھر چھوڑ کر کہیں چلا جاؤں، اور میں اس حالت میں نہیں ہوں کہ کہیں کرایہ کا مکان لے سکوں:

(۱) دریافت یہ کرنا ہے کہ کیا ان حالات میں جبکہ آپس میں نبھاؤ نہیں ہو پا رہا ہے، والدین

کی یہ ذمہ داری ہے کہ مکان تقسیم کردیں تاکہ آپسی لڑائی جھگڑا ختم ہوجائے، اورسکون نصیب ہو۔

(۲) میرے والد نے اپنے دادالٰہی مکان میں سے تقریباً ۲۵ رگز جگہ مجھے دیدی تھی، جس کی قیمت ڈیڑھ لاکھ روپیہ تھی، میں نے اس پر قبضہ کرکے تعمیر شروع کردی تھی، لیکن پھر تایا وغیرہ سے تنازع ہوا اور مجبور ہوکر والد صاحب نے ان کے ہاتھ فروخت کردی اوراس کی قیمت سے والد صاحب نے دونوں چھوٹے بھائیوں کو کاروبار کرادیا، اس میں سے مجھ کو کچھ نہیں دیا، تو کیا شرعاً یا اخلاقاً مجھے بھی حصہ ملنا چاہیے یا نہیں؟

(۳) ایک مکان والدہ کے نام ہے جس کی قیمت ساڑھے تین لاکھ روپیہ ہوگی، کیا اس میں میرا حق ہوتا ہے یا نہیں؟

(۴) والدہ کہتی ہیں کہ اگر میرے پاس رہنا ہے تو بیوی کو طلاق دو تو کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد عارف اصالت پورہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: (۱) انتقال سے پہلے پہلے مکان باپ کی ملکیت ہے، کسی وارث کا اس میں کوئی حق نہیں ہے، اس لیے شرعاً باپ کی یہ ذمہ داری نہیں کہ وہ مکان اپنی اولاد کے درمیان تقسیم کرے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۴/ ۴۳۸، جدید ڈابھیل ۲۰/ ۲۳۷)

إن حقيقة الملك للوارث تثبت عند موت المورث وقبل الموت تثبت مجرد حق الملك. (البنايه، كتاب الفرائض، اشرفيه ديوبند ۱۳/ ۳۹۴)

قال مشائخ بلخ: الإرث يجرى بعد موت المورث. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۲۰/ ۲۱۵، رقم: ۳۳۰۷۸)

(۲) جب آپ کے والد نے ۲۵ رگز جگہ آپ کو دیدی اور آپ نے اس پر قبضہ بھی کرلیا تو اس جگہ کے آپ مالک ہوگئے، جب والد صاحب نے آپسی نزاع کی وجہ سے وہ جگہ فروخت کردی تو ان پر لازم تھا کہ اس کی قیمت آپ کو دیتے، والد صاحب کا اس زمین کو فروخت کرکے اس کی قیمت سے چھوٹے بھائیوں کو کاروبار کرانا شرعاً جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۷/ ۲۵۴)

عن سمرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم: قال: إذا كانت الهبة لذى رحم محرم لم

یرجع فیها. (مستدرك حاكم، كتاب البيوع، مكتبه نزار مصطفیٰ الباز جديد ۳/ ۸۷٦، قديم ۲/ ٦۰، رقم: ۲۳۲٤)

ولا یرجع فی الهبة من المحارم بالقرابة كالأباء والأمهات وإن علوا، والأولاد وإن سفلوا، وأولاد البنين و أولاد البنات فی ذٰلک سواء. (فتاویٰ خانية، فصل فی الرجوع فی الهبة، زكريا جديد ۳/ ۱۸۸، وعلی هامش الهندية ۳/ ۲۷۲، شامی زكريا ۸/ ۵۱۲، كراچی ۵/ ۷۰٤)

(۳) جومکان والدہ کے نام ہے، ان کے انتقال سے پہلے کسی وارث کا اس میں کوئی حق نہیں ہے، ان کے انتقال کے بعد حسب ضابطہ شرعیہ آپ کا بھی اس میں حق ہوگا۔
(مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۴/ ۴۴۱، ڈابھیل ۲/ ۲۳۷)

لأن حقیقة الملک للوارث تثبت عند موت المورث وقبل الموت تثبت مجرد حق الملک. (البنايه، كتاب الفرائض، اشرفيه ديوبند ۱۳/ ۳۹٤)

قال مشائخ بلخ: الإرث یجری بعد موت المورث. (الفتاویٰ التاتارخانية ۲۰/ ۲۱۵، رقم: ۳۳۰۷۸)

(۴) بلاوجہ شرعی طلاق دینا کفران نعمت ہے، جو اللہ تعالیٰ کو ازحد ناپسند اور مبغوض ہے، اگر بیوی میں اخلاقی، معاشرتی کسی قسم کی خرابی نہیں ہے، اور بلاوجہ آپ کی والدہ آپ کو طلاق دینے پر مجبور کررہی ہیں تو ایسی صورت میں آپ پر ان کی اطاعت ضروری نہیں ہے، بلاوجہ بیوی کو طلاق دینا ظلم اور قابل مواخذہ فعل ہے، اس لیے آپ کے لیے اپنی بیوی کو طلاق دینا جائز نہیں ہے، آپ کسی اور طریقے سے اپنی ماں کو خوش کرنے کی کوشش کریں۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۴/ ۱۵، ڈابھیل ۱۹/ ۳۲)

وأما الطلاق فإن الأصل فیه الحظر ...... والإباحة للحاجة إلی الخلاص فإذا كان بلا سبب أصلا لم یكن فیه حاجة إلی الخلاص بل یكون حمقا و سفاهة رأی و مجرد كفران النعمة. (شامی، كتاب الطلاق زكريا ٤/ ٤۲۸، كراچی ۳/ ۲۲۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲؍ رجب المرجب ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۰/ ۷۷۴۹)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۲؍ ۷؍ ۱۴۲۳ھ

باپ کی وفات کے بعد جائیداد سے اولاد کا حق متعلق ہوتا ہے

سوال [۱۱۴۲۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مکان جو ۶۲ر گز کی آراضی میں تین منزل بنا ہوا ہے، میرے نام رجسٹری شدہ ہے، میرے شوہر بھی حیات ہیں، میرے تین لڑکے ہیں جن میں سے دو بڑے لڑکوں کی شادی ہوگئی ہے، اور ابھی چھوٹا لڑکا کنوارا ہے، میری چھ لڑکیاں ہیں ان میں سے ایک شادی شدہ لڑکی کا انتقال ہوگیا ہے، اس کے بچے حیات ہیں، میری باقی پانچوں لڑکیاں بھی شادی شدہ ہیں۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس مکان میں سے ہم دونوں میاں بیوی اور ہمارے لڑکوں اور لڑکیوں کا کتنا کتنا حصہ بنتا ہے، یہ مکان دو منزل تک میرے شوہر نے بنوایا ہے، اور تیسری منزل پر ایک ایک کمرہ ہمارے شادی شدہ دونوں لڑکوں نے بنوایا ہے، ہمارے ان دونوں لڑکوں کا کہنا ہے کہ ہم نے جو اس مکان میں کمرہ وغیرہ بنوانے میں روپیہ خرچ کیا ہے، ہمارے حصوں کے ساتھ ہمیں وہ روپیہ بھی واپس ملنا چاہیے، واضح ہو کہ ہمارے یہ دونوں لڑکے ہمارے اسی مکان میں اپنے بچوں کے ساتھ رہتے ہیں، آپ سے التماس ہے کہ از روئے شرع مطلع فرمائیں کہ اس مکان میں کس کا کتنا حصہ بنتا ہے؟ کیا دونوں بیٹوں کو وہ روپیہ بھی واپس دینا ضروری ہے، جو انہوں نے اس مکان میں کمرہ وغیرہ بنوانے میں لگایا ہے؟

المستفتی: ڈاکٹر عبدالرشید ساکن محلہ کٹار شہید مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ مکان کے مالک آپ تنہا ہیں، آپ کی حیات میں آپ کی اولاد کا وراثت کا مطالبہ درست نہیں ہے، اس لیے کہ اولاد کا حق اس مکان میں آپ کی وفات کے بعد متعلق ہوگا اور اوپر کے دونوں کمرے اگر مذکورہ دونوں بچوں نے باپ کی فیملی میں رہ کر کما کر کے بنائے ہیں تو وہ دونوں کمرے بھی باپ ہی کی ملکیت ہیں، تو ایسی صورت میں بیٹوں کا ان کمروں کی تعمیر میں خرچہ کا الگ سے مطالبہ کرنا درست نہیں ہے،

اور باپ کی زندگی میں پورا مکان تینوں منزلوں کے ساتھ باپ ہی کی ملکیت ہے، اس میں کسی کا حق نہیں ہے، اور زندگی میں باپ سے حصہ مانگنے کا حق کسی بھی اولاد کو نہیں ہے، اور باپ اپنی زندگی میں اپنی ملکیت میں جس طرح چاہے تصرف کرسکتا ہے اور اگر آپ نے اپنے شوہر کو زمین پر تعمیر کی اجازت دی ہے تو اگرچہ زمین آپ کی ہے مگر عمارت شوہر کی شمار ہوگی، لہٰذا اس عمارت میں اولادوں کا حصہ داری کا دعویٰ کرنا درست نہیں ہے۔

قال مشائخ بلخ: الإرث يجري بعد موت المورث. (الفتاویٰ التاتارخانية ۲۰/۲۱۵، رقم: ۳۳۰۷۸)

وفي الخانية: زوج ...... بنيه الخمسة في داره و كلهم في عياله واختلفوا في المتاع فهو للأب وللبنين الثياب التي عليهم لا غير. (شامی، مطلب: اجتمعا في دار واحدة واكتسبا...... زكريا ۶/۵۰۲، كراچی ۴/۳۲۵)

إذا كان الولد في عيال أبيه ومعينا له يكون جميع ما تحصل من الكسب لأبيه. (الفتاویٰ الكاملية ص: ۵۱، بحواله فتاویٰ عثمانی ۳/۵۲)

المالک هو المتصرف في الأعيان المملوكة كيف شاء من الملک. (بيضاوی شريف رشيديه ۱/۷، شرح المجلة رستم اتحاد ۱/۵۶۴، رقم المادة: ۱۱۹۲، البنايه اشرفيه ديوبند ۸/۲۱۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۰۹۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۴/۵/۱۳ھ

ترکہ میں بلا ثبوت دعویداری کالعدم ہے

سوال [۱۱۴۲۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: دس سال پہلے میں اور میری والدہ مکان کے سلسلے میں بہت پریشان تھیں، لوگوں کی بڑی خوشامد کی تو انہوں نے والدہ صاحبہ کو ایک مکان رہنے کے لیے دیدیا، دیتے وقت انہوں نے والدہ صاحبہ سے کہا کہ تم اکیلی ہو، تمہارے ساتھ کون رہے گا، تو انہوں نے کہا کہ

میری بیٹی چمن رہے گی، لکھت میں میرا نام ہے یا نہیں، اس بارے میں یقین سے ابھی نہیں کہا جا سکتا، کیونکہ کاغذ ہمارے پاس نہیں ہے، جنہوں نے مکان دیا ہے، ان کے پاس ہے، کاغذ ملنے پر پتہ چلے گا، والدہ صاحبہ کے صحن میں میں نے اپنے پیسے سے دو کمرے بنوائے اور میں اس میں رہنے لگی، کچھ دنوں کے بعد میری والدہ صاحبہ نے بہت سے لوگوں سے میری بیٹی کے لیے یہ کہنا شروع کردیا کہ یہ مکان میرے مرنے کے بعد میری نواسی آبگینہ کا ہے، انتقال سے پندرہ دن پہلے والدہ صاحبہ نے اپنے بڑے داماد سے کہا کہ یہ مکان میں مسجد کے نام کروں گی، پھر ان کا انتقال ہوگیا، انتقال کے چار پانچ روز کے بعد میرے بھانجے داماد نے کہا کہ مرحومہ کہہ کرگئی ہے، کہ سب تمہارا ہے، میری والدہ صاحبہ کے کچھ زیور اور کچھ روپئے موجود ہیں، ایک پوتا اور دو بیٹیاں ہیں، چمن بیگم، پھول بیگم، پھول بیگم کے تین لڑکیاں ہیں، چمن بیگم کے دو لڑکیاں ہیں اور دو لڑکے ہیں، لہٰذا علماء دین اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

المستفتیہ: چمن بیگم رفعت پورہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ کی والدہ کی طرف منسوب کر کے دعویٰ کرنے والے کئی طرح کے لوگ ہیں، اور کئی قسم کا دعویٰ ہے، اور کسی قسم کے دعویٰ کے لیے شرعی ثبوت نہیں ہے، اور نہ ہی کوئی معتبر دستاویز ہے، اس لیے ان دعویٰ داروں میں سے کسی کو نہیں ملے گا بلکہ شرعی ورثاء کے درمیان حصص شرعی کے طور پر تقسیم ہوگا، اگر دینے والے نے آپ کی والدہ کے ساتھ آپ کا نام بھی کاغذ میں لکھا ہے، اور دونوں کا برابر لکھا ہے، تو نصف آپ کا اور نصف والدہ کے ورثاء کا ہے جس میں آپ بھی شامل ہوں گی، آپ اپنی والدہ کی اولاد کی تعداد اور تفصیل تحریر فرمائیں اس کے بعد تقسیم کا نقشہ پیش کیا جا سکتا ہے۔

إنه متى عرف بثبوت الشيئ من طريق الإحاطة والتيقن فهو على ذٰلك مالم يتيقن بخلافه. (قواعد الفقه اشرفی دیوبند ص:۲۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱؍صفر المظفر ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۹۲۱/۳۶)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۲۴/۲/۱۲ھ

مرحوم کی ملکیت میں اپنا دعویٰ کرنا

سوال [۱۱۴۲۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید نے پانچ ایکڑ زمین ترکہ میں چھوڑی، زید کی وفات کے بعد ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ یہ میری زمین ہے، لیکن دعویدار کے پاس کوئی سرکاری کاغذات وغیرہ نہیں ہیں، اسی طرح دوسرے شخص نے دعویٰ کیا کہ اس زمین میں دو ایکڑ زمین میری ہے، اس لیے کہ زید نے مجھ سے روپئے قرض لیے تھے، اور کہا تھا کہ میں واپس کردوں گا، ورنہ میری دو ایکڑ زمین لے لینا، اس دعویدار کے پاس بھی کوئی سرکاری کاغذات ثبوت کیلئے نہیں، تیسرے شخص نے کہا کہ میری بھی ایک ایکڑ زمین اس میں ہے، اس کے پاس بھی کوئی ثبوت کیلئے نہیں ہے، زید کے لڑکے نے کہا کہ پوری زمین میرے والد صاحب کی تھی، لہٰذا پوری زمین کا مستحق میں ہوں، زید کی بیماری طویل تھی، زمانۂ مرض میں ہم کو یا کسی بااثر آدمی کو کیوں نہیں بتلایا گیا نیز اب بھی اگر کوئی سرکاری ثبوت پیش کردے تو میں زمین دینے کے لیے تیار ہوں، زید نے جس شخص سے زمین خریدی تھی سرکاری کاغذات ابھی اس کے پاس ہی ہیں، البتہ اس کا کہنا ہے کہ میں نے اپنی زمین زید کو فروخت کی تھی، اور زید کئی سالوں سے وفات تک زمین کو بوتا رہا، اب ایسی صورت میں دعویداروں کو کچھ حصہ ملے گا یا پوری زمین زید کے لڑکے کو ملے گی؟

المستفتی: محمد ناظم الدین اکولہ، ناسک مہاراشٹر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شریعت میں کسی مرحوم کی ملکیت میں حق ثابت کرنے کے لیے شرعی ثبوت لازم ہے، اور شرعی ثبوت سرکاری کاغذات یا شرعی گواہ کا ہونا لازم ہے اور سوالنامہ میں مذکورہ تینوں مدعیوں میں سے کسی کے پاس بھی ایسا شرعی ثبوت موجود نہیں ہے، اس لیے ان تینوں دعویٰ کرنے والوں میں سے کسی کو بھی اس زمین میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا، اور ساری زمین زید کے لڑکے ہی کی شمار ہوگی۔

وإذا ادعى الرجلان أرضا يعني يدعى كل واحد منهما أنها في يده لم يقض أنها في يد واحد منهما حتى يقيما البينة (إلى قوله) فلا تستحق لأحدهما بغير حجة. (هدايه، قبيل باب دعوى النسب ۳/۲۲۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۸۸۵۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۶/۱۲ھ

تمام شرعی ورثاء کو حصۂ وراثت دینا لازم

سوال [۱۱۴۲۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید نے چودہ بیگہ آراضی چھوڑی، اپنے وارثوں میں تین لڑکے عامر، شاہد، اور راغب چھوڑے، اور ایک لڑکی زاہدہ چھوڑی، لیکن لڑکی زاہدہ کا حصہ زید نے اپنی زندگی میں کچھ چیز یا رقم دے کر ادا کر دیا، باقی رہے، تین لڑکے عامر، شاہد اور راغب یہ چودہ بیگہ زمین کے برابر کے حصہ دار ہوئے، عامر نے جب انتقال کیا تو اپنے وارثوں میں دو بیویاں اور پانچ لڑکے چھوڑے اور دو لڑکیاں چھوڑیں۔ اور شاہد نے تین لڑکے اور دو لڑکیاں چھوڑیں۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ شاہد اور راغب کے لڑکے اس چودہ بیگہ آراضی پر قابض ہیں جو کہ زید نے چھوڑی ہے اور عامر کی اولاد بھی اس زید کے ترکہ کی برابر کی حصہ دار ہے، کیونکہ یہ ان کے ہی باپ اور دادا کا ترکہ ہے، عامر کے لڑکے شاہد اور راغب کے لڑکوں سے اپنے حصے کو علیحدہ کرنا چاہتے ہیں، جو کہ ان شاہد و راغب کی اولادوں کے ساتھ مشترک ہے، جو چاہتے ہیں وہ کرتے ہیں ان کو نہ تصرف دینا چاہتے ہیں، اور نہ زمین کا ماحصل دیانتداری سے دیتے ہیں، اس وجہ سے عامر کے لڑکے فائق وشائق وناظم وطاہر اپنے تیسرے حصے کو جو عند اللہ ان کا ہے، علیحدہ کرنا چاہتے ہیں، لیکن ان دونوں چچاؤں کے لڑکے اس تیسرے حصہ کو تقسیم کر کے نہیں دینا چاہتے، لہٰذا بحوالہ کتب معتبرہ حکم شریعت بتایا جائے کہ تیسرا حصہ جو کہ زید کی متروکہ جائیداد میں فائق وشائق وناظم وطاہر کا ہے اس کو تقسیم کرنا ضروری وواجب

ہے یا نہیں؟ اور نہ تقسیم کرنے کی صورت میں تقسیم نہ کرنے والوں کے لیے حکم شرعی کیا ہے؟

المستفتی: عبدالحفیظ محلّہ کٹکوئی امروہہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عامر کی اولاد کا حق ان کو علیحدہ تقسیم کرکے دیدینا واجب اور لازم ہے، اور اگر دوسرے شرکاء ان کے حقوق تقسیم کرکے ان کو حوالہ نہیں کریں گے تو سخت گنہگار ہوں گے۔

إذا كان كل واحد من الشركاء ينتفع بنصيبه قسم بطلب أحدهم لأن القسمة حق لازم فيما يحتملها عند طلب أحدهم. (هدايه، كتاب القسمة، فصل فيما يقسم ولا يقسم، اشرفی دیوبند ٤/٤١٣) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح	کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ	۲۳؍ ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ
۱۴۱۵/۱۲/۲۳ھ	(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۴۲۶۴)

جائیداد میں بیٹوں کے درمیان برابری ضروری ہے

سوال [۱۱۴۳۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جب میرے شوہر بیمار ہوئے ۱۹۸٦ء یا ۱۹۸۵ء میں اور ان کی حالت ناساز ہوئی تو انہوں نے میرے بیٹے محمد افضل عرف جلال کو بلوایا اور یہ کہا کہ میری طبیعت خراب ہے، کسی وقت بھی کچھ بھی ہوسکتا ہے، اگر اس درمیان کچھ بھی ہوجاتا ہے اور میں اللہ کو پیارا ہو جاتا ہوں تو میرے بعد جو میرے بچے اور بچیاں ہیں ان کی تم پرورش اور جائیداد وغیرہ کا بٹوارہ کیسے کروگے، کیونکہ یہ بچے چھوٹے ہیں، اور اسکول جاتے ہیں اور کسی روزگار میں شامل نہیں ہیں، میرے بعد جو کچھ بھی ہے شہر سے کرولہ تک ان سب کے تم اور وہ برابر کے مالک ہو یہ میرے شوہر نے کہا تو میرا بیٹا افضل عرف جلال نے یہ کہا کہ یہ معاہدہ مجھے منظور نہیں ہے، اگر برابر سے بانٹنا ہے تو آج ہی اور ابھی بانٹیے تو میرے شوہر نے کہا کہ یہ بچے ہیں روزگار

کیسے چلے گا؟ کاروبار کیسے چلے گا؟ اس کا حل کیا ہے؟ تو میرے بیٹے نے جواب دیا کہ برابر سے بانٹنا ہے، تو آج ہی بانٹو، ابھی میرے جسم کے اندر طاقت اور جان ہے، اور کمانے کی طاقت اور قوت رکھتا ہوں، چونکہ جب آپ کے بچے بڑے ہوں گے اور برابر سے بانٹوں گا تو میں نے کیا کمایا؟ تو میرے شوہر نے کہا: کہ اس کا حل کیا ہے بتاؤ؟ تو میرے بیٹے نے کہا کہ وہ کام کروں گا جو ایک باپ اپنی اولاد کے لیے کرتا ہے، ان کی شادی کروں گا، انہیں مکان دوں گا، رہنے کے لیے، انہیں کاروبار کراؤں گا جو بھائی ساتھ رہے گا اسے ساتھ رکھوں گا، یہ بات میرے بیٹے نے میری موجودگی میں میرے بڑے بھائی محمد سلطان کی موجودگی میں میری نند سروری کی موجودگی میں کہی، کہ یہ ساری ذمہ داری پوری کروں گا، لیکن برابر سے نہیں بانٹوں گا، اس لیے میرے شوہر نے اقرار کیا، راضی اور خوشی سے میرے بیٹے کی اس بات کو، ہم تینوں میں سے ایک اللہ کو پیارا ہو گیا اور میرے بیٹے نے جو وعدہ اپنے باپ سے کیا تھا وہ بخوبی انجام دیا، اور میں اپنے بیٹے سے راضی ہوں اور اس نے یہ کام انجام دے دیا، اب جو جائیداد میرے نام ہے اور میرے شوہر کے نام ہے اس جائیداد میں میرے چھوٹے بیٹے ہیں ان کا کتنا حق بنتا ہے؟ میری اور میرے شوہر کی جو جائیداد ہے اور جس پر میرے بیٹے نے کہا تھا کہ میں برابر کا نہیں دوں گا، کیا اس جائیداد میں میرے چھوٹے بچوں کا حق برابر کا ہے یا نہیں؟

نوٹ: میرے بیٹے محمد افضل عرف جلال نے جو وعدہ میرے شوہر سے کیا تھا وہ میرے ایک بیٹے محمد معظم کے ساتھ پورا نہیں کیا تو اس بیٹے کا کتنا حق بنتا ہے، اس جائیداد میں جو میرے اور میرے شوہر کے نام ہے؟

المستفتیہ: شاہجہاں چاندوالی مسجد گل شہید مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوالنامہ بغور پڑھا گیا اس کا حکم شرعی یہی ہے کہ باپ کی موت کے بعد اس کی تمام جائیداد میں اس کے لڑکے برابر کے حقدار ہوں گے، اور بڑے بیٹے افضل نے جو کہا ہے کہ میں برابر نہیں دوں گا، اور اس کو باپ نے قبول کیا ہے تو اس کو باپ کی طرف سے بڑے بیٹے افضل کو زیادہ دینے کے بارے میں وصیت کے درجہ میں

قرار دیا جاسکتا ہے، اور کسی ایک وارث کو زیادہ دینے اور دوسرے وارث کو کم دینے کی وصیت شریعت میں نافذ نہیں ہوتی؛ اس لیے چھوٹے بیٹے معظم کو بھی بڑے بیٹے افضل کے برابر ملے گا، چھوٹے بیٹے کے حق میں کمی کرنے کا حق کسی کو نہیں۔

اسی طرح جو ماں کے نام کی جائیداد ہے اس میں بھی سب بیٹے برابر کے حقدار ہوں گے، البتہ بیٹیاں ماں باپ کی میراث میں بیٹوں کے آدھے کا حقدار ہوتی ہیں۔

﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ. [النساء: ۱۱]﴾

قال الآلوسی فی تفسیره: وإيثار اسمی الذکر والأنثیٰ للتنصیص علی استواء الکبار والصغار من الفریقین فی الاستحقاق من غیر دخل للبلوغ والکبر فی ذٰلک أصلا. (روح المعانی، سوره نساء زکریا ۳/ ۳۳۹)

عن أبی أمامة الباهلی –رضی الله عنه– قال: سمعت رسول الله ﷺ یقول فی خطبته عام حجة الوداع، إن الله تبارک وتعالیٰ قد أعطیٰ کل ذی حق حقه فلا وصیة لوارث. (سنن الترمذی، باب ما جاء لا وصیة لوارث، النسخة الهندیة ۲/ ۳۲ دار السلام رقم: ۲۱۲۰، سنن أبی داؤد، الوصایا، باب ماجاء فی الوصیة للوارث، النسخة الهندیة ۲/ ۳۹٦، دار السلام رقم: ۲۸۷۰، سنن ابن ماجه، لاوصیة لوارث، النسخة الهندیة ۲/ ۱۹٤ دار السلام رقم: ۲۷۱۳، مصنف عبد الرزاق، المجلس العلمی بیروت ٤/ ۳٤۸، رقم: ۷۲۷۷)

الإرث جبری لا یسقط بالإسقاط. (تکملة رد المحتار، مطلب: واقعة الفتاویٰ، کراچی ۷/ ۵۰۵، زکریا ۱۱/ ٦۷۸)

ولاتجوز لوارثه لقوله علیه السلام إن الله أعطی کل ذی حق حقه ألا لاوصیة للوارث، ولأنه یتأذی البعض بإیثار البعض ففی تجویزه قطیعة الرحم. (هدایه کتاب الوصایا، رشیدیه ٤/ ٦٤١، اشرفی دیوبند ٤/ ٦۵۷)

لواجتمع إخوة یعملون فی ترکة أبیهم و نما المال فهو بینهم سویة ولو اختلفوا فی العمل والرائ. (شامی، مطلب اجتمعا فی دار واحدة واکتسبا …… زکریا ٦/ ۵۰۲، کراچی ٤/ ۳۲۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵ رشوال المکرم ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۱۸۹)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۵/ ۱۰/ ۱۴۳۱ھ

باپ سے ملی ہوئی جائیداد میں بیٹوں کا برابر کا حصہ

سوال [۱۱۴۳۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرے والد صاحب دو بھائی تھے، ایک کا نام طارق دوسرے کا نام عابد تھا، والد سے ملا ہوا ایک مکان گاؤں کے اندر تھا، یہ مکان طارق نے لے لیا اور دوسرے بھائی عابد سے کہا کہ آپ گاؤں کے پڑوس والے کھیت میں مکان بنالو، عابد نے کھیت والی زمین میں مکان بنالیا جو کافی بڑی زمین تھی، اور گاؤں کے اندر والے مکان سے تقریباً چار گنا تھی، مکان بننے کے بعد اچھی خاصی زمین بچ گئی، جس میں دونوں بھائی الگ الگ کھیتی کرتے رہے، پھر چک بندی ہوئی اور چک بندی میں دونوں بھائی طارق اور عابد کے نام درج ہوگئے، لیکن بعد میں آبادی سے متصل ہونے کی وجہ سے اس میں کھیتی کا کام نہیں ہو پا رہا تھا، اور جس کا مکان وہاں تھا اسی کے قبضہ میں رہی۔

تو دریافت یہ کرنا ہے کہ مکان تعمیر ہونے کے بعد باقی ماندہ زمین میں طارق اور عابد دونوں بھائیوں کا شرعاً حصہ ہے یا عابد جس کے قبضہ میں ہے اسی کی زمین رہے گی؟ شرعی حکم واضح فرمادیں۔

المستفتی: عابد خیرآباد سیتاپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: باپ سے ملی ہوئی جائیداد میں طارق اور عابد دونوں بھائیوں کا برابر حصہ ہے، اور محض عابد کے اس زمین پر قبضہ کرنے کی وجہ سے عابد اس زمین کا تنہا مالک نہیں ہے، بلکہ دوسرے بھائی کا بھی اس میں شرعی حصہ ہے، اور دونوں اس زمین کے آدھے آدھے حصے کے مالک ہیں، اور سوالنامہ سے معلوم ہوا کہ چک بندی میں بھی دونوں بھائیوں کے نام درج ہیں؛ اس لیے دونوں بھائی برابر کے شریک ہوں گے۔

أن أعيان المتوفى المتروكة عنه مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم. (شرح المجلة رستم اتحاد ١/ ٦١٠، رقم المادة: ١٠٩٢)

فشركة الأملاك العين يرثها رجلان و يشتريانها فلا يجوز لأحدهما

أن یتصرف فی نصیب الآخر إلا بإذنه وکل واحد منهما فی نصیب صاحبه کالأجنبی . (هدایه، کتاب الشرکة، اشرفی دیوبند ۲/ ٦٢٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲؍ جمادی الثانیہ ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۱۵۴)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۴/۶/۲۴ھ

جہیز اور زیورات میراث کا بدل نہیں

سوال [۱۱۴۳۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید ایک زمین دار شخص ہے، اس کے لڑکے لڑکیاں بھی ہیں، زید لڑکوں کو تو زمین میں سے حصہ دیتا ہے، مگر لڑکیوں کے بارے میں کہتا ہے کہ میں اس کے حصہ کا جہیز وزیورات دیتا ہوں، کیا اس صورت میں زید لڑکیوں کا حصہ ادا کرنے والا ہوگا اور گناہ سے بری ہوجائے گا؟

المستفتی: محمد ارشد بجنوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جہیز وزیورات لڑکیوں کو دینا صلہ رحمی اور حسن سلوک ہے، اس کی وجہ سے زید کے مرنے کے بعد اس کی میراث جو من جانب اللہ لڑکیوں کا واجبی حق ہے وہ اس سے محروم نہیں ہوں گی، ان کو اپنا حق شرعی ملے گا۔

عن سلیمان بن موسیٰ قال: قال رسول الله ﷺ: من قطع میراثا فرضه الله، قطع الله میراثه من الجنة. (سنن سعید بن منصور، باب من قطع میراثا فرضه الله، دار الکتب العلمیة بیروت ١/ ٩٦، رقم: ٢٨٥-٢٨٦)

عن أنس بن مالک –رضی الله عنه– قال: قال رسول الله ﷺ: من فر من میراث وارثه، قطع الله میراثه من الجنة یوم القیامة. (سنن ابن ماجه، باب الحیف فی الوصیة، النسخة الهندیة ٢/ ١٩٤، دار السلام رقم: ٢٧٠٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳؍ محرم الحرام ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۰۹۳)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۴/۱/۱۳ھ

حفاظت کی غرض سے جائیداد کسی وارث کے نام کرنے سے وہ مالک نہ ہوگا

سوال [۱۱۲۳۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: حسن خاں عندالوفات تین لڑکے: قبول خاں، مقبول خاں گورا خاں، ایک بیوی: بکی بی بی کو چھوڑ کر رخصت ہوئے، بعد وفات جس وقت سرکاری بندو بست آیا، قبول خاں بڑے بھائی کے عمر دراز ہونے کی وجہ سے اور دیگر دونوں بھائیوں کے چھوٹے ہونے کی وجہ سے زمین و جائیداد کا پٹہ قبول خاں کے نام ہوگیا، تینوں بھائی اوران کی والدہ ایک ساتھ زندگی گذارتے رہے، بعدہٗ قبول خاں عندالوفات اپنے لڑکے تجمل خاں اور والدہ بکی بی بی اور دونوں بھائی مقبول خاں، گورا خاں کو چھوڑ کر رخصت ہوئے، مذکورہ زمین و جائیداد میں جو بنام قبول خاں تھی اس کو تجمل خاں اوران کے دونوں چچا مقبول خاں، گورا خاں برابر سرابر عمل دخل کرتے رہے، اور آپس میں بنٹن پتر بھی کر لیے اور بکی بی بی کی پرورش بھی کرتے رہے، اسی دوران جب سرکاری چک بندی آئی تو تجمل خاں حسب تقسیم مذکورہ بالا یعنی اپنے دونوں چچاؤں کے نام منظوری دینے گئے، لیکن کچھ لوگوں کے یہ کہنے پر کہ تیرے باپ کے نام پر زمین جائیداد ہے، اس لیے تو اس کا حقدار ہے، اب وہ یکسر مکر گئے، اور دونوں چچاؤں کا نام کٹوا کر اپنا نام درج کروا لیا، اور ساری زمین جائیداد پر عمل دخل کرنے کے لیے کوٹ میں مقدمہ دائر کر چکے ہیں۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ قبول خاں کے بڑے بھائی ہونے کے ناطے حسن خاں کی زمین ان کے نام ہوگئی، اور ایسے معاملے ہمارے علاقہ میں کئی ایک ہوئے بھی ہیں اب کیا قبول خاں شرعاً اپنے باپ حسن خاں کی پوری زمین کے مالک ہو سکتے ہیں؟ اور کیا دونوں بھائیوں مقبول خاں، گورا خاں اور والدہ بکی بی بی یہ تینوں حسن خاں کی زمین سے محروم ہو سکتے ہیں؟ اور اگر زمین و جائیداد کے حصہ سے محروم نہیں ہو سکتے تو پھر قبول خاں کے لڑکے تجمل خاں کا باوجود بنٹن پتر اور چچاؤں کے عمل دخل کو مانتے ہوئے ان کو محروم کرنے کے لیے مقدمہ دائر کرنا کیسا ہے؟

المستفتی: عبدالحنان کٹک اڑیسہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کسی مصلحت اور جائیداد کی حفاظت کی غرض سے کسی وارث کے نام کردینے کی وجہ سے وہ وارث پوری جائیداد کا تنہا وارث اور مالک نہیں بن سکتا، بلکہ اس میں سب کا حق بدستور باقی رہتا ہے، مذکورہ مسئلہ کے حالات سے صاف واضح ہے کہ خود تجمل خاں بھی ایک زمانہ تک اپنے آپ کو تنہا مالک نہیں سمجھتا تھا، لہٰذا تجمل کے لیے اپنے چچاؤں کا حق روک لینا اور مزید مقدمات قائم کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، محض اپنا نام درج کردینے کی وجہ سے وہ جائیداد کا حقیقی مالک نہیں ہوا، چچاؤں کا حق چچاؤں کو دیدینا لازم ہوگا۔ (مستفاد: امدادالفتاویٰ ۳/ ۳۱)

بيع التلجئة ويأتي متنافي الإقرار وهو أن يظهر عقدا وهما لايريدانه يلجأ إليه لخوف عدو وهو ليس ببيع في الحقيقة. (شامی، باب الصرف، مطلب: في بيع التلجئة زكريا ۷/ ۵۴۲، كراچی ۵/ ۲۷۳، بدائع الصنائع زكريا ۴/ ۳۸۹، كراچی ۵/ ۱۷۶، المبسوط، دار الكتب العلمية بيروت ۲۴/ ۱۲۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳/ صفر المظفر ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۲۲۴)

بیوہ عورت کا اپنا مکان بیچ کر زندگی گزارنا

سوال [۱۱۴۳۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: مشکوٰۃ جہاں بیوہ راحت علی مرحوم کے پاس ایک مکان ہے، بیوہ کے کوئی اولاد نہیں ہے، بیوہ اپنے مکان کو فروخت کرکے اس کے پیسے سے اپنی زندگی گذارنا چاہتی ہے اور اپنی زندگی میں اس کو فروخت کردینا چاہتی ہے، تاکہ مرنے کے بعد خاندانی جھگڑے پیدا نہ ہوں، کیا ان کی زندگی میں وارثین حقدار رہوں گے یا نہیں؟

بیوہ کے رشتہ داروں میں ایک بھائی ایک بہن حیات ہیں، جن کی اولادیں بھی ہیں، ایک

بھائی کا انتقال ہو چکا ہے، ان کی بیوہ، ایک لڑکا اور دو لڑکیاں ہیں، جن کی شادیاں ہو چکی ہیں، تین بہنوں کا انتقال ہو چکا ہے، جن کی اولادیں زندہ ہیں، اور سب کی شادیاں ہو چکی ہیں؟

المستفتی: ظفر علی محلّہ پنجابیان رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مشکوٰۃ جہاں جب تک زندہ ہے، اپنے مکان کی خود مالک ہے اس کی زندگی میں اس کا کوئی رشتہ دار وارث نہیں بن سکتا، وہ اپنی زندگی میں جیسے چاہے تصرف کرسکتی ہے، اس میں کسی کو دخل دینے کا حق نہیں، چاہے بیچ کرکے کارِ خیر میں پیسہ خرچ کرے یا اپنی ذات پر خرچ کرے۔

قال مشائخ بلخ: الإرث یجری بعد موت المورث. (الفتاویٰ التاتارخانیة ۲۰/ ۲۱۵، رقم: ۳۳۰۷۸)

المالک ھو المتصرف فی الأعیان المملوکة کیف شاء من الملک. (بیضاوی شریف رشیدیه ۱/ ۷)

کل یتصرف فی ملکه کیف شاء. (شرح المجلة رستم اتحاد ۱/ ٦٥٤، رقم المادة: ۱۱۹۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/ ذی قعدہ ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۳۰۶)

والدہ نے مکان چار لڑکوں کے ہاتھ فروخت کردیا تو دیگر ورثاء کا اس میں حق نہیں

سوال [۱۱۴۳۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: حکیم صاحب مرحوم کی آٹھ اولادیں ہیں، دو لڑکیاں، چھ لڑکے، دو لڑکیوں اور دو بڑے لڑکوں کی شادی حکیم صاحب نے اپنی بذات خود کمائی سے اپنی حیات میں ہی کردی تھی، شادی کے بعد وہ دونوں بڑے لڑکے حکیم صاحب سے الگ ہو گئے اور حکیم صاحب سے الگ

ہونے کے بعد جوان دونوں شادی شدہ لڑکوں نے کمایا وہ صرف اپنی ذات خاص پر خرچ کیا، حکیم صاحب نے ان دونوں شادی شدہ لڑکوں کی کمائی سے کوئی واسطہ نہیں رکھا، حکیم صاحب سے ان دونوں شادی شدہ لڑکوں کی جتنی مدد ہوسکی یہ مدد کرتے رہے، ان چاروں شادی شدہ اولادوں کی شادی کے تقریباً آٹھ برس کے بعد حکیم صاحب نے ایک اور زمین خریدی، اور اس زمین کو اپنے چار چھوٹے لڑکوں کے نام کردیا، جس وقت یہ زمین خریدی اس برس چار چھوٹے لڑکوں میں سے صرف ایک ہی لڑکا بالغ تھا، اور باقی اس کے نابالغ لڑکے تھے، زمین خریدنے کے کچھ عرصہ بعد حکیم صاحب نے اس مکان کو تعمیر کرنے کے لیے سوچا اور ایک نقشہ ان چاروں لڑکوں کے نام سے بنوایا جن چار لڑکوں کے نام پر زمین تھی، اور مکان تعمیر کرانا شروع کردیا، مکان کی تعمیر ہوگئی، لیکن پیسوں کی کمی کی وجہ سے یہ مکان نامکمل رہ گیا۔

چونکہ اس مکان کا پلاسٹر فرش، کواڑ وغیرہ مکمل نہ ہوسکے، بعد میں اس نامکمل مکان کو حکیم صاحب کے ایک لڑکے نے جس کا نام اس مکان کے بیع نامہ میں لکھا ہوا ہے، اپنی کمائی سے مکمل کرادیا، مکان مکمل ہونے کے بعد حکیم صاحب نے ایک اور لڑکا جو بالغ تھا، شادی کردی، اور اس کے کچھ عرصہ کے بعد حکیم صاحب انتقال فرما گئے، لیکن حکیم صاحب اپنے تین لڑکوں کی شادی اپنی حیات میں نہ کرسکے، اور وہ تینوں لڑکے آج بھی غیر شادی شدہ ہیں، اورانہیں میں وہ لڑکا بھی ابھی غیر شادی شدہ ہے جس نے اس نامکمل مکان کو اپنی مزدوری کی کمائی سے مکمل کرادیا تھا، لہٰذا علماء دین سے گذارش ہے کہ وہ مذکورہ امور کی تمام باتوں کو دھیان میں رکھتے ہوئے اس مسئلہ کا تفصیل سے جواب لکھیں، کہ ان دو مکان اور ایک زمین کے علاوہ مکان میں باقی وہ اولادیں بھی حقدار ہیں جن کا اس مکان کے بیع نامہ میں کوئی نام نہیں لکھا ہوا ہے، یا صرف وہ چار لڑکے ہی ان میں حقدار ہیں جن کے نام یہ مکان، زمین حکیم صاحب نے اپنی حیات میں اپنی خوشی سے بغیر کسی کے بہکائے ہوئے کردی تھی؟

المستفتی: سلیم احمد کچا باغ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بیع نامہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حکیم

صاحب مرحوم نے مذکورہ مکان، مذکورہ چاروں لڑکوں کے نام کسی مصلحت وغیرہ کے پیش نظر نہیں کیا ہے، بلکہ انہیں کے بدست قیمت دلا کر انہیں کو اس کا مالک بنانا مقصود ہے، اس لیے مذکورہ مکان کے حقدار یہی چاروں لڑکے ہوں گے، اس میں دوسرے ورثاء کا کوئی حق نہیں ہوگا۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۳/ ۳۷) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/ ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/ ۷۵۶)

باپ بیٹے نے مل کر جس مکان کو چھڑایا ہو اس میں لڑکیاں حقدار ہیں یا نہیں؟

سوال [۱۱۴۳۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک مکان نایاب بیگم زوجہ حبیب الرحمٰن نے اپنا ۱۹۶۳ء میں رہن رکھا، ۵۰۰/ روپیہ میں پانچ سال کے لیے، پھر بیماری کی وجہ سے نایاب بیگم کا ۱۹۶۳ء میں انتقال ہوگیا، اس کے بعد حبیب الرحمٰن نے اپنی اور اپنے بچوں کی مزدوری سے رہن رکھا ہوا مکان واپس کرلیا، ۱۹۶۷ء میں جبکہ حبیب الرحمٰن کے ۴/ لڑکے ۲/ لڑکیاں ہیں، سب بچوں کی شادی ہو چکی ہے، اب لڑکوں کا کہنا ہے کہ اس مکان میں لڑکیوں کا کوئی حصہ نہیں ہے، نہ قانوناً نہ شرعاً، مکان کی آراضی ۱۰۴/ گز ہے، لہٰذا آپ بتائیے کہ شرعاً ہر ایک کا کس قدر حق ہوگا؟

المستفتی: محمد فاروق

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب باپ بیٹے نے مل کر رہن چھڑوایا ہے اور بیٹے اس وقت باپ کی فیملی میں تھے تو اس وقت کی حاصل شدہ تمام جائیداد کا مالک باپ ہی ہوگیا، لہٰذا مذکورہ مکان بھی شرعاً باپ ہی کی ملکیت سے چھڑایا گیا ہے، اس لیے باپ کے تمام ورثاء لڑکے لڑکیاں سب حقدار ہوں گے، کل ۸/ سہام میں تقسیم ہو کر لڑکوں کو دو، دو اور لڑکیوں کو ایک ایک حصہ ملے گا۔

الأب و ابنه يكتسبان فى صنعة واحدة ولم يكن لهما شيئ فالكسب كله للأب إن كان الابن فى عياله لكونه معينا له. (شامى، الشركة، مطلب: اجتمعا فى دار واحدة واكتسبا ...... زكريا ٦/٥٠٢، كراچى ٤/٤٢٥، هنديه زكريا جديد ٢/٣٣٢، قديم ٢/٣٢٩) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶ ر ربیع الثانی ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۴۳۰)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۶/۴/۱۴۱۶ھ

جن لڑکوں نے باپ سے قرض لے کر مکان بنایا اس میں دیگر ورثاء کا حق نہیں

سوال [۱۱۴۳۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ باپ کے کاروبار سے ایک بیٹے نے ۵۰ر ہزار روپئے لے کر ایک مکان خریدا اور وہ ۵۰ر ہزار روپئے کچھ عرصہ میں تھوڑے تھوڑے کر کے ماں باپ کو واپس کر دیئے، اسی طرح چھوٹے بیٹے نے باپ کے کاروبار سے ۵۰ر ہزار روپئے کے قریب لے کر ایک مکان خریدا اور کچھ عرصہ میں ماں باپ کو وہ روپئے واپس کر دیئے، کیا ان دونوں مکانوں میں ماں باپ کے دوسرے ورثاء حقدار ہوں گے؟

اور ماں باپ کے وارثین میں ۴ر لڑکے اور ۲ر لڑکیاں ہیں اور یہ دونوں مکان ان دونوں لڑکوں کی اپنی ملکیت ہے، لہٰذا ماں باپ کا ترکہ ۴ر لڑکوں اور ۲ر لڑکیوں کے درمیان کس طرح تقسیم ہوگا؟ واضح فرمائیں۔

المستفتی: عبد الرحمٰن محلہ پیرغیب مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوالنامہ سے پتہ چلتا ہے کہ مذکورہ دونوں بیٹوں نے باپ سے ۵۰/۵۰ر ہزار روپئے بطور قرض لیے ہیں اور بطور قرض لے کر اپنے اپنے ناموں سے مکان خرید لیے اور بعد میں باپ کو ۵۰/۵۰ر ہزار روپئے لیا ہوا قرض ادا کر دیا ہے

تو ایسی صورت میں یہ دونوں مکان خریدنے والے لڑکوں کی ملکیت شمار ہوں گے، اور باپ کے کسی دیگر وارث کا حق ان دونوں مکانات میں متعلق نہیں ہوگا۔

اعلم أن أسباب الملک ثلاثة: ناقل کبیع وهبة وخلافة کإرث و إصالة وهو الاستیلاء حقیقة بوضع الید أو حکما بالتهیئة کنصب شبکة الصید. (در مختار مع الشامی، کتاب الصید زکریا ۱۰/۴۷، کراچی ۶/۴۶۳)

لأن منفعة النفل تخصه و منفعة الکسب له. (مجمع الأنهر، کتاب الکراهیة، فصل فی الکسبط دار الکتب العلمیة بیروت ٤/١٨٥، مصری قدیم ٢/٥٢٨، الموسوعة الفقهیة الکویتیة ١٢/١٥٢، ٣٣/١٠٦)

إن القرض تبرع ألا یریٰ أنه لایقابله عوض للحال. (بدائع الصنائع، فصل فی شرائط رکن القرض، کراچی ٧/٣٩٤، زکریا ٦/٥١٩)

المالک هو المتصرف کیف شاء. (بیضاوی شریف، مکتبه رشیدیه ١/٧)

المراد من الترکة ما ترکه المیت خالیا عن تعلق حق الغیر. (البحر الرائق، کتاب الفرائض، زکریا ٩/ ٣٦٥، کوئٹه ٨/٤٨٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶ ر شعبان المعظم ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/ ۱۱۶۲۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۵/۸/۶ھ

قرض لے کر دوکان کھولنے والے کا انتقال ہوجائے تو دوکان کس کو ملے گی؟

سوال [۱۱۴۳۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسماۃ ریحانہ پروین کا نکاح ابو الکلام عرف منے ولد قدرت اللہ صاحب سے ہوا، قدرت اللہ صاحب نے بہو مسماۃ ریحانہ پروین کو زیور چڑھایا، اور ریحانہ پروین کے والد نے بھی زیور چڑھائے، ریحانہ پروین اور ابو الکلام عرف منے ولد قدرت اللہ کے تعلقات باہم آخر تک باقی رہے۔

لیکن قدرت اللہ صاحب اپنی بہو سے ناراض ہو گئے اور اپنا چڑھایا ہوا زیور واپس لے لیا، اب ریحانہ پروین کے پاس صرف اپنے والد کا زیور باقی ہے۔

درمیان میں ابوالکلام عرف منے نے اپنی بیوی ریحانہ پروین سے ان کا زیور بطور قرض لے کر دوکان کی اور اسی کے ساتھ ریحانہ پروین کے پدر بزرگوار جناب محمد اسلام صاحب نے اپنے داماد ابوالکلام صاحب کو ۵۵/ ہزار روپئے بطور قرض دوکان کرنے کے لیے دیئے، ابو الکلام صاحب کا انتقال ہو چکا ہے، مرنے سے قبل انہوں نے اس کا اقرار کیا کہ یہ دوکان میری بیوی کی ہے، اسی کے حوالے کردی جائے، اس لیے کہ اس میں سب روپئے اسی کے لگے ہیں۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ دوکان کا مالک کون ہوگا؟ بیوی یا دوسرے حضرات؟ ابوالکلام کے والد قدرت اللہ، بہن گلزار بیگم، عشرت بیگم، ریموری بیگم، زینت بیگم، گلنا بیگم، اور نانا چچا کی اولاد بھی ہیں؟

المستفتی: محمد اسلم محمد اکرم، اصالت پورہ مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورت مذکورہ میں دوکان میں سے ۵۵۰۰/ ہزار روپیہ کی مالیت ابوالکلام کے خسر ریحانہ کے والد جناب محمد اسلم صاحب کو ملے گی، اور مابقیہ بیوی ریحانہ کو ملے گی، دوسروں کا کوئی حق نہیں ہوگا۔

أو كان الكل دين المرض وهو ما كان ثابتا بإقراره في مرضه فإنه يصرف الباقي إليهم على حسب مقادير ديونهم. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۳/ ۱۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲/ شوال المکرّم ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۹۳۰)

کیا باپ کی زندگی میں ذاتی محنت سے خریدی گئی جائیداد میں دوسرے ورثاء شریک ہیں؟

سوال [۱۱۴۳۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: (۱) مثلاً زید دو بھائی اور چار بہنیں ہیں، سبھی صاحب اولاد ہیں، زید کی دو بہنوں کا انتقال والد کی موجودگی میں ہی ہو چکا ہے، کیا ان دو بہنوں کا حق والد کی جائیداد میں یا ان کی اولاد کا حق نانا کی جائیداد میں پہنچے گا یا نہیں؟

(۲) زید نے والد کی موجودگی میں اپنی محنت کی کمائی سے کچھ جائیداد اپنے نام سے خریدی ہے، کیا اس میں بھی دوسرے بھائی اور بہنوں کا حق ہوگا یا نہیں؟

(۳) اب والد کا انتقال ہو گیا ہے، دو بھائی اور دو بہن موجود ہیں، والد کی جائیداد میں اور موجودہ رقم جو چھوڑ گئے ہیں اس میں بھائیوں کو کتنا اور بہنوں کو کتنا کتنا ملے گا؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں مفصل جواب سے نوازیں۔ عین کرم ہوگا۔

نوٹ: واضح رہے کہ مرحوم کی بیوی کا انتقال بھی مرحوم سے پہلے ہو چکا تھا۔

المستفتی: محمد جمیل، گلشہید نزد چاندوالی مسجد مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) زید کی جن دو بہنوں کا باپ کی حیات میں انتقال ہوا ہے، باپ کے انتقال کے بعد متروکہ جائیداد میں ان کا کوئی حق نہیں ہے، اسی طرح زید کے بھائی بہن کی موجودگی میں بہن کی اولاد یعنی بھانجوں وغیرہ کا نانا کی جائیداد میں کوئی حق نہیں ہے۔

وشروطه ثلاثة: موت مورث حقيقة أو حكما كمفقود أو تقديراً كجنين فيه غرة ووجود وارثه عند موته حيا و حقيقة أو تقديرا. (شامی، كتاب الفرائض، زكريا ۱۰/ ۴۹۱، كراچی ۶/ ۷۵۸)

(۲) حسب تحریر سوال زید نے والد کی حیات میں اپنی ذاتی محنت سے جو جائیداد خریدی ہے، شرعاً اس میں کسی دوسرے کا کوئی حق نہیں ہے۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله عليه: أقول سئل في ابن كبير ذي زوجة و عيال، له كسب مستقل حصل بسببه أموالا مات: هل هي لوالده خاصة، أم تقسم بين ورثته؟ أجاب هي للإبن تقسم بين ورثته. (تنقيح الفتاوىٰ

الحامدية ٢/ ١٧، بحواله محموديه ڈابهيل ٢٠/ ٤١١)

(۳) بتقدیر صحت سوال وعدم موانع ارث وبعد ادائے حقوق ماتقدم مرحوم کی جائیداد وارثین کے درمیان درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگی:

مرحوم میـــــــــت ۶

لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی
۲	۲	۱	۱
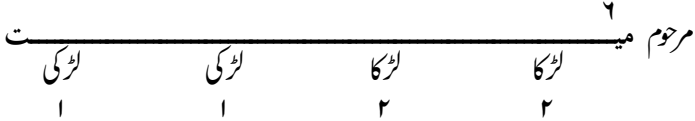
مرحوم کے ترکہ میں سے ہر وارث کو اتنا اتنا ملے گا جو اس کے نیچے درج ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴؍ رجب المرجب ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۱۵۱)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۴؍ ۷؍ ۱۴۳۱ھ

موروثہ جائیداد وارث کا حق ہے، دیگر لوگوں کو اس میں دباؤ کا حق نہیں

سوال [۱۱۴۴۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کی زندگی میں اس کی ایک شادی شدہ لڑکی کا انتقال ہوگیا، مرنے والی نے کچھ اولاد چھوڑی، پھر زید کا انتقال ہوا، زید نے مرتے وقت تین لڑکیاں، دو بھائی، ایک بہن چھوڑی، زید کے بھائی نے زید کی تینوں لڑکیوں اور چوتھی لڑکی کی اولاد کو اپنے حساب سے اس شرط پر موروثہ جائیداد پر قبضہ دیا کہ تم چاروں متوفی کے محلّہ کی مسجد کو دس دس ہزار روپیہ دوگی، چنانچہ شرط کے مطابق دو لڑکیوں اور تیسری کی اولاد نے جمع کر دیا، مگر تیسری لڑکی کہتی ہے، میں چچا کے پاس جمع نہیں کروں گی، بلکہ اپنی مرضی سے صرف کروں گی، اور جس مسجد کو چاہوں گی دوں گی، بالآخر اس لڑکی نے ایک اجنبی آدمی کے پاس دس ہزار روپیہ جمع کر دیا، اور کہا کہ فتویٰ منگا لیا جائے، فتویٰ جیسے کہے ویسے کر لیا جائے، نیز یہ بھی ملحوظ رہے کہ جو روپیہ مسجد کے نام سے جمع ہوا ہے اس کے سلسلے میں پنچایت میں دو فریق ہو گئے، ایک کہتا ہے کہ

بستی کی تمام مساجد کو دیا جائے، دوسرا کہتا ہے کہ صرف متوفی کے محلّہ کی مسجد کو دیا جائے، مندرجہ ذیل چندامور جواب طلب ہیں:

(۱) زید کی وراثت کس طرح تقسیم کی جائے؟

(۲) جمع شدہ چالیس ہزار روپیہ کو متوفی کے بہن بھائی تقسیم کرنے کا حق رکھتے ہیں؟

(۳) چچا کا یہ شرط لگانا کہ ہم موروثہ جائیداد پر لڑکیوں کا قبضہ اس وقت کرائیں گے جبکہ دس دس ہزار روپیہ مسجد کو دیں، اس شرط کی شرعاً کیا حیثیت ہے؟

(۴) کیا جمع شدہ تمام روپیہ متوفی کے محلّہ کو دیا جائے یا بستی کی جملہ مساجد پر تقسیم کردیا جائے؟

المستفتی: مولانا ابوسعد دونکپوری ٹانڈہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) بشرط صحت سوال وبعد ادائے حقوق متقدمہ علی الارث وعدم موانع ارث زید کا ترکہ درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا:

زید میت $\frac{۴۵}{۳}$

لڑکی	لڑکی (۲)	لڑکی	بھائی (۱)	بھائی	بہن	متوفی لڑکی کی اولاد
۱۰	۱۰	۱۰	۶	۶	۳	محروم

زید کا کل ترکہ ۴۵ ر حصوں میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا ملے گا جو اس کے نیچے درج ہے، اور متوفی لڑکی کی اولاد اس لیے محروم ہے کیونکہ اس کا انتقال زید کی زندگی میں ہوگیا تھا۔

(۲) جمع شدہ چالیس ہزار روپیہ زید کے بھائی بہن تقسیم کرنے کا حق نہیں رکھتے، اس لیے کہ یہ روپیہ زید کی لڑکیوں کی ملک ہے۔

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه أن رسول اللّٰه ﷺ قال: ألا! لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفسٍ منه. (شعب الإيمان للبيهقي، دار الكتب العلمية بيروت ۳۸۷/٤، رقم: ٥٤٩٢، السنن الكبرىٰ للبيهقي دار الفكر بيروت ٥٠٦/٨، رقم: ١١٧٤٠)

ولهذا لايجوز لأحد أن يتصرف فى ملك الغير بغير إذنه. (قواعد الفقه اشرفي ص: ۱۱۰)

(۳) چچا کا یہ شرط لگانا کہ ہم موروثہ جائیداد پر قبضہ اس وقت کرائیں گے جبکہ دس دس ہزار روپئے مسجد میں دیں، یہ شرط باطل ہے، اس کی شرعاً کوئی حیثیت نہیں، بلکہ لڑکیوں کو اختیار ہے، کہ وہ جہاں چاہیں جس طرح چاہیں، صرف کریں، کسی کو مشورہ اور دباؤ کا حق نہیں اور جمع شدہ تمام روپیہ مالکوں کو واپس کر دینا لازم ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۶/ ۲۱۸، ڈابھیل ۱۵/ ۱۵۷)

ولهذا لايجوز لأحد أن يتصرف فى ملك الغير بغير إذنه. (قواعد الفقه اشرفي ص: ۱۱۰)

المالك للشيئ هو الذى يتصرف فيه باختياره و مشيئته. (بدائع الصنائع، النكاح، فصل فى بيان ما يبطل به الخيار، زكريا ۲/ ۶۳۸، كراچى ۲/ ۳۲۷)

الملك ما من شانه أن يتصرف فيه بوصف الاختصاص. (شامى مطلب: فى تعريف المال، زكريا ۷/ ۲۳۵، كراچى ۵/ ۵۰، الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۹/۱٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸ ربیع الاول ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۰۸۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۸/۳/ ۱۴۲۰ھ

داماد کے علاج میں خرچ کی ہوئی رقم کا مطالبہ ترکہ سے کرنا

سوال [۱۱۴۴۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ محمد بلال ولد عبد المتین ساکن محلّہ بھٹی مراد آباد عمر تقریباً ۳۰ سال کا مؤرخہ: ۱۰/ نومبر ۲۰۰۶ء کو ایک سال کی بیماری کے بعد انتقال ہوگیا، بلال میرے خالہ زاد بھائی تھے، بچپن سے اب تک میں بلال کی والدہ جو کہ میری حقیقی خالہ ہیں کے ساتھ رہتا چلا آ رہا ہوں، بلال

میرے ساتھ کاروبار میں شریک تھے، شادی سے قبل ایک ساتھ رہتے تھے، جب وہ شیر خوار تھے، تو بلال کے والد نے ان کی والدہ کو طلاق دیدی تھی، بلال کا کوئی سگا بھائی یا سگی بہن نہیں ہے، والدہ، والد حیات ہیں، والد نے طلاق کے بعد سے طلاق نامہ کے مطابق کسی بھی مطالبہ کی آج تک کوئی ادائیگی نہیں کی، اور نہ ہی بچہ کی پرورش کی اور نہ ہی دورانِ زندگی بلال سے کوئی رابطہ قائم کیا، البتہ بعد انتقال شکل ضرور دیکھی، بلال کی والدہ حیات ہیں، بیوی بھی حیات ہے، اور عدت میں ہے، لیکن اولاد کوئی نہیں ہے۔

(۱) مرحوم پر اس کے سسر نے بیماری کے دوران کچھ پیسہ اس کے علاج میں خرچ کیا تھا کیا وہ پیسہ قرض مانا جائے گا یا نہیں؟

(۲) بیوی کو دورانِ زندگی مہر کی ادائیگی نہیں کی گئی تھی، پہلے قرضہ کی ادائیگی ضروری ہے، یا مہر کی؟

(۳) اگر کچھ میراث بچتی ہے تو والد کا حق کتنی فیصدی اور بیوی کا حق کتنی فیصدی نکلتا ہے؟

(۴) بلال کے والد نے پیدائش سے انتقال تک اس پر کوئی پیسہ خرچ نہیں کیا اور نہ کوئی رابطہ رکھا، ایسے حالات میں کیا مرحوم کی میراث میں سے اس کے والد کا کوئی حق نکلتا ہے؟ اگر نکلتا ہے تو کتنی فیصدی؟

المستفتی: ہمایوں قمر ولد محمد کفیل محلہ بھٹی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) اگر خسر نے بیماری کے موقع پر علاج میں جو خرچ کیا ہے اس کے بارے میں اس بات کی وضاحت نہیں کی ہے کہ یہ بطور قرض کے خرچ کیا جارہا ہے، تو یہ خرچ تبرع اور ہدیہ شمار ہوگا، قرضہ نہیں مانا جائے گا۔

هي تمليك العين مجانا أي بلا عوض. (شامی، کتاب الهبة، زکریا ۸/۴۸۸، کراچی ۵/۶۸۷)

(۲) اگر خسر کے علاج والا پیسہ تبرع اور ہدیہ میں شمار ہوجائے تو وہ قرض ہی شمار نہیں ہے، اس لیے بیوی کا مہر جو کہ قرض ہے اس کی ادائیگی بہر حال لازم رہے گی۔

إن المهر قد وجب بالعقد وصار دينا فی ذمته. (بدائع، باب المهر، زکریا ٢/٥٨٤، کراچی ٢/٢٩١)

(۳-۴) چاہے بلال کے والد نے بلال پر کچھ بھی خرچ نہ کیا ہو شرعی طور پر پھر بھی بلال کے والد بلال کے شرعی وارث شمار ہوں گے، کل ترکہ چار سہام میں تقسیم ہو کر بلال کی بیوی کو مہر کے علاوہ ایک اور بلال کی ماں کو ایک اور بلال کے باپ کو دو ملیں گے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ر شوال المکرّم ۱۴۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۱۳۶)

مرحوم کے ترکہ سے شادی کا خرچہ الگ سے نہیں ملے گا

سوال [۱۱۴۴۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید نے تمام بچوں کی شادی کردی ہے، ایک لڑکا غیر شادی شدہ ہے، اس کی شادی زید کے ترکہ سے کی جائے گی یا وہ اپنی کمائی سے کرے گا؟

المستفتی: اہلیہ شعیب رشید اصالت پورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: غیر شادی شدہ لڑکے کو شادی کا خرچہ ترکہ میں سے الگ سے نہیں ملے گا، بلکہ اس کو دیگر لڑکوں کی طرح حصۂ شرعی ملے گا، ہاں البتہ اس کی شادی کے وقت میں اس کے دوسرے بھائیوں کا اخلاقی فریضہ ہے، کہ اس کی شادی میں اپنی جیب خاص سے خرچ کرنے میں بھرپور حصہ لیں۔

أن أعيان المتوفی المتروكة عنه مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم. (شرح المجلة رستم اتحاد ١/٦١٠، رقم المادة: ١٠٩٢)

ولا يجوز لأحدهما أن يتصرف فی نصيب الآخر إلا بأمره وكل واحد منهما كالأجنبی فی نصيب صاحبه. (فتاویٰ عالمگیریه، کتاب الشرکة،

الباب الأول زکریا جدید ۲/ ۳۱۱، قدیم ۲/ ۳۰۱، هدایه اشرفی ۲/ ۶۲۴)

تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة (إلى قوله) ثم يقسم الباقي بين ورثته بالكتاب والسنة وإجماع الأمة. (السراجی فی المیراث ص:۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲؍ شعبان المعظم ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۲۲۸)

بھائی کا اپنی لڑکیوں کے نام بیع نامہ رجسٹری کرانا

سوال [۱۱۴۴۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: پیر بخش کے چار لڑکے تھے، پیر بخش نے اپنے چاروں لڑکوں کو اپنی زندگی میں حصہ دے کر جائیداد تقسیم کردی تھی، پھر پیر بخش کے بڑے لڑکے کلوا جن کے صرف تین لڑکیاں ہیں، انہوں نے اپنی زندگی میں اپنی جائیداد اپنی تینوں لڑکیوں کے نام بیع نامہ رجسٹری کرادیا، پھر ان کا انتقال ہوگیا، تو دریافت یہ کرنا ہے کہ اس میں بڑے لڑکے کے بھائی یا بھتیجوں کا کچھ حق ہے یا نہیں؟ شرعی حکم تحریر فرمادیں؟

المستفتی: محمد صدیق، کوری روانہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بڑے لڑکے کلوا کو اپنی زندگی میں اپنی جائیداد اور ملکیت کے بارے میں ہر طرح کا اختیار رہا ہے، اور شریعت نے اس کو اختیار دیا ہے کہ اپنی جائیداد اپنی زندگی میں فروخت کردے، یا کسی کو دیدے یا اپنے پاس رکھے، جب اس نے اپنی زندگی میں تینوں لڑکیوں کے نام بیع نامہ رجسٹری کردیا تھا، تو وہ جائیداد ان لڑکیوں کی ملکیت بن گئی اس جائیداد میں اب کلوا کے کسی وارث کا حق متعلق نہیں رہا، لہٰذا کلوا کے مرنے کے بعد اس کے بھائی یا بھتیجوں کو حق شرعی کے مطالبہ کرنے کا حق باقی نہیں رہا، اس لیے کہ حق شرعی ہی باقی نہیں رہا۔

المالک هو المتصرف في الأعيان المملوكة كيف شاء من

الملك. (بيضاوى شريف رشيديه ١ /٧)

لايجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي. (شامي، كتاب الحدود، مطلب: في التعزير بأخذ المال، كراچی ٤ /٦١، زكريا ٦ /١٠٦، البحر الرائق كوئٹه ٥ /٤١، زكريا ٥ /٦٨، هنديه زكريا قديم ٢ /١٦٧، جديد ٢ /١٨١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۸۹۸۹)

باپ کی جائیداد کسی ایک بھائی کی بیوی کے مہر میں دینا ممنوع

سوال [۱۱۴۴۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: قاری عبدالکریم اور عبدالحکیم دونوں بھائی ۹۰ رگز جگہ میں بنے ہوئے مکان کے مالک تھے، عبدالحکیم کے چار لڑکے (عبدالوحید، رفیق، شفیق اور شاہد) ہیں اور دو لڑکیاں ہیں، عبدالحکیم اور ان کی بیوی کا انتقال ہوگیا اور گھر کی ذمہ داری بڑے لڑکے عبدالوحید پر آگئی، عبدالوحید نے اپنے چھوٹے بھائی رفیق احمد کی شادی اور ان کی بیوی کے مہر میں اپنے باپ کا حصہ لکھوادیا، پختگی کے لیے رجسٹری کرادی، اور گواہ کے طور پر اپنے دونوں بہنوئیوں کے دستخط کرادیئے اور قاری عبدالکریم نے اپنا حصہ عبدالحکیم کے پوتے کے نام کردیا، صورت مذکورہ میں مندرجہ ذیل مسائل دریافت طلب ہیں:

(۱) جبکہ باپ کے حصے کی تقسیم نہیں ہوئی ہے، تو کیا دونوں بہنوئیوں کے دستخط کردینے سے بہنوں کی طرف سے اجازت شمار ہوگی یا نہیں؟

(۲) اگر بہنوں کی جانب سے اجازت شمار نہ ہو تو کیا خود عبدالوحید جس نے مکان مہر میں لکھوایا ہے اس کا حصہ اور جس کی بیوی ہے اس کا حصہ حق مہر میں دیا جائے گا یا نہیں؟

(۳) اگر دونوں کا حصہ مہر میں دینا واجب ہے تو چونکہ باپ کا پورا حصہ مہر میں لکھوایا تھا اس لیے مہر میں کچھ اور بھی دیا جائے گا؟

(۴) اگر عبدالوحید اور شوہر کا حصہ بھی مہر میں واجب نہ ہو تو پھر رفیق احمد کی بیوی کا مہر کیا ہوگا؟

المستفتی: نفیس احمد امروہی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سائل اگر اپنے بیان میں سچا ہے تو مذکورہ مکان میں بھائیوں اور بہنوں کا شرعی حق ہے، پورا مکان دین مہر میں شمار نہیں ہوگا، بلکہ عبدالوحید اور رفیق احمد کا حصہ دین مہر میں شمار ہوسکتا ہے، باقی دو بھائیوں اور دو بہنوں کے حصے دین مہر میں شمار نہیں ہوں گے، بلکہ ان کے حصے ان کے لیے بدستور مکان میں جاری رہیں گے، لہٰذا مذکورہ مکان میں سے عبدالوحید اور رفیق احمد کا حصہ دین مہر میں شمار کرکے مکان کے بقیہ حصے دیگر ورثاء کے حق میں باقی رہیں گے، جو حسب ذیل نقشہ سے واضح ہوتا ہے۔

میت ۲/۱۰ — توافق/۵ — ترکہ ۹/۴۵ گز

بھائی	بھائی	بھائی	بھائی	بہن	بہن
عبدالوحید	رفیق	شفیق	شاہد	فاطمہ	رقیہ
۲	۲	۲	۲	۱	۱
۹ر گز	۹ر گز	۹ر گز	۹ر گز	۴ر گز ۱/۲	۴ر گز ۱/۲

اور سوالنامہ میں رجسٹری کی نقل کے نام سے جو کاغذ منسلک کردیا گیا ہے یہ سرکاری رجسٹری کا کاغذ نہیں ہے، بلکہ اس کو رجسٹری کا کاغذ کہنا ہی درست نہیں ہے۔

لایجوز لأحد أن یتصرف في ملک غیرہ بلا إذنہ أو وکالۃ منہ أو ولایۃ علیہ وإن فعل کان ضامنا. (شرح المجلۃ تسلیم رستم باز ۱/۶۱، رقم المادۃ: ۹۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴ر شعبان المعظم ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۶۲۲/۴۱)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۳۵/۸/۴ھ

ماں کے انتقال کے بعد بڑی بیٹی کی بھی موت آجائے تو اس کی اولاد وارث ہوگی یا نہیں؟

سوال [۱۱۴۴۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: مسماۃ حفیظن خاتون کا انتقال ہوگیا، بوقت انتقال انہوں نے وارثین میں صرف چار لڑکیاں چھوڑیں، اور ترکہ میں جو زمین چھوڑی تھی اس پر لڑکیوں کے چچا زاد بھائی نے جبراً قبضہ کرلیا، ان چاروں لڑکیوں میں سے ایک بڑی لڑکی قمر جہاں نے اپنے ذاتی روپیہ سے اس زمین کے بارے میں چچازاد بھائی پر مقدمہ دائر کر دیا، اور زمین کا فیصلہ لڑکیوں کے حق میں ہوگیا، لیکن ان میں سے بڑی لڑکی کلثوم بیگم کا مقدمہ سے پہلے انتقال ہوگیا تھا، البتہ ان کی اولاد اور شوہر باحیات ہیں، مقدمہ جیتنے پر حکومت نے باقی تینوں زندہ لڑکیوں کے نام اس زمین کا فیصلہ کر دیا، تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس زمین میں کلثوم بیگم کی اولاد کو حصہ ملے گا یا نہیں؟ اور بقیہ تینوں لڑکیوں کو کتنا کتنا حصہ ملے گا؟ اور مقدمہ میں جو قمر جہاں کا روپیہ خرچ ہوا ہے، اس کا ذمہ دار کون ہوگا؟ نیز قمر جہاں کا مقدمہ میں جو روپیہ خرچ ہوا ہے اس کا حساب اس کے پاس نہیں ہے کہ کتنا خرچ ہوا ہے؟ اگر اس خرچ کے ذمہ دار تمام شرکاء ہوں گے تو اس کی ادائیگی کی کیا شکل ہوگی؟

المستفتی: محمد مبین ومستقیم ٹھیکری، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر مذکورہ زمین اور جائیداد مسماۃ حفیظن ہی کی ملکیت ہے اور اس کا ان چاروں لڑکیوں کے علاوہ کوئی دوسرا شرعی وارث بھی نہیں ہے، تو مذکورہ زمین چاروں لڑکیوں کے درمیان برابر برابر تقسیم ہوگی، اور کلثوم بیگم جن کا انتقال مسماۃ حفیظن کے مقدمہ کی ڈگری سے پہلے ہو چکا ہے وہ بھی اس زمین میں برابر کی شریک ہیں، اس کا حصہ اس کے وارثین یعنی اس کے شوہر اور اس کی اولاد کو ملے گا، اور مقدمہ میں جو قمر جہاں کا پیسہ خرچ ہوا ہے اس پیسہ میں زندہ تینوں لڑکیاں اور کلثوم بیگم کے ورثاء برابر کے شریک ہوں گے، لہٰذا مقدمہ کے خرچہ کو چار حصہ کرکے ہر ایک، ایک ایک حصہ کا ذمہ دار ہوگا،

لہٰذا قمر جہاں کے علاوہ باقی تینوں لڑکیوں کے حصہ میں خرچہ مقدمہ کی جو ذمہ داری عائد ہوئی ہے وہ قمر جہاں کو ادا کریں، اب رہی یہ بات کہ مقدمہ میں کتنا خرچ ہوا اس کی ایک مقدار تخمیناً قمر جہاں بتلا دے، اسی کے مطابق خرچہ کی مقدار کا اعتبار کیا جائے گا۔

ورجع علی شریکه بحصته منه أی من الثمن إذا أدی من مال نفسه. (البحر الرائق، کتاب الشرکة کوئٹه ۵/ ۱۷۶، زکریا ۵/ ۲۹۴، هدایه اشرفی دیوبند ۲/ ۶۳۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴/ ربیع الثانی ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۵۹۶)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۴/۱۴ھ

کیا دوسری شادی کرنے کے بعد لڑکیوں کا حصہ ختم ہو جائے گا؟

سوال [۱۱۴۴۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: والد محترم کے تین لڑکے، ایک لڑکی ہے، ترکہ میں ۴۸/ بیگہ زمین ہے، تقسیم کے وقت ان تینوں بھائیوں نے بہن کو زمین میں حصہ میں دینے سے انکار کر دیا، وجہ یہ ہوئی کہ لڑکی کی شادی باپ کی موجودگی میں ہوگئی تھی، شوہر کا انتقال ہو گیا، پھر لڑکی نے دوسری شادی کر لی، تو کیا دوسری شادی کرنے کے بعد لڑکیوں کا حصہ شرعاً ختم ہو جاتا ہے یا نہیں؟

المستفتیه: بی بی شاہین مغل پورہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: خدائی حکم کے مطابق لڑکی کی شادی خواہ والد کی موجودگی میں ہوئی یا ان کے انتقال کے بعد ہوئی ہو، بہر صورت لڑکی کو اپنے والد کے ترکہ سے حصہ ملے گا، شادی کرنے سے ان کا حق ساقط نہیں ہوتا، بدستور باقی رہتا ہے، ان کی میراث دبانا سخت گناہ ہے۔ (مستفاد: معارف القرآن ۲/ ۳۲۱، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۸/ ۳۵۶، ڈابھیل ۲۰/ ۳۴۷)

﴿یُوْصِیْکُمُ اللّٰهُ فِیْ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ.﴾ [النساء: ۱۱]

یعنی اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے میراث پانے کے باب میں وہ یہ کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے۔ (معارف القرآن ۲/ ۳۱۹)

بين الأخ والأخت للذكر مثل حظ الانثيين. (المبسوط، دار الكتب العلمية بيروت ۲۸/ ۰ ۲۱)

لہٰذا والد کی زمین میں تین لڑکے اور ایک لڑکی کے درمیان بشرط صحت سوال وبعد ادائے حقوق ماتقدم وعدم موانع ارث درج ذیل طریقہ سے تقسیم ہوگی:

میت ۷ — تباین — ترکہ ۴۸/ بیگہ زمین

لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی
۲	۲	۲	۱
۱۳ ۵/۷	۱۳ ۵/۷	۱۳ ۵/۷	۶ ۶/۷

کل ترکہ ۷/ سہام میں تقسیم ہوکر ہر لڑکے کو -۱۳ اور لڑکی کو -۶ سہام ملیں گے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴/ رجب المرجب ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۴۱۱۱)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۶/ ۷/ ۱۴۱۵ھ

لڑکیوں کو صحرائی زمین میں حصہ ملے گا یا نہیں؟

سوال [۱۱۴۴۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: عبد السلام کا انتقال ہوگیا، ان کے ورثاء میں ایک بیوی، شہزادی بیگم اور ۵/ لڑکے دو لڑکیاں ہیں، ہر ایک وارث کو کتنے کتنے حصے ملیں گے، اور لڑکیوں کو صحرائی زمین میں حصہ ملے گا یا نہیں؟ شرعی حکم تحریر فرمائیں۔

المستفتی: حبیب الرحمٰن اصالت پورہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: برتقدیر صحت واقعہ وبعد ادائے حقوق ماتقدم علی

الارث مرحوم عبدالسلام کا ترکہ درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا۔

میت							
بیوی	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی
			(۷)				
۱/۱۲							
۱۲	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۷	۷

$\frac{۹۶}{۸}$

مرحوم کا کل ترکہ ۹۶ر سہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا ملے گا جو اس کے نیچے درج ہے۔

(۲) میت کی متروکہ ہر چیز میں خواہ وہ جائیداد ہو یا غیر جائیداد، صحرائی ہو یا غیر صحرائی، ہر وارث کا حق متعلق ہوتا ہے، اس میں لڑکے اور لڑکی کے درمیان کوئی تفریق نہیں ہے، یہ الگ بات ہے کہ لڑکے کو لڑکی کے مقابلہ میں دوگنا ملتا ہے۔

ثم يقسم الباقي بين ورثته الذين ثبت إرثهم بالكتاب والسنة. (در مختار، كتاب الفرائض زكريا ١٠/ ٤٩٧، كراچی ٦/ ٧٦١- ٧٦٢، مجمع الأنهر مصری قديم ٢/ ٧٤٧، دار الكتب العلمية بيروت ٤/ ٤٩٥، البحر الرائق كوئٹه ٨/ ٤٨٩، زكريا ٩/ ٣٦٧، سراجی ص: ٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹ر رجب المرجب ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۶۸۴۴)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۹/۷/۱۴۲۱ھ

کیا ماں کے مال کی حقدار صرف لڑکیاں ہیں؟

سوال [۱۱۴۴۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک لڑکی کو اس کے مرحوم باپ نے ایک قطعہ زمین صحرائی (کاشت کی) دی تھی، اس لڑکی کا انتقال ہوگیا، اس کے لڑکا اور لڑکیاں ہیں، لڑکیاں کہتی ہیں کہ ماں کے مال کی صرف لڑکیاں ہی مالک ہیں، لڑکا نہیں، کیا یہ صحیح ہے؟

(۲) ۸ر سال سے جو لوگ لڑکے کے حقوق (حصہ) لڑکیوں کو دے رہے ہیں اور

لڑکے کو اس کے حصہ سے محروم کر رکھا ہے کیا وہ لوگ بھی حقوق العباد کو غصب کرانے میں اللہ اور رسول کے مجرم ہیں یا نہیں؟ اور انہیں ایسا کرنا چاہیے تھا یا نہیں؟

(۳) یتیم بچوں اور بیوی کے عزیز وا قارب پر کچھ حقوق ہیں یا نہیں؟

المستفتی: محمد سمیع سہس پور بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ ماں کے ترکہ کی صرف لڑکیاں حقدار ہیں، اللہ تعالیٰ نے جس طرح باپ کے ترکہ کے حقدار لڑکے اور لڑکی دونوں کو بنایا ہے اسی طرح ماں کے ترکہ کے حقدار بھی دونوں کو بنایا ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿**يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ.** [النساء: ۱۱]﴾

﴿**وقوله تعالیٰ: وَلِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ.** [النساء: ۱۲]﴾

(۲) اگر دینے والے زندہ ہیں اور بحالت صحت اپنی زندگی میں دے دیں تو اس میں لڑکوں کے حقوق ابھی متعلق نہیں ہوئے، بلکہ مرنے کے بعد ہی متعلق ہو سکتے ہیں، وہ لوگ اپنے مال کے خود مالک ہیں جس طرح چاہیں صرف کر سکتے ہیں۔

المالک هو المتصرف في الأعيان المملوكة كيف شاء من الملک. (بیضاوی شریف رشیدیه ۱/۷)

البتہ تمام اولاد کے ساتھ برابری نہ کرنے کا گناہ ہوگا۔

ولو وهب في صحته كل المال للولد جاز و أثم. (در مختار، کتاب الهبة، زکریا ۸/۵۰۲، کراچی ۵/۶۹۶، هندیه زکریا قدیم ٤/۳۹۱، جدید ٤/٤١٦، قاضیخان زکریا جدید ۳/۱۹٤، وعلی هامش الهندية ۳/۲۷۹)

(۳) جی ہاں حقوق ہیں کہ اگر وہ مستحق زکوٰۃ ہیں تو زکوٰۃ نیز نفلی صدقہ وخیرات کرتے رہیں، اور اگر یتیم اور بیوہ حقیقی بھائی بہن یا ذورحم محرم ہیں تو ان کا نفقہ باقاعدہ ادا کرنا لازم ہوتا ہے، جبکہ یہ لوگ نادار ہوں۔

النفقة لكل ذی رحم محرم إذا كان صغيرا فقيرا أو كانت امرأة بالغة فقيرة أو كان ذكرا بالغا فقيرا زمنا أو أعمیٰ. (هدايه، كتاب الطلاق، باب النفقة، اشرفی ديو بند ۲/ ٤٤٦) **فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲ر شوال المکرّم ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۶۷۲)

والدہ کی موت سے قبل فوت شدہ لڑکیوں کا حصہ

سوال [۱۱۴۴۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میری والدہ حنیفہ خاتون کا ۴ر ماہ قبل انتقال ہوگیا، میری والدہ حنیفہ خاتون کے تین لڑکے: محمد شاہد، محمد راشد، محمد ماہر، اور دو لڑکیاں: شکیلہ عظمیٰ، شاہدہ عظمیٰ۔ محمد شاہد وشکیلہ کا انتقال والدہ کی زندگی میں ہی ہوگیا تھا، اب ہماری والدہ کے انتقال کے بعد ان کے حصے میں سے محمد شاہد وشکیلہ عظمیٰ کا حصہ بنتا ہے یا نہیں؟ اگر حصہ بنتا ہے تو کتنا ہے؟ استدعا کرتا ہوں کہ حصص قائم فرما کر اس کی وضاحت فرمادیں۔

المستفتی: محمد ماہر ولد عبد السلام

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت سوال وعدم موانع ارث وبعد ادائے حقوق ماتقدم مرحومہ حنیفہ خاتون کی زندگی میں جن وارثوں کا انتقال ہوگیا وہ حنیفہ خاتون کی وفات کے بعد شرعاً ان کے وارث نہیں ہوں گے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ میرٹھ ۳۰/ ۸۶)

الإرث يثبت بعد موت المورث. (البحر الرائق، كتاب الفرائض كوئٹه ٨/ ٤٨٨، زكريا ٩/ ٣٦٤)

وهل إرث الحی من الحی أم من الميت؟ المعتمد الثانی: (في الدر المختار) وتحته فی الشامية: لأن التركة فی الاصطلاح ما تركه الميت من

الأموال. (شامی، کتاب الفرائض، زکریا ۱۰/۴۹۳، کراچی ۶/۷۵۸)

البتہ حنیفہ خاتون کی وفات کے وقت جو دولڑکے اور ایک لڑکی زندہ رہیں وہ حنیفہ خاتون کے وارث ہوں گے، لہٰذ حنیفہ خاتون کا کل ترکہ پانچ حصوں میں تقسیم ہوکر دو، دو حصے دونوں لڑکوں کو اور ایک حصہ لڑکی کو ملے گا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ میرٹھ ۳۰/ ۲۲۱)

ومع الابن للذكر مثل حظ الانثيين. (سراجی ص:۱۲)

وإذا اختلط البنون والبنات عصب البنات فيكون للابن مثل حظهما.

(البحر الرائق کوئٹہ ۸/۴۹۴، زکریا ۹/۳۷۵)

جیسا کہ حسب ذیل نقشہ سے واضح ہے:
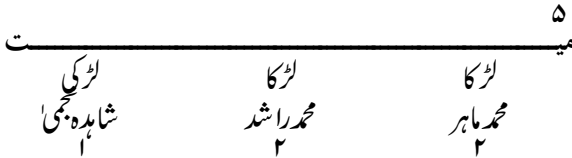
میــت ۵

لڑکا	لڑکا	لڑکی
محمد ماہر	محمد راشد	شاہدہ نجمیٰ
۲	۲	۱

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷/ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۳۷۱)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۸/۴/۱۴۳۲ھ

کیا وراثت میں جنین کو بھی حصہ ملے گا؟

سوال [۱۱۴۵۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: جناب مشرف سعید خاں صاحب نے نعیمہ خاتوں بنت محمد حسین مہدی محلّہ طویلہ سے نکاح کیا، ان کے پیٹ سے سعید کے دولڑکے شاہ باز، جانباز پیدا ہوئے، اس کے بعد ان کی اہلیہ نعیمہ خاتون کا انتقال ہوگیا، مشرف سعید خاں نے دوسری شادی پروین خاتون بنت بھورے سے کی، شادی کے نتیجہ میں دوسری بیوی حاملہ ہوئیں اسی درمیان مشرف سعید کا بھی

انتقال ہوگیا، مشرف کا لوگوں پر کچھ قرضہ بھی ہے، اوران کی والدہ زبیدہ بھی حیات ہیں، لہٰذا اب ان کے ترکہ میں کس کا کتنا حق ہوگا؟ نیز مہر کی بھی دونوں قسموں کی بھی وضاحت فرمائیں؟

المستفتی: محمد مظفر حسین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بشرط صحت سوال وبعدا دائے ماتقدم وعدم موانع ارث مشرف سعید کا ترکہ شرعی ورثاء میں اور حمل کے حق میں اس طرح تقسیم ہوگا کہ موجودہ بیوی کے پیٹ میں جو حمل ہے اس کو ایک لڑکا مان لیا جائے اور اس کا حصہ اس کے حق میں جو زیادہ خیر خواہ ہوگا اسی کے پاس بطور امانت رکھا جائے، اگر ایک لڑکا ہی پیدا ہوتا ہے تو وہ حصہ اس کا ہوگا، اور اگر ایک لڑکی پیدا ہوتی ہے تو لڑکی ہونے کے اعتبار سے اس کا حصہ جو بن سکتا ہے وہ اس کو دیدیا جائے اور بقیہ دیگر ورثاء کے درمیان ان کے حقوق کے بقدر تقسیم کردیا جائے اور فی الحال ترکہ درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا:

مشرف سعید میت　۲۴ / ۷۲

بیوی	ماں	حمل	لڑکا	لڑکا
۳	۴			
۹	۱۲	۱۷	۱۷	۱۷

کل ترکہ میں سے پہلے اس کا قرض ادا کردیا جائے اس کے بعد بقیہ ترکہ ۷۲؍سہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا ملے گا جو اس کے نیچے درج ہے اور حمل کو بھی لڑکا ہی فرض کرلیا گیا ہے۔

إنہ یوقف نصیب ابن واحد أو بنت واحدۃ وعلیہ الفتویٰ ویوخذ الکفیل. (سراجی ص: ۸۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹؍ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۲۵۲)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۹/۴/۱۴۱۸ھ

بیوی کے مال میں بچوں کا حصہ ہے یا نہیں؟

سوال [۱۱۴۵۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: رشیدہ کی شادی نظام الدین سے بارہ سال قبل ہوئی تھی، اور اس کے پانچ بچے ہیں، پھر نظام الدین نے رشیدہ کی ایسی پٹائی کی کہ اس میں رشیدہ کی جان چلی گئی، فریقین میں باہمی مصالحت ہوئی، جس میں دس ہزار روپئے مہر کا دیا، حالانکہ مہر معین پندرہ ہزار روپیہ تھا، اور جہیز کے بدل کے طور پر بیس ہزار روپئے دیئے اور یہ رقم نظام الدین نے رشیدہ کے والد کو ادا کی۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا اس رقم میں رشیدہ کے بچوں کا حصۂ وراثت ہے اور اگر ہے تو کتنا؟

المستفتی: شاکر علی دڑھیال رام پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر رشیدہ کے والد کے ساتھ والدہ نہیں ہیں تو کل مال کے چھ حصے کر کے ایک حصہ رشیدہ کے والد کو ملے گا، بقیہ رشیدہ کے بچوں کو ملے گا، اور اگر رشیدہ کی ماں بھی زندہ ہے تو چھ حصہ میں سے ایک حصہ ماں کو ایک حصہ باپ کو اور بقیہ چار حصے بچوں کو ملیں گے، اور لڑکوں کو لڑکیوں کے مقابلہ میں ڈبل ملے گا، اگر بچوں کی تفصیل سوالنامہ میں بیان کر دی جاتی تو ہر ایک کا حصہ بھی الگ الگ کر کے بیان کر دیا جاتا۔

ومع الابن للذكر مثل حظ الانثيين وهو يعصبهن. (سراجی ص: ۱۲)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱ رصفر المظفر ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۹۳۲/۳۶)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۴/۲/۲۱ھ

دوسری بیوی کی اولاد کی جائیداد میں پہلی بیوی کی اولاد کا حق ہے یا نہیں؟

سوال [۱۱۴۵۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ میرے والد محمد حسین نے اپنی حیات میں دو شادیاں کیں، پہلی شادی جمیلہ سے کی، ایک لڑکی اور دو لڑکے پیدا ہوئے، تینوں بچوں کے بعد جمیلہ کا انتقال ہوگیا ہے، اس کے بعد والد صاحب نے دوسری شادی افروزہ سے کی، اور ان سے پانچ لڑکے پیدا ہوئے، اس کے بعد میرے والد محمد حسین کا انتقال ہو گیا، اور اب جو دوسری بیوی کے پانچ لڑکے ہیں، انہوں نے اپنے والد کے انتقال کے پانچ سال بعد اپنے پیسوں سے ایک جگہ خریدی، اس جگہ کے بارے میں جمیلہ کے دو بچے کہتے ہیں کہ اس میں ہمارا بھی حق ہے، جبکہ پہلی بیوی اور دوسری بیوی کی اولادیں الگ الگ ہیں، لہٰذا مفتی صاحب سے گذارش ہے کہ ہماری صحیح رہنمائی فرمائیں۔

المستفتی: محمد اسماعیل نئی بستی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جبکہ باپ محمد حسین صاحب کے انتقال کے بعد دوسری بیوی کی اولاد نے اپنے پیسوں سے جگہ خریدی ہے تو وہ جگہ دوسری بیوی کی اولاد کی ہوگی اس میں پہلی بیوی کی اولاد کا شرعاً کوئی حق نہیں ہے، ان کے لیے مذکورہ جگہ میں حق کا دعویٰ کرنا شرعاً جائز نہیں ہے۔

لایجوز لأحد أن یتصرف فی ملک الغیر بغیر إذنه، لایجوز لأحد من المسلمین أخذ مال أحد بغیر سبب شرعی. (قواعد الفقه اشرفی ص:۱۱۰، رقم: ۲۶۹- ۲۷۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹؍ شوال المکرّم ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/ ۱۴۴۶)

پہلی بیوی کے لڑکے کا شوہر کی جائیداد میں حصہ

سوال [۱۱۴۵۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرا نکاح محمد اخلاق ولد منشی کریم سے ہوا تھا، ڈھائی سال نکاح میں رہی انہیں

سالوں میں میرے ایک لڑکا ظہیر عالم پیدا ہوا اور کچھ مہینوں بعد گھریلو جھگڑوں کی وجہ سے تقریباً تیس سال پہلے مجھے طلاق ہوگئی، تب ہی انہوں نے دوسری شادی کرلی تھی، اور دوسری بیوی سے تین لڑکے: شاہنواز، آفتاب عالم، شان عالم، اور دولڑکیاں: شہناز اور فاطمہ پیدا ہوئیں۔

لہٰذا جاننا چاہتی ہوں کہ میرے لڑکے ظہیر عالم کا اپنے والد کی ملکیت میں کتنا حق بنتا ہے؟ ان کے پاس ۴۵/ گز کا مکان ہے، جس کی قیمت تقریباً بارہ لاکھ ہوگی، میرے شوہر ابھی حیات ہیں؟

المستفتیہ: اختری بیگم قاضی ٹولہ عباسی اسکول مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ کا بیٹا ظہیر عالم اپنے والد کا شرعی وارث ہے، لیکن وراثت والد کی زندگی میں نہیں ملتی ہے، والد کے انتقال کے بعد اس کو اپنا شرعی حصہ ہر چیز میں ملے گا، جس مکان کا سوالنامہ میں ذکر ہے، والد کی موت کے وقت اگر وہ مکان موجود ہو تو اس میں بھی حصہ ہوگا اور اس کے علاوہ دیگر جائیداد، روپیہ پیسہ ہر چیز میں اس کا شرعی حق ثابت ہوجائے گا، دوسری بیوی کے لڑکوں میں سے ہر ایک کو جتنا ملے گا اتنا ہی ظہیر عالم کو ملے گا۔

يشترط لثبوت الحق في الميراث ثلاثة شروط: وهي موت المورث وحياة الوارث ومعرفة حق القرابة. (الفقه الاسلامی و أدلته، هدیٰ انٹر نیشنل دیوبند ۸/۲۵۳)

وشروطه: ثلاثة: موت مورث حقيقة أو حكما كمفقود. (شامی، کتاب الفرائض، زکریا ۱۰/ ۴۹۱، کراچی ۶/ ۷۵۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰/ رجب المرجب ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۲۰۹)

پہلی بیوی کا لڑکا شرعی وارث ہے یا نہیں؟

سوال [۱۱۴۵۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے تین نکاح ہوئے، پہلی بیوی ایک سال رہ کر ماں باپ کے یہاں چلی

گئی پھر واپس میرے پاس نہیں آئی، اس سے ایک لڑکا ہے، تین سال کے بعد کورٹ سے طلاق ہوئی، اس نے کورٹ میں لکھ کر دیا کہ مجھے اور میرے بچہ کو پرورش کے لیے شوہر کی طرف سے کچھ نہیں چاہیے، مہر اور عدت کے پیسے بھی لوٹا دیئے، اب اس کا انتقال ہوا ہے۔

میرے اس لڑکے کی عمر ۴۳؍ سال کی ہے، اس درمیان میں نے لڑکے کے لیے گاؤں میں پلاٹ لیا تھا، تو اس لڑکے نے لینے سے صاف انکار کیا، لڑکے کے نانا نے لڑکے کو چھ کمرے کا پلاٹ مکان بنا کر دیا ہے، اندازاً اس کی قیمت دس لاکھ روپئے ہے، اس کے بعد میں نے دوسرا نکاح کیا، دوسری بیوی زندہ ہے اور وہ میرے نکاح میں ہے، ان سے میری کوئی اولاد زندہ نہیں ہے، میں نے اس کے نام پر ایک مکان اور دوکان لی ہے، پھر میں نے تیسرا نکاح کیا، ان سے میرا ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے، اور دونوں شادی شدہ ہیں، میں نے تیسری بیوی کے نام پر ایک مکان لیا ہے، پہلی بیوی کے لڑکے کو وراثت سے بے دخل کرنے کی نیت سے میں نے دوسری اور تیسری بیوی کے نام سے مکان نہیں خریدے تھے، بلکہ لڑکے کے آنے سے پہلے ہی میں نے دونوں بیویوں کو الگ الگ رکھ کر ان کے نام پر مکان خرید لیے تھے، اس وقت لڑکا آکر مجھے ملے گا، اس کی مجھے کوئی امید نہیں تھی۔

اب معاملہ یہ ہے کہ میرے نام پر کوئی بھی پراپرٹی نہیں ہے، صرف دو لاکھ کا سونا ہے، اب اس حالت میں کیا کرسکتا ہوں؟ تاکہ قیامت کے دن میری پکڑ نہ ہو، جواب قرآن و حدیث کی روشنی میں مطلوب ہے۔

المستفتی: ڈاکٹر بشیر پونہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پہلی بیوی کے بطن سے جو لڑکا پیدا ہوا ہے اس سے ناامید ہو کر جو جائیداد آپ نے دوسری اور تیسری بیوی کے نام کردی ہے وہ جائیداد انہیں لوگوں کی ملکیت بن گئی ہے، اس جائیداد میں پہلی بیوی کے لڑکے کا کوئی حق باقی نہیں رہا۔

تنعقد الهبة بالإيجاب والقبول وتتم بالقبض الكامل لأنها من التبرعات والتبرع لا يتم إلا بالقبض، والقبض الكامل في المنقول ما يناسبه

و فی العقار ما يناسبه، فقبض مفتاح الدار قبض لها والقبض الكامل فيما يحتمل القسمة بالقسمة حتى يقع القبض على الموهوب بالإصالة، من غير أن يكون بتبعية قبض الكل وفيما لا يحتمل القسمة بتبعية الكل والتمكن من القبض كالقبض. (شرح المجلة اتحاد بكڈپو ديوبند ١/٤٦٢، رقم المادة: ٨٣٧)

ہاں البتہ آپ کی ملکیت میں دو لاکھ کا جو سونا ہے، یا کوئی دیگر مملوک ہے، آپ کے مرنے کے بعد ان میں پہلی بیوی کا لڑکا بھی شرعی وراثت کا حق دار ہوگا، آپ کی موت کے وقت جو بھی شرعی وارث موجود ہوں گے، وہ سب آپ کے متروکہ مال میں وارث بنیں گے، سوالنامہ کے مطابق آپ کے دو لڑکے اور ایک لڑکی ہیں، آپ کا ترکہ ۸۰/سہام میں تقسیم ہوکر دونوں بیویوں میں سے ہر ایک کو ۵/۵ ملیں گے، اور بیٹی کو ۱۴/، دونوں بیٹیوں کو ۲۸/۲۸ ملیں گے، جیسا کہ حسب ذیل نقشہ سے واضح ہوتا ہے:

$$\frac{۸۰}{۸}$$

میـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــت

	بیوی	بیوی	لڑکا	لڑکا	لڑکی
	۱		۷		
سہام	۵	۵	۲۸	۲۸	۱۴

کل ترکہ ۸۰/سہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو سہام میں اتنا اتنا ملے گا جو ان کے نام کے نیچے سہام کے سامنے درج ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/۱۱۹۹۰)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۶/۴/۱۲ھ

دونوں بیویوں کی اولاد وارث ہوگی

سوال [۱۱۴۵۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید کی ملکیت میں ستائیس بیگہ زراعت کی زمین ہے، اور ایک مکان ہے جس

میں سات دوکانیں ہیں، اور زید کی دوشادیاں ہوئی ہیں، پہلی بیوی وفات پاچکی ہے، جس سے ایک لڑکا ہے، دوسری بیوی سے ایک لڑکا دولڑکیاں ہیں، زید کی خواہش ہے کہ اپنی زندگی میں ہی جائیداد تقسیم کردوں، اور یہ چاہتا ہے کہ کسی حصہ دار کو اس کی خدمت کی وجہ سے کچھ زیادہ دے دوں، تقسیم جائیداد کس طرح ہوگی؟ اور کسی حصہ دار کو اس کے حصہ سے زیادہ دینا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد افضل خاں شاجہاں پور میرٹھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید کی جائیداد صحرائی اور سکنائی اس کی موت کے بعد اس کی شرعی اولاد کے درمیان شرعی حصوں کے حساب سے تقسیم ہوگی، پہلی بیوی کا لڑکا اور دوسری بیوی کے لڑکے دونوں کو برابر حصہ ملے گا، اور دونوں لڑکیوں کو لڑکوں کے حصے کے مقابلے میں آدھا آدھا ملے گا، اور جو بیوی زندہ ہے، اس کو کل مال کا آٹھواں حصہ ملے گا جو درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگی:

$$\frac{۴۸}{۸}$$

میت

بیوی	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی
۱/		(۷)		
٦	۱۴	۱۴	۷	۷

کل جائیداد ۴۸/ سہام میں تقسیم ہوکر زندہ بیوی کو چھ اور لڑکوں کو چودہ، چودہ اور لڑکیوں کو سات سات ملیں گے، اور اگر زید اپنی زندگی میں اولاد کے درمیان جائیداد تقسیم کرکے دیدینا چاہتا ہے تو لڑکیوں کو بھی لڑکوں کے برابر ملے گا، لہٰذا بیوی کو جتنا دینا چاہے دیدے، اس کے بعد بقیہ جائیداد چار سہام میں تقسیم ہوکر دولڑکوں اور دولڑکیوں کے درمیان برابر برابر تقسیم ہوجائے گی، اور کسی بچے کو کسی بچے سے زیادہ دینے سے باپ گنہگار ہوگا۔

لا بأس بتفضيل بعض الأولاد في المحبة لأنها عمل القلب و كذا في العطايا إن لم يقصد به الإضرار وإن قصده فسوىٰ بينهم يعطي البنت كالابن

عـنـد الثانی وعلیه الفتویٰ، ولو وهب فی صحته کل المال للولد جاز و أثم، وتـحـتـه فـی الشـامیة: قـوله: وعلیه الفتویٰ: أی علی قول أبی یوسف من أن التـنـصیف بیـن الـذکـر والأنثیٰ أفـضـل من التثلیث الذی هو قول محمدؒ.

(شامی، کتاب الهبة زکریا ۸/ ۵۰۱-۵۰۲، کراچی ۶/ ۶۶۹، هندیه زکریا قدیم ٤/ ۳۹۱، جدید ٤/ ۴۱۶، قاضیخان زکریا جدید ۳/ ۱۹٤، وعلی هامش الهندیة ۳/ ۲۷۹)

ہاں البتہ اگر کسی کو نقصان پہنچانے کا ارادہ نہ ہو تو کسی کی زیادہ خدمت کرنے کی بنا پر اس کو کچھ زیادہ دینے سے باپ گنہگار نہ ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۲۰/ ۲۷۸)

لا بـأس بأن یعطیٰ من أولاده من کان عالما متأدبا ولا یعطیٰ منهم من کان فاسقا فاجرا. (مجمع الأنهر، کتاب الهبة، دار الکتب العلمیة بیروت ۳/ ۴۹۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۱۲؍ صفر المظفر ۱۴۲۹ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۴۵۱)	۱۴۲۹/۲/۱۲ھ

ٹھیکیداری میں سے دونوں بیویوں اوران کی اولاد کو حصہ ملے گا

سوال [۱۱۴۵۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: فضل الحق کی شادی ہندہ سے ہوئی تھی، اس سے ایک لڑکا ریاض الحق پیدا ہوا، پھر بیوی کا انتقال ہوگیا، تو فضل الحق نے دوسری شادی زینب سے کی، جس سے تین لڑکے: شمس الحق، ضیاء الحق، رضوان الحق، اور دو لڑکیاں: خورشیدہ اور سلمیٰ پیدا ہوئیں، فضل الحق ٹھیکہ کا کام کرتے تھے، باپ ہی کی زندگی میں بڑے بیٹے ریاض الحق بھی باپ کے ساتھ لگ گئے تھے، اب باپ کا انتقال ہوگیا ہے، تو کیا مذکورہ ٹھیکہ میں دیگر ورثاء کا بھی حق ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو ہر ایک کا کتنا کتنا؟

المستفتی: رضوان الحق

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ریاض الحق باپ کی زندگی میں ان کے ساتھ مل کر جو

ٹھیکہ کررہے تھے، وہ درحقیقت باپ ہی کی ملک ہے، اب جبکہ باپ کا انتقال ہوگیا تو دونوں بیویوں کے بطن اور فضل الحق کے نطفہ سے جو اولاد ہیں، وہ سب باپ کے ٹھیکہ میں شرعی حقدار ہیں، البتہ لڑکوں کو لڑکیوں کے مقابلے میں دوگنا ملے گا، اور فضل الحق کی تمام جائیداد (ٹھیکہ وغیرہ) ان کے ورثاء کے درمیان مندرجہ ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگی۔ (مستفاد: عزیز الفتاویٰ ۱/۱۵۶)

الأب و ابنه يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما شيئ فالكسب كله للأب إن كان الابن في عياله لكونه معينا له. (شامي، باب الشركة، مطلب: اجتمعا في دار واحدة واكتسبا ...... زكريا ٦/٥٠٢، كراچی ٤/٣٢٥، هنديه زكريا جديد ٢/٣٣٢، قديم ٢/٣٢٩)

۸۰ / ۸

میــــــت

بیوی	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی
زینب	ریاض الحق	شمس الحق	ضیاء الحق	رضوان الحق (۷)	خورشیدہ	سلمیٰ
۱/۱۰	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۷	۷

فضل الحق کا کل ترکہ ۸۰ رسہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا ملے گا جو اس کے نام کے نیچے درج ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ رجمادی الاولیٰ ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۸۳۷)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۶/۲ھ

کیا شوہر کے بنائے ہوئے ہوٹل میں خسر بھی وارث ہے؟

سوال [۱۱۴۵۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرے شوہر نے ایک پلاٹ خریدا جس کی رجسٹری انہیں کے نام ہے، اس میں ایک مسافر ہوٹل تعمیر کرایا، اور تعمیر میں کافی صرفہ ہوا اور تین لاکھ تہتر ہزار آٹھ سو دس روپئے قرض کے باقی رہے، شوہر صاحب اس کو ادا نہ کرسکے حتی کہ وہ شہید ہوگئے، یہ تمام قرضہ میں نے اپنے

والدین اور بھائیوں سے لے کر ادا کیا، اس وقت اس ہوٹل کو میں اور میرے دولڑکے چلا رہے ہیں، شریعت کی روشنی میں بتایئے کہ اس ہوٹل اور اس کی آمدنی کا کون کون حقدار ہے؟

المستفتی: نرگس جہاں آگرہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر سوال واقعہ کے مطابق ہے تو وہ ہوٹل آپ کے شوہر کی ملکیت ہے، لہٰذا آپ کے شوہر کے انتقال کے بعد اس کے شرعی ورثاء اس میں حقدار ہوں گے۔

ثم یقسم الباقي بعد ذلک بین ورثته أي الذین ثبت إرثهم بالکتاب أو السنة. (الدر المختار مع الشامی، کتاب الفرائض زکریا ۱۰/۴۹۷، کراچی ۶/۷۶۱-۷۶۲، مجمع الأنهر مصری قدیم ۲/۷۴۷، دار الکتب العلمیة بیروت ۴/۴۹۵، البحر الرائق کوئٹہ ۸/۴۸۹، زکریا ۹/۳۶۷، سراجی ص: ۵)

اور شرعی ورثاء میں آپ کے شوہر کا باپ بھی شامل ہے، ان کا بھی چھٹا حصہ ہے اور جو قرضہ آپ نے ادا کیا ہے اس قرضہ کی ادائیگی میں آپ کے خسر کو بھی قرض کی ادائیگی کا بار برداشت کرنا پڑے گا، اگر الگ سے وہ اس کو ادا نہ کریں تو ان کے حصہ میں مجریٰ کر سکتے ہیں، اور بقیہ میں آپ اور شوہر کی اولاد شرعی حصوں کے اعتبار سے شریک ہوں گے، اور شرعی حصوں کی تعیین جب ہی ہوسکتی ہے جب آپ کے شوہر کی نرینہ اور مؤنث تمام اولاد کی نشاندہی کر دی جائے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۲/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۱ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۶۶۴۰)	۱۴۲۱/۵/۲ھ

شوہر کے انتقال کے بعد عورت دوسری جگہ نکاح کرنے سے وراثت سے محروم نہیں ہوتی

سوال [۱۱۴۵۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: محمد حسین کا انتقال ۱۹۹۰ء میں ہوا تھا، مرحوم کے دو لڑکے غیور حسین اور محمد سلمان

ایک لڑکی مزمل اور ایک بیوی ہے، (بیوی نے ۱۹۹۷ء کو دوسرا نکاح کرلیا تھا، مرحوم نے ایک مکان ۲۸ رگز مربع دومنزلہ، ایک مکان ۵۲ رگز مربع دومنزلہ اور ایک مکان ۹۷ رگز مربع دو منزلہ چھوڑا، کل جگہ ۱۷۷ رگز مربع ہوئی، اور یہ سب جگہیں تارے والی مسجد پیرزادہ میں واقع ہیں، ازروئے شرع کس وارث کو کتنا حصہ دیا جائے گا؟ واضح فرمائیں۔

المستفتی: مزمل بنت محمد حسین پیرزادہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شوہر کے انتقال کے بعد بیوی شوہر کی شرعی وارث بن جاتی ہے بعد میں کسی سے شرعی نکاح کرلینے کی وجہ سے بیوی میراث پانے سے محروم نہ ہوگی، اس کی میراث کا حصہ اس کے شرعی حق کے طور پر بدستور باقی رہتا ہے۔
(مستفاد: فتاویٰ محمودیہ جدید ۲۰/ ۲۸۶، کفایت المفتی قدیم ۸/ ۳۸۸، جدید زکریا مطول ۱۳/ ۲۷۵)

ویستحق الإرث بإحدیٰ خصال ثلاث: بالنسب وهو القرابة و السبب وهو الزوجية والولاء. (هنديه، كتاب الفرائض، الباب الأول زكريا قديم ٦/٤٤٧، جديد ٦/٤٤٠)

وفي فتح القدير: قوله: (والشيئ بانتهائه يتقرر) لأن انتهائه عبارة عن وجوده بتمامه فيستعقب مواجبه الممكن إلزامها من المهر والإرث والنسب.
(فتح القدير، كتاب النكاح، باب المهر، زكريا ٣/ ٣١٠، دار الفكر ٣/ ٣٢٢، كوئٹه ٣/ ٢٠٩)

لہٰذا محمد حسین مرحوم کی مذکورہ وارثین کے درمیان ۱۷۷ رگز زمین درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگی جس میں بیوی بھی اپنے پورے حصہ کی حقدار ہوگی۔

مرحوم میت — ۸ / ۴۰ — تباین — ترکہ ۱۷۷ رگز

	بیوی	لڑکا غیور حسن	لڑکا محمد سلمان	لڑکی مزمل
		(۷)		
سہام	۱/۵	۱۴	۱۴	۷
ترکہ	۵/۴۰ ۲۲ رگز	۳۸/۴۰ ۶۱ رگز	۳۸/۴۰ ۶۱ رگز	۲۹/۴۰ ۳۰ رگز

مرحوم محمد حسین کی ۷۷ ارگز زمین ۴۰ ر حصوں میں تقسیم ہو کر ہر ایک وارث کو اتنے گز ملیں گے جو اس کے نام کے نیچے سہام کے سامنے درج ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰ ر جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۶۳۹)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۶/۲۰ھ

شوہر سے الگ رہنے کی وجہ سے بیوی وراثت سے محروم نہیں ہوگی

سوال [۱۱۴۵۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ محمد میاں ساکن پیر غیب کا چند ماہ پہلے انتقال ہو گیا ہے، محمد میاں کی شادی تقریباً ۱۵ ر سال کا عرصہ ہوا ہوئی تھی، اور شادی کے بعد محمد میاں کی شریک حیات سے ایک مردہ بچہ بھی پیدا ہوا تھا، اس کے بعد دونوں لوگوں میں کشیدگی پیدا ہو گئی، اور تقریباً ۱۴ ر سال سے محمد میاں کی بیوی اپنے میکے یعنی والد کے گھر پر ہے، دونوں لوگوں کے درمیاں طلاق بھی نہیں ہوئی تھی، محمد میاں کے تین سگے بھائی حیات ہیں۔

معلوم یہ کرنا ہے کہ محمد میاں کے مال یعنی زیور وغیرہ میں اس کی بیوی کو کیا حق پہنچتا ہے، کیونکہ محمد میاں کے انتقال کے بعد ان کی بیوی کا جہیز واپس کیا جا رہا ہے؟

المستفتی: محمد یوسف ولد محمد جان پیر غیب مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: محمد میاں کے چونکہ کوئی اولاد نہیں تھی، اور نہ ہی انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق دی تھی، اس لیے محمد میاں کی بیوی ان کے کل ترکہ سے شرعاً چوتھائی حصہ کی حقدار ہے، اس کے بعد بقیہ مال محمد میاں کے تینوں بھائیوں کے درمیان برابر برابر تقسیم ہوگا۔

﴿وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ. [النساء: ١٢]﴾

وللزوجة الربع ...... حيث لا ولد ومع الولد أو ولد الإبن و إن سفل. (البحر

الرائق، کتاب الفرائض، کوئٹہ ۸/۴۹۳، زکریا ۹/۳۷٤، سراجی ص:۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷؍شوال المکرّم ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۶۹۲۱)

ناشزہ نفقہ کی مستحق نہیں ہے لیکن وراثت کی حقدار ہے

سوال [۱۱۴۶۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کا انتقال ہوا، اور اس نے ایک بیوی اور ایک لڑکا چھوڑا، بیوی نا اتفاقی کی بنا پر ۶؍۷؍سال سے اپنے باپ کے گھر رہتی تھی، اس دوران زید نے ماں اور بیٹے کو نفقہ کے طور کچھ نہیں دیا، تو اب یہ بیوی اور لڑکا اس کے وارث بنیں گے یا نہیں؟ اور اس مدت کا نفقہ میت کے مال سے دیا جائے گا یا نہیں؟

المستفتی: سعید الرحمٰن اصالت پورہ مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جبکہ زید نے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی یا شرعی تفریق سے نکاح سے الگ نہیں کیا، تو شرعاً بیوی زید کی وارث ہوگی، اگر چہ بیوی نافرمان رہی ہو، گذشتہ سالوں کا نان ونفقہ فرمانبردار بیوی کے لیے بھی شوہر پر واجب نہیں ہوتا۔

إذا مضت مدة لم ینفق الزوج علیها، وطالبته بذٰلک فلا شيئ لها.

(هدایه، کتاب الطلاق، باب النفقة، اشرفی دیوبند ۲/ ٤٤٠)

نیز لڑکا اس کا عصبہ بنے گا، ماں باپ و بیوی کو شرعی حصہ دینے کے بعد بقیہ سارا مال لڑکے کو ملے گا۔ **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰؍ذی قعدہ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/۹۷۸)

شوہر کی جگہ بیوی کا ترکہ کا مطالبہ کرنا

سوال [۱۱۴۶۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: راقم کے والد حاجی نذیر احمد صاحب کانپور کے باشندہ تھے، اور تین چھوٹے بڑے پختہ وغیر پختہ مکان کے مالک تھے، انہوں نے اپنی حیات میں دو کچے مکان جس کی قیمت ڈھائی ہزار روپیہ ہے ۶۰-۱۹۵۹ء میں فروخت کردیئے تھے، اور پوری رقم میرے بڑے بھائی کو دے کر یہ تاکید کی کہ وہ کبھی بھی اپنا دعویٰ میرے پختہ مکان پر نہیں کریں گے، چونکہ مملوکہ ملکیت دوسرے تین بھائی کی ہوگی، میرے بڑے بھائی تاحیات یہ بات مانتے رہے، اور کہتے رہے اور اپنی اہلیہ (میری بھابھی) جو حیات ہیں ان سے تاکید کی کہ جو رقم فروخت کردہ مکان سے حاصل ہوئی ہے، اس سے انہوں نے مرادآباد میں ایک قطعہ مکان خرید لیا ہے اور فروخت شدہ مکان کی قیمت کسی بھائی یا بہن کو نہیں دی ہے، لہٰذا تیسرے مکان میں ان کو کوئی حق نہیں ملے گا۔

ہم چاروں بھائی ریلوے ملازم تھے، اور مرادآباد میں رہ رہے تھے، لہٰذا ہم نے آپس میں طے کیا کہ اب کانپور جانا ممکن نہ ہوگا، اور کرایہ دار بھی مکان خالی نہیں کرے گا، لہٰذا فروخت کردیا گیا، اور از روئے شرع رقم تین بھائیوں اور بہنوں میں تقسیم کردی، جب اسی مکان مملوکہ کا میری بھابھی کو علم ہوا کہ فروخت ہوگیا تو اپنے شوہر کے تاکید کیے ہوئے الفاظ سے مکر گئیں، اور دعویٰ کرتی ہیں کہ فروخت شدہ رقم میں ان کا بھی حصہ ہوتا ہے؟

المستفتی: نصیرالدین ہمگری کالونی کانٹھ روڈ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب والد صاحب نے اپنی زندگی میں اپنے بڑے لڑکے کو دو مکان یہ کہہ کر دیدئے تھے کہ بقیہ مکانوں میں اس کا کوئی حصہ نہیں رہے گا، اور اسی کے مطابق آپ کے بڑے بھائی نے بھی اپنی زندگی میں کبھی ان بقیہ مکانوں پر استحقاق کا دعویٰ نہیں کیا، لہٰذا اب آپ کی بڑی بھابھی کے لیے بھی ان بقیہ مکانوں پر استحقاق کا دعویٰ کرنا صحیح

نہیں اور اگر وہ پھر بھی بقیہ مکانوں پر استحقاق کا دعویٰ کرے تو ان مکانوں کو بھی شامل کیا جائے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۷/۲۵۴)

وحکما أنها (الهبة) لاتبطل بالشروط. (در مختار مع الشامی، کتاب الهبة، زکریا ۸/ ۴۹۰، کراچی ۵/ ۶۸۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍محرم الحرام ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۶۹۹۱)

مرحوم کی بیوی کا زندگی میں ہی حصہ مانگنا

سوال [۱۱۴۶۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرے والدین مشتاق حسین اور زیتون بیگم کے نام ۹۰؍گز زمین ہے اور میرے بھائی اشتیاق حسین کا انتقال ہو چکا ہے، اس کی بیوی اپنے شوہر کا حق مانگ رہی ہے، جبکہ والدین حیات ہیں تو کیا مرحوم بیٹے کی بیوی اور بچوں کو حق ملے گا، اگر میرے والدین زندگی میں تقسیم کرنا چاہیں تو موجودہ تین لڑکے اور تین لڑکیوں کے درمیان کس طرح تقسیم کریں اور مرحوم بیٹے کی بیوی بچوں کو کتنا کتنا دیں؟

المستفتی: ممتاز حسین اصالت پورہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب اشتیاق حسین مرحوم اپنے والدین کی زندگی میں فوت ہو گیا ہے، اور اشتیاق حسین مرحوم کے دوسرے بھائی زندہ ہیں، تو ایسی صورت میں اشتیاق حسین مرحوم کی بیوی اور بچے اشتیاق حسین کے والدین کے وارث نہیں بنیں گے، ہاں البتہ اگر اشتیاق حسین کے والدین اس کی بیوی اور بچوں کو بطور تحفہ کچھ دیدیں تو اس کے مالک ہو سکتے ہیں اور یہ ایک صلہ رحمی کے طور پر والدین کی طرف سے اچھا اور بہتر اقدام ہوگا، اور اشتیاق حسین کی بیوی اور بچوں کو اپنی مرضی سے بطور صلہ رحمی کچھ دینے کے بعد بقیہ جائیداد

اپنی زندگی میں موجودہ اولاد کے درمیان تقسیم کرنا چاہیں تو ماں باپ کو اختیار ہے کہ تقسیم کردیں، مگر زندگی میں تقسیم کرنے میں لڑکیوں کو بھی لڑکوں کے برابر دینے کا حکم ہے، نیز مرحوم کے نابالغ بچوں کے اخراجات حسب استطاعت دادا پر لازم ہیں۔

وإن قصد به الإضرار سوّیٰ بينهم يعطى الا بنة مثل ما يعطى للابن وعليه الفتویٰ. (هنديه، الباب السادس فى الهبة للصغير، زكريا قديم ٣٩١/٤، جديد ٤١٦/٤، قاضيخان زكريا جديد ١٩٤/٣، وعلى هامش الهندية ٢٧٩/٣)

قلت: اعلم أنه إذا مات الأب فالنفقة على الأم والجد على قدر ميراثهما أثلاثا فى ظاهر الرواية، وفى رواية على الجد وحده كما سيأتي. (شامی، مطلب: الكلام على نفقة الأقارب، زكريا ٣٣٩/٥-٣٤٠، كراچی ٦١٤/٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵؍ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۰۵۴/۴۰)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۵/۴/۱۴۳۴ھ

بیوی کا شوہر کے والد کی جائیداد میں کوئی حصہ نہیں ہے

سوال [۱۱۴۶۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: محمد عظیم کی شادی ۵؍سال پہلے ہوئی تھی، اس کی بیوی کا نام مہ جبیں بیگم ہے، ابھی چار مہینہ پہلے اچانک محمد عظیم کا انتقال ہوگیا، اب سوال یہ ہے کہ محمد عظیم کے والد اور والدہ دونوں زندہ ہیں، اور اس کے کوئی اولاد پیدا نہ ہوسکی، اور اس کی بیوی مہ جبیں بھی زندہ ہے اور اس کی کوئی جائیداد ماں باپ سے الگ نہیں ہے، محمد عظیم کے والد صفدر حسین کے پاس اپنی ملکیت میں مکان اور زمین جائیداد موجود ہے جو صفدر حسین کی اپنی خریدی ہوئی ہے، اور محمد عظیم کی سسرال والے کہتے ہیں کہ مرحوم بیٹے کے باپ کی جائیداد میں سے اس کی بیوی مہ جبیں کو حق ملنا چاہیے، جبکہ صفدر حسین کے تین بیٹے اور تین بیٹیاں بھی موجود ہیں، شریعت کا جو بھی حکم ہو اس کو واضح کیجیے؟

المستفتی: صفدر حسین گھاس منڈی مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صفدر حسین کے بیٹے محمد عظیم کی بیوی مہ جبیں صفدر حسین کی نہ شرعی وارث ہے اور نہ ہی صفدر حسین کی جائیداد میں کسی قسم کی حقدار ہے، اور مہ جبیں کے میکے والوں کا مطالبہ شرعاً اور قانوناً دونوں اعتبار سے غلط ہے۔

لایجوز لأحد من المسلمین أخذ مال أحد بغیر سبب شرعی. (شامی، کتاب الحدود، مطلب: فی التعزیر بأخذ المال، کراچی ۴/ ۶۱، زکریا ۶/ ۱۰۶، البحر الرائق کوئٹه ۵/ ۴۱، زکریا ۵/ ۶۸، هندیه زکریا قدیم ۲/ ۱۶۷، جدید ۲/ ۱۸۱)

ولایجوز التصرف فی مال غیره بلا إذنه ولا ولایته. (در مختار مع الشامی ۹/ ۲۹۱، کراچی ۶/ ۲۰۰)

وشروطه ثلاثة: موت مورث حقیقة أو حکما ...... ووجود وارثه عند موته حیا حقیقة أو تقدیرا. (شامی، کتاب الفرائض، زکریا ۱۰/ ۴۹۱، کراچی ۶/ ۷۵۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶ر شوال المکرّم ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۴۹۴)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۱۰/۱۶ھ

مطلقہ بیوی کی اولاد شرعی وارث ہیں لیکن مطلقہ وارث نہیں

سوال [۱۱۴۶۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے پہلے سسر کا نام انوار حسین تھا اور ان کی بیوی کا نام مہر بانو ہے، میرے سسر انوار حسین نے میری ساس مہر بانو کو طلاق دیدی تھی، میرے سسر انوار حسین کے دو لڑکیاں تھیں، دونوں لڑکیوں بچپن ہی سے اپنی نانی کے یہاں والدہ ماجدہ کے ساتھ پرورش پائی، دونوں لڑکیاں جوان ہوگئیں، بڑی لڑکی کی مجھ سے (خود سکندر) علی کے ساتھ شادی ہو گئی، میری ایک چھوٹی سالی باقی رہ گئی ہے، جس کی ابھی شادی نہیں ہوئی ہے، میرے سسر

انوار حسین نے دوسری شادی کرلی، جس سے ایک لڑکا پیدا ہوا، اس کی عمر تقریباً ۷/۸ رسال ہے وہ میرا سوتیلا سالا ہوتا ہے، میرے سسر نے ایک مکان دہلی اور ایک مکان امروہہ میں چھوڑا ہے، اور میرے سسر انوار حسین ہمدرد دواخانہ میں نوکری کرتے تھے، ان کا فنڈ اور بیمہ ہے، میری بیوی اور میری سالی اور میرا سوتیلا سالا ملکیت جائیداد میں اور نقدی میں کون کتنے کا مالک ہوتا ہے اس کا آپ ہمیں حساب بنادیں؟

نوٹ: سسر کے ورثاء میں ابھی دوسری بیوی بھی زندہ ہے اور ایک لڑکا اور مطلقہ بیوی سے دو لڑکیاں موجود ہیں۔

المستفتی: سکندر علی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بشرط صحت سوال وبعد ادائے حقوق ما تقدم وعدم موانع ارث انوار حسین مرحوم کا کل ترکہ شرعی ورثاء کے درمیان درج ذیل طریقے سے تقسیم ہوگا:

انوار حسین میت ۳۲/۸

زوجہ ثانیہ	لڑکا	لڑکی	لڑکی
۱/۴	۱۴	۷/۷	۷

کل ترکہ ۳۲ رسہام میں تقسیم ہو کر زوجۂ ثانیہ کو ۴ راور لڑکے کو ۱۴ راور دونوں لڑکیوں میں سے ہر ایک کو سات سات سہام ملیں گے، پہلی بیوی جس کو طلاق دے چکا ہے، اس کو کوئی حق نہیں ملے گا، اور اس کے بطن سے انوار حسین کی جو دو لڑکیاں پیدا ہوئی ہیں ان کو اپنے باپ کے ترکہ میں سے پورا پورا حق ملے گا، ماں کو طلاق دینے سے اولاد محروم نہیں ہوسکتی۔

﴿ يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِي اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ﴾ [النساء: ۱۱]

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴ ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/۲۶۳۹)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴/۴/۱۴۱۲ھ

مطلقہ اور اس کے بیٹے کا شوہر کی جائیداد میں حصہ

سوال [۱۱۴۶۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ارشد علی ولد فرزند علی ساکن محلّہ سرائے کشن لال مرادآباد میرے فرزند ارجمند جن کا نام فیضان علی تھا، جن کی شادی ۲۷؍مئی ۲۰۰۰ء میں ہمراہ روبینہ بنت علی جان صاحب ساکن محلّہ شاہ آباد گیٹ رامپور سے ہوئی تھی، میاں بیوی کے درمیان کسی بات کو لے کر تکرار ہوگئی، اس نے اتنا طول پکڑا کہ طلاق کی نوبت آگئی، ۲۰۰۹ء میں طلاق واقع ہوگئی، بہرکیف اس درمیان ۲۶؍مئی ۲۰۱۴ء میں اچانک طبیعت بگڑنے کی صورت میں عزیزم فیضان علی کا انتقال ہوگیا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

غورطلب امر یہ ہے کہ اب عزیزم فیضان علی کی مطلقہ بیوی روبینہ اپنے حق کا مطالبہ کررہی ہے، اور مکان میں رہائش بھی کرنا چاہتی ہے، کیا یہ روبینہ کے لیے جائز ہے، اور عزیزم فیضان علی کے نام سے کوئی جائیداد نہیں ہے، نیز عزیزم فیضان علی کے صاحبزادے صبور علی والدہ کے ساتھ ہیں، لہٰذا آنجناب سے مؤدبانہ درخواست ہے کہ جواب عنایت فرماکر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں کہ فیضان علی مرحوم کی مطلقہ بیوی کا مجھ سے حق کا مطالبہ کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اسی طرح مرحوم فیضان علی کے بیٹے کا بھی میری جائیداد میں حق ہے یا نہیں؟

المستفتی: ارشد علی ولد فرزند علی محلّہ سرائے کشن لال مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب فیضان علی نے اپنی موت سے کئی سال پہلے اپنی بیوی روبینہ کو طلاق دے کر زوجیت سے الگ کردیا ہے تو اسلامی شریعت میں روبینہ کا فیضان علی کے ساتھ کوئی رشتہ باقی نہیں رہا، لہٰذا فیضان علی کی وفات پر روبینہ کسی طرح اس کی وارث نہیں بن سکتی، نیز سوال نامہ میں اس بات کا ذکر ہے کہ فیضان علی کی ملکیت میں کوئی بھی چیز نہیں رہی ہے، اس لیے فیضان علی کے بیٹے صبور علی کو باپ کا ترکہ نہ ہونے کی وجہ سے کچھ

نہیں ملے گا، اگر باپ کا کچھ بھی ترکہ ہے تو صبور علی کو اپنے باپ کی شرعی میراث ملے گی، مگر روبینہ کو کوئی چیز نہیں ملے گی، نیز دادا کے اوپر اپنے پوتے کی پرورش کا خرچہ لازم ہوتا ہے، بشرطیکہ دادا کی پرورش میں رہے اور دادا اپنی مرضی سے پوتے کے نام کچھ جائیداد کرنا چاہے تو پوتے کو مل سکتی ہے، ورنہ پوتے کو دوسری اولاد کی موجودگی میں کچھ نہیں ملے گا، نیز ابھی دادا خود زندہ ہے، اس لیے اس کی جائیداد میں سے کسی کو مطالبہ کرنے کا حق نہیں ہے۔

وأجمعوا أنه لو طلقها في الصحة في كل طهر واحدة ثم مات أحدهما لايرثه الآخر. (فتح القدير، باب طلاق المريض، زكريا ٤/١٢٩، كوئٹه ٤/٢، دار الفكر ٤/١٤٥)

قوله طلقها رجعيا أو بائنا في مرض موته ومات في عدتها ورثت وبعدها لا ...... لأن النكاح في العدة يبقى في حق بعض الآثار فجاز أن يبقى في حق إرثها عنه بخلاف ما بعد الانقضاء لأنه لا إمكان، والزوجية في هذه الحالة ليست بسبب لإرثه عنها، فيبطل في حقه خصوصا إذا رضي به. (البحر الرائق، باب طلاق المريض، زكريا ٤/٧٠، كوئٹه ٤/٤٢، البنايه اشرفيه ديو بند ٥/٤٤١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲؍ ذی قعدہ ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/ ۱۱۶۷۶)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۲/۱۱/ ۱۴۳۵ھ

عدت مکمل ہونے کے بعد مطلقہ کا سابق شوہر اس کا وارث نہیں

سوال [۱۱۴۶۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید کی دو بیویاں تھیں، پہلی بیوی کو طلاق دیدی، بعد طلاق زید نے دین مہر دینا چاہا مگر اس نے مہر لینے سے انکار کر دیا کہ قیامت میں لوں گی، زید نے مطلقہ کو مہر دینے کی بارہا کوشش کی مگر ہر بار وہ مہر لینے سے انکار ہی کرتی رہی اور معاف بھی نہیں کیا، حتی کہ بیوی کا انتقال ہو گیا، لہٰذا بتایا جائے کہ اس کی مہر کی ادائیگی کی کیا صورت ہوگی؟

آپ نے تحفۂ خواتین ماہ ربیع الاول ۱۴۲۵ھ دینی مسائل اور ان کا حل کے جواب

میں لکھا ہے کہ مسئولہ صورت میں وہ مہر بیوی کے ترکہ میں شامل ہوگا۔

اب سوال یہ ہے کہ مرحومہ کے وارث کون ہوں گے، والدین بھائی وغیرہ، یا مرحومہ کی اولاد اور شوہر وغیرہ، کیونکہ مرحومہ کے شوہر کے علاوہ دو لڑکے، دو لڑکیاں بھی ہیں، جو شادی شدہ ہیں، اور زید سے علیحدہ رہتے ہیں۔

الغرض اگر ورثاء بھی اس مہر کو بوجہ رنجش لینے سے انکار کردیں تو ایسی صورت میں اگر زید اس دین مہر کو جس کی مقدار صرف گیارہ سو روپیہ ہے، بطور صدقہ جاریہ کے ایک مشت کسی مسجد یا مدرسہ میں دیدے تو مہر ادا ہو جائے گا یا نہیں؟ اور زید اس قرض سے سبکدوش ہو کر عند اللہ بری ہو جائے گا یا نہیں؟ نیز یہ بھی بتایا جائے کہ ورثاء میں کن کن کو کتنا کتنا حصہ ملے گا؟ اور دین مہر کی کل رقم صرف گیارہ سو روپیہ ہے۔

المستفتی: ریاض الدین پورنیہ بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئولہ صورت میں مرحومہ بیوی کا مہر اس کے شرعی وارثین میں تقسیم ہوگا، اور اس کے وارثین میں والدین اور اولاد شامل ہیں، طلاق دینے والا شوہر عدت کے بعد اس کا وارث نہ ہوگا، لہٰذا مہر کی کل رقم چھ حصوں میں کر کے ایک ایک حصہ والدین کو ملے گا، اور بقیہ حصے میں لڑکے اور لڑکیاں "**لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ**" کے ضابطہ سے مستحق ہوں گے، اگر سب وارثین کی مرضی سے یہ رقم صدقہ جاریہ میں لگا دیں تو درست ہے مگر سابقہ شوہر کو ورثاء کی مرضی کے بغیر اسے کسی جگہ استعمال کا حق نہیں ہے۔

﴿ يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ. [النساء: ۱۱] ﴾

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍ ذی قعدہ ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۹۵۵/۳۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۷/۱۱/۱۴۲۶ھ

بہن کے حصے میں بھائی کا حق

سوال [۱۱۴۶۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میں اپنی بہن اور بہنوئی کے گھر رہتا تھا، بہنوئی کے ساتھ کام کرتا تھا، وہ لوگ اپنی اولاد کی طرح مجھے رکھتے تھے، میں بھی اولاد کی طرح ان کے ساتھ کام کرتا تھا، بہنوئی کوشگر کی بیماری تھی، وہ بہت کمزور ہوگئے تھے، ۱۹۸۳ء میں ان کا انتقال ہوگیا، بچوں کی ساری ذمہ داری میرے سر پر آ گئی، میری بہن بولی کہ بھائی ان لڑکیوں کا تو ہی باپ ہے، اور تو ہی بھائی بھی ہے، تو میں نے ان لڑکیوں کی خاطر اپنی شادی بھی نہیں کی ہے، اس کے بعد بہن کا بھی انتقال ہوگیا، بہن کے مرنے کے تین سال بعد دونوں لڑکیوں کی شادی کی، ۳۵/سال تک میں بمبئی میں رہتا رہا، اب میں نے اپنی شادی کی تو ان لوگوں نے مجھے بمبئی سے نکال دیا، اور کہا کہ تمہارا کوئی کام نہیں ہے، میرے بہن بہنوئی، دو کروڑ بیس لاکھ روپئے کی پروپرٹی چھوڑ کر گئے ہیں، میری بہن کے لڑکا کوئی نہیں تھا، پانچ لڑکیاں تھی، ان کے مال میں میرا کچھ حصہ نکلتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: ابوشحمہ اصالت پورہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بہن کا جو سرمایہ اس کا اپنا ذاتی تھا، اور شوہر کی دولت میں سے بہن کا حق آٹھواں حصہ بھی ہے، یہ آٹھواں حصہ اور بہن کا دیگر ذاتی سرمایہ تین حصوں میں تقسیم ہوکر دو حصہ پانچوں لڑکیوں کو ملیں گے اور بقیہ ایک حصہ بھائی کے عصبہ ہونے کی وجہ سے اس کو ملے گا، اور سالہ بہنوئی کا وارث نہیں ہوتا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳/شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۴۷۳)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۸/۱۴ھ

بہن کے نام ایف ڈی میں بھائی کا حصہ

سوال [۱۱۴۶۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: میرے والد صاحب کا انتقال ہوگیا ہے، ہم دو بہن بھائی ہیں، میرے والد صاحب کی ایک ایف ڈی ہے جس میں میری بہن نومنی ہے، کیا اس ایف ڈی کی رقم میں میرا کوئی حق بنتا ہے؟

المستفتی: محمد توقیر محلہ بھٹی مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایف ڈی کی پالیسی میں محض نومنی یا کسی کے نام سے اس کو نامزد کرا دینے سے دیگر ورثاء کا حصہ سوخت یا ختم نہیں ہوجاتا بلکہ شرعاً سب وارثین حسب حصص شرعیہ اس میں شریک ہوں گے، اور اس ایف ڈی میں جو سود کی رقم آئے گی وہ حرام اور ناجائز ہے، کسی کے لیے بھی حلال نہیں ہے، اگر انکم ٹیکس یا سیل ٹیکس وغیرہ لازم ہے تو اس میں دے سکتے ہیں، ورنہ نادار فقراء کو بغیر نیت ثواب صدقہ کر دینا لازم ہے، اور رأس المال جو جمع کیا گیا ہے وہ وارثین کے درمیان حصص شرعیہ کے مطابق تقسیم ہوگا۔

وتتم بالقبض الكامل لأنها من التبرعات، والتبرع لايتم إلا بالقبض. (شرح المجلة، رستم ۱/۴٦۲)

وتتم الهبة بالقبض الكامل لقوله عليه السلام لاتجوز الهبة إلا مقبوضة. (مجمع الأنهر، كتاب الهبة، دار الكتب العلمية بيروت ۳/۴۹۱، مصرى قديم ۲/۳۵۳، شامى كراچى ۵/٦۹۰، زكريا ۸/۵۲۰، الفتاوىٰ التاتارخانية زكريا ۱۴/۴۲۱، رقم: ۲۱۵٦۳، شرح المجلة رستم اتحاد ۱/۴۷۳، رقم المادة: ۸٦۱)

من ملک بملک خبيث ولم يمكنه الرد إلى المالک فسبيله التصدق على الفقراء. (معارف السنن، اشرفى بكڈپو ديوبند ۱/۳۴)

والحيلة عند الحنفية في جواز ذٰلک مع الكراهة أن يتصدق بها على الفقير. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۳٦/۲۴۴) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴؍محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۳۵۵)

ربیب وارث نہیں ہے

سوال [۱۱۴۶۹]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میں نے ایک رانڈ عورت سے نکاح کیا تھا اس کے ساتھ ایک بچہ نادان آیا تھا، میں نے اس کو پال پوس کر بڑا کیا، اب ایک بچہ اسی بیوی سے میرے نطفہ سے پیدا ہوا ہے تو کیا بیوی کے ساتھ آیا ہوا بچہ میرے مال کا حقدار ہوسکتا ہے، ان دونوں بھائیوں میں بہت دشمنی چل رہی ہے، تو پہلے والے لڑکے کو جدا کر کے اس کو ہٹا سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی: محمد اسجد گلاب باڑی کٹ گھر مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو بچہ بیوی کے ساتھ آیا تھا وہ شرعی طور پر آپ کا وارث نہیں ہے، آپ کی دولت میں شرعی طور پر کسی حصہ کا حقدار نہیں ہے، اور جو لڑکا آپ سے پیدا ہوا ہے وہ آپ کا وارث ہے اور جو بچہ بیوی کے ساتھ آیا ہے وہ آپ کے خاندان کا فرد نہیں ہے اور اس کے لیے قرآن وحدیث اور فقہ سے وراثت ثابت نہیں ہے، اور اپنی اولاد کے لیے ثابت ہے۔

﴿قال اللّٰہ تعالی: يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ. [النساء: ۱۱]﴾ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸؍ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۹۶۵)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۴/۸ھ

بھتیجے کو حصہ دینے کی شرعی حیثیت

سوال [۱۱۴۷۰]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عائشہ خاتون کا انتقال ہوا، اس کے ورثاء میں پانچ لڑکے اور پانچ لڑکیاں ہیں جبکہ ایک لڑکا شمیم والدہ کی حیات میں ہی انتقال کرگیا تھا، جس کا ایک لڑکا محمد وسیم ہے، مرحومہ

محمد شمیم کے بھائی اپنے بھتیجے کو بخوشی حصہ دینا چاہتے ہیں، مفتی صاحب سے درخواست ہے کہ ہر وارث کو کتنا ملے گا؟ واضح فرمائیں۔

المستفتی: محمد ندیم گل شہید مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عائشہ خاتون کے وارثین میں شرعی طور پر اس لڑکے کی اولاد شامل نہیں ہے، جس کا انتقال عائشہ کی زندگی میں ہی ہوگیا تھا، لیکن اگر سارے وارثین اپنی رضامندی سے مرحوم لڑکے کی اولاد کو بھی اتنا دینا چاہتے ہیں جتنا ایک بھائی کا حصہ بن سکتا ہے، تو وارثین کی طرف سے یہ ایک بہترین صلہ رحمی کا اقدام ہے، ان شاء اللہ اس سے تمام وارثین من جانب اللہ اجر وثواب کے مستحق ہوں گے۔

عن أبی هريرة– رضی الله عنه– عن النبی ﷺ قال: من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليصل رحمه. (بخاری، باب إكرام الضيف وخدمته إياه بنفسه، النسخة الهندية ۲/ ۹۰۶، رقم: ۵۹۰۰، ف: ۶۱۳۸)

عن أنس بن مالک –رضی الله عنه أن رسول الله ﷺ قال: من أحب أن يبسط فی رزقه وينسأ له فی أثره فليصل رحمه. (بخاری شریف، باب من بسط له فی الرزق لصلة الرحم، النسخة الهندية ۲/ ۸۸۵، رقم: ۵۷۵۲،ف: ۱۵۹۸۶)

اور کل ترکہ درج ذیل طریقہ پر تقسیم ہوگا:

۱۵

میت

لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی
۲	۲	۲	۲	۲	۱	۱	۱	۱	۱

کل ترکہ ۱۵/ سہام میں تقسیم ہوکر مرحوم کے زندہ لڑکوں میں سے ہر لڑکے کو ۲ /۲/ اور لڑکیوں کو ایک ایک ملے گا، اور مرحوم لڑکے کی اولاد کو دینے کی صورت میں کل ترکہ ۱۷/ سہام میں تقسیم ہوکر ہر ایک کو ۲ /۲/ اور لڑکیوں کو ایک ایک ملے گا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/ جمادی الثانیہ ۱۴۳۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/ ۱۲۰۷۶)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۵/ ۶/ ۱۴۳۶ھ

پوتا شرعی وارث ہے یا نہیں؟

سوال [۱۱۴۷۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کیا دادا، پردادا کی موروثی جائیداد میں بیٹے کے ہوتے ہوئے پوتا پوتی کا بھی حق ہوتا ہے؟

ایک بیٹا اپنے باپ سے یہ کہہ کر اپنا حق جائیداد سے مانگ رہا ہے کہ یہ ہمارے دادا کی موروثی جائیداد ہے اس میں میرا بھی حق ہے، جبکہ باپ کہتا ہے کہ بیٹا میرے مرنے کا انتظار کرو، جب تک میں زندہ ہوں تمہارا کوئی حق نہیں، بس رہتے رہو، مہربانی فرما کر جتنی جلدی ممکن ہو ارشاد فرمائیں نوازش ہوگی؟

المستفتی: ماسٹر عبدالحق ہلدوانی نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دادا، پردادا کی موروثی جائیداد میں بیٹے کے ہوتے ہوئے پوتا، پوتی کا کوئی حق نہیں ہوتا ہے، اور یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ موروثی جائیداد میں سے جو ملا ہوا ہے، اس میں اور خود کی خریدی ہوئی جائیداد میں ملکیت کے اعتبار سے اور آئندہ نسلوں میں وراثت جاری ہونے کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہوتا ہے، جس طرح خود کی خریدی ہوئی جائیداد میں سے بیٹے کی موجودگی میں پوتے وارث نہیں ہوتے ہیں، اسی طرح موروثی جائیداد میں بیٹے کی موجودگی میں پوتے وارث نہیں ہوں گے، لہٰذا بیٹے نے باپ سے موروثی جائیداد میں سے اپنا حق جائیداد کا جو مطالبہ کیا ہے وہ ناجائز مطالبہ ہے، کیونکہ باپ کے ہوتے ہوئے موروثی جائیداد میں سے بیٹا کسی بھی حصہ کا حق دار نہیں ہوتا ہے، باپ کو اختیار ہے کہ اپنی زندگی میں بحالت صحت موروثی جائیداد میں مکمل طور پر مالکانہ تصرف کرنا چاہے یا بیچ کھائے یا کسی کو تحفہ میں دیدے۔

عن المغيرة عن أصحابه في قول زيد بن ثابت و علي بن أبي طالب و ابن مسعود رضي الله عنهم إذا ترك المتوفىٰ ابنا فالمال له، وقوله: إذا

ترک ابنا و ابن ابن فليس لابن الابن شيئ، و كذٰلك إذا ترك ابن ابن و أسفل منه ابن ابن و بنات ابن أسفل فليس للذى أسفل من ابن الابن مع الأعلى شيئ، كما أنه ليس لابن الابن شيئ. (السنن الكبریٰ للبيهقی، كتاب الفرائض، باب ترتيب العصبة، دار الفكر ۹/ ۳۰۲، رقم: ۱۲۶۲۹)

يحجب الأبعد بالأقرب كالابن ويحجب أولاد الابن. (الدر المنتقیٰ في شرح الملتقیٰ، كتاب الفرائض، دار الكتب العلمية بيروت ۴/ ۵۱۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷؍ ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/ ۱۲۰۰۶)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۷/ ۴/ ۱۴۳۶ھ

مشترکہ حادثہ میں وفات پانے والا وارث ہے یا نہیں؟

سوال [۱۱۴۷۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) کہ میری شادی تقریباً ۱۴؍ سال قبل مولانا قمر الدین ولد جناب مولانا امام الدین صاحب کے ساتھ ہوئی تھی۔

(۲) تین سال تک ہم زوجین اپنے ساس وخسر کے ساتھ مشترکہ طور پر رہتے رہے۔

(۳) اس کے بعد چند گھریلو وجوہات کی بنا پر ہمارے خسر نے ایک علیحدہ مکان ہمارے شوہر کو دے کر ہمیں مشترکہ نظام خانہ زندگی سے الگ کر دیا۔

(۴) مکان کا مکمل مالک وقابض اپنے بیٹے کو بنا دیا تھا، اور اپنے حق سے دستبردار ہو گئے تھے، اور بذات خود اپنے دوسرے بیٹے شرف الدین کے ساتھ دوسرے مکان میں رہائش پذیر تھے، اور وہ حصہ اس حصہ سے رقبۃً بڑا ہے، جو میرے شوہر کو دیا تھا، نیز ان کے دو ہی لڑکے تھے، ایک لڑکے کا انتقال ہو گیا تھا۔

(۵) مکان میں کچھ تعمیرات بھی ہمارے شوہر نے کرائی۔

(۶) ہمارے شوہر اپنے والد کے مدرسہ میں تنخواہ دار ملازم تھے۔

(۷) ہمارے شوہر چند وجوہات کی بنا پر والد کے مدرسہ سے مستعفی ہوکر نینی تال امامت کرنے کے لیے چلے گئے، تقریباً ڈیڑھ سال تک انہوں نے امامت کی اور ہم اپنے والد کے گھر چلے آئے، دوران قیام نینی تال مکان پر ہمارے شوہر ہی دخیل وقابض رہے۔

(۸) اس کے بعد ہمارے خسر کو پھر ان کی سخت ضرورت محسوس ہوئی تقریبا ۱۲ر نفر کا ایک وفد اپنے لڑکے مولانا قمرالدین کو بلانے کے لیے روانہ کیا ہمارے شوہر آنے کے لیے تیار نہیں تھے، لیکن وہ چند شرطوں کے ساتھ آگئے، جن کا ہمیں علم نہیں ہے۔

(۹) گذشتہ سال ہمارے شوہر اوران کے والد مولانا امام الدین صاحب ایک حادثہ میں ایک ساتھ شہید ہوگئے، ان کے بعد حتمی طور پر یہ معلوم نہیں کہ پہلے کس کا انتقال ہوا، پوسٹ مارٹم رپورٹ کے مطابق ہمارے شوہر کا انتقال پہلے قرار دیا گیا۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ مولانا امام الدین کی جائیداد میں ہمارے شوہر حقدار ہوں گے یا نہیں؟ انہوں نے کافی جائیداد چھوڑی اور اپنے انتقال پر ایک بیوی ایک لڑکا اور ۲ر لڑکیاں چھوڑیں، نیز ہمارے مرحوم شوہر پر پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کا شرعاً اعتبار کیا جائے گا یا نہیں؟

(۱۰) ہمارے خسر نے جو مکان اپنے لڑکے کو دیدیا تھا اس میں ہم اور ہمارے بچے حقدار ہوں گے یا نہیں؟ شریعت کی روشنی میں جواب مرحمت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

المستفتی: بیوہ مولانا قمرالدین مرحوم رام نگر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوالنامہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مولانا قمر الدین صاحب مرحوم کو باپ نے جو مکان دیا ہے وہ مالکانہ طور پر دے کر علیحدہ کر دیا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ مولانا قمرالدین صاحب ان کے والد حضرت مولانا امام الدین صاحب مرحوم کا مدرسہ بھی چھوڑ کر نینی تال جا کر امامت کرنے لگے اور باپ کے اپنے مدرسہ میں بلانے کے باوجود آنے کے لیے تیار نہیں تھے، اور دس بارہ نفری لوگوں کو سفارشی بنا کر کے بلایا گیا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مولانا قمرالدین صاحب ان کے والد حضرت مولانا امام الدین صاحب کی فیملی سے بالکل الگ تھلگ رہے ہیں، لہٰذا اس علیحدگی میں جو مکان مولانا

قمر الدین صاحب کو دیا گیا ہے وہ شرعی طور پر باپ کی طرف سے ہبہ ہے اور ہبہ پر مالکانہ قبضہ بھی ثابت ہو چکا ہے، اس لیے وہ مکان مولانا قمر الدین کی ملکیت ہے۔

وتصح بإيجاب ...... وبقبول ...... وتتم الهبة بالقبض الكامل. (در مختار مع الشامی، کتاب الهبة، زکریا ۸/ ۴۹۳، کراچی ۵/ ۶۹۰)

ويتم بالمالك وحده والقبول شرط ثبوت الملك للموهوب له.

(هندیه، کتاب الهبة، الباب الأول، زکریا جدید ٤/ ٣٩٥، قدیم ٤/ ٣٧٤)

اب رہی مشترکہ حادثہ میں دونوں کی موت واقع ہونے کی صورت جبکہ حتمی طور پر باپ کی موت کا پہلے ہونا ثابت نہیں ہے، اسی طرح بیٹے کی موت کا بھی پہلے ہونا ثابت نہیں ہے تو ایسی صورت میں ایک دوسرے کے وارث بنیں گے یا نہیں؟

تو حکم شرعی یہ ہے کہ نہ بیٹا باپ کا وارث بنے گا اور نہ ہی باپ بیٹے کا وارث بنے گا اور پوسٹ مارٹم کے ذریعہ سے تقدم وتأخر کو ثابت کرنا شرعاً معتبر نہیں ہے، کیونکہ حق وراثت میں جہالت مورث اور جہالت وارث دونوں ہی مانع وراثت ہیں، لہٰذا جب مولانا قمر الدین کا بیٹا موجود ہے، اور حضرت مولانا امام الدین صاحب کا بھی ایک بیٹا موجود ہے تو ایسی صورت میں مولانا قمر الدین کی جائیداد میں بھی مولانا امام الدین کے بیٹے اور بیٹیاں وارث نہیں بنیں گے، اسی طرح مولانا امام الدین صاحب کی جائیداد میں بھی مولانا قمر الدین کے بیٹے اور بیٹیاں اور بیوی وارث نہیں ہوں گے، ہاں البتہ مولانا قمر الدین کی ماں قمر الدین کی جائیداد میں چھٹے حصے کی حقدار رہے گی۔

وبقی من الموانع جهالة تاريخ الموتىٰ كالغرقىٰ و الهدمىٰ والقتلىٰ ومنها جهالة الوارث. (در مختار مع الشامی، کتاب الفرائض، زکریا ۱۰/ ۵۱۰، کراچی ٦/ ٧٦٨)

إذا ماتت جماعة بينهم قرابة ولا يدرى أيهم مات أولا كما إذا غرقوا فى السفينة معا ...... ولم يعلم التقدم والتأخر فى موتهم جعلوا كأنهم ماتوا معا، فمال كل واحد منهم لورثته الأحياء ولايرث بعض هؤلاء الأموات من

بعض هذا هو المختار عندنا. (الشريفيه ص:۱۵۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳/ رجمادی الثانیہ ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۰۹۴)

نومسلمہ اوراس کے بچوں کو حصہ ملے گا یا نہیں؟

سوال [۱۱۴۷۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید کی دو بیوی ہیں، دونوں حیات ہیں پہلی بیوی جس سے زید کا نکاح ۲۰۰۵ء میں ہوا تھا، نکاح کے بعد اس سے ایک لڑکا ہے، جس کا نام محمد کفیل حمزہ ہے۔

دوسری بیوی نومسلمہ ہے، ایمان لانے سے پہلے اس کے بطن سے زید کے دو بچے ہیں، ایک لڑکی اور ایک لڑکا، نکاح کے تین ماہ کے بعد ایک لڑکی زید سے اور پیدا ہوئی، زید کی اپنی کوئی جائیداد نہیں ہے، اگر والد کی جائیداد میں سے آگے چل کر کوئی حصہ زید کو پہنچتا ہے تو مندرجہ بالا بچوں کا اس حصہ میں سے کس کو شرعی طور پر کتنا حصہ ملے گا؟

المستفتی: محمد یامین جھبو کا نالہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں زید کو جو کچھ بھی والد کی طرف سے ملے گا اس میں صرف زید کی پہلی بیوی سے پیدا شدہ محمد کفیل حمزہ ہی شرعاً حقدار ہوں گے، اور نومسلمہ بیوی سے نکاح سے پہلے جو اولاد ہوئی ہے یا نکاح کے تین مہینہ بعد جو لڑکی پیدا ہوئی ہے وہ سب اس کی وارث نہیں ہوں گی، اس لیے کہ شرعاً ان بچوں کا نسب زید سے ثابت نہیں ہوا، بشرطیکہ زید کی نومسلمہ بیوی نے آخری بچہ کی ولادت سے تین مہینہ پہلے ہی ایمان لاکر زید سے نکاح کیا ہو، لیکن اگر زید کی نومسلمہ بیوی نے تینوں بچوں کی پیدائش سے پہلے خفیہ طور پر اسلام لاکر زید سے نکاح کرلیا تھا، اور پھر یہ بچے پیدا ہوئے ہیں، اور بعد میں جو نکاح ہوا ہے وہ نکاح صرف ظاہراً لوگوں کو دکھانے کے لیے ہوا ہے، تو زید کے وہ سارے بچے بھی زید کے وارث قرار

پائیں گے، اور یہ سب باتیں اسی وقت صحیح طور پر معلوم ہوسکتی ہیں جب زید سے براہ راست اس بارے میں گفتگو کی جائے۔ (مستفاد: کفایت المفتی جدید ۸/ ۲۸۸، فتاویٰ دار العلوم ۱۷/ ۵۳۹)

عن أبی هریرة رضی الله عنه قال: قال النبی صلی الله علیه وسلم: الولد للفراش وللعاهر الحجر. (بخاری شریف، باب للعاهر الحجر، النسخة الهندیة ۲/۱۰۰۷، رقم: ۶۵۶۰، ف: ۶۸۱۸)

ویستحق الإرث برحم و نکاح صحیح فلا توارث بفاسد ولا باطل اجماعا و ولاءً. (در مختار مع الشامی، کتاب الفرائض، زکریا ۱۰/۴۹۷، کراچی ۶/ ۷۶۱، مجمع الأنهر، دار الکتب العلمیة بیروت ۴/ ۴۹۵، مصری قدیم ۲/ ۷۴۷)

وإذا تزوج الرجل امرأة فجاءت بولد لأقل من ستة أشهر منذ یوم تزوجها لم یثبت نسبه. (هدایه، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، اشرفی دیوبند ۲/ ۴۳۲، هندیه زکریا قدیم ۱/ ۵۳۶، جدید ۱/ ۵۸۸) **فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۳۵۶)

تقسیم میراث سے متعلق ایک سوال

سوال [۱۱۴۷۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں آپ سے شرعی طور پر وراثت کی تقسیم کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتی ہوں، تاکہ میں احکام شرعیہ کے مطابق اپنی ملکیت کو تقسیم کرسکوں، پہلے تو یہ عرض کرنا مناسب ہوگا کہ میرے پاس جو آراضی ہے وہ میرے والد محترم نے ۱۹۶۵ء میں ۱۶۵؍گز جگہ تین لڑکیوں کے نام سے خریدی تھی (جس میں ایک میرے نام اور دو میری دوسری بہنیں ہیں) اس آراضی سے ہونے والی آمدنی کو میرے والد اور بھائی لوگ وصول کرتے رہے (میرے تین بھائی ہیں اور ہم سب چھ بہنیں ہیں) ۱۹۶۵ء میں میری شادی ہوگئی اور میں اپنی سسرال چلی گئی، میرے دو بچے ہیں، ایک لڑکا جس کی عمر اس وقت ماشاء اللہ ۱۷؍سال مکمل

ہونے جارہی ہے اوراس سے دوسال بڑی ایک لڑکی جس کی عمر ۱۹/سال ہے، اوراس کی شادی کوبھی ماشاء اللہ ایک سال مکمل ہو چکا ہے،اس آراضی پر ہمارے ایک کرایہ دار نے قبضہ کرلیا جس کو خالی کرانے میں میرے والداور بھائی لوگوں کو کافی مشکلات پیش آرہی تھیں، چنانچہ انہوں نے مجھ سے کہا کہ تم اس جگہ کو خالی کرالو، پھر والد نے مجھ سے کہا: اوراللہ کے حکم سے اس جگہ کو میں نے ۱۹۸۸ء میں خالی کرالیا، حالات کے تقاضہ کے تحت وہاں مجھے رہنا پڑا، جگہ بہت اجاڑ اورسنسان اور دیہاتی ہے، مگراللہ کے سہارے وہاں رہی، ۱۹۸۹ء میں اسکول کی بنیاد ڈالدی، اسکول کی بلڈنگ اورتمام فرنیچراورضروری سامان میں نے خودذاتی پیسہ سے تیارکیا، اوراس جگہ پر رہنے کے لیے بھی کچھ حصہ صحیح کرنا پڑا، جس کو میں نے خودکیا، لیکن یہ سب کام بنا کسی لالچ وغرض کے کرتی رہی، اورنیت یہ تھی کہ جس وقت بھی والدمحترم مجھ سے جگہ مانگیں گےفوراً دیدوں گی، میرے والد کی اور بھی بہت ملکیت ہے،جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے، ۶/بیگہ زمین ایک بھائی کے نام پراور۱۲/بیگہ زمین ایک بھائی کے نام پرخریدی گئی، تین بیگہ زمین دوسرے بھائی کے نام سے،۲۰/بیگہ زمین والدہ کے نام سے، تین بیگہ زمین دو بہنوں کے نام سے،۴۵/بیگہ باغ والدہ اورمیری چار بہنوں کے نام سے،۴۰/بیگہ کھیت والدہ اورچار بہنوں کےنام سے،ایک کوٹھی میرے والد کےنام سےجس میں تینوں بھائی مقیم ہیں۔

غرض ایک دن میرے والد نے ہم تین بہنوں کے نام سے جوآراضی ۱۶۵/گز جس کا ذکرکرچکی ہوں اس کو پورا کاپورا میرے نام، ان دونوں بہنوں نے اپنا حصہ بھی ہبہ کردیا، جو کہ ہبہ زبانی کے علاوہ تحریری بھی ہے،جس پران کے شوہروں اوردو دو گواہوں کے دستخط بھی موجود ہیں،میری ان دونوں بہنوں کواس جگہ کے بدلے دوسری جگہ دیدی گئی، اور یہ جگہ مجھ کو یہ کہہ کردی گئی کہ اس کومیں نے اپنی محنت سے اس کرایہ دار سے خالی کرایا جس کوخالی کرانے میں کافی مقدمہ داری اور پریشانی کا سامنا تھا، دوسرے یہ وہاں اکیلے بچوں کو لے کر رہی (میرے شوہر میرے ساتھ نہیں ہیں، جب میں اس جگہ آئی تواس وقت میری بچی ۹/سال اور بیٹا۷/سال کا تھا اسکول قائم کیا،اور یہ اسکول اسی طرح چلتا رہا، یہ اسکول میں نے اپنی والدہ

کے نام سے قائم کیا ہے، یہاں دیہات میں آبادی مسلم ہے، یہاں کی ضرورت کو دیکھتے ہوئے میں نے اسکول قائم کیا کیونکہ یہاں کوئی اسکول نہیں تھا۔

(۱) اب آپ مجھے اسلامی رو سے یہ بتانے کی تکلیف کریں کہ ان دونوں بہنوں کا اس پر کوئی شرعی حق تو نہیں ہے؟

(۲) اگر اس جگہ کو میں پورا کا پورا قوم کے نام یعنی اسکول کے نام کردوں تا کہ اسی طرح یہ آگے چلتا رہے تو مجھ سے کسی کی حق تلفی تو نہ ہوگی؟

(۳) میرے دو بچوں کا اس میں کہاں تک اور کتنا حصہ ہوسکتا ہے؟

(۴) میرے قرض، نماز، روزہ، اور زکوٰۃ، حج وغیرہ کا فدیہ میری موت کے بعد اس جائیداد میں سے کس طرح سے ادا ہوسکتا ہے؟

(۵) والد کی جس خرید جائیداد کی تفصیل میں نے اوپر عرض کی ہے اس میں سے بہنوں اور بھائیوں کا کس طرح ورثاء میں شمار ہوگا؟

(۶) جو جگہ الگ الگ بھائیوں کے نام سے خریدی گئی ہے کیا وہ ورثاء میں تقسیم ہوتے وقت والد کی ملکیت میں سمجھی جائے گی، یا صرف وہی ملکیت والد کی سمجھی جائے گی، جو اس وقت ان کے نام پر ہے، والد صاحب اگر اپنی حیات میں والدہ یا کسی بھائی بہن کا حصہ فروخت کردیں تو اس پر ان کا اختیار رہوگا، والد کے بعد بچی ہوئی جائیداد کس طرح تقسیم ہوگی؟ امید ہے کہ آپ شرعی نقطۂ نظر سے سمجھا کر ہمیں راستہ دکھائیں گے، جس کو اپنا کر ہم اپنا فرض ادا کرسکیں، اور ہم سے کوئی ایسی بھول نہ ہوجائے جس سے اللہ کے حضور ہماری پکڑ اور رسوائی ہو۔

المستفتیه: ایک مسلم خاتون

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) ان بہنوں نے آپ کو بخوشی ہبہ کردیا ہے اور اس پر آپ کا قبضہ بھی ہے، اب آئندہ ان بہنوں کا اس میں کوئی حق باقی نہیں رہا۔

الهبة عقد مشروع (الی قوله) والقبض لابد منه لثبوت الملک.

(هدایه، کتاب الهبة، اشرفی ۳/ ۲۸۳، رشیدیه ۳/ ۲۶۷)

(۲) اسکول کوئی خالص دینی ادارہ نہیں ہے اس لیے پورا کا پورا قوم کے نام کر کے اپنے بچوں کو بے سہارا بنانا اچھی بات نہیں بلکہ ایسا کیا جائے کہ پورا اسکول بچوں کے نام کر دیا جائے، اور بچے اس کی فیس سے گذارا کر سکیں، بچوں کو بے سہارا چھوڑنے سے حضور ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

عن عامر بن سعد، عن أبيه رضى الله عنه قال: مرضت عام الفتح -إلى- إنک إن تذر ورثتک أغنياء خير من أن تذرهم عالة يتكففون الناس، وإنک لن تنفق نفقة إلا أجرت فيها. (سنن الترمذی، باب ما جاء فی الوصية بالثلث، النسخة الهندية ۲/۳۳ دا السلام رقم: ۲۱۱۶، مسند أحمد بن حنبل ۱/۱۷۹، رقم: ۱۵۴۶، مسند البزار مكتبه العلوم والحكم ۳/۲۹۳، رقم: ۱۰۸۵)

(۳) آپ اپنی زندگی میں جتنا چاہے دے سکتی ہیں، آپ کو اختیار رہے۔

(۴) آپ اپنی زندگی ہی میں تمام امور کا فرض اور قرض دونوں ادا کر دیں، موت کے بعد کی خبر نہیں، اگر حج فرض ہے، کسی محرم کو ساتھ لے کر ضرور حج کر لیجئے، ہر سال کی زکوٰۃ ہر سال ادا کیجئے، اگر باقی رہی ہے تو اول فرصت زکوٰۃ و قرض ادا کر دینا لازم ہے۔

(۵) جو جگہ دوسرے بھائی بہنوں کے نام کر کے قبضہ دیدیا ہے وہ ان کی ملکیت ہے، اس میں دوسروں کا حق نہیں۔

(۶) جو جائیداد والد کے نام مزید باقی ہیں ان میں والد کے مرنے کے بعد سب اپنے اپنے حصۂ شرعی کے حقدار رہوں گے اور والد صاحب نے جو جائیداد بھائی بہنوں میں سے کسی کو دے کر قبضہ دیدیا ہے اس کو اپنے اختیار سے فروخت کرنے کا والد صاحب کو حق نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹؍محرم الحرام ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۴۶۳۴)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۹؍۱؍۱۴۱۷ھ

۹ باب الحجب والحرمان

وارث شرعی کو میراث سے محروم کرنے کا حکم

سوال [۱۱۴۷۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: مرحوم عبداللہ صاحب کی دو اہلیہ ہیں، بڑی اہلیہ سے دو لڑکے ہیں اور چھوٹی اہلیہ سے تین لڑکے ہیں، عبداللہ کے انتقال کے بعد جائیداد کی تقسیم کے وقت جائیداد کے ۴/ حصے کیے گئے، پانچویں بھائی کو حصہ میں شریک اس لیے نہیں کیا گیا کہ وہ سرکاری ملازم انجینئر تھے اور اپنی تنخواہ مشترکہ خاندان میں نہیں دیتے تھے، تو ان کی معقول تنخواہ کو ہی ایک تصور کر کے جائیداد کی تقسیم عمل میں آئی، عبداللہ صاحب کی بڑی اہلیہ کی اولاد میں جائیداد کے دو حصے اور چھوٹی اہلیہ کی اولاد میں جائیداد کے دو حصے آئے جبکہ انہیں تین حصے ملنے چاہیے تھے، لیکن چونکہ ایک بھائی کی تنخواہ کو ہی ایک حصہ تصور کیا گیا تھا اس لیے دو حصے ملے، اس کے بعد بڑی اہلیہ کے دونوں لڑکوں میں تقسیم ہوگئی، اور اب چھوٹی اہلیہ کے تین لڑکوں میں تقسیم کا معاملہ در پیش ہے، تو وہ بھائی جن کی تنخواہ کو ایک حصہ مانا گیا تھا وہ اب باقی دو بھائیوں کے حصہ میں آئی جائیداد میں حصہ کے طلب گار ہیں، جبکہ انہوں نے کبھی بھی اپنی تنخواہ مشترکہ خاندان میں نہیں دی ہے، تو جب پہلے ہی باپ کی جائیداد میں انہیں حصہ نہیں دیا گیا تو اب بھائیوں میں تقسیم کے وقت کیا ان کا حق بنتا ہے؟ کیا ان کا جائیداد میں اپنا حصہ طلب کرنا درست ہے؟

مزید تفصیل یہ ہے کہ مرحوم عبداللہ کی چھوٹی اہلیہ کے تین لڑکے بکر، عمر اور زید ہیں، والد کے انتقال کے بعد ان کی متروکہ تجارت ومکان کی تقسیم نہیں ہوئی، تینوں بھائی بکر عمر اور زید نے آپسی رضا مندی سے بغیر کسی معاہدہ کے تجارت کو جاری رکھا، تاہم بکر اور زید ہی نے تجارت میں مکمل وقت دیا، عمر اپنی سرکاری ملازمت میں مصروف رہے، دفتری اوقات کے بعد کا ۲۵/ فیصد وقت تجارت میں دیا کرتے تھے لیکن دوسرے شہروں کو تبادلہ کی صورت میں

اتنا وقت بھی نہ دے پاتے، درمیان ملازمت وہ معطل کیے گئے اس کے بعد تجارت میں پورا وقت دیتے، بکر کے پانچ لڑکوں میں سے تین لڑکے اپنے والد کے ساتھ تجارت سے جڑ گئے، اور گذشتہ بیس سالوں سے تجارت کے فروغ میں سرگرم ہیں، ان کی محنت سے مزید دو نئے تجارتی مراکز قائم ہوئے، جبکہ دوسرے بھائی زید کے لڑکے تعلیم حاصل کرکے کمپنی میں ملازمت کرنے لگے، بکر کے تین لڑکے جو گذشتہ بیس سال سے محنت کررہے ہیں، انہوں نے اب تک کوئی شراکت یا معاوضہ نہیں لیا، اور نہ ایسا کوئی معاہدہ تجارت سے جڑنے سے قبل طے پایا تھا، لیکن مسلسل محنت کرکے خرید وتجارتی مراکز قائم کیے۔

عمر کی سرکاری ملازمت سے ملنے والی تنخواہ سے متعلق یہ معاہدہ طے پایا تھا کہ وہ گھر کے خرچ کی ذمہ داری لیں گے، تاہم انہوں نے ایسا نہیں کیا اور اپنی تنخواہ کی رقم خود ہی جمع کرکے اپنے لیے ایک مکان بنا کر کرایہ پر دیدیا، اور ایک پلاٹ بھی خریدا اور معاہدہ کے مطابق گھر خرچ کے لیے کچھ نہیں دیا، بلکہ اپنا اور اپنے اہل وعیال کا مکمل خرچ مشترکہ خاندان اور مشترکہ تجارت سے ہی پورا کرتے رہے، ان کے لڑکے نے بھی علیحدہ تجارت شروع کی، اور اس کی آمدنی بھی مشترکہ خاندان میں جمع نہیں ہورہی ہے وہ خود ہی جمع کررہے ہیں، زید کے لڑکوں کی تعلیم کا خرچ اسی مشترکہ خاندان وتجارت سے ہی ہوا، بڑے لڑکے کی تعلیم مکمل ہونے کے بعد ملازمت ملی تو اس لڑکے کی تنخواہ بھی مشترکہ خاندان میں جمع نہیں ہوتی بلکہ وہ بھی خود ہی جمع کررہے ہیں، مرحوم عبداللہ کی وفات سے تا حال تمام معاملات جیسے تعلیم، شادی، بیاہ اور دیگر تمام اخراجات تینوں بھائیوں نے مشترکہ تجارت کی آمدنی سے ہی پورے کیے ہیں، برائے کرم وراثت کی تقسیم کے معاملہ کے شریعت کی روشنی میں مدلل حوالوں کے ساتھ جلد سے جلد جوابات عنایت فرمائیں؟

المستفتی: ایم اے، ایچ اطہر وقف بورڈ گلبرگہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) عبداللہ کی دوسری بیوی کے تین لڑکے زید عمر بکر میں سے عمر کو سرکاری ملازمت کی وجہ سے اپنے والد عبداللہ کی وراثت سے جو محروم رکھا گیا ہے وہ شرعاً غلط ہے، اور وہ اپنے والد کے متروکہ مال میں سے ہر صورت میں شرعی میراث کے حقدار

ہیں، اور مذکورہ خاندان میں عبداللہ کی میراث کی تقسیم شرعی طور نہیں ہوئی ہے اس لیے کہ عبداللہ کی دونوں بیویاں بھی اس کی میراث کی شرعی وارث ہیں، اسی طرح اگر عبداللہ کی دونوں بیویوں میں سے کسی کے بطن سے عبداللہ کی کوئی لڑکی بھی ہے تو وہ بھی اپنے شرعی حصہ کی حقدار ہے۔

ثم يقسم الباقي بين ورثته أى الذين ثبت إرثهم بالكتاب أو السنة. (در مختار، كتاب الفرائض، زكريا ۱۰/ ۴۹۷، كراچى ۶/ ۷۶۱-۷۶۲، مجمع الأنهر مصرى قديم ۲/ ۷۴۷، دار الكتب العلمية بيروت ۴/ ۴۹۵، البحر الرائق كوئٹه ۸/ ۴۸۹، زكريا ۹/ ۳۶۷، سراجى ص:۶)

المجمع على توريثهم من الذكور عشرة ...... الابن. (تاتارخانية ۲/ ۲۲۳، رقم: ۳۳۰۹۵)

فريق لايحجبون هذا الحجب بحال ألبتة وهم ستة ثلاثة من الرجال الابن.
(شريفيه ص:۵۸، تاتارخانية ۲۰/ ۲۶۰، رقم: ۳۳۲۰۲، شامى زكريا ۱۰/ ۵۲۰، كراچى ۶/ ۷۷۹)

(۲) اور عبداللہ کی دوسری بیوی کے تینوں لڑکے زید عمر بکر نے بلا کسی معاہدہ کے مشترکہ کاروبار آپسی رضا مندی سے جو شروع کیا ہے اس کاروبار کے رأس المال اور نفع دونوں میں تینوں بھائی برابر کے شریک ہوں گے، لہٰذا پوری تجارت کو تین حصے کر کے تینوں بھائیوں کا ایک ایک حصہ شمار ہوگا، اگرچہ ان میں سے کسی کی محنت زیادہ اور کسی کی محنت کم رہی ہو، اس لیے کہ آپس کی رضا مندی سے ایسا ہوتا رہا ہے۔

وكذا لو اجتمع إخوة يعملون فى تركة أبيهم و نما المال فهو بينهم سوية ولو اختلفوا فى العمل والرائ. (شامى زكريا ۶/ ۵۰۲، كراچى ۴/ ۳۲۵)

إذا بذر بعض الورثة الحبوب المشتركة بإذن الكبار ...... فى الأرض الموروثة تصير جملة الحاصلات مشتركة بينهم. (شرح المجلة، اتحاد بكڈپو ديو بند ۱/ ۶۰۹، رقم: ۱۰۸۹)

(۳) بکر کے تینوں لڑکوں نے ازخود محنت کر کے الگ سے تجارتی جو نئے مراکز قائم کیے ہیں اس کے مالک بکر کے ہی لڑکے ہوں گے اور اس درمیان عمر نے گھر کا چونکہ خرچہ نہیں اٹھایا ہے اس لیے عمران نئے مراکز میں شریک نہیں ہوں گے۔

لو تصرف أحد الورثة مبلغا من نقود التركة قبل القسمة بدون إذن الآخرين وعمل فيه وخسر كانت الخسارة عليه كما أنه إذا ربح لايسوغ لبقية الورثة أن يقاسموه الربح. (شرح المجلة، رستم اتحاد بکڈپو دیوبند ۱/ ۶۱۰، رقم: ۱۰۹۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱/ ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۳۴۲)

قانوناً بے دخلی کی وجہ سے حق وراثت ختم نہیں ہوتا

سوال [۱۱۴۷۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میں اپنے شوہر اور ان کے گھر والوں کے لیے آپ سے فتویٰ چاہتی ہوں، مسئلہ یہ ہے کہ میری شادی سے پہلے ۲۰۰۸ء میں ہی میرے شوہر کے کاروبار میں نقصان ہو گیا تھا، جس وجہ سے ان پر کافی قرض ہو گیا تھا، اور اسی وجہ سے انہیں گھر چھوڑنا پڑا تھا، قرضداروں نے میرے شوہر کے نہ ہونے پر ان کے والد صاحب کو پریشان کیا تھا جس کی وجہ سے غصہ میں والد صاحب نے ان کو اپنی جائیداد سے قانوناً بے دخل کر دیا تھا، اخبار میں چھپوادیا تھا، اس کے بعد ۲۰۰۹ء میں ان سے ہماری شادی کی، ہم ان ہی کے گھر میں ان کے ساتھ رہتے تھے، میرے شوہر نے دوسرا کاروبار شروع کیا، اس دوران میرے شوہر کا ذہنی توازن خراب ہو گیا اور ان کو پھر نقصان ہو گیا، کاروبار بھی انہوں نے خود شروع کیا تھا، نقصان ہونے کی وجہ سے والد صاحب بھی ناراض ہو گئے تھے، جس وجہ سے انہوں نے ہم سے دو سال تک کوئی تعلق نہیں رکھا، اور میرے شوہر کے بہن بھائیوں سے بھی تعلق رکھنے کو منع کر دیا تھا کہ ہم سے کوئی نہ ملے، اور جھوٹ لکھوا دیا کہ میرے شوہر نے ان کے ساتھ اور اپنے بھائیوں کے ساتھ مار پیٹ کی جبکہ میرے شوہر اپنے والد کی بہت عزت کرتے تھے، شادی کے بعد بھی اگر کبھی انہوں نے مارا یا چار لوگوں کے سامنے میرے شوہر کو بہت بے عزت کیا پر میرے شوہر نے

انہیں کوئی جواب نہیں دیا، اس کے بعد بھی انہوں نے یہ سب کیا۔

ڈیڑھ سال پہلے ان کے والد جب بیمار ہوئے تو میرے شوہر کو یاد کیا اور ہمیں بلوایا اور ہم سے کہا کہ میں نے تمہیں معاف کیا، جو غلط فہمیاں ہوئی تھیں تم مجھے معاف کردو، آٹھ دن بعد والد صاحب کا انتقال ہوگیا، میرے شوہر کے چھوٹے بھائی نے انہیں یہ بات بتائی کہ والد صاحب تم سے تعلق رکھنے کو منع کر گئے ہیں، ہم لوگ وہاں سے آگئے، ان کے بعد ان لوگوں نے ہم سے کوئی واسطہ نہیں رکھا، ہم نے بات کرنے کی کوشش کی بھی تو ہم سے بات نہیں کی گئی، وہ لوگ ہم سے کوئی واسطہ نہیں رکھتے، اس وقت میرے شوہر بیمار ہیں انہیں کینسر ہوگیا ہے، میرے شوہر اپنی بہنوں اور بھائیوں سے بات کرنا چاہ رہے ہیں، ملنا چاہ رہے ہیں پھر انہوں نے صاف کہہ دیا کہ اس بھائی کے لیے ہمارے دل میں کوئی جگہ نہیں ہے، میری دو چھوٹی چھوٹی بچیاں ہیں اور کوئی میری مدد کو تیار نہیں ہورہا ہے، میری آپ سے گذارش ہے کہ آپ ہمیں اس بات کا فتویٰ دیں کہ اگر وہ ہم سے تعلق نہیں رکھتے تو گنہگار کون ہوتا ہے؟ میرے شوہر کے والد یا ان کی بہنیں بھائی، ہمارے مذہب میں تعلق ختم کرنا کیسا مانا جاتا ہے؟ اور کیا تعلق ختم کرنے والے کی بخشش ہوتی ہے یا نہیں؟ میرے شوہر کا اپنے والد کی جائیداد میں حق ہوتا ہے یا نہیں؟ اور ہمیں ان سے اپنا حصہ مانگنا چاہیے یا نہیں؟ کیونکہ ایسا کرنے سے دوریاں اور بھی بڑھ سکتی ہیں؟

آپ سے گذارش ہے کہ دونوں مسئلوں پر غور کرکے ہمیں فوراً فتویٰ دیدیں آپ کی بہت مہربانی ہوگی۔

المستفتی: آفرینہ عامر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بشرط صحت سوال اگر کسی آدمی سے غلطی ہوجائے اور وہ اپنی غلطی پر نادم وشرمندہ ہو تو اسے معاف کردینا چاہیے، اور بھائیوں کے لیے قطع تعلق و ترک کلام جائز نہیں ہے، اور جبکہ بھائی اس وقت کینسر کے مرض میں جوجھ رہا ہے اسے بھائیوں کی ہمدردی کی سخت ضرورت ہے اور بھائیوں پر والد صاحب کے منع کرنے کو لازم پکڑنا جائز نہیں ہے اور والد صاحب کی جائیداد میں آپ کے شوہر کا بھی حصہ ہے، اس لیے کہ صرف قانوناً

بے دخل کردینے کی وجہ سے آدمی حق وراثت سے محروم نہیں ہوتا ہے، کیونکہ وراثت ایک منجانب اللہ ثابت شدہ حق ہے، بندوں کو وہ حق ختم کرنے کا حق نہیں ہے، لہٰذا بہر صورت آپ کا شوہر اپنے باپ کا شرعی وارث ہے اور شرعی طور پر جو بھی اس کا حصہ بنتا ہے وہ اس کو ملے گا۔

إن ميراث من ورثه الله تعالىٰ فى كتابه ثابت لايستثنى منه إلا بسنة أو إجماع. (تفسير قرطبى، سورة النساء تحت رقم الآية: ١١، دار الكتب العلمية المصرية القاهرة، جزء ٥، ٣/ ٥٩، دار الكتب العلمية بيروت ٥/ ٤٠)

عن عمران بن حصين قال قال رسول الله ﷺ: لا طاعة لمخلوق فى معصية الخالق. (المعجم الكبير للطبرانى، دار إحياء التراث العربى بيروت ١٨/ ١٧٠، رقم: ٣٨١)

عن أبى هريرة رضـ قال: قال رسول الله ﷺ: لايحل لمسلم أن يهجر أخاه فوق ثلاث فمن هجر فوق ثلاث فمات دخل النار. (سنن أبى داؤد، الأدب، باب فى هجرة الرجل أخاه، النسخة الهندية ٢/ ٦٧٣، دار السلام رقم: ٤٩١٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۲۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۵۵۱)	۱۴۳۵/۵/۲۸ھ

دوسرے کو مالک بنائے بغیر اپنا حق چھوڑنے سے حق باطل نہیں ہوتا

سوال [۱۱۴۷۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک حویلی سنبھل کھگو سرائے میں حکیم الدوالی مشہور ہے جس کے مالک تین بھائی رہے، اول عنایت اللہ، منجھلے استاذ حکیم اللہ، چھوٹے کلیم اللہ عرف کلو۔

تو استاذ عنایت اللہ اپنی سسرال میں چلے گئے، کیونکہ مال وغیرہ نہیں تھا، حویلی مذکورہ بالا دونوں چھوٹے بھائی کے واسطے بغیر کسی معاوضہ کے چھوڑ گئے، مرمت تینوں بھائی زندگی بھر کراتے رہے، بہر حال تین بھائیوں کا انتقال ہو گیا، حویلی میں حکیم اللہ وکلیم اللہ عرف کلو کی اولا درہتی چلی آرہی ہے، وقت کی ستم ظریفی نے حکیم اللہ استاذ کی اولا دکو تنگ کیا، لہٰذا برضا مندی کنبہ انہوں نے

اپنا حصہ ایک تہائی دوسرے برادر کے ہاتھ فروخت کر دیا، اور ترک سکونت کر لی اب بقیہ حصوں پر کلیم اللہ کی اولاد مستفید ہو رہی ہے، عنایت اللہ کے پوتوں کو کثرت اولاد کے باعث اب اپنی جگہ کی ضرورت پیش پیش ہے، چنانچہ اپنے چچازادوں سے سوال کیا ہے، انہوں نے جواب دیا کہ جو حویلی میں شریک تھے وہ اپنا حصہ فروخت کر گئے، آپ صرف کنبہ دار ہیں نہ کہ مالک مال، لہٰذا اب ہم فساد جھگڑے شیطانیت سے بچنے کے واسطے شرعی فیصلہ چاہتے ہیں کہ اگر عنایت اللہ کی اولاد، پوتے وغیرہ حویلی میں یا ترکہ میں حقدار ہیں تو شریعت کے فیصلہ کے واضح حکم سے آگاہ فرمائیں، ورنہ کسی ملک پر خدا بے ایمان نہ کرے، اور ہر شیطانیت سے محفوظ فرمائیں؟

المستفتی: منشی محمد رفیق سرائے ترین مسجد رستم خاں

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر عنایت اللہ نے بصراحت اپنے حصہ کا مالک دوسرے بھائیوں کو نہیں بنایا تھا تو پورے مکان کا ایک تہائی حصہ عنایت اللہ کی اولاد کو (پوتے و پوتیوں وغیرہ) کو ملے گا اور ایک تہائی حکیم اللہ کی اولاد کو ملے گا، جو وصول کر چکا ہے، اسی طرح کلیم اللہ کی اولاد بھی ایک تہائی حصہ میں شریک ہے، لہٰذا شرعی رو سے کلیم اللہ کی اولاد پر لازم ہے کہ ایک تہائی حصہ عنایت اللہ کی اولاد کے حوالہ کر دے اور ہر فرد کو کتنا کتنا مل سکتا ہے وہ ورثا کی تعداد اور نام لکھنے پر بتلایا جا سکتا ہے۔

نوٹ: اگر عنایت اللہ نے دوسرے بھائیوں کو اپنے حصہ کا مالک بنا دیا ہے تو مسئلہ کی نوعیت دوسری ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱ر رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/ ۲۲۵)

"ہم لوگ وراثت نہیں لیں گے" کہنے سے حق وراثت ساقط نہیں ہوگا

سوال [۱۱۴۷۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ ہم چھ بھائی ہیں، اور تین بہنیں ہیں، مسئلہ یہ ہے کہ جس وقت والد صاحب حیات تھے اس وقت بہن سب یہ کہہ رہی تھیں کہ والد صاحب کیا کیا حساب لگاتے رہتے ہیں ہم کو حصہ نہیں دیجئے، اور نہ ہم سب لیں گی، اور اب ہم سبھی بھائیوں میں لڑائی ہونے سے ۲/ بہن حصہ لینے کو تیار ہے اور بہن کی تمام ہی باتوں کے گواہ رشتہ دار ہیں، کیا ایسے حالات میں بہنوں کو حصہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

اور تینوں یہی جواب دیا کرتی تھیں کہ ہم کو حصہ نہیں چاہیے، آپ سبھی بھائیوں کو برابر بانٹ دیں اور اب والد صاحب کے مرنے کے بعد بھائیوں میں لڑائی ہونے سے ۲/ بہن حصہ لینے کو تیار ہیں، کیا حصہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں، کل جگہ کی پیمائش ۱۹۹/ گز ہے۔

المستفتی: محمد توصیف محلّہ مغل پورہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: باپ کی زندگی میں بہنوں نے جو یہ کہا ہے کہ ’’ہم لوگ وراثت نہیں لیں گے‘‘ اس کہنے کی وجہ سے ان کا حق وراثت ساقط نہیں ہوگا، اس لیے کہ خود باپ کو بھی اختیار نہیں تھا، بلکہ مرنے کے بعد حق وراثت متعلق ہوتا ہے، نیز اگر باپ کے مرنے کے بعد بھی کسی بہن نے کہہ دیا ہے کہ ’’ہم نہیں لیں گے‘‘ تب بھی حق ساقط نہ ہوگا، بلکہ اس کا حق اس کے قبضے میں آجانے کے بعد پھر اپنے اختیار سے کسی بھائی کو یا کسی اور کو دیدے، تب حق منتقل ہوسکتا ہے۔

لو قال الوارث ترکت حقی لم یبطل حقه، إذ الملک لا یبطل بالترک.

(تکمله رد المحتار، مطلب: فی حادثة الفتاویٰ، زکریا ۱۱/۶۷۸، کراچی ۷/۵۰۵)

لہٰذا بہنوں کا حق وراثت بدستور باقی ہے، اور باپ کی موت کے بعد چھ بھائی اور تین بہنوں کے درمیان جائیداد درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگی، بشرطیکہ مرحوم کی بیوی پہلے ہی فوت ہوگئی ہو۔

۱۵ تباین ترکہ ۱۱۹ گز

میت

	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی	لڑکی
سہام	۲	۲	۲	۲	۲	۲	۱	۱	۱
ترکہ	۱۵ ۱۳/۱۵ گز	۱۵ ۱۳/۱۵ گز	۱۵ ۱۳/۱۵ گز	۱۵ ۱۳/۱۵ گز	۱۵ ۱۳/۱۵ گز	۱۵ ۱۳/۱۵ گز	۷ ۱۴/۱۵ گز	۷ ۱۴/۱۵ گز	۷ ۱۴/۱۵ گز

باپ کا ترکہ ۱۵ سہام میں تقسیم ہوکر اسی کے تناسب سے ۱۱۹ر گز میں سے ہر ایک کو اتنا ملے گا جو اس کے نیچے ترکہ کے سامنے درج ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶ر صفر المظفر ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۴۸۱/۳۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۲/۲۶ھ

اپنا حق نہ لینے سے وراثت سے محروم نہیں ہوتا

سوال [۱۱۴۷۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (الف) ہمارے والد مرحوم کے انتقال کو پانچ سال گذر گئے، ان کی کمپنی کو ان کی زندگی میں ان کے بڑے بیٹے چلا رہے تھے، اور اب بھی چلا رہے ہیں اور دوسرے چھوٹے بھائی تعلیم حاصل کر رہے تھے، اور اب بھی کر رہے ہیں، اور نفع میں سب بھائی برابر کے شریک ہیں، بڑے بھائی کا کہنا ہے کہ میں نے پانچ سال محنت کی، کیا اس محنت کے بدلہ ترکہ میں سے تنخواہ کے طور پر ماہانہ کچھ رقم شریعت کی رو سے مل سکتی ہے یا نہیں؟

(ب) مرحوم کی زندگی ہی میں پہلی بیوی اور دوسری بیوی کے درمیان جھگڑا ہو گیا جو بعد میں اتنا بڑھ گیا کہ دوسری بیوی (جو سرکاری ملازمہ ہے) اس کو جھگڑا ختم کرنے کے لیے اپنے شوہر کے سامنے یہ اقرار کرنا پڑا کہ میرے شوہر کی جائیداد میں میرا کوئی حصہ نہیں ہے، پھر اس کو رجسٹریشن کرایا جو ابھی موجود ہے، تو کیا شریعت کی رو سے ترکہ میں دوسری بیوی کا حصہ ہے یا نہیں؟

(ج) دوسری بیوی کے ترکہ میں شرکت وعدم شرکت کی صورت میں ترکہ مذکورہ وارثین کے درمیان کیسے تقسیم ہوگا؟

نوٹ: مرحوم کے ورثاء میں دو بیویاں چھ بیٹے، چار بیٹیاں ہیں۔

المستفتی: عبدالسلام مہاراشٹری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: (الف) بڑے بھائی نے باپ کی فیملی میں رہ کر جو محنت کی ہے اس محنت کی الگ سے ماہانہ یا سالانہ کوئی اجرت نہیں ملے گی بلکہ جو کچھ کمایا ہے وہ باپ کی ملکیت ہے، اور شریعت میں بیٹے کو باپ کا معاون سمجھا جاتا ہے، مگر اس میں الگ سے بیٹے کی کوئی ملکیت نہیں ہوتی، لہٰذا ماہانہ یا سالانہ تنخواہ کے طور پر کوئی رقم بڑے بھائی کو نہیں ملے گی۔

الأب و ابنه يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما شيئ فالكسب كله للأب إن كان الابن في عياله لكونه معينا له. (شامی، الشركة، مطلب: اجتمعا في دار واحدة واكتسبا ...... زكريا ٥٠٢/٦، كراچی ٣٢٥/٤، هنديه زكريا جديد ٣٣٢/٢، قديم ٣٢٩/٢)

(ب) شوہر کی زندگی میں بیوی شوہر کے مال کی مالک نہیں ہوتی تو اس کو ساقط کرنے کا حق بھی نہیں ہے، لہٰذا بیوی نے اپنا حق نہ لینے کا جو رجسٹریشن کرایا تھا، شریعت میں اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے، شوہر کے مرنے کے بعد وہ غیر اختیاری طور پر شوہر کی وراث بن گئی، لہٰذا دوسری بیوی کو بھی وراثت میں اتنا ملے گا جتنا پہلی بیوی کو ملے گا۔

يتفق الفقهاء على عدم صحة الإسقاط قبل وجوب الحق وقبل وجود سبب الوجوب لأن الحق قبل ذٰلک غير موجود بالفعل فلا يتصور ورود الإسقاط عليه فإسقاط مالم يجب و لا جرىٰ سبب وجوبه لا يعتبر إسقاطا.

(الموسوعة الفقهية ٢٥١/٤)

(ج) مرحوم کا ترکہ درج ذیل نقشہ کے اعتبار سے تقسیم ہوگا:

۱۲۸/۸ میت

بیوی (۱)	بیوی	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا (۷)	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی
۸	۸	۳۲	۳۲	۳۲	۳۲	۳۲	۳۲	۱۶	۱۶	۱۶	۱۶

بشرط صحت سوال وبعد ادائے حقوق ماتقدم وعدم موانع ارث مرحوم کا کل ترکہ ۱۲۸ر سہاموں میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا ملے گا جو ہر ایک کے نیچے درج ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ر جمادی الثانیہ ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۷۲۴)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۶/۲۹ھ

”آخرت میں اپنا حق لوں گی“ کہنے سے وراثت سے محرومی نہیں ہوتی

سوال [۱۱۴۸۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک لڑکی جس کا نام خالدہ تھا اور والد کا نام محمد حامد تھا، خالدہ اپنے والد کی واحد اولاد تھی، کہ ان کی والدہ کا انتقال ہوگیا اور والد نے دوسری شادی کرلی، شادی کے بعد خالدہ کی پرورش اس کے خالو نے کی، والد نے سرپرستی سے ہاتھ اٹھالیا تھا، جبکہ والد صاحب خود ثروت اور جائیداد والے آدمی تھے۔

خالدہ کی شادی اس کے والد نے اپنے سالے کے ساتھ کردی، خالدہ کی والدہ کا ایک ذاتی مکان بھی تھا، جو کہ آج بھی موجود ہے، خالدہ نے اپنی سوتیلی ماں سے اس مکان کا مطالبہ کیا کہ میری والدہ کا مکان ہے، مجھے دیدو، مگر سوتیلی ماں نے منع کردیا، اس پر خالدہ نے کہا کہ اب میں خدا کے یہاں لوں گی، خالدہ کے آٹھ بچے ہیں، ۵ر لڑکے تین لڑکیاں، سب بچوں کی شادی ہوگئی ہے، ۴ر لڑکوں کا انتقال ہوگیا ہے، خالدہ کی والدہ اور والد کا بھی انتقال ہوگیا ہے اور خود خالدہ کا بھی انتقال ہوگیا ہے، خالدہ کے سوتیلے بہن بھائی تھے، انہوں نے بھی خالدہ کو کچھ حصہ نہیں دیا، کچھ جائیداد فروخت کی تھی، اس میں سے کچھ روپیہ دے رہے تھے، تو خالدہ کی اولاد نے نہیں لیے، اس لیے کہ ان کی والدہ نے یہ کہا تھا کہ خدا کے گھر لوں گی، خالدہ کی لڑکیوں میں سے ایک لڑکی بہت غریب ہے، اور یہ چاہتی ہے کہ اس کی والدہ کا روپیہ جو کہ اب بھی بینک میں موجود ہے، وہ اسے مل جائے جو اس کے حصہ کا ہے، اور اس کی بڑی بہن بھی یہ چاہتی ہے کہ میں اپنے حصہ کا روپیہ بھی اپنی غریب بہن کو دیدوں، اس سے کوئی خرابی تو نہیں آئے گی، اور

والدہ کی ناراضگی کا سبب تو نہیں بنے گا، کیونکہ والدہ کا ۲۵ رسال قبل انتقال ہو چکا ہے؟

المستفتی: محمد عاکف رفعت پورہ مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوتیلی والدہ کے نہ دینے کی وجہ سے اور خالدہ کا رنجیدہ ہو کر یہ کہہ دینا کہ میں آخرت میں لوں گی، اس سے خالدہ کا حق اپنی ماں کی میراث میں سے ختم نہ ہوگا، بلکہ صورت مذکورہ میں سوتیلی والدہ خالدہ کے حقوق کی غاصبہ ہے اور اس میں خالدہ کا حق بحالہ باقی ہے، اگر چہ خالدہ نے یہ کہہ دیا ہو کہ میں آخرت میں لوں گی، لہٰذا خالدہ کے ورثاء کے لیے اس میں سے اپنا اپنا حق حاصل کر لینا جائز اور درست ہوگا۔

الحق متی یثبت لایبطل بالتاخیر ولا بالکتمان. (قواعد الفقه، اشرفی دیو بند ص:۷۷) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۲۳ ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۹/ ۳۴۲۸)	۱۴۱۴/۴/۲۳ھ

اولاد کو عاق کرنے سے وہ وراثت سے محروم نہیں ہوتی

سوال [۱۱۴۸۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید جو قاری و دیندار ہونے کے ساتھ ساتھ کئی دینی اداروں میں عرصہ دراز تک خدمات بھی انجام دے چکا ہے، اس کی بیوی ہندہ شوہر کی بے حد نافرمان اور زبان دراز ہے، چوری کرنے اور جھوٹ بولنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتی، آئے دن گھر میں جھگڑا رکھتی ہے، شوہر کو منہ نہیں لگاتی، شب و روز بے حجاب گھومتی پھرتی، اور معمولی معمولی کاموں سے بے پردہ سڑکوں پر گھومتی ہے، اپنے اور اپنی اولاد کے عیوب پر پردہ ڈالنے کی غرض سے اپنے شوہر پر طرح طرح کے الزامات اور تہمتیں لگاتی رہتی ہے، کہیں کہتی ہے کہ میرا آدمی جھوٹ بولتا ہے، کہیں کہتی ہے کہ میرا آدمی اغلام باز ہے، کہیں کہتی ہے کہ میرا آدمی چور ہے، وغیرہ وغیرہ،

جبکہ یہ سارے عیوب اور ان سے بھی کہیں زیادہ ہندہ اور اس کی اولاد میں موجود ہیں، ہاں ہندہ کی اس بکواس سے زید سماج کی نظروں سے ضرور گر گیا ہے۔

زید اور ہندہ سے پیدا ہونے والی تین لڑکیاں اور ایک لڑکا ہے دو لڑکیاں اور لڑکے کی شادی ہندہ اپنی مرضی سے کر چکی ہے، اگرچہ شادیوں کے جملہ مصارف زید ہی نے برداشت کیے، ماں نے اپنی اولاد کی تربیت بھی اس ڈھنگ سے کی ہے کہ جو عیب ماں کے اندر ہیں اس سے کہیں زیادہ اولاد میں موجود ہیں، حد تو یہ ہے کہ لڑکیاں اجنبیوں سے تعلقات قائم کرنے میں شرم محسوس نہیں کرتیں، چوری کرنے اور جھوٹ بولنے میں پوری مہارت حاصل ہے، لڑکا اپنے باپ زید کے مقابلہ پر کئی مرتبہ آچکا ہے، اور اس میں بھی باپ کی نافرمانی تو درکنار جھوٹ بولنے، چوری کرنے کی بری عادتیں پورے ثبوت وشواہد کے ساتھ موجود ہیں، زید اگر کوئی اصلاحی پہلو اختیار کرتا ہے تو پھر ہندہ اور اس کی ساری اولاد زید کا ہر طرح مقابلہ کرتے ہیں، حد تو یہ ہے کہ لڑکے نے یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ میرے باپ کی میری عورت پر غلط نظر ہے، زید کے والد جو پوری بستی کے مسلَّم بزرگ تھے وہ بھی ہندہ اور اس کی اولاد کے کارناموں سے اس قدر عاجز تھے کہ اپنی عمر کے آخری حصہ میں ہندہ سے بے تعلق ہو گئے تھے، اور اسی میں وہ اللہ کو پیارے ہو گئے، زید کا کہنا ہے کہ جس بیوی اور اولاد نے میرے لیے اس دنیا میں جینا حرام کر دیا ہے اور مجھے اس قدر ذلیل کر دیا ہے کہ مجھے سماج میں اچھی نظروں سے نہیں دیکھا جاتا، ان کو میں اپنے مال و جائیداد میں سے کچھ نہیں دوں گا، اس لیے آپ سے درخواست ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت سے تحریر فرمادیں کہ ایسی بیوی اور لڑکیوں اور لڑکوں کا کوئی حصہ زید کے مال میں ہے یا نہیں؟ زید کا اپنا فیصلہ یہ کہاں تک درست ہے کہ میں لڑکے کو عاق کر کے اپنی جائیداد وغیرہ دینی مدارس ومساجد کو وقف کروں گا؟

المستفتی: مولوی ظفر احمد قاسمی، محلّہ منہاران ٹانڈہ بادلی رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ہمارے ہندوستان میں اولاد کو عاق کرنے اور میراث سے ناحق قرار دینے کا جو طریقہ ہے، اس کا شریعت میں کوئی اعتبار نہیں ہے، موت

کے بعد عاق شدہ اولاد بدستور میراث کی حقدار رہیں گی، اگر اولاد نافرمان اور باغی ہیں تو ان کو محروم کرنے کی یہ شکل صحیح ہوسکتی ہے کہ اپنی زندگی میں ہی ساری جائیداد صدقہ کردے یا کسی کو ہبہ کر کے قبضہ دیدے، اور عاق کرنے کا کوئی فائدہ مرتب نہیں ہوتا ہے۔

الإرث جبری لا یسقط بالإسقاط. (تکملة رد المحتار، مطلب: واقعة الفتاویٰ، کراچی ۷/۵۰۵، زکریا ۱۱/۶۷۸)

لابأس بأن یعطی من أولاده من کان عالما متأدبا ولایعطی منهم من کان فاسقا فاجرا. (مجمع الأنهر، دار الکتب العلمیة بیروت ۳/۴۹۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰/محرم الحرام ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/۲۹۹۰)

اپنے بیٹے کو عاق کرنے کی صورت کیا ہوگی؟

سوال [۱۱۴۸۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میں عاق کے متعلق معلومات کرنا چاہتا ہوں، یہ کس پارے میں یا کس حدیث میں تحریر ہے؟ اور کن حالات کے لیے مناسب ہے؟ فتاویٰ عالمگیری میں اگر جائز ہے تو اس کا اردو میں ترجمہ چاہتا ہوں اگر کوئی شخص عاق کرنے سے ترکہ سے محروم نہیں ہوسکتا پھر اس کے جائز ہونے کا کیا فائدہ، بہت سی اولادوں میں سے صرف ایک ہی بیٹا اگر عاق کردینے کے قابل ہو اور جائیداد صرف ایک ہی ہو اس کے مدنظر جواب درکار ہے؟

المستفتی: حاجی سراج الدین محمد علی روڈ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: عاق کرنے کے بارے میں قرآن وحدیث میں کہیں حکم نہیں ہے، اگر آپ لڑکے کے نافرمان ہونے کی وجہ سے اس کو ترکہ سے محروم کرنا چاہتے ہیں تو اپنی زندگی میں اپنی جائیداد فرمانبردار اولاد کو ہبہ کر کے قبضہ دیدیجئے، یا کسی کارِ

خیر میں لگا دیجئے۔(مستفاد: امداد الفتاویٰ ۴/ ۳۱۸)

لابأس بأن يعطى من أولاده من كان عالما متأدبا ولايعطى منهم من كان فاسقا فاجرا. (مجمع الأنهر، كتاب الهبة، دار الكتب العلمية بيروت ٣/٤٩٧، عالمگیری زکریا قدیم ٤/٣٩١، جدید ٤/٤١٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶/محرم الحرام ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۶۱۵)

زندگی میں اپنی اولاد کو محروم الارث کرنا

سوال [۱۱۴۸۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک شخص مسمیٰ شوکت علی جو کہ مرادآباد کے رہنے والے تھے، اپنی خاندانی جائیداد کو اپنے لڑکوں کو نہ دے کر دیگر تین لوگوں کو جن میں سے دو لے پالک ہیں اور ایک بہن کا لڑکا ہے، ان لوگوں کو وصیت کردی، جبکہ ان کی بہن اپنا حصہ بذریعۂ رجسٹری تقریباً ۴۰/سال پہلے شوکت کے چچا کو فروخت کرچکی ہے، حاجی شوکت علی کی کل اولاد صرف دو لڑکے ہیں اور بیوی پہلے ہی انتقال کرچکی ہے، ان دونوں لڑکوں کو شوکت علی نے عاق کردیا ہے، شوکت علی کا انتقال ہوگیا ہے۔

المستفتی: ہادی حسن پیرزادہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زندگی میں اپنی اولاد کو عاق اور محروم الارث کردینے سے شرعی طور پر اولاد وراثت سے محروم نہیں ہوتی، اس لیے شوکت علی کے دونوں لڑکے بدستور وارث رہیں گے۔ (امداد الفتاویٰ ۴/۳۶۴)

الإرث جبري لا يسقط بالإسقاط. (تكملة رد المحتار، مطلب: واقعة الفتاوى، كراچی ٧/٥٠٥، زكريا ١١/٦٧٨)

اور اجنبی کے حق میں کل ترکہ میں سے ایک ثلث سے زائد پر وصیت جاری نہیں ہوتی۔

عن سعد بن وقاص حديثا طويلا و طرفه: فقلت: أوصى بالنصف، قال: النصف كثير، قلت: فالثلث، قال: الثلث، والثلث كثير أو كبير، قال: فأوصى الناس بالثلث فجاز ذٰلك لهم. (صحيح البخارى، الوصايا، باب الوصية بالثلث ١/٣٨٣، رقم: ٢٦٦٣، ف: ٢٧٤٤)

لا تجوز بما زاد على الثلث. (هدايه، كتاب الوصايا، رشيديه ٤/٦٣٨، اشرفى ديوبند ٤/٦٥٤، مجمع الأنهر، دار الكتب العلمية بيروت ٤/٤١٩)

لہٰذا شوکت علی کا کل ترکہ تین سہام میں تقسیم ہوکر ایک سہام ان تمام لوگوں کو ملے گا جن کے حق میں وصیت کی ہے اور باقی دوسہام دونوں لڑکوں کو برابر برابر ملیں گے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹؍محرم الحرام ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۳۷۹۸)

نافرمان لڑکے کو وراثت سے محروم کرنا

سوال [۱۱۴۸۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرے دولڑکے اور دولڑکیاں ہیں، پہلی بیوی سے، میری بیوی کو گذرے ہوئے چالیس سال سے زائد ہوگئے، قریب پندرہ سال کے بعد میں نے دوسری شادی کرلی، میری دوسری بیوی سے کوئی اولاد نہیں ہے اور میری دوسری بیوی حیات ہے، میں نے اپنے لڑکوں اورلڑکیوں کی شادی کردی ہے، میرے لڑکوں نے علیحدہ علیحدہ اپنے اپنے مکان بنا لیے ہیں، آج میرے پاس صرف پرانے مکان کا حصہ ہے، جوکہ ہمارے دادا کا ہے، اب کوئی ذریعہ نہ ہوتے ہوئے میں اپنے اس حصہ کو فروخت کررہا ہوں، میرا ایک لڑکا جوکہ نہایت بدتمیز اور مجھے بے ساختہ غلط الفاظ سے بولتا ہے، بیجا الفاظ میں، لہٰذا اس جائیداد میں سے شریعت کی روشنی میں میرے لڑکوں اورلڑکیوں کا کتنا فی صد حصہ ہوتا ہے، اور میری دوسری بیوی کے لیے شرع سے کیا حکم ہے؟ نیز ایسے بدلحاظ اور والد کے ساتھ زبان درازی کرنے والے لڑکے کا شرعاً حکم کیا ہے؟

المستفتی: محمد ظفر عرف پتن

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: باپ اپنی زندگی میں سارے مکان کا خود مالک ہے اس کی اولادوں میں سے کسی کا کوئی حق یا حصہ اس کی جائیداد میں نہیں ہے، اور باپ کو پورا پورا اختیار ہے کہ اپنے مکان اور جائیداد کو جس طرح چاہے استعمال کرے، چاہے فروخت کردے یا ہبہ کردے یا کسی کو تحفہ میں دیدے، چاہے بیچ کر اپنے استعمال میں لے لے، سارے اختیارات باپ کو حاصل ہیں، غرضیکہ باپ کی زندگی میں بیٹوں میں سے کسی کا کوئی حق اس کی جائیداد میں نہیں ہے، جو بیٹا باپ کے ساتھ بدتمیزی کرتا ہوا سے کچھ نہ دے کر دوسرے بیٹوں، بیٹیوں اور موجودہ بیوی کو جس قدر چاہے دینے کا حق ہے۔

كل يتصرف في ملكه كيف شاء. (شرح المجلة رستم اتحاد ١/٦٥٤، رقم المادة: ١١٩٢)

المالك هو المتصرف في الأعيان المملوكة كيف شاء من الملك. (بيضاوي شريف رشيديه ١/٧)

لابأس بأن يعطي من أولاده من كان عالما متأدبا ولايعطي منهم من كان فاسقا فاجرا. (مجمع الأنهر، كتاب الهبة قديم ٢/٣٥٨، دار الكتب العلمية بيروت ٣/٤٩٧، هنديه زكريا قديم ٤/٣٩١، جديد ٤/٤١٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۸؍رجب المرجب ۱۴۳۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۱۳۳)

قانونی پیچیدگی کی وجہ سے لڑکیوں کو وراثت سے محروم کرنا

سوال [۱۱۴۸۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرے دو لڑکے، دو لڑکیاں ہیں، میں زمین اور گھر وغیرہ بانٹنا چاہتا ہوں، تاکہ میرے بعد ان میں کوئی نزاع نہ ہو، لڑکیاں شادی شدہ ہیں، لڑکے بھی اپنے پیروں پر ہیں،

اور چونکہ زمینداری ختم ہوگئی ہے، سب کاشتکار ہیں، ہم چونکہ اب زمین کے مالک نہیں ہے، بلکہ موروثی دار ہیں، اس لیے گورنمنٹ قانون کے بموجب اب لڑکیوں کو حصہ نہیں مل رہا ہے، آپ لکھیں کہ میں صرف لڑکوں میں بانٹ دوں یا جو شریعت کا حکم ہو اس پر عمل کروں؟

المستفتی: محمد عقیل خاں غازی آبادی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اپنی زندگی میں اگر مالیت تقسیم کریں تو سب کو برابر برابر تقسیم کریں، اور حکومت کے اس قانون کی وجہ سے لڑکیاں زمین کی وراثت سے محروم نہ ہوں گی۔

وإن قصده فسویٰ بينهم يعطی البنت كالابن عند الثانی وعليه الفتویٰ. (در مختار مع الشامی، کتاب الهبة کراچی ٥/٦٩٦، زکریا ٨/٥٠١، هندیه زکریا قدیم ٤/٣٩١، جدید ٤/٤١٦، قاضیخان جدید ٣/١٩٤، وعلی هامش الهندیة ٣/٢٧٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۱۹؍صفر المظفر ۱۴۲۰ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۶۰۳۶)	۱۴۲۰/۲/۱۹ھ

والد کا اپنی لڑکیوں کو وراثت سے محروم کرنا

سوال [۱۱۴۸۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میت یعنی عبد القیوم اپنے پیچھے تین لڑکے: انور، اکبر، ارشد اور تین لڑکیاں: جہاں آرا، سائرہ، طاہرہ اور بیوی: افسری بیگم کو چھوڑا۔

عبد القیوم کی حیات میں ۱۹۷۴ء میں عبد القیوم کے پاس ایک رہائشی مکان دو آراضی اور سوا دو لاکھ روپیہ نقد تھے، ۱۹۷۴ء میں عبد القیوم نے اپنے تینوں لڑکے انور، اکبر اور ارشد کے ساتھ مل کر سوا دو لاکھ روپیہ سے کاروبار شروع کیا اور تینوں بیٹے باپ کے ساتھ کاروبار میں ہاتھ بٹاتے رہے، کاروبار آگے بڑھتا گیا، دورانِ کاروبار اسی کاروباری رقم سے کچھ آراضی کھیتی کی خریدی گئی اور ایک فیکٹری پیتل کی، ایک قالین کی اور ایک کولڈ اسٹور بنا، اور

اکتوبر ۱۹۸۸ء میں پانچ کروڑ روپئے نقد بچے، اور اکتوبر ۱۹۸۸ء میں ہی لڑکوں کے درمیان کاروبار کا بٹوارہ کیا، اور عبدالقیوم نے اپنے بڑے لڑکے انور کو کاروبار سے الگ کردیا، اور خود اپنے دونوں چھوٹے لڑکے اکبر اور ارشد کے ساتھ کاروبار کرتے رہے، اور ۱۹۸۸ء میں نقد بچے پانچ کروڑ روپئے اپنے تینوں لڑکوں انور، اکبر اور ارشد میں برابر تقسیم کردیئے، نہ اپنے لیے کچھ رکھا اور نہ ہی اپنی بیوی اور لڑکیوں کو کچھ دیا۔

عبدالقیوم نے کولڈ اسٹور فروخت کرنے کا ارادہ کیا اور چاروں باپ بیٹوں کی اتفاق رائے سے نوے لاکھ روپئے کولڈ اسٹور کی قیمت مع تمام مشینری طے ہوئی، اور انور نے کولڈ اسٹور مع تمام مشینری خریدا، اور تینوں بھائیوں میں پانچ کروڑ کی تقسیم شدہ رقم میں سے اپنے حصہ کی رقم سے کولڈ اسٹور کے عوض اپنے دونوں بھائیوں اکبر اور ارشد کو تیس تیس لاکھ روپیہ کرکے کل ساٹھ لاکھ روپئے دیدئے، جبکہ عبدالقیوم نے کولڈ اسٹور کی فروخت شدہ رقم نوے لاکھ روپئے میں سے کچھ نہیں لیا، اور نہ ہی اپنی بیوی اور تینوں لڑکیوں کو کچھ دیا۔

انور نے تقسیم شدہ اپنے حصے کی رقم سے کاروبار الگ کرنا شروع کیا، اکبر اور ارشد نے بھی اپنے اپنے حصہ کی رقم سے کاروبار الگ شروع کیا، عبدالقیوم یعنی والد اپنے دونوں چھوٹے بیٹے اکبر وارشد کے کاروبار میں ساتھ رہے۔

دسمبر ۱۹۹۰ء کار حادثہ میں عبدالقیوم یعنی والد کا اور ۲۰۰۶ء میں عبدالقیوم کی بیوی افسری بیگم یعنی والدہ کا انتقال ہوگیا، اس وقت عبدالقیوم کے وارثین میں عبدالقیوم کے تین لڑکے: انور، اکبر، ارشد اور تین لڑکیاں: جہاں آرا، سائرہ، طاہرہ باحیات ہیں۔

(۱) عبدالقیوم کی مذکورہ بالا جائیداد غیر منقولہ میں کس کس وارث کا کتنا حصہ ہے؟

(۲) چونکہ عبدالقیوم نے مذکورہ بالا رقم ۱۹۸۸ء میں اپنے تینوں لڑکوں میں برابر تقسیم کردی ہے، اپنی تینوں لڑکیوں کو کچھ نہیں دیا ہے، مذکورہ بالا رقم میں سے کسی رقم میں عبدالقیوم کی تینوں لڑکیوں کا حصہ بنتا ہے، یا نہیں؟ اگر بنتا ہے تو کس کس رقم میں بنتا ہے اور کتنا کتنا بنتا ہے؟

(۳) اگر عبدالقیوم کی لڑکیوں کا مذکورہ بالا رقم میں حصہ بنتا ہے تو انور کو ۱۹۸۸ء اکتوبر میں عبدالقیوم نے پانچ کروڑ کی تقسیم شدہ رقم میں سے ۱۶۶۶۶۶۶۶/ روپئے اور فروخت کیے گئے کولڈ

اسٹور کی رقم میں سے تیس لاکھ روپئے دیئے ہیں، ان دونوں رقموں میں عبدالقیوم کی تینوں لڑکیوں کا کتنا کتنا حصہ بنے گا؟ کتاب وسنت کی روشنی میں مفصل ومدلل جواب تحریر فرمائیں۔

المستفتی: محمد انور ڈپٹی گنج مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: سوالنامہ شروع سے آخر تک بغور پڑھا گیا ہے اس کا ماحصل یہ نکلا کہ ۱۹۷۴ء سے والد نے بیٹوں کو ساتھ میں لے کر جو کاروبار کیا تھا وہ کاروبار مع نفع کے سب عبدالقیوم صاحب کی ملکیت ہے، اور ۱۹۷۴ء سے اکتوبر ۱۹۸۸ء تک جتنا بھی کمایا گیا ہے اور جتنی جائیدادیں خریدی گئی ہیں، وہ سب کی سب عبدالقیوم صاحب کی ملکیت ہیں اور شرعی طور پر تینوں بیٹے باپ کے معاون ثابت ہوں گے۔

إذا عمل رجل في صنعة هو وابنه الذي فی عياله فجميع الكسب لذلك الرجل وولده يعد معينا له وكذا إذا أعانه ولده الذي في عياله عند غرسه شجرة فتلك الشجرة للأب لايشاركه ولده فيها. (شرح المجلة، رستم باز، اتحاد دیوبند ۲/ ۷۴۱، رقم المادة: ۱۳۹۸، شامی کراچی ۴/ ۳۲۵، زکریا ۶/ ۵۰۲، هندیه زکریا قدیم ۲/ ۳۲۹، جدید ۲/ ۳۳۲)

وفي الخانية: زوج ...... بنيه الخمسة فی داره و كلهم فی عياله واختلفوا فی المتاع فهو للأب وللبنين الثياب التي عليهم لا غير. (شامی، مطلب: اجتمعا فی دار واحدة واكتسبا ...... زکریا ۶/ ۵۰۲، کراچی ۴/ ۳۲۵)

اور سوالنامہ سے واضح ہوتا ہے کہ اکتوبر ۱۹۸۸ء میں والد نے جائیداد منقولہ میں سے پانچ کروڑ روپئے تینوں بیٹوں کے درمیان تقسیم کر کے مالک بنادیا ہے اور سوالنامہ میں جائیداد غیر منقولہ کا تذکرہ موجود ہے، مگر اس کی تقسیم کا ذکر موجود نہیں ہے، اور تینوں لڑکیوں اور بیوی کو کچھ نہیں دیا اور تینوں لڑکیوں اور بیوی کو کچھ نہ دینے کی وجہ سے عبدالقیوم صاحب ضرور گناہ گار ہوں گے، لیکن جو پانچ کروڑ روپیہ لڑکوں کے درمیان تقسیم کر کے مالک بنادیا گیا ہے تو شرعی طور پر تینوں لڑکے اپنے اپنے حصوں کے مالک بن چکے ہیں اور ان کے مذکورہ حصوں

میں باپ کے مرنے کے بعد تینوں لڑکیوں اور بیوی کا کوئی حق متعلق نہیں رہا، ہاں البتہ عبد القیوم صاحب کی وفات کے وقت ۱۹۸۸ء سے پہلے خریدی ہوئی جو غیر منقول جائیداد موجود رہی ہے جس کا سوالنامہ میں تذکرہ ہے تو وہ عبدالقیوم صاحب کی متروکہ میراث ہوگی، شرعی طور پر وہ غیر منقول جائیداد تینوں لڑکوں اور تینوں لڑکیوں اور بیوی کے درمیان بطور میراث تقسیم ہونا ضروری ہے، اور تقسیم کی صورت یہ ہوگی کہ کل جائیداد غیر منقولہ ۷۲ سہاموں میں تقسیم ہوکر ۹ سہام عبدالقیوم کی بیوی کے لیے اور ۱۴/۱۴ سہام تینوں بیٹوں کے لیے اور ۷/۷ سہام تینوں لڑکیوں کے لیے لازمی ہیں۔

الملک ما من شانه أن يتصرف فيه بوصف الاختصاص. (شامی مطلب: في تعريف المال زكريا ۲۳۵/۷، كراچی ۵۰/۵)

كل يتصرف في ملكه كيف شاء. (شرح المجلة رستم اتحاد ۶۵۴/۱، رقم المادة: ۱۱۹۲)

وتتم الهبة بالقبض الكامل لقوله عليه السلام لاتجوز الهبة إلا مقبوضة. (مجمع الأنهر، كتاب الهبة، دار الكتب العلمية بيروت ۳۹۱/۳، مصری قديم ۳۵۳/۲، شامی كراچی ۶۹۰/۵، زكريا ۵۲۰/۸، الفتاویٰ التاتارخانية زكريا ۴۲۱/۱۴، رقم: ۲۱۵۶۳، شرح المجلة رستم اتحاد ۴۷۳/۱، رقم المادة: ۸۶۱)

يكره تفضيل بعض الأولاد على البعض في الهبة حالة الصحة -إلى- وإن وهب ماله كله لواحد جاز قضاء وهو آثم. (البحر الرائق كوئٹه ۲۸۸/۷، زكريا ۴۹۰/۷)

رجل وهب في صحته كل المال للولد جاز في القضاء ويكون آثما فيما صنع. (هنديه زكريا قديم ۳۹۱/۴، جديد ۴۱۶/۴)

إن التركة في الاصطلاح: ما تركه الميت من الأموال صافيا عن تعلق حق الغير بعين من الأموال. (شامی، كتاب الفرائض، زكريا ۴۹۳/۱۰، كراچی ۷۵۹/۶، حاشيه سراجی ص: ۴)

اور انور قیوم نے جو کولڈ اسٹور خرید لیا ہے وہ ان کی اپنی ملکیت ہوگئی ہے اس میں کسی کا

کوئی حق متعلق نہیں ہے، اور باپ سے انور قیوم کی دیگر بیٹیوں کی طرح جو رقم یعنی ۱۶۶۶۶۶۶۶/روپیہ ملا ہے اس کا انور قیوم شرعی طور پر مالک ہو چکا ہے، اس میں عبدالقیوم کی لڑکیوں کا کوئی حصہ متعلق نہیں ہے، اور اس طرح کولڈ اسٹور کی رقم میں سے جو تیس لاکھ روپیہ ملا ہے اس میں بھی بیوی اور بیٹیوں کا کوئی حق متعلق نہیں ہے، نیز تینوں بیٹوں کو غیر منقول جائیداد میں سے جو کچھ بھی باپ نے مالک بنا کر قبضہ دیدیا ہے ان جائیدادوں کے بھی تینوں بیٹے شرعی طور پر مالک ہو چکے ہیں، یہ بات الگ ہے کہ باپ کے اوپر لازم تھا کہ اپنی بیٹیوں کو بھی دیتا، مگر باپ نے بیٹیوں کو نہیں دیا، اس کا گناہ باپ کے سر ہوگا، اور اس کی وجہ سے بیٹے گنہگار نہیں ہوں گے، اور اللہ کے دربار میں بیٹوں سے سوال نہیں ہوگا، تاہم اگر انور قیوم اپنی مرضی سے اتنا پیسہ نکال کر کے بہنوں کو دینا چاہیں جو باپ کی طرف سے بہنوں کا حصہ بیٹھتا ہے تو وہ انور قیوم کی طرف سے بہنوں کے لیے تبرع ہوگا اور اللہ کی ذات سے امید کی جاتی ہے کہ اللہ کے دربار میں اتنے حصۂ مالیت کے متعلق باپ سے باز پرس نہیں ہوگی۔

إن الملكية تثبت بمجرد العقد إذا استجمع البيع شرائط الإنعقاد والصحة واللزوم والنفاذ. (شرح المجلة للأتاسی ۲/ ۳۵۷، بحواله محموديه ڈابهيل ۲۰/ ۱۴۲)

وتتم الهبة بالقض الكامل. (مجمع الأنهر، كتاب الهبة، دارالكتب العلمية بيروت ۳/ ۳۹۱، مصری قديم ۲/ ۳۵۳، شامی كراچی ۵/ ۶۹۰، زكريا ۸/ ۵۲۰، الفتاویٰ التاتارخانية زكريا ۱۴/ ۴۲۱، رقم: ۲۱۵۶۳، شرح المجلة رستم اتحاد ۱/ ۴۷۳، رقم المادة: ۸۶۱)

يملك الموهوب له الموهوب بالقبض فالقبض شرط لثبوت الملك. (شرح المجلة رستم اتحاد ديوبند ۱/ ۴۷۳، رقم: ۸۶۱)

رجل وهب في صحته كل المال للولد جاز فی القضاء ويكون آثما فيما صنع. (هنديه زكريا قديم ۴/ ۳۹۱، جديد ۴/ ۴۱۶) **فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۱۰۶)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۴/۵/۱۹ھ

لڑکیوں کو میراث سے محروم کرنا

سوال [۱۱۴۸۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہندوستان میں بعض جاہل مسلمان لڑکیوں اور نکاح ثانی کرنے والی عورتوں کو میراث سے محروم رکھ کر منوجی کے قاعدے اور رواج کے مطابق صرف بیٹوں کو جائیداد دلانا چاہتے ہیں اور لڑکیوں کے بارے میں ان کا بہانہ یہ ہوتا ہے کہ شادی غمی تیوہار وغیرہ تقریبات میں ہم ان کو کچھ نقد وجنس دے کر ان کا حق ادا کر چکے ہیں، شریعت مطہرہ میں باپ کے مال اور جائیداد میں میراث کا کیا حکم ہے؟ اگر کوئی باپ مرتے وقت وصیت نہ کر سکا ہو اور دو بیٹے اور ایک بیٹی چھوڑ گیا ہو تو اس کے مال کی تقسیم کس طرح ہوگی؟ اللہ تعالیٰ آپ کو حق بات لکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

المستفتی: محفوظ علی گوہر مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: لڑکیوں کو میراث سے محروم رکھنا صریح نص قطعی کے خلاف ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں لڑکیوں کو حصہ دلانے کو بڑی اہمیت کے ساتھ بیان فرمایا اور مستقلاً ان کے حصوں کو بیان فرمایا اور جو لوگ لڑکیوں اور بہنوں کو حصہ نہیں دیتے اور وہ یہ سمجھ کر بادل ناخواستہ شرماشرمی میں معاف کر دیتی ہیں کہ ملنے والا تو ہے نہیں تو کیوں برائی مول لیں تو ایسی معافی شرعاً معافی نہیں ہوتی، ان کا حق ذمہ میں واجب رہتا ہے، یہ میراث دبانے والے سخت گنہگار ہیں اور شادی بیاہ میں جو خرچ کیا جاتا اسے ترکہ میں سے شمار کرنا غلط ہے، اس سے حق وراثت لڑکیوں کا ساقط نہیں ہوتا ہے اور اسی طرح بیوہ عورتوں کو نکاح ثانی کرنے پر شوہر اول کی میراث سے محروم کرنا سراسر ظلم ہے۔ (مستفاد: اصلاح الرسوم/۱۴۰، معارف القرآن ۲/۳۲۱)

إن الميراث يشترک فيه الرجال والنساء والكبار والصغار وكان العرب فى الجاهلية لايورثون البنات ولا النساء ولا الصبيان شيئا من الميراث ولا يورثون إلا من جاز الغنيمة وقاتل على ظهور الخيل ...... جاء الإسلام

فأبطل هذه العادة القاسية و أنزل سبحانه حكم توريث النساء بقوله "لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا". (تكملة فتح الملهم، كتاب الفرائض، الميراث حق الرجال و النساء، اشرفيه ديو بند ۲/ ۵)

عن أنس بن مالك –رضى الله عنه– قال: قال رسول الله ﷺ: من فر من ميراث وارثه، قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة. (سنن ابن ماجه، باب الحيف فى الوصية، النسخة الهندية ۲/ ۱۹٤، دار السلام رقم: ۲۷۰۳)

اور باپ اگر مرتے وقت اپنے وارثین میں صرف دو بیٹے اور ایک بیٹی چھوڑ گیا ہو اور کوئی دوسرا وارث نہ ہو تو باپ کا ترکہ پانچ سہام میں تقسیم ہو کر دونوں بیٹوں کو دو، دو حصے اور ایک بیٹی کو ایک حصہ ملے گا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۴۲۱)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۶/۲۳ھ

لڑکیوں کی شادی کرانے سے وہ وراثت سے محروم نہیں ہوتیں

سوال [۱۱۴۸۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید ۳/ بھائی اور ۴/ بہنیں ہیں، والد مرحوم نے سب بھائی بہنوں کی شادی اپنی حیات میں کردی تھی، والد صاحب کی وفات ہوئے ۲۴/ سال ہوگئے ہیں، اور والدہ صاحبہ کی وفات ہوئے ۱۱/ سال ہوگئے ہیں، والد صاحب کی حیات میں کسی بہن نے کوئی حصہ نہیں مانگا، نہ والدہ کی حیات میں، اب ایک بہن حصہ مانگ رہی ہے، جو کہ والد صاحب کے مکان میں مع شوہر اور بچوں کے رہ رہی ہے، والد صاحب نے ایک وصیت لکھی تھی، جو ساتھ میں منسلک ہے، جس میں لکھا ہے کہ لڑکیوں کی شادی کردی ہے، جن سے اب کوئی لینا دینا نہیں رہا، وہ اپنے اپنے گھروں میں آرام سے رہ رہی ہیں اور میری جائیداد میں تینوں بیٹے برابر کے حقدار ہیں، لہٰذا قرآن و حدیث کی روشنی میں مسئلہ واضح فرمادیں کہ ان بھائیوں اور بہنوں کے

درمیان ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟ اور جس مکان میں ایک بہن رہ رہی ہے اس میں بقیہ بھائی بہنوں کا حصہ ہوگا یا نہیں؟ اگر ہے تو کس حساب سے تقسیم ہوگا؟

المستفتی: محمد اسلم سیتا پوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ کے والد صاحب نے اپنی لڑکیوں کی شادی میں جو روپئے خرچ کیے ہیں وہ ان کی طرف سے تبرع اور احسان ہے اس کی وجہ سے لڑکیوں کا حق میراث ساقط نہیں ہوگا، لہٰذا والد صاحب نے جو وصیت کی ہے وہ شرعاً معتبر نہیں، بلکہ والد صاحب کی تمام جائیداد اور وہ مکان جس میں ایک بہن مع شوہر کے رہ رہی ہے دس حصوں میں تقسیم ہو کر دو، دو حصے بھائیوں کو اور ایک ایک حصہ بہنوں کو ملے گا۔

﴿قال اللہ تعالیٰ: لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ. [النساء: ١١]﴾

عن أبی أمامة الباهلی –رضی اللہ عنه– قال: سمعت رسول اللہ ﷺ یقول فی خطبته عام حجة الوداع، إن اللہ تبارک وتعالیٰ قد أعطیٰ کل ذی حق حقه فلا وصیة لوارث. (سنن الترمذی، باب ما جاء لا وصیة لوارث، النسخة الهندیة ٢/٣٢ دار السلام رقم: ٢١٢٠، سنن أبی داؤد، الوصایا، باب ماجاء فی الوصیة للوارث، النسخة الهندیة ٢/٣٩٦، دار السلام رقم: ٢٨٧٠، سنن ابن ماجه، لاوصیة لوارث، النسخة الهندیة ٢/١٩٤ دار السلام رقم: ٢٧١٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸؍شوال المکرّم ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۲۶۰/۴۰)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۸/۱۰/۱۴۳۴ھ

مرضی سے نکاح کرنے کی بنا پر جائیداد سے محروم کرنا

سوال [۱۱۴۸۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید جو کہ ایک عاقل وبالغ ہے اس نے اپنی برادری اور اپنے میل کی ایک لڑکی سے

نکاح کرنے کے لیے اپنے والدین سے مشورہ کیا، مگر والدین اس نکاح کے لیے تیار نہیں ہوئے، تو خود اس نے والدین کے نا چاہتے ہوئے اس لڑکی سے نکاح کرلیا، جس سے ناراض ہوکر والدین نے زید کو اپنی کل جائیداد منقولہ وغیر منقولہ سے بے دخل کر دیا، اور زید کے ایک بھائی کو بھی اس شبہ میں کہ اس نے نکاح میں شرکت کی ہے، بے دخل کر دیا، اس کے بعد زید کی والدہ حج کو چلی گئیں، زید کے کچھ رشتہ داروں نے زید کی والدہ کو مشورہ دیا کہ وہ زید سے ملاقات کر کے چلی جائے لیکن زید کی والدہ نے اس سے ملنے کو منع کر دیا، چاہے حج ہو یا نہ ہو، تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کے والدین کا بے دخل کرنے کا معاملہ صحیح ہے یا نہیں؟ کیا اس طرح بے دخل کرنے سے شرعی طور پر زید بے دخل ہو جائے گا اس طرح کرنے سے زید کی والدہ کے حج میں تو کوئی خرابی نہیں آئے گی؟ کیا شرعی طور پر والدین کو بے دخل کرنے کا حق ہے یا نہیں؟

المستفتی: نزاکت علی ولد حافظ شرافت علی، ٹانڈہ بادلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عاقل وبالغ لڑکے لڑکی کو شریعت نے یہ حق دیا ہے کہ اپنی پسند اور مرضی کے مطابق نکاح کریں، اور ماں باپ کو ان کی پسند پر راضی ہو جانا چاہیے، اس لیے کہ انہیں کو آپس میں نبھاؤ کرنا ہے اس لیے ماں باپ کو اس نکاح پر سختی نہیں کرنی چاہیے، نیز شریعت میں جائیداد سے بے دخل کرنے کا اعتبار نہیں ہے، بلکہ والدین کے انتقال کے بعد ہر ایک اولاد کو اپنا حق میراث حاصل کرنے کا حق باقی رہتا ہے، اور دوسری طرف اولاد پر بھی ضروری ہے کہ والدین کو ہر طرح سے خوش رکھیں، اور ان کی ناراضگی سے بچنے کی کوشش کریں، نیز اولاد سے ناراضگی کی حالت میں والدہ نے جو حج کیا ہے اس حج میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔

﴿قال الله تعالىٰ: وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا. [الأحقاف: ١٥]﴾

عن سليمان بن موسىٰ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قطع ميراثا فرضه الله، قطع الله ميراثه من الجنة. (سنن سعيد بن منصور، باب من قطع ميراثا فرضه الله، دار الكتب العلمية بيروت ١/٩٦، رقم: ٢٨٥-٢٨٦)

عن أنس بن مالك - رضي الله عنه - قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من

فر من میراث وارثه، قطع الله میراثه من الجنة یوم القیامة. (سنن ابن ماجه، باب الحیف فی الوصیة، النسخة الهندیة ۲/ ۱۹۴، دار السلام رقم: ۲۷۰۳)

إذا زال الصغر زالت الولایة عندنا. (تاتارخانیة زکریا ۴/ ۸۷، رقم: ۵۶۰۸)

الإرث جبری لا یسقط بالإسقاط. (تکملة رد المحتار، مطلب: واقعة الفتاویٰ، کراچی ۷/ ۵۰۵، زکریا ۱۱/ ۶۷۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ر محرم الحرام ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۲۵۶)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۱/۹ھ

کیا شادی کے بعد لڑکیوں کا کوئی حصہ نہیں ہے؟

سوال [۱۱۴۹۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرے نانا مرحوم محمد محسن کے وارثوں میں دو بیٹے محمد شبیر عالم اور محمد عمران عالم اور دو لڑکیاں ہیں، نانی بھی بقید حیات نہیں ہیں، نانا مرحوم کی چھوڑی ہوئی وراثت میں، رہائش کی زمین، پیداوار کی زمین، باغیچہ اور تالاب ہیں، نانا کے انتقال کے بعد دونوں بھائیوں نے چھ زمینوں کو بیچ کر آپس میں تقسیم کرلیا، اور جو زمین بچی اسے دونوں بھائیوں نے غلط طریقے سے اپنے اپنے نام کاغذات بنوالیے ہیں۔

اس میں دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ دو لڑکیوں جن میں ایک میری والدہ اور ایک خالہ ہیں، کو میرے نانا کی وراثت میں سے کیا حصے ملے گا؟

نیز جب تقسیم وراثت کی بات آتی ہے تو محلّہ ٹولہ کے لوگ کہتے ہیں کہ شادی کے بعد بیٹیوں کا کوئی حصہ نہیں ہوتا، اس سلسلے میں شرعی ہدایات سے روشناس کرا کر ممنون فرمائیں؟

المستفتی: محمد جاوید اختر سمری بختیار پور سہرسہ بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: برتقدیر صحت سوال مسئولہ صورت میں جبکہ آپ

کے نانا محمد محسن نے اپنی زندگی میں بیٹیوں کو اپنی جائیداد کا کوئی حصہ مالکانہ طور پر نہیں دیا ہے تو ایسی صورت میں اس جائیداد میں ان کی تمام اولاد (بیٹوں، بیٹیوں) کا حق ہوگا صرف بیٹوں کا اس پر قابض ہونا اور بیٹیوں کو محروم کر دینا بڑا ظلم اور سخت گناہ ہے اور بیٹیوں کو اپنے حق کے مطالبہ کا اختیار حاصل ہے، بریں بنا بیٹوں کو چاہیے کہ وہ والد کا ترکہ سبھی موجودہ وارثین میں حسب حصص شرعیہ تقسیم کریں، تاکہ آخرت کی جوابدہی سے محفوظ رہ سکیں اور آپ کے نانا مرحوم کا سارا ترکہ درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا:

محمد محسن میت ۶

لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی
۲	۲	۱	۱
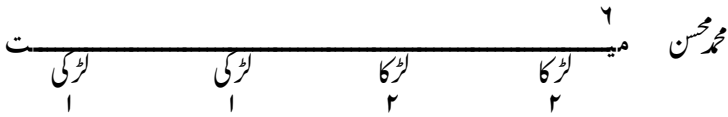
آپ کے نانا مرحوم کا کل ترکہ ۶/ حصوں میں تقسیم ہو کر ہر وارث کو ترکہ میں سے اتنا ملے گا جو اس کے نام کے نیچے درج ہے۔

﴿**یُوصِیکُمُ اللّٰہُ فِی اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ**﴾. [النساء: ۱۱]

الإرث جبری لا یسقط بالإسقاط. (تکملة رد المحتار، مطلب: واقعة الفتاویٰ، کراچی ۷/۵۰۵، زکریا ۱۱/۶۷۸)

عن سعید بن زید قال سمعت رسول الله ﷺ یقول: من أخذ من حق امرئ من المسلمین شبرا بغیر حق طوقه الله تعالیٰ یوم القیامة سبع أرضین.

(المعجم الأوسط، دار الکتب العلمیة بیروت ۶/۱۶۷، رقم: ۸۳۸۳، صحیح بخاری، کتاب المظالم، باب إثم من ظلم شیئا من الأرض ۱/۳۳۳، رقم: ۲۳۸۸، ف: ۲۴۵۲، مسلم، کتاب المساقات والمزارعة، باب تحریم الظلم و غصب الأرض، النسخة الهندیة ۲/۳۳، بیت الأفکار رقم: ۱۶۱۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴/ محرم الحرام ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۵۹۱)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۳/۱/۱۵ھ

شادی میں ملنے والے زیورات وغیرہ میراث کا بدل نہیں

سوال [۱۱۴۹۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: اللہ بخش کے تین بیٹے محمد شاہد، عبد السلام، عبد القیوم، دو بیٹی: سعیداً اور مجیداً، اللہ بخش مرحوم کی بیوی امیراً، اپنے انتقال کے وقت اللہ بخش نے مذکورہ بالا ورثاء چھوڑے۔

پھر سعیداً کا انتقال ہوا اس کے ورثاء میں ماں اسیرن، تین بھائی: محمد شاہد، عبد القیوم، عبد السلام، ایک بہن مجیداً، پھر امیراً کا انتقال ہوگیا، اس کے ورثاء میں تین لڑکے، ایک لڑکی مذکورہ بالا ہیں۔

اب دو بھائی عبد السلام، عبد القیوم ایک بہن مجیداً حیات ہیں، مجیداً اپنی سسرال میں ہے، اللہ بخش کے تینوں لڑکے ان کی وفات کے بعد اپنے حصہ پر قابض رہے، عبد القیوم نے اپنے بڑے بھائی محمد شاہد سے اپنا مکان بنانے کے بہانے سے رہنے کیلئے مانگا، جس میں کچھ حصہ عبد السلام کا بھی ہے، اس پر عبد القیوم نے قبضہ کررکھا ہے، عبد القیوم نے جب اپنا مکان بنالیا تو اس سے کئی بار مکان خالی کرنے کی بات کی گئی اس نے انکار کردیا اور اپنا مکان کرایہ پر اٹھا رکھا ہے، اس درمیان محمد شاہد کی طبیعت خراب ہوئی تو انہوں نے اپنے علاج کی وجہ سے اپنا حصہ اپنے چھوٹے بھائی عبد السلام کو فروخت کردیا، اس کے بعد محمد شاہد کا انتقال ہوگیا، ان کے انتقال کے بعد مرحوم کے مکان میں جو کہ عبد السلام نے خرید لیا ہے، عبد القیوم اور بہن مجیداً حصہ مانگ رہے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ مرحوم محمد شاہد کے مکان میں عبد القیوم اور مجیداً کا حصہ ہے یا نہیں؟ جبکہ مرحوم نے اپنا حصہ اپنی زندگی میں اپنے بھائی عبد السلام کو بیچ دیا ہے، جس کا رجسٹری بیعنامہ بھی ہے؟

(۲) اگر بہن کا حصہ اللہ بخش کے مکان میں نکلتا ہے تو عبد السلام نے تقریباً پچاس ہزار روپیہ اپنی بہن مجیدا کو بھات میں کپڑے زیور نقد کی صورت میں دیئے ہیں تو ان کا کیا ہوگا؟

المستفتی: عبد السلام آزاد نگر ہلدوانی نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) بشرط صحت سوال وبعد ادائے حقوق ما تقدم و

عدم موانع ارث اللہ بخش کا مال متروک درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا:

۱۳۴۴۰
۲۶۸۸
۳۸۴
۶۴
۸
اللہ بخش میت

لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی	بیوی
شاہد	عبدالسلام	عبدالقیوم	سعیداً	مجیداً	امیراً
۱۴	۱۴	۱۴	۷	۷	۱
۸۴	۸۴	۸۴		۴۲	۸
۵۸۸	۵۸۸	۵۸۸		۲۹۴	۴۸
	۲۹۴۰	۲۹۴۰		۱۴۷۰	

۶
۴۲۶
۶
سعیداً میت — تداخل — ۱/۷

ماں	بھائی	بھائی	بھائی	بہن
امیراً	شاہد	عبدالقیوم	عبدالسلام	مجیداً
۱	۱۰	۱۰	۱۰	۵
۷	۷۰	۷۰	۷۰	۳۵
		۳۵۰	۳۵۰	۱۷۵

امیراً میت ۷ — تباین — ۵۵

لڑکا شاہد	لڑکا عبدالقیوم	لڑکا عبدالسلام	لڑکی مجیدا
۲	۲	۲	۱
۱۱۰	۱۱۰	۱۱۰	۵۵
	۵۵۰	۵۵۰	۲۷۵

شاہد میت ۵ — تباین — ۷۶۸

بھائی عبدالقیوم	بھائی عبدالسلام	لڑکی مجیداً
۲	۲	۱
۱۵۳۶	۱۵۳۶	۷۶۸

۱۳۴۴۰
المبلغ
شاہد الأحیاء

بھائی عبدالسلام	بھائی عبدالقیوم	لڑکی مجیداً
۵۳۷۶	۵۳۷۶	۲۶۸۸

مورث اعلیٰ کا ترکہ ۱۳۴۴۰ر سہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا ملے گا جو اس کے نام کے نیچے درج ہے، نیز اللہ بخش کی جائیداد میں تینوں بیٹوں کے ساتھ بہن مجیداً کا بھی حق ہے، لیکن اللہ بخش کے تینوں بیٹوں نے اپنی بہن کو حصہ دیئے بغیر پوری جائیداد پر قبضہ کرنے کے ساتھ بہن کا حصہ ہڑپ کرلیا اور بہن کو کچھ نہیں دیا، یہ ناجائز اور حرام ہے، اور بہن کے ساتھ خیانت ہے، نیز عبدالسلام نے اپنی بہن مجیداً کی شادی میں جو زیورات بھات وغیرہ دیئے تھے، اور دیتے وقت اس کی صراحت نہیں کی تھی کہ میراث کا جو حصہ ہے وہ تمہاری شادی میں خرچ کیا جارہا ہے، اور بہن نے اسے بخوشی قبول کرلیا ہے، اس لیے مجیداً کی شادی میں جو خرچ ہوا ہے وہ بہن کا حصہ شرعی شمار نہیں ہوگا، نیز سوال میں ذکر کردہ صورت میں عبدالسلام سے عبدالقیوم اور بہن مجیداً دونوں مطالبہ کررہے ہیں تو مجیداً کا مطالبہ تو درست ہے لیکن عبدالقیوم نے جبکہ اپنے حصۂ شرعی پر قبضہ کرلیا ہے تو اب عبدالسلام سے مطالبہ بیجا مطالبہ ہے، اور عبدالسلام کے لیے محمد شاہد سے اس کا حصہ خریدنا، جبکہ اس میں بہن کا حصہ نہ ہو تو جائز ہے۔

عن سعید بن زید قال سمعت رسول الله ﷺ یقول: من أخذ من حق امرئ من المسلمین شبرا بغیر حق طوقه الله تعالیٰ یوم القیامة سبع أرضین.

(المعجم الأوسط ، دار الکتب العلمیة بیروت ۶/۱۶۷، رقم: ۸۳۸۳، بخاری، کتاب المظالم، باب إثم من ظلم شیئا من الأرض ۱/۳۳۳، رقم: ۲۳۸۸، ف: ۲۴۵۲، مسلم، کتاب المساقات والمزارعة، باب تحریم الظلم و غصب الأرض، النسخة الهندیة ۲/۳۳، بیت الأفکار رقم: ۱۶۱۰)

عن أنس بن مالک –رضی الله عنه– قال: قال رسول الله ﷺ: من فر من میراث وارثه، قطع الله میراثه من الجنة یوم القیامة. (سنن ابن ماجه، باب

الحیف فی الوصیة، النسخة الهندیة ۲/ ۱۹٤، دار السلام رقم: ۲۷۰۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۰۱۲)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۷/۵/۲۴ھ

لڑکیوں اور بہنوں کو وراثت سے محروم کرنا

سوال [۱۱۴۹۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) کلام پاک کے حکم کے تحت شرع محمدی میں ترکہ میں لڑکی اور لڑکا و بیوہ کا کتنا کتنا حصہ ہے؟

(۲) مروجہ قانون میں زرعی آراضی میں اور چکبندی میں عورت کا حصہ نہیں رکھا گیا ہے، تو اس سلسلے میں شرعی حکم کیا ہے؟

وہ شخص جو اپنی بہنوں یا والدہ کو دیہی و زرعی آراضی میں مروجہ قانون زمینداری خاتمہ و چک بندی کے تحت حصہ نہیں دیتا ہے اس کے متعلق شرعی احکامات کیا ہیں، یا اکثر رہائشی مکان میں لڑکی کو حق نہیں دیتے ہیں ان کے متعلق بھی شرعی حکم تحریر فرمائیں، نیز جو شخص زرعی آمدنی وصول کر کے لڑکی کو نہ دے کر صرف لڑکے کو دیتا ہے اس کے متعلق بھی تحریر فرمائیں کہ شرعاً کیا حکم ہے؟

آنجناب سے گذارش ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب تحریر فرمائیں کیونکہ خادم کے وکالت کے پیشہ کے اندر اکثر و بیشتر یہ سوالات آتے ہیں، اور لوگ بہن و عورت کو حصہ دینے سے مروجہ قانون کا سہارا لیتے ہیں؟

المستفتی: خواجہ محمد رائق محلّہ کٹرہ لکھنؤ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: لڑکیوں اور بہنوں کو وراثت سے محروم کر دینا اسلامی شریعت میں جائز نہیں ہے، حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی وارث کو وراثت سے محروم کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو جنت سے محروم کر دے گا، اس لیے جو شخص خاتمہ زمینداری اور چک بندی کے بعد

بھی لڑکیوں یا بہنوں کا شرعی حق نہیں دے گا، وہ سخت ترین عذابِ الٰہی کا مستحق ہوگا۔

عن أنس بن مالک -رضی الله عنه- قال: قال رسول الله ﷺ: من فر من میراث وارثه، قطع الله میراثه من الجنة یوم القیامة. (سنن ابن ماجه، باب الحیف فی الوصیة، النسخة الهندیة ۲/ ۱۹٤، دار السلام رقم: ۲۷۰۳)

عن سعید بن زید بن عمرو بن نفیل ان رسول الله ﷺ قال: من اقتطع شبرا من الأرض ظلما طوقه الله إیاه یوم القیامة من سبع أرضین. (مسلم شریف، کتاب المساقات والمزارعة، باب تحریم الظلم وغصب الأرض، النسخة الهندیة ۲/ ۳۲، بیت الأفکار رقم: ۱٦۱۰، صحیح البخاری کتاب المظالم، باب إثم من ظلم شیئا من الأرض، النسخة الهندیة ۱/ ۳۳۲، رقم: ۲۳۸۸، ف: ۲٤۵۲، سنن أبی داؤد کتاب الأدب، باب من یأخذ الشیئ من مزاح، النسخة الهندیة ۲/ ٦۸۳، دار السلام رقم: ۵۰۰۳)

نیز زرعی آمدنی وصول کر کے باپ اپنی زندگی میں صرف لڑکوں کو ہبہ کر کے مالکانہ قبضہ دیدیا کرتا ہے اور لڑکیوں کو کچھ بھی نہیں دیتا ہے تو اولاد کے ساتھ بے انصافی کی وجہ سے باپ گنہگار ہوگا۔

ولو وهب فی صحته کل المال للولد جاز و أثم. (در مختار، کتاب الهبة زکریا ۸/ ۵۰۲، کراچی ۵/ ٦۹٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۱۶/ ذی قعدہ ۱۴۱۸ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۵۱۸)	۱۴۱۸/۱۱/۱۶ھ

تنہائی میں بہنوں سے حصہ نہ لینے کا اقرار کرانا

سوال [۱۱۴۹۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہم پانچ بہن بھائی ہیں، میں سب سے چھوٹا ہوں، خاندانی بٹوارے میں باپ کی جو جائیداد ملی تو بڑے بھائی نے تینوں بہنوں سے الگ الگ بلا کر پوچھا کہ تم اپنا حصہ لوگی یا نہیں؟ بڑے بھائی نے الگ الگ بلا کر اس لیے پوچھا کہ بقول بھائی کے وہ لوگ ایک

دوسرے کے دباؤ میں آکر منع نہ کردیں، جو اصل بات ان کے دل میں ہو وہی کہیں، تو تینوں نے الگ الگ انکار کردیا کہ ہم اپنا حصہ نہیں لیں گی۔

اس بیچ دس سال کے وقفہ میں بڑے بھائی نے تین بار زمین بیچی اس کا پیسہ ہم دونوں بھائیوں میں ہی تقسیم ہوا، ابھی کچھ ماہ پہلے جب میں نے کچھ زمین بیچنے کا اردہ کیا تو تینوں بہنوں نے اپنا حصہ مانگا، جبکہ بڑے بھائی نے زمین بیچی تو کسی نے نہیں مانگا، جب میں نے کہا کہ بڑے بھائی نے زمین بیچی تب تم تینوں نے کچھ نہیں کہا، اب میں بیچ رہا ہوں تو تم کیوں مانگ رہی ہو، تو کہا: تم دونوں میں جو اختلاف ہو گیا ہے تو میں نے کہا کہ تم نے بٹوارے کے وقت پوچھے جانے پر یہ شرط نہیں رکھی تھی، کہ ہم دونوں میں اختلاف ہو جائے گا، تو ہم بہنیں اپنا اپنا حصہ مانگ لیں گی۔

کیا شرعی لحاظ سے ایک بار انکار کرنے کے بعد دوبارہ حصہ مانگنا درست ہے، کیا اسلام میں زبان اور نیت کی کوئی اہمیت نہیں ہے، انسان کی زبان ہی تو سب کچھ ہے، اگر زبان کی اہمیت نہیں تو کیا یہ بات طلاق میں بھی لاگو ہو سکتی ہے، شروع سے ابھی تک رہائشی مکان ساری جائیداد پر جس میں کھیت، باغ، مکان کا کرایہ سب آتے ہیں، بڑے بھائی کا قبضہ ہے، پہلے جب بہنوں نے اپنا حصہ لینے سے منع کردیا تو بڑے بھائی اس بات سے راضی تھے، اور اپنی مرضی سے زمین بیچتے رہے، اور جب مجھ سے اختلاف ہو گیا وہی بھائی اور بھتیجے کہتے ہیں کہ بہنوں کو حصہ دو، اب جائیداد میں تو شرع کی بات کرنے لگے، رہائشی مکان کے بارے میں کہتے ہیں کہ میں اپنی مرضی سے دوں گا اپنے پیسہ کے لحاظ سے، میں آبائی شہر سے دوسرے شہر میں رہتا ہوں، ان مسئلوں کا شرعی حل کیا ہے؟

المستفتی: ڈاکٹر ایم ایم عالم فیضی کلینک بلرامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حق وراثت کی بنا پر میراث میں وارثین کو جو بھی ملتا ہے وہ انسان کے اختیار سے نہیں ملتا، اس کا اصل اختیار اللہ تعالیٰ کو ہے اور وارثین غیر اختیاری اور اضطراری طور پر میراث کے مالک ہوتے ہیں، لہٰذا میت کے مرنے کے بعد اس کا ترکہ وارثین کے درمیان تقسیم کر کے ہر ایک کے قبضہ میں منتقل کر دینا لازم اور واجب ہوتا

ہے، اور تقسیم کرکے قبضہ میں دینے سے پہلے زبانی معافی کا اقرار کروانے سے معاف نہیں ہوتا ہے، لہٰذا بہنوں کو الگ الگ تنہائی میں بلا کر جوان سے اس بات کا اقرار کروایا ہے کہ وہ اپنا حصہ لینے سے انکار کردیں، تو ان کے قبضے میں آنے سے پہلے محض لینے سے انکار کردینے سے ان کا حق ساقط نہیں ہوتا ہے، بدستور باقی رہتا ہے، اس لیے تنہائی میں بہنوں سے نہ لینے کا جو اقرار کرایا گیا ہے اس سے بہنوں کا حق ختم نہیں ہوا، لہٰذا بڑے بھائی کے حصے میں بہنوں کا جو حق آیا ہے اس کا دینا بڑے بھائی پر لازم ہے، اور چھوٹے بھائی کے حصے میں بہنوں کا جو حق آیا ہے اس کا دینا چھوٹے بھائی پر لازم ہے، اور بہنوں کا بعد میں مطالبہ کرنا شرعی طور پر ناجائز نہیں ہے، بلکہ جائز ہے، لہٰذا بھائیوں پر لازم ہے کہ بہنوں کا حصہ بہنوں کو بے غرض ہوکر دیدیں۔

لو قال الوارث: تركت حقي لم يبطل حقه إذا الملك لا يبطل بالترك، وتحته في حاشية الحموي: لو قال وارث: تركت حقي لي إلى آخر كلامه، وفيه التصريح بأن إبراء الوارث من إرثه في الأعيان لايصح. (الأشباه والنظائر، الفن الثالث ۲/ ۱۶۰)

الإرث جبري لا يسقط بالإسقاط. (تكملة رد المحتار، مطلب: واقعة الفتاویٰ کراچی ۷/ ۵۰۵، زکریا ۱۱/ ۶۷۸)

يتفق الفقهاء على عدم صحة الإسقاط قبل وجوب الحق وقبل وجود السبب الوجوب لأن الحق قبل ذٰلك غير موجود بالفعل فلا يتصور ورود الإسقاط عليه فإسقاط مالم يجب ولا جرى سبب وجوبه لايعتبر إسقاطا.

(الموسوعة الفقهية الكويتية ۴/ ۲۵۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍ صفر المظفر ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۴۶۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۲/۲۳ھ

بیٹے کی موجودگی میں بہن وارث نہیں

سوال [۱۱۴۹۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: لطیفہ خاتون نے اپنے دو مکان میں سے ایک ایک اپنی اولاد دوں لڑکا ضیاء الرحمٰن اورلڑکی انور جہاں کو اپنی زندگی میں دے کر قابض و مالک بنا دیا تھا، دونوں اپنے اپنے مکان میں رہنے لگے، پھر لطیفہ کا انتقال ہو گیا اور تقریباً ۱۶؍سال ضیاء الرحمٰن اسی مکان میں رہتے رہے، اس درمیان ان کی بہن انور جہاں نے کوئی مطالبہ نہیں کیا۔

کیا اب ضیاء الرحمٰن جو انتقال کر چکے ہیں، تو وہ اس کے مکان میں اپنا حصہ طلب کر سکتی ہے؟ جبکہ ضیاء الرحمٰن کے ورثاء میں ان کا ایک لڑکا زعیم الرحمٰن عمر ۱۶؍سال موجود ہے۔

تو دریافت یہ کرنا ہے کہ شرعاً ضیاء الرحمٰن کے ترکہ اور مذکورہ مکان میں ضیاء الرحمٰن کی بہن کا حصہ ہے یا نہیں؟ یا سارا ترکہ و مکان ضیاء الرحمٰن کے لڑکے زعیم کو ملے گا؟ شرعی حکم تحریر فرمادیں۔

المستفتی: زعیم الرحمٰن محلہ بھٹی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بشرط صحت سوال وبعد ادائے حقوق جب لطیفہ خاتون کا دیا ہوا مکمل مکان ضیاء الرحمٰن کی ملکیت تھا تو اب ضیاء الرحمٰن کی موت کے بعد ضیاء الرحمٰن کا مکان اس کے شرعی ورثاء کو ملے گا اور شرعی ورثاء میں حقیقی بیٹے کی موجودگی میں حقیقی بہن وارث نہیں بنتی، اس لیے ضیاء الرحمٰن کے مکان میں اس کی بہن انور جہاں کا کوئی حق باقی نہیں رہا، بلکہ اس کا بیٹا زعیم الرحمٰن ہی اس کا وارث و مالک ہوگا۔

عن زيد بن ثابت قال: وميراث الإخوة للأب و الأم إنهم لايرثون مع الولد الذكر و لا مع ولد الابن الذكر و لا مع الأب شيئا. (السنن الکبریٰ للبیهقی، دار الفکر بیروت ۹/۲۸۸، رقم: ۱۲۵۸۱)

وبنو الأعيان والعلات كلهم يسقطون بالابن وابن الابن و إن سفل. (سراجی ص:۱۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷؍جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۱۷ ۳)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۷/۵/۱۴۲۸ھ

بھائی کا بہن کو حصہ دینے میں ٹال مٹول کرنا

سوال [۱۱۴۹۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرے والد نے آدھا مکان بیچ دیا تھا اور آدھا بچا ہوا مکان میرے بھائی کے پاس ہے، میری والدہ کا انتقال ہو چکا ہے، میں نے سای زندگی ان کی خدمت کی جو آخری خدمت ہوتی ہے، وہ بھی میں نے اپنی والدہ کی کرلی، وہ اپنی زندگی میں اپنے آدھے حصے کے پیسوں کے متعلق بھائی سے کہہ چکی تھیں کہ میری بیٹی کو اس کے پیسے دیدینا اور اس مکان میں جو میرا حصہ بنتا ہے اس کے پیسے بھی دینے کو کہہ گئی تھیں، اور مجھے کہا تھا کہ بیٹی تو دستخط کردینا، بھائی تجھے بعد میں پیسے دے گا، لیکن یہ سب انہوں نے منھ زبانی کہا تھا، لکھت میں بھائی کو کردیا تھا، لہٰذا اب آپ مجھے یہ بتائیے کہ شرعاً میں اس حصے کے پیسوں کی حقدار ہوں یا نہیں؟ گیارہ سال ہوگئے، اس مکان کی رجسٹری ہوئے اور چھ سال ہوگئے ماں کے انتقال کو، میں بہت غربت میں ہوں، میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے، اور پندرہ سال سے مستقل بیمار ہوں، مجھے بتائیے کہ میں وہ پیسے مکان کے حصے کے بھائی سے مانگوں یا نہیں؟

المستفتیہ: ثریا سخاوت

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ کو بھائی سے اپنے حصہ کے پیسے کا مطالبہ کرنا بلاشبہ جائز اور درست ہے، اور بھائی کے اوپر بھی لازم ہے کہ آپ کا پورا حصہ یا اس کی قیمت بلا کسی ٹال مٹول کے آپ کو جلدا دا کردے ورنہ بھائی سخت گنہگار ہوگا۔

عن أنس بن مالک -رضی اللہ عنہ- قال: قال رسول اللہ ﷺ: من فر من میراث وارثہ، قطع اللہ میراثہ من الجنة یوم القیامة. (سنن ابن ماجہ، باب الحیف فی الوصیة، النسخة الہندیة ۲/۱۹۴، دار السلام رقم: ۲۷۰۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳؍ شعبان المعظم ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۲۳۱)

دو بھائیوں کا پوری جائیداد پر قبضہ کر کے باقی بھائی بہنوں کو حصہ نہ دینا

سوال [۱۱۴۹۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ والدین کا انتقال ہوگیا، ان کے ورثاء میں تین لڑکے، تین لڑکیاں ہیں، ایک بھائی دماغی اعتبار سے معذور ہے، دو بھائیوں نے تمام جائیداد کم وبیش لے لی، بہنوں کو کچھ بھی نہیں دیا، تو دریافت یہ کرنا ہے کہ والدین کی جائیداد میں بھائی بہنوں کو کس قدر حصے ملیں گے؟

(۲) میرے والد نے انتقال سے پہلے بارہ تولہ سونا میرے پاس رکھا تھا اس کے بعد میں نے دو تین مرتبہ یہ زیور والد کو واپس کرنا چاہا، لیکن انہوں نے اسے نہیں لیا اور کہا کہ اسے اپنے پاس رکھ لے، اور میری بات مان لے، میں یہ دریافت کرنا چاہتی ہوں کہ زیور میرا ہی رہے گا، یا سب بھائی بہنوں کا حصہ ہوگا؟ شرعی حکم تحریر فرمائیں۔

المستفتی: کاشف محلہ اصالت پورہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شرعی اعتبار سے لڑکیاں بھی میراث کی حقدار ہوتی ہیں، لہٰذا ان کو حق وراثت سے محروم کرنا کسی بھی صورت میں جائز اور درست نہیں، اور مرحوم کا کل ترکہ نو حصوں میں تقسیم ہوکر لڑکوں کو دو، دو اور لڑکیوں کو ایک ایک ملے گا، اور ترکہ کے اندر وہ زیور بھی شامل ہوگا جو باپ نے سائلہ کے پاس رکھا تھا، اس لیے کہ زیور سائلہ کو بطور ہدیہ دینا ثابت نہیں بلکہ بطور حفاظت رکھنا ثابت ہے، اس میں دونوں سوالوں کے جوابات ہوگئے۔

﴿قال اللّٰه تعالیٰ: لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ. [النساء: ۱۱]﴾

عن سعید بن زید قال سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیہ وسلم یقول: من أخذ من حق امرئ من المسلمین شبرا بغیر حق طوقه اللّٰه تعالیٰ یوم القیامة سبع أرضین. (المعجم الأوسط، دار الکتب العلمیة بیروت ۱۶۷/۶، رقم: ۸۳۸۳، صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب إثم من ظلم شیئا من الأرض ۳۳۳/۱، رقم: ۲۳۸۸، ف: ۲۴۵۲، مسلم، کتاب المساقات والمزارعة، باب تحریم الظلم و غصب الأرض، النسخة الهندیة ۳۳/۲، بیت الأفکار رقم: ۱۶۱۰)

عن أنس بن مالک –رضی الله عنه– قال: قال رسول الله ﷺ: من فر من میراث وارثه، قطع الله میراثه من الجنة یوم القیامة. (سنن ابن ماجه، باب الحیف فی الوصیة، النسخة الهندیة ۲/ ۱۹٤، دار السلام رقم: ۲۷۰۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/ ذی قعدہ ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/ ۱۱۶۹۳)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۵/۱۱/۵ھ

والدین کی موجودگی میں بھائی بہن محروم

سوال [۱۱۴۹۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرے لڑکے محمد اسلام کا تقریباً تین ماہ قبل انتقال ہوگیا، جن کے وارثین میں ماں باپ اور پانچ بھائی اور دو بہنیں حیات ہیں، اوران کی ابھی شادی نہیں ہوئی تھی، مرحوم نے ترکہ میں ایک مکان تقریباً ۳۰۰ رگز کا چھوڑا، یہ مکان چھ بھائیوں کوان کے والد نے خرید کر دیا تھا، اب معلوم یہ کرنا ہے کہ ان کے ترکہ کے شرعاً کون کون حقدار ہیں

المستفتی: بشیر احمد مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحت سوال مرحوم کے شرعی وارث صرف والد اور والدہ ہیں، بھائی بہن باپ کی موجودگی میں وارث نہیں ہوں گے، لہٰذا سوال میں مذکور مکان میں سے محمد اسلام کا جو ایک حصہ تھا اس کے شرعاً تین حصے کر کے ایک حصہ مرحوم کی والدہ کا اور دو حصے مرحوم کے والد کو ملیں گے۔

عن زید بن ثابت قال: ومیراث الإخوة للأب و الأم إنهم لایرثون مع الولد الذکر ولا مع ولد الابن الذکر و لا مع الأب شیئا. (السنن الکبریٰ للبیهقی دار الفکر بیروت ۹/ ۲۸۸، رقم: ۱۲۵۸۱)

وبنو الأعیان والعلات کلهم یسقطون بالابن وابن الابن و إن سفل

وبالأب بالاتفاق. (سراجی ص: ۱۱)

وللأم ثلث الكل عند عدم هؤلاء المذكورين. (سراجی ص: ۱۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/ ذیقعدہ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۹۴۲/۳۵)

والد کی موجودگی میں بھائی وراثت سے محروم ہو جاتا ہے

سوال [۱۱۴۹۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میری شادی ۲۸/ اکتوبر ۱۹۹۰ء کو ہوئی تھی، منکوحہ ولیمہ کے دن سے بیمار تھی، اسی دن سے علاج شروع ہو گیا تھا، اور برابر علاج چلتا رہا، تین ماہ دیگر ڈاکٹروں سے علاج میں کراتا رہا، لیکن کوئی مناسب حل نہ ملنے پر مجبوراً ہرتھلہ روڈ پر موجود ہوسپٹل میں ۱۵/ روز وہاں علاج چلتا رہا، اسی دوران ڈاکٹروں کی رپورٹوں سے پتہ چلا کہ میری منکوحہ کو کینسر کا موذی مرض ہے اس کے بعد تمام ہی منکوحہ کے رشتہ داروں کی رائے ومشورہ سے منکوحہ کو دہلی آل انڈیا میں علاج کرانے کے واسطے لے گیا، وہاں پر لگ بھگ تین ماہ تک علاج چلتا رہا، اس پر بھی میری منکوحہ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا، ڈاکٹروں نے آپریشن کرانے کو کہا، تب میں نے اپنی سسرال والوں سے مشورہ کیا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا کہ آپریشن ہی کرالو، تب میں نے اپنی منکوحہ کو دہلی آل انڈیا میں داخل آپریشن کے لیے کردیا، آپریشن کے تین دن بعد ہی میری منکوحہ کا انتقال ہو گیا، سارے علاج وغیرہ میں جو رقم صرف میں آئی وہ تنہا میری تھی۔

بیماری کے دوران جب میری منکوحہ کو اپنی حالت غیر مناسب محسوس ہوئی تب انہوں نے مجھ سے کہا، آپ کسی طرح سے مجبور وپریشان نہ ہوں اور نہ ہی میرے علاج کے لیے کسی سے ادھار یا قرض لینا، اگر روپیہ کی ضرورت پڑے تو چاہے آپ میرے جہیز کی کوئی بھی چیز بیچ کر رقم کا انتظام کرلیں، کیونکہ میرے جہیز میں لگی رقم تنہا میری ہی اپنی ہے اسی دوران میری

منکوحہ کے بڑے بھائی نے ایک ہزار روپیہ مجھے اپنی بہن کے علاج کے لیے دینے کی کوشش کی اس پر میری منکوحہ نے اپنے بڑے بھائی سے کہا کہ مجھے کسی کے احسان وروپیہ کی ضرورت نہیں، اور نہ ہی میں اپنے اوپر اپنے بھائی کا کسی بھی طرح کا قرضہ پسند کروں گی، میں اپنے علاج کے لیے سارا جہیز بیچ سکتی ہوں، کیونکہ شادی میں جو بھی سامان وخرچہ کیا گیا ہے، وہ میری اپنی ملکیت تھی، میری منکوحہ کسی اسکول میں ٹیچر تھی، میری منکوحہ کے بڑے بھائی سامان واپس لینا چاہتے ہیں، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ شرعی مسئلہ ہے، سامان واپس لینے کا، لیکن میری منکوحہ کے والد سامان واپس لینے کو منع فرماتے ہیں، کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ تم نے علاج میں کوئی کمی نہیں چھوڑی، اپنی جانب سے بہت کوشش کی، روپیہ اور وقت بھی بہت خرچ کیا، مگر خدا کو یہی منظور تھا، اس مسئلہ پر غور فرما کر جواب دینے کی مہربانی کریں، سامان واپس دیا جائے یا نہیں؟ کیونکہ یہ میری منکوحہ کا سامان ہے۔

نوٹ: اس جہیز کو لینے کا بھائی حقدار ہوسکتا ہے یا نہیں؟ نیز مرحومہ کی والدہ کا انتقال پہلے ہوچکا ہے۔

المستفتی: فیاض الحسن خاں محلّہ گوئیاں باغ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بشرط صحت سوال اگر مرحومہ کی حقیقی والدہ نہیں ہیں اور صرف والد اور بھائی زندہ ہیں تو مرحومہ کی ساری ملکیت جہیز ودیگر ترکہ دو حصوں میں تقسیم ہوکر ایک حصہ شوہر کو ملے گا اور ایک حصہ باپ کو اور مرحومہ کا بھائی شرعاً محروم ہوگا، اس کو حصہ نہیں ملے گا۔

عن زيد بن ثابت قال: وميراث الإخوة للأب و الأم إنهم لايرثون مع الولد الذكر و لا مع ولد الابن الذكر و لا مع الأب شيئا. (السنن الکبریٰ للبیہقی، دار الفکر بیروت ۹/۲۸۸، رقم: ۱۲۵۸۱)

وبنو الأعيان والعلات كلهم يسقطون بالابن وابن الابن و إن سفل وبالأب بالاتفاق. (سراجی ص: ۱۱)

المالک هو المتصرف فی الأعيان المملوكة كيف شاء من

الملک. (بیضاوی شریف رشیدیه ۱/ ۷)

اور اگر مرحومہ کے باپ اپنا حق داماد کو دینا چاہیں تو داماد کو لینے کا حق ہے، اور اس میں مرحومہ کے بھائی وغیرہ کو اعتراض کا حق نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹؍ ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/ ۲۶۵۳)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۹/ ۴/ ۱۴۱۲ھ

باپ کی موجودگی میں بہن بھائی کو وراثت میں سے کچھ نہ ملے گا

سوال [۱۱۴۹۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید کا ایکسیڈینٹ موٹر سائیکل پر پیچھے بیٹھے ہوئے ایک ٹرک سے ہوگیا، جس میں دو تین دن کے بعد زید کی موت واقع ہوگئی، ہوسپٹل میں ایکسیڈینٹ کے بعد پولیس نے داخل کیا، اس واسطے یہ کیس بھی پولیس کیس ہے، زید کی موت کے بعد زید کے والد نے عدالت میں پولیس کے کہنے سے اور دیگر احباب کے کہنے سے اس کے معاوضہ کا دعویٰ کیا، جس کا معاملہ دہلی عدالت میں زیر غور ہے، اب یہ بات معلوم کرنی ہے کہ یہ کیس کرنے پر جو روپیہ عدالت کے فیصلہ کے مطابق گورنمنٹ زید کے والد کو دے گی اس روپیہ کو لینا درست ہے یا نہیں؟

اگر درست ہے تو پھر اس روپیہ کو کسی مدرسہ یا مسجد یا کسی غریب کو بھی دے سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز متو لی زید کے کوئی برادر حقیقی نہیں بلکہ دو تین حقیقی بہنیں ہیں اور ایک والد ہیں، بہنوں میں ایک بیوہ بھی، تو وہ روپیہ بہنوں اور والد کے درمیان کس طرح تقسیم کیا جائے، بہن تینوں ہی نادار ہیں، زید اپنی حیات میں ان کی مدد کیا کرتا تھا؟

المستفتی: سید منصور علی قصبہ سہس پور بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید کے والد کے لیے اس روپیہ کا لینا شرعاً درست ہے، اور وہ روپیہ زید کے شرعی ورثاء کے درمیان حصص شرعی کے اعتبار سے تقسیم ہوگا،

اگر زید کے بیوی و اولاد نہیں ہے تو مذکورہ صورت میں کل روپیہ زید کے والد کو ملے گا، اور شرعاً باپ کی موجودگی میں بہنوں کو حصہ نہیں ملتا ہے، البتہ باپ اپنی مرضی سے بہنوں کو دینا چاہے تو دے سکتا ہے، نیز مسجد میں بھی دینا لازم نہیں ہے بلکہ والد کی مرضی ہے کہ وہ جہاں چاہے جس طرح چاہے خرچ کرے۔

عن علي قال: تقسم الدية علی ما یقسم علیه المیراث. (سنن سعید بن منصور، دار الکتب العلمیة بیروت ۱/ ۱۰۰، رقم: ۳۰۸)

والولایة حکمها حکم سائر الأموال فلهٰذا لو أوصیٰ بثلث ماله تدخل الدیة فیه. (تبیین الحقائق، کتاب الجنایات، فصل و إن صولح علی مال، امدادیه ملتان ۶/ ۱۱۴، زکریا ۷/ ۲۴۳)

قوله وکذٰلک الدیة لوارثه بینهم. (حاشیه چلپی علی التبیین امدادیه ملتان ۶/ ۱۱۴، زکریا ۷/ ۲۴۲) **فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰/ ربیع الاول ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/ ۱۷۴۱)

مرحوم کی بیوی کا مرحوم کے والد سے جائیداد مانگنا

سوال [۱۱۵۰۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) میرے بیٹے شرافت حسین کا انتقال ہوگیا ہے اس نے اپنے پیچھے بیوی اور ایک لڑکا، ایک لڑکی چھوڑی ہے، اور ہم والدین بھی حیات ہیں، ہمارے دو لڑکے اور چھ لڑکیاں ہیں۔

تو دریافت یہ کرنا ہے کہ شرافت حسین کی بیوی میری جائیداد میں شرافت حسین کے حصہ کا مطالبہ کرتی ہے، تو شرعاً میری جائیداد میں شرافت حسین کی بیوی یا اس کے بچوں کا کوئی حق ہے یا نہیں؟ جبکہ ہمارے دیگر لڑکے اور لڑکیاں موجود ہیں، شرعی حکم تحریر فرمائیں۔

(۲) اور جو جائیداد شرافت حسین کے نام ہے، اس میں شرعاً کون کون لوگ حقدار ہوں گے؟

المستفتی: لیاقت حسین تحصیل اسکول مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب آپ کی زندگی میں آپ کے بیٹے شرافت حسین کا انتقال ہو چکا ہے اور آپ کے دوسرے لڑکے بھی موجود ہیں تو ایسی صورت میں آپ کے مرنے کے بعد آپ کی جائیداد میں شرافت حسین کی بیوی اور اولاد کوئی بھی حصہ پانے کے حقدار نہیں ہوں گے، اور آپ کی زندگی میں آپ کی جائیداد اور دولت میں سے کسی بھی شخص کو حصہ مانگنے کا حق نہیں، نہ موجودہ لڑکوں کو حق ہے اور نہ کسی اور کو۔

بیانہ: أن شرط الإرث وجود الوارث حیا عند موت المورث. (شامی، کتاب الفرائض، کراچی ۶/ ۷۶۹، زکریا ۱۰/ ۵۱۱)

وقال مشائخ بلخ: الإرث یجری بعد موت المورث. (الفتاویٰ التاتارخانیة ۲۰/ ۲۱۵، رقم: ۳۳۰۷۸)

اور شرافت حسین مرحوم کی جائیداد اور ترکہ اس کے وارثین کے درمیان تقسیم ہوگا، اور اس کے وارثین میں ماں باپ، بیوی اور اس کی اولاد شامل ہوں گی، جو درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا۔

۷۲ / ۲۴

میــــــــــــــــــــــــــــــــت

بیوی	ماں	باپ	لڑکا	لڑکی
۳ / ۹	۴ / ۱۲	۴ / ۱۲	۱۳ / ۲۶	۱۳

مرحوم شرافت حسین کا ترکہ ۷۲ / سہام میں تقسیم ہو کر بیوی کو ۹ / سہام ماں باپ کو بارہ بارہ سہام اور لڑکے کو ۲۶ / اور لڑکی کو ۱۳ / سہام ملیں گے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳ / ربیع الاول ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۱۰۹۵۷)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۳/۴ھ

حقیقیات کی موجودگی میں علاتیات محروم ہو جاتے ہیں

سوال [۱۱۵۰۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: زید کا انتقال ہوا، زید کے وارثین میں سے ایک حقیقی بھائی اور بہن ہے اور ایک باپ شریک بھائی اور ایک بہن ہے، زید کے پاس ۳۰۰ ر ڈسمل زمین تھی تو کیا زید کے باپ شریک بھائی بہن کو کچھ ملے گا یا نہیں؟ اور کس کا کتنا حصہ ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بشرط صحت سوال اگر زید کے حقیقی بھائی اور بہن موجود ہیں تو ان کی موجودگی میں علاتی (باپ شریک) بھائی بہن کو وراثت میں کوئی حصہ زید کے ترکہ سے نہیں ملے گا۔

عن علي رضـ قال: قضی رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم: أن أعیان بنی الأم یتوارثون دون بنی العلات. (سنن الترمذی، باب ماجاء فی میراث الإخوة فی الأب و الأم، النسخة الهندیة ۲/ ۲۹، دار السلام، رقم: ۲۰۹۵)

إن أعیان بنی الأم یتوارثون دون بنی العلات. (سراجی ص:۲۲)

اور اگر حقیقی بھائی و بہن صرف دو ہی ہیں تو کل زمین تین حصوں میں تقسیم ہوکر دو حصے بھائی کو اور ایک حصہ بہن کو ملے گا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷ر ذیقعدہ ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۶۹۹)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۴/۱۱/۷ھ

حقیقی اولاد کی موجودگی میں سوتیلی اولاد وارث نہیں ہوتی

سوال [۱۱۵۰۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے والد سلطان حسین نے ہماری والدہ حسین بانو کے دین مہر کے عوض میں باغ ومکان دیدیا، اب اس باغ ومکان میں ہماری سوتیلی بہن میمونہ خاتون کے بچوں کا کوئی حصہ بنتا ہے یا نہیں؟ میمونہ خاتون کا انتقال ہو چکا ہے؟

المستفتی: اقبال حسین ولد سلطان حسین نواب پورہ مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حقیقی اولاد کی موجودگی میں سوتیلی اولاد محروم ہو جاتی ہے،اس لیے سوالنامے میں درج شدہ صورت میں میمونہ خاتون کی اولاد کو حسین بانو کے دین مہر کے مکان وباغ میں سے کچھ بھی نہیں مل سکتا۔

عن عليؓ قال: قضی رسول الله ﷺ: أن أعيان بني الأم يتوارثون دون بني العلات يرث الرجل أخاه لأبيه و أمه دون إخوته لأبيه. (سنن ابن ماجه، باب ميراث العصبة، النسخة الهندية ۲/۱۹۶-۱۹۷، دار السلام رقم: ۲۷۳۹) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸/شوال المکرّم ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر:۲۴/۹۴۸)

حقیقی بھائی کی موجودگی میں علاتی بھائی محروم

سوال [۱۱۵۰۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے دوشادیاں کیں، پہلی بیوی سے زیب النساء،محمد خالد اور محمد عارف تھے، دوسر بیوی سے محمد زاہد، بدرالدین وغیرہ ہیں، مسماۃ زیب النساء کا انتقال ہوگیا، جوکہ پہلی بیوی کی اولادتھیں، مسماۃ مذکورہ بیوہ کی اولاد تھی، ان کا ترکہ ان کے حقیقی بھائی کو صرف ملے گا، یا زید کی دوسری بیوی کی اولاد کو ملے گا؟ سوتیلے بہن بھائی کو نہیں ملے گا؟

المستفتی: محمد ساکن محلّہ رفعت پورہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حقیقی بھائی بہن کی موجودگی میں سوتیلے بھائی بہن کو کچھ نہیں ملتا ہے، سارا ترکہ ماں باپ شریک بھائی بہن کو مل جائے گا، صرف باپ شریک علاتی بھائی بہن کو نہیں ملے گا، لہٰذا زیب النساء کا سارا ترکہ محمد خالد، محمد عارف کو مل جائے گا، اور محمد زاہد وبدرالدین وغیرہ محروم ہوجائیں گے۔

عن علي رضؓ قال: إن تقرؤن من بعد وصية يوصى بها أو دين، وإن رسول الله صلى الله عليه وسلم قضى بالدين قبل الوصية، وأن أعيان بني الأم يتوارثون دون بني العلات، يرث الرجل أخاه لأبيه و أمه، دون أخيه لأبيه. (منسد أحمد بن حنبل ۱/۱٤٤، رقم: ۱۲۲۲)

یرجحون بقوة القرابة أعني به ذا القرابتين أولى من ذى قرابة واحدة ذكرا كان أو أنثىٰ لقوله عليه السلام: أن أعيان بني الأم يتوارثون دون بني العلات. (سراجی ص:۲۱، شريفيه ص:٤۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۲۴۲/۲۴)

بھائی کی موجودگی میں بھتیجوں کا حصہ

سوال [۱۱۵۰۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: اشتیاق حسین صاحب کا انتقال ہوگیا ان کے ورثاء میں ایک حقیقی بھائی دلاور حسین ہے، اور اشتیاق حسین کی شادی نہیں ہوئی تھی، اس لیے بیوی بچے نہیں تھے، مذکورہ بالا بھائی دلاور حسین کے علاوہ ۹/ بھتیجے اور ۱۵/ بھتیجیاں ہیں، کیا بھائی کی موجودگی میں بھتیجوں کو بھی حصہ ملے گا یا نہیں؟ جواب تحریر فرمادیں، اور ہر ایک کو کیا ملے گا؟

المستفتی: دلاور حسین مغلپورہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بشرط صحت سوال وبعد ادائے حقوق ما تقدم وعدم موانع ارث اشتیاق حسین کا وارث صرف اس کا بھائی دلاور حسین ہے اور بھائی کی موجودگی میں بھتیجے اور بھتیجیاں وارث نہیں ہوتی ہیں، لہٰذا بھتیجے اور بھتیجیوں کو ان کے تایا دلاور حسین کے ترکہ سے کچھ نہیں ملے گا اور سارا ترکہ تنہا بھائی دلاور حسین کو مل جائے گا۔

الأقرب فالأقرب يرجحون بقرب الدرجة أعني أولٰهم بالميراث

-إلى- **ثم جزء أبيه إى الإخوة ثم بنوهم.** (السراجي في الميراث ص: ۲۲)

قال رحمه الله: ثم الأخ لأب و أم ثم الأخ لأب ثم ابن الأخ لأب و أم ثم ابن الأخ لأب. (تبيين الحقائق، كتاب الفرائض، زكريا ٧/ ٤٨٦، امداديه ملتان ٦/ ٢٣٨، المبسوط، دار الكتب العلمية بيروت ٤/ ٢١٩، ٢٩/ ١٧٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱/ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۳۹۹)

بھائی کی موجودگی میں بھتیجا، بھتیجی، چچازاد، خالہ زاد محروم ہوں گے

سوال [۱۱۵۰۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید غیر شادی شدہ تھا نہ اس نے کسی کو اپنا متبنیٰ بنایا تھا، جس وقت اس کا انتقال ہوا، اس وقت اس کے ایک حقیقی بھائی، چار سگے بھتیجے، چار سگی بھتیجیاں، ایک چچیرہ بھائی، چار خلیرے بھائی، اور تین خلیری بہنیں موجود ہیں، متوفیٰ نے پانچ لاکھ روپئے بینک بیلینس اور ایک مکان ترکہ میں چھوڑا ہے، موجودہ رشتہ داروں میں سے متوفیٰ کے مال سے کس کو کتنا حصہ شریعت مطہرہ کی رو سے پہنچے گا؟

المستفتی: ڈاکٹر محمد انور مسجد مسلم کالونی پٹیالہ پنجاب

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر سائل کا سوال اپنی جگہ درست ہے تو ایسی صورت میں اس کی ساری جائیداد اور بینک بیلینس وغیرہ سب چیزوں کا تنہا اس کا حقیقی بھائی وارث بنے گا، اور اس کے علاوہ بھتیجے، بھتیجیاں، چچازاد، خالہ زاد بھائی بہنوں میں سے کسی کو حق وراثت حاصل نہیں ہوگا۔

ويسقط بنو العلات أيضا بالأخ لأب و أم. (سراجي ص: ١٧) **فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۶۹۰)

کیا بھتیجی باپ کے واسطے سے دادا کی وارث بن سکتی ہے؟

سوال [۱۱۵۰۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہم اپنے والد صاحب کے دولڑکے تھے، ایک بڑے والے ۱۹۵۷ء میں حج کے لیے ہمراہ والدہ صاحبہ کے گئے تھے، وہاں سے واپس آنے کے بعد چالیسویں دن انتقال ہو گیا، انہوں نے اپنی اولاد میں دولڑکیاں اور ایک بیوی کو چھوڑا، بیوی اور بڑی لڑکی کا بعد میں انتقال ہوگیا، چھوٹی لڑکی فاطمہ حیات رہی، والد صاحب کے انتقال کے وقت وہ فاطمہ پانچ برس کی تھی، اس کی خدا کے فضل سے پرورش ہوئی اور باعزت طور سے شادی چچا نے یعنی احمد نبی نے کی تھی، والد کا انتقال شادی سے پہلے ہی ہو چکا تھا، ۱۹۶۳ء میں دادا کا انتقال ہوا، اور شادی فاطمہ کی ۱۹۶۶ء میں ہوئی ہے، اب میری بھتیجی فاطمہ کا مطالبہ ہے کہ میرے والد صاحب مرحوم کا حصہ مجھے دیا جائے، اب آپ سے گذارش ہے کہ ازروئے شرع میری بھتیجی کو برادر مرحوم کا حصہ پہنچتا ہے یا نہیں؟ چونکہ ہمارے والد صاحب بعد انتقال ہمارے بھائی کے لگ بھگ چھ سال حیات رہے، والد صاحب نے اپنی زندگی میں تمام جائیداد وترکہ کا مجھے مالک بنا دیا تھا، مجھے فاطمہ کے بارے میں والد صاحب نے شادی اور پرورش کی وصیت کی تھی، اس کو میں نے پورا کر دیا، آپ اس کا پورا خلاصہ فرمادیں۔

المستفتی: احمد نبی نگلیہ عاقل رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بشرط صحت سوال وبعد ادائے حقوق ما تقدم وعدم موانع ارث آپ کے والد کا وارث اگر آپ کے علاوہ بوقت وفات اور کوئی نہیں تھا تو صرف آپ ہی وارث ہوں گے، اور آپ کی بھتیجی آپ کے والد کی وارث نہیں ہے، وہ باپ کے واسطے سے دادا کی وارث نہیں ہوسکتی۔

ویسقطن بالابن. (سراجی ص:۱۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۹؍شوال المکرم ۱۴۲۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۶۹۲۲)

بھتیجے کی وجہ سے بھتیجیاں، بھانجے اور بھانجیاں محروم ہوجاتی ہیں

سوال [۱۱۵۰۷]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: عطاء اللہ کا انتقال ہوگیا ہے، اس کے ورثاء میں صرف تین حقیقی بھانجے: وحید الدین، فاروق، نایاب اور چھ بھانجیاں: منی، مودا، ہاجرہ، حسینہ، زرینہ، امینہ موجود ہیں، اور عطاء اللہ کے حقیقی بھتیجے تونہیں ہیں، البتہ چچا کے دولڑکے: (۱) جمیل (۲) نبیل، دولڑکیاں: جمیلہ، شکیلہ (منی) ہیں تو کیاان بھتیجوں کو بھی شرعاً حق ملے گا یانہیں؟

المستفتی: عبدالعزیز بچھرایوں، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بشرط صحت سوال وبعدا دائے ماتقدم وعدم موانع ارث عطاء اللہ مرحوم کے ترکہ کے لیے سوالنامہ کے ذکرکردہ افراد میں سے صرف چچازاد بھائی کے لڑکے وارث بنیں گے، بھانجے، بھانجیاں اور چچازاد بھائی کی لڑکیاں شرعاً وارث نہیں بن سکتے، لہٰذا عطاء اللہ مرحوم کا کل ترکہ دوسہام میں تقسیم ہوکرایک جمیل کواورایک نبیل کو ملے گا، ان کے علاوہ اورکوئی وارث نہ ہوگا۔ (مستفاد: شریفیہ ص:۴۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیراحمد قاسمی عفااللہ عنہ
۹/ربیع الثانی ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۴۳۲۷)

الجواب صحیح
احقرمحمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۹/۳/۱۴۱۶ھ

شوہرکا بھتیجہ وارث نہیں ہے

سوال [۱۱۵۰۸]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: الطاف حسین نے سترگز کا ایک مکان خرید کرآدھا ۳۵/گز بیوی کو ہبہ کیا اورآدھا مکان ۳۵/گز بیوی کے مہر میں ادا کیا، اس طرح ۷۰/گز مکان کی رجسٹری بیوی شہیدن کے نام کرادی، اب شہیدن کا انتقال ہوگیا، ان کے وارثین میں دو بھائی محمد علی اور نیاز علی ہیں،

جبکہ شوہر الطاف حسین کا ایک حقیقی بھتیجہ طاہر حسین بھی موجود ہے، اب معلوم یہ کرنا ہے کہ ہر وارث کو کتنا کتنا حصہ ملے گا؟ اور طاہر حسین وارث بنے گا یا نہیں؟

المستفتی: نسیم اختر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحت سوال وعدم موانع ارث وبعد ادائے حقوق ما تقدم مرحومہ کا ترکہ ان کے ورثاء کے درمیان درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا:

شہیدن میت ۲ — تداخل — گز ۳۵/۷۰

بھائی محمد علی	بھائی نیاز علی
۱/۳۵	۱/۳۵
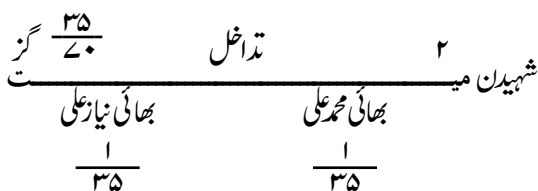
مرحومہ کا کل ترکہ دو برابر سہام میں تقسیم ہوکر ہر ایک کو ایک ایک حصہ ملے گا، نیز ہبہ کے ذریعہ سے اور دین مہر کے ذریعہ سے شہیدن پورے مکان کی تنہا مالک ہوچکی تھی، اور طاہر حسین کا شہیدن مرحومہ کے ساتھ کسی قسم کا رشتۂ وراثت نہیں ہے، اس لیے طاہر حسین کو شہیدن کے ترکہ میں سے کچھ نہیں ملے گا۔

ویستحق الإرث بإحدی خصال ثلاث بالنسب وهو القرابة والسبب وهو الزوجية والولاء. (هندیه، کتاب الفرائض، الباب الأول زکریا جدید ٦/٤٤٠، قدیم ٦/٤٤٧) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸؍ربیع الاول ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۹۲۳/۳۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۳۱/۳/۸ھ

چچا زاد بھائی، حقیقی بہن کی وجہ سے محروم ہوجائے گا

سوال [۱۱۵۰۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: زید کا انتقال ہوا، ورثاء میں ایک بیوی دو دختران ایک ہمشیرۂ حقیقی اور تین چچازاد بھائی ہیں، از روئے شرع زید کے وارث کون کون ہوں گے؟ اور ترکہ کس کا کس قدر ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب ورثاء میں لڑکیوں کے ساتھ حقیقی بہن بھی ہو اور پھر مرنے والے کے سگے بھتیجے یا چچازاد بھائی یا بھتیجے بھی ہوں، تو ایسی صورت میں عصبہ بنفسہ اور عصبہ مع غیرہ کا تعارض ہوتا ہے، لیکن اس میں ایک اصول یہ ہے کہ جو قریب ترین وارث ہوتا ہے اسی کو وراثت ملتی ہے اور دور والا محروم ہوتا ہے، لہٰذا چچازاد بھائی عصبہ بنفسہ ہونے کے باوجود حقیقی بہن کی وجہ سے محروم ہوجائیں گے، اب مذکورہ ورثاء کے درمیان میت کا ترکہ چوبیس برابر سہام میں تقسیم ہوکر بیوی کو تین سہام اور دونوں لڑکیوں کو ۸/۸، کل ۱۶/ سہام ملیں گے، باقی بچے پانچ، یہ پانچ سہام بہن کو مل جائیں گے اور سارے چچازاد بھائی محروم ہوجائیں گے۔

إذا اجتمعت العصبات بعضها عصبة بنفسها و بعضها عصبة بغيرها و بعضها عصبة مع غيرها فالترجيح منهابالقرب إلى الميت لابكونها عصبة بنفسها حتى أن العصبة مع غيرها إذا كانت أقرب إلى الميت من العصبة بنفسها كانت العصبة مع غيرها أولىٰ. (هنديه، الباب الثالث فى العصبات، زكريا قديم ٦/ ٤٥٢، جديد ٦/ ٤٤٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۱۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۷ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۸۳۵)	۱۴۱۷/۵/۱۹ھ

شوہر اور ماں باپ کی موجودگی میں بھائی بہن نانا اور خالائیں محروم

سوال [۱۱۵۱۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید کی ابھی چند دنوں پہلے زینب سے شادی ہوئی تھی، اور زینب کی شادی ننہال والوں نے کی تھی، باپ سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا، اب زینب کا کسی بیماری میں انتقال ہوگیا

اور زینب نے بہت سارا مال چھوڑا، جو جہیز میں دیا جاتا ہے، جیسے زیور، کپڑا وغیرہ، یہ تو زینب کی ملکیت والا مال ہے اور کچھ مال تو ایسا ہے جس میں میاں بیوی دونوں شریک ہیں اور کچھ مال تو ایسا ہے جس میں تقسیم نہیں ہوسکتی، تو کن کن مالوں میں وراثت جاری ہوگی، اور جس میں وراثت نہیں جاری ہوگی، اس مال کا کیا حکم ہوگا؟ ورثاء کی تعداد یوں ہے، شوہر، ماں باپ ایک حقیقی بھائی، ایک ماں شریک بھائی، ایک ماں شریک بہن، ایک نانا، تین خالائیں، ان میں سے کن کن لوگوں کو کتنا کتنا حصہ ملے گا؟ زید نے جو زیور اپنی بیوی کو دیا تھا کچھ پیسہ قرض لے کر زیور بنوایا تھا اور وہ قرض ابھی تک ادا نہیں کیا تو کیا اس قرض کو ترکہ کے مال سے ادا کیا جائے گا یا زید اپنی طرف سے قرضہ ادا کرے؟

المستفتی: محمد سرور اعظمی متعلم دار العلوم دیو بند

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (الف) لڑکی کو رخصت کرتے وقت جو سامان دیا جاتا ہے اس کو عرف میں جہیز کہتے ہیں اور جہیز کا سامان لڑکی کی ملکیت ہوا کرتا ہے، چاہے جس کسی نے بھی وہ سامان دیا ہو، ملکیت لڑکی کی ہو جاتی ہے، لہٰذا زینب کے مرنے کے بعد وہ ساری ملکیت اس کے شرعی ورثاء کے درمیان شرعی حصوں کے اعتبار سے تقسیم ہوگی، اور زیر نظر مسئلے میں زینب کے شرعی وارث صرف تین ہیں، اس کا شوہر زید اس کی ماں اور اس کا باپ، زینب کی ملکیت کے زیورات اور جہیز کے سارے سامان ان ہی تینوں کو ملیں گے، اگر چہ سامان دینے والے اس کے نانہال والے کیوں نہ ہوں اور اس کے حقیقی علاتی بھائی بہنیں اور خالائیں محروم ہو جائیں گی۔

وأما إذا جرت في البعض يكون الجهاز تركة يتعلق بها حق الورثة وهو الصحيح. (شامي، مطلب في دعوىٰ الأب أن الجهاز عارية، زكريا ۴/ ۳۰۹، كراچی ۳/ ۱۵۷)

اب شرعی ورثاء کے درمیان اس کی تمام ملکیت درج ذیل طریقہ سے تقسیم ہوگی:

$\frac{۶}{۲}$ میـــــــــــــــــــت

شوہر	ماں	باپ
$\frac{۱}{۳}$	(۱)	
۳	۱	۱

(ب) اگر زید نے بیوی کو یہ زیورات بطور عاریت خرید کردیئے ہیں تو اصل مالک زید ہے، زید کو یہ حق ہے کہ اس زیور کو بیچ کر قرضہ ادا کرے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹ر صفر المظفر ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۲۵۹)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۲/۱۹ھ

بیٹے کی موجودگی میں پھوپھی محروم

سوال [۱۱۵۱۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے والد جناب عبدالستار خان صاحب مرحوم نے اپنے انتقال پر چار دختران اور دو بیٹے بطور وارث چھوڑے، میرے والد کی ایک بہن بھی حیات ہیں، جن کی شادی ہو چکی ہے، میرے والد نے جائیداد سکنائی میں دو مکانات چھوڑے ہیں: مکان واقع بریلی آراضی ۲۹۲ رگز ہے، یہ مکان میرے والد نے محکمہ کسٹوڈین سے اپنی ذاتی آمدنی سے خرید لیا ہے، یہ مکان میرے والد کے عزیزوں کا ہی تھا، جو تقسیم کے وقت پاکستان منتقل ہو گئے تھے، تو اس مکان میں میری پھوپھی کا بھی کوئی حصہ نکلتا ہے، اگر نہیں تو ہم وارثان کے کتنے کتنے سہام ہوں گے؟

المستفتی: عبدالقادر خاں بروالان مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: آپ کے والد کے جو اعزہ پاکستان چلے گئے ہیں اس مکان میں ان کا بھی حصہ ہے، ان کا حصہ الگ کرنے کے بعد جو آپ کے والد کا حصہ بچے گا اس میں آپ کی پھوپھی آپ کے والد کی وارث نہیں بنے گی، ہاں البتہ اگر وہ مکان آپ کے دادا کا ہے تو آپ کی پھوپھی کو بھی آپ کے والد کا آدھا حصہ ملے گا، لہٰذا مسئولہ مکان میں جو حصہ آپ کے والد کا ہے وہ درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا:

میت ۸

بیٹا	بیٹا	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی
۲	۲	۱	۱	۱	۱
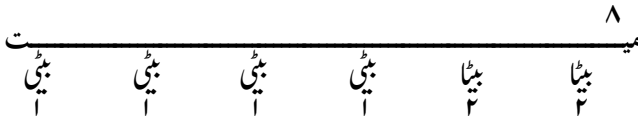
کل مال ۸/ حصہ میں تقسیم ہو کر بیٹوں کو ۲، ۲/ اور بیٹیوں کو ایک ایک سہام ملیں گے۔
فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۶۹۹۵)

میت کی اولاد کی موجودگی میں اخیافی بھائی کا حصہ

سوال [۱۱۵۱۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید تین بھائی ہیں: زید، ذکی، زبیر، ان میں زبیر ما بقیہ دونوں کے ربیب کی شکل میں بھائی ہے، کہ ماں ایک اور باپ الگ ہے، اور خود زید وذکی یہ دونوں آپس میں سوتیلے بھائی ہیں، اب مسئلہ یہ ہے کہ زید وذکی کی حیات میں زبیر کا انتقال ہو گیا تو کیا ان کے مال میں دونوں بھائیوں کا حق ہوگا؟ جبکہ زبیر کی اولاد بھی موجود ہے، نیز اس سے کچھ دن بعد ذکی کی وفات ہوگئی (جو لا ولد ہے) تو ان کے ترکہ کا مستحق زید ہوگا، جبکہ وہ سوتیلا بھائی ہے؟ چونکہ فی الحال نہ باپ نہ ماں، نہ بیوی ہے، اور کیا ان کے علاوہ اور کوئی مستحق میراث رشتہ دار ہے یا نہیں؟ نیز زبیر کی اولاد کو بھی حق میراث حاصل ہوگا؟ خلاصہ کے طور پر نقشہ ملاحظہ ہو:
عارف کے تین لڑکے:

(۱) ذکی: یہ سوتیلا بھائی (۲) زید: ماں ایک (۳) زبیر: ربیب ہے۔

عارف سے پہلے شوہر سے زبیر کی پیدائش ہے، نیز ذکی کا سالہ (بیوی کا بھائی) میراث سے حق الخدمت کا طالب ہے، کیا شرعاً اس کا حق اس میں لگے گا؟

المستفتی: محمد عمران کٹیہاری بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئلہ کی وضاحت یوں ہے کہ زید زبیر کا ماں شریک بھائی ہے اور جب زبیر کی اولاد موجود ہے اور ان میں نرینہ اولاد بھی ہو تو زید زبیر کا

وارث نہیں بنے گا ، بلکہ زبیر کا سارا ترکہ اس کی اولاد میں حصۂ شرعی کے مطابق تقسیم ہوگا، اور ذکی کی زبیر کے ساتھ کسی طور پر قرابت داری نہیں ہے اس لیے ذکی زبیر کا کسی طرح سے بھی وارث نہیں بن سکتا، جب ذکی لاولد فوت ہوگیا اور زید ذکی کا علاتی بھائی ہے، لہٰذا ذکی کا سارا ترکہ اس کے علاتی بھائی زید کو ملے گا، اور زبیر کی اولاد ذکی کی کسی طرح کی قرابت دار نہیں ہے اس لیے زبیر کی اولاد ذکی کی کسی طرح کی وارث نہیں بنے گی۔

وأما لأولاد الأم فأحوال ثلاث (إلى قوله) ويسقطون بالولد و هو الابن وإن سفل. (سراجی: ص:۱۰-۱۱)

الأقرب فالأقرب يرجحون بقرب الدرجة أعني أولٰهم بالميراث جزء الميت أى البنون ثم بنوهم و إن سفلو. (سراجی ص: ۲۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۱۳۰)

مرحومہ بیٹی کے لڑکے کا نانی کی جائیدا میں حصہ

سوال [۱۱۵۱۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میری والدہ کا انتقال ہوگیا ہے ان کی چار لڑکیاں ہیں، لڑکا کوئی نہیں تھا، مرحومہ نے اپنے پیچھے کچھ جائیداد چھوڑی ہے، مرحومہ کی حیات میں ان کی سب سے بڑی بیٹی کا انتقال ہو چکا ہے، باقی تین بیٹیاں حیات ہیں، جس بیٹی کا انتقال والدہ مرحومہ کی موجودگی میں ہوا تھا، ان کے دو بیٹے تھے، جس میں سے ایک بیٹا بھی گذر چکا ہے، اور ایک حیات ہے، کیا مرحومہ بیٹی کا حیات بیٹا اپنی نانی کی جائیداد میں حصہ دار ہے یا نہیں؟ جبکہ اس بیٹے کی والدہ کا انتقال اس کی نانی کی حیات ہی میں ہو چکا تھا؟

المستفتیہ: بیوہ حاجی عبد الودود مرحوم فیض گنج مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب مرحومہ کی بیٹی کا انتقال ان کی زندگی میں ہو

چکا تھا، تو فوت شدہ بیٹی کالڑ کا جو مرحومہ کا نواسہ ہے وہ مرحومہ کا شرعی وارث نہیں بن سکتا، بلکہ مرحومہ کی جائیداد اور ترکہ مرحومہ کی موت کے وقت جولڑکیاں زندہ تھیں صرف انہیں کو ملے گا، ہاں البتہ اگر مرحومہ کا کوئی حقیقی یا علاتی بھائی یا بھتیجا زندہ ہوتا تو زندہ بیٹیوں کو دو تہائی دینے کے بعد ایک تہائی مرحومہ کے بھائی یا بھتیجے کو مل سکتا تھا، لیکن سوالنامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مرحومہ کا کوئی بھائی یا بھتیجا وغیرہ موجود نہیں ہے، تو ایسی صورت میں مرحومہ کی جائیداد اور سرمایہ مرحومہ کی تینوں زندہ لڑکیوں کے درمیان برابر تقسیم ہوگا۔

أحدها أن يكون في المسئلة جنس واحد فمن يرد عليه عند عدم من لا يرد عليه فاجعل المسئلة من رؤسهم. (سراجی ص: ٤٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۴۱۷)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۶/۲۲ھ

بیٹی کی موجودگی میں نواسی محروم

سوال [۱۱۵۱۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ذکیہ خاتون کا انتقال ہوگیا، ان کے ورثاء میں ان کے شوہر حافظ سلامت جان لڑکے ولی الرحمٰن، مطیع الرحمٰن، لڑکیاں: شائستہ جمال، صابرہ خاتون، انہوں نے ایک کوٹھے کا مکان چھوڑا، ذکیہ خاتون نے اپنا مکان اپنے ذاتی پیسے سے اور دونوں بیٹوں کے پیسے سے مل کر بنایا، تیسری منزل کا مکان ان کے بڑے لڑکے ولی الرحمٰن نے بنایا ہے، چھوٹے لڑکے مطیع الرحمٰن دہلی میں رہتے تھے، اب مطیع الرحمٰن بھی دہلی سے آگئے ہیں، ذکیہ خاتون نے ایک نواسی پالی ہے جس کا نام حمیرہ ہے، حمیرہ کے باپ نے شائستہ جمال کو طلاق دیدی تھی، شائستہ نے دوسری شادی کرلی، حمیدہ کی ماں شائستہ جمال اور باپ دونوں حیات ہیں، حمیرہ کا باپ سے کوئی واسطہ قائم نہیں ہے، حمیرہ نانی، نانا ہی کے زیر سایہ پلی ہے، اس کی تقسیم کس طرح ہوگی؟

المستفتی: محمد انور، کمبل کاتعزیہ مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بشرط صحت سوال وبعد ادائے حقوق ماتقدم وعدم موانع ارث ذکیہ خاتون کا ترکہ مذکورہ وارثین کے درمیان درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا:

ذکیہ خاتون میت — ۲۴/۴

زوج	ابن	ابن	بنت	بنت	نواسی
سلامت جان	ولی الرحمٰن	مطیع الرحمٰن	شائستہ	صابرہ	حمیرہ
۱/		(۳)			محروم
٦	٦	٦	۳	۳	

ذکیہ خاتون کا ترکہ ۲۴/سہام میں تقسیم ہوکر ترکہ میں سے ہر وارث کو اسی تناسب سے اتنا ملے گا جو ان کے نام کے سامنے درج ہے، البتہ نواسی حمیرہ خاتون اپنی والدہ کے حیات ہونے کی وجہ سے محروم ہوگی، اور ولی الرحمٰن و مطیع الرحمٰن نے والدہ کے ساتھ گھر کی تعمیر میں روپئے اس شرط پر خرچ کیے ہیں کہ تقسیم وراثت کے وقت خرچ کی ادائیگی کے بعد وراثت تقسیم ہوگی، تو اس صورت میں خرچ ادا کرنے کے بعد وراثت تقسیم کی جائے گی، اور اگر بلا معاہدہ خرچ کیے ہیں تو یہ تبرع اور احسان ہے، لہٰذا دوسرے ورثاء بھی اس میں برابر کے شریک ہوں گے اور بڑے لڑکے ولی الرحمٰن نے جو والدہ کی اجازت سے اپنے ذاتی پیسہ کے ذریعہ تیسری منزل کی تعمیر کی ہے اس میں کسی کا حق نہیں، لہٰذا تقسیم وراثت کے وقت تیسری منزل کی قیمت کو بھی مستثنیٰ کیا جائیگا۔

(مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۱/ ۴۲۷، جدید ڈابھیل ۲۰/ ۳۱۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ٦۱۵۳)

سوتیلی وعلاتی بہن کا میراث میں حصہ

سوال [۱۱۵۱۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: (۱) احقر کے والد مرحوم کا سات سال قبل انتقال ہوگیا، مگر ابھی وراثت تقسیم نہیں ہوئی، سوال یہ ہے کہ والد صاحب کی پہلی شادی تقریباً چالیس سال پہلے ہوئی تھی، اور ایک لڑکی پیدا ہوئی، پھر والد صاحب نے طلاق دیدی، وہ لڑکی بھی اپنی ماں کے ساتھ چلی گئی، پھر دوسری شادی ہوئی، جس سے ہم لوگ ہیں، اس پہلی بیوی کی لڑکی کو ہم لوگ اچھی طرح جانتے تک نہیں ہیں، کیا والد صاحب کی وراثت میں اس کو بھی حصہ دینا ضروری ہے؟ تو اگر زمین کا معاوضہ اس کو دیدیا جائے تو کیا یہ جائز ہے؟

(۲) والد صاحب کے انتقال کے وقت ہم دو بھائی اور پانچ بہنیں ہیں جن میں سے دو کی شادی ہوچکی ہے، اور ہماری والدہ ہے، والد صاحب کی پہلی بیوی کی لڑکی، یعنی ہماری سوتیلی بہن، والد کا مکان اور زمین ان ورثاء میں کیسے تقسیم کیا جائے؟

(۳) والد صاحب کے انتقال کے بعد ہم دونوں بھائیوں نے کمانا شروع کیا اور اپنی کمائی سے والد صاحب کے گھر کو پختہ اور عمدہ بنایا ہے، تو کیا یہ جائز ہے کہ مکان کی زمین کی قیمت لگا کر سب وارثوں میں تقسیم کردی جائے، اور عمارت صرف ہم دونوں بھائیوں کی ہی رہے، واضح رہے کہ ہم دونوں بھائی کماتے رہے اور خرچہ وغیرہ کر کے جوڑتے رہے، والدہ اور وہ تین بہنیں خود کما کر اپنا خرچہ چلاتی رہیں؟

المستفتی: محمد نسیم سمدھن، ضلع قنوج

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) آپ کی سوتیلی علاتی بہن آپ کے والد صاحب کی نسبی حقیقی وارث ہے، اس کا درجہ وراثت میں ایسا ہی ہے جیسا آپ لوگوں کا، لہٰذا والد صاحب کے ترکہ میں سے اس کو حصہ دینا ضروری ہے، اور اس کی وراثت ان تمام جائیداد اور اموال سے متعلق ہے، جو آپ کے والد کے ترکہ میں شامل ہے، چاہے وہ زمین ہو یا روپیہ پیسہ، لہٰذا اس کا حق ہے، کہ اپنے والد کے ترکہ میں سے بعینہ حصہ لے البتہ اگر وہ زمین کے بدلے معاوضہ لینے پر بخوشی راضی ہوجائے تو جائز ہے۔

﴿ یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ فَاِنْ کُنَّ نِسَآءً

فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ . [النساء: ۱۱]

إذا لم يكن في التركة دين وقد ترك الزوج دراهما وعروضا وصولحت علی دراهم إن كان ما أخذت من الدراهم أكثر من نصيبها جاز ويجعلوا المثل من الدراهم بالمثل والباقي بمقابلة العروض. (هنديه، الفصل الثالث والعشرون في الصلح، زكريا قديم ٦/ ٤٢٤، قديم ٦/ ٤٢٦)

(۲) برتقدیر صحت سوال وبعد ادائے حقوق متقدمہ وعدم موانع ارث آپ کے والد کا ترکہ حسب ذیل نقشہ کے مطابق ہوگا:

$$\frac{۸۰}{۸}$$

میت

بیوی	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی
$\frac{۱}{۱۰}$	۱۴	۱۴ (۷)	۷	۷	۷	۷	۷	۷

آپ کے والد کے انتقال کے بعد ترکہ میں چھوڑا ہوا مکان اور زمین ۸۰/سہام میں تقسیم ہوکر ہر ایک وارث کو اتنا اتنا ملے گا جو اس کے نیچے درج ہے، بیوی کو ۱۰/سہام، دونوں لڑکوں کو ۱۴/، ۱۴/سہام اور چھ لڑکیوں کو ۷/۷/ ملے گا۔

(۳) آپ والد صاحب کے انتقال کے بعد جو پیسہ آپ لوگوں نے مذکورہ مکان میں لگایا ہے اس وقت اس کو مجریٰ کر سکتے تھے، جب پیسہ لگانے سے پہلے تمام وارثین سے اس کی اجازت لی ہوتی، آپ لوگوں نے تمام وارثین سے اجازت نہیں لی اس لیے آپ لوگوں کی طرف سے تبرع ہوگا، اسی طرح والدہ کے انتقال کے بعد تمام وارثین کا حق متعلق ہو چکا تھا، اور آپ لوگ خود اس مکان میں رہنے لگے، آپ لوگوں کے رہنے پر دوسرے وارثین نے اشکال نہیں کیا، اس لیے آپ لوگوں کا رہنا بھی ان کی طرف سے تبرع ہے، ورنہ سب کو والد کے انتقال کے بعد سے آج تک کی رہائش کا کرایہ کا مطالبہ کرنے کا حق تھا، اس لیے جانبین سے تبرع سمجھا جائے گا، پیسہ لگانا آپ لوگوں کی طرف سے تبرع ہے، اور کرایہ نہ لینا ان لوگوں کی طرف سے تبرع ہے، اس لیے زمین اور مکان میں تمام وارثین کا حق شمار ہوگا، پورے مکان کی قیمت لگا کر مذکورہ نقشہ

کے مطابق تقسیم کردی جائے یا مکان کو گزوں کے حساب سے تقسیم کرکے، ہر ایک کے حوالے کردیا جائے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۱/۴۴۵، جدید ڈابھیل ۱۴/ ۱۹۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳/ جمادی الثانی ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۰۹۳)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۴/۶/۱۳ھ

کیا بہنوں کی موجودگی میں بھانجے یا بھانجی کو حصہ ملے گا؟

سوال [۱۱۵۱۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہمارے والد صاحب نے اپنے سرمایہ سے ایک مکان خریدا، ہمارے والد صاحب کا لگ بھگ ۱۸/ سال پہلے انتقال ہوگیا، والد صاحب کے کوئی اولاد نرینہ نہیں ہے، صرف ہم دو بہنیں بڑی قمر جہاں، چھوٹی چندا بی، بڑی بہن سے کہا اس مکان کی تقسیم کرلو، ہماری بہن اور بہنوئی صاحب نے کہا: تقسیم کیا کرنا، آدھا تمہارا، آدھا ہمارا، کچھ عرصہ بعد ہمارے بہنوئی کا بھی انتقال ہوگیا، اس کے بعد اپنی بہن سے کہا کہ اب مکان کی تقسیم کرلو، تو کہنے لگیں جس کی اولاد زیادہ ہوجائے وہ زیادہ حصہ کی حقدار ہے، اور جس کی اولاد کم ہو وہ کم کی حقدار ہے، ہماری بہن کے سات لڑکے دو لڑکیاں ہیں، اور میرے دو بچے ایک لڑکا، ایک لڑکی ہے، اس کے باوجود دوسرے لوگوں سے کہلوایا تو کہنے لگیں کہ میرے بڑے لڑکے سے بات کرو، سب کچھ وہی کرے گا، میں نے اپنے بھانجہ سے کہا تو کہنے لگا میں یہ جگہ نہیں دوں گا، یہ حصہ نہیں دوں گا، یہ چیزیں نکال کر تقسیم کرلو، کیا شرعاً ایسا ہی ہوتا ہے کہ جس کے بچے زیادہ ہوں اس کو زیادہ ملے گا، اور جس کے کم بچے ہوں تو اس کو کم ملے گا، یا برابر تقسیم ہونا چاہیے؟

المستفتی: چندا بی فیل خانہ، تحصیل اسکول مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: برتقدیر صحت واقعہ مرحوم کے وارثین میں چونکہ صرف آپ ہی دو بہن ہیں، اس لیے ان کے کل ترکہ کی شرعاً حقدار آپ دونوں بہنیں ہیں،

بھانجی، بھانجوں کا کوئی دخل اس میں نہیں ہے، لہٰذا شرعاً کل ترکہ دو حصوں میں تقسیم ہو کر ایک حصہ آپ کا اور ایک آپ کی بہن کا حصہ ہوگا۔

کما لو ترک بنتین ...... فاجعل المسئلة من اثنتین. (سراجی ص: ٤٤)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/ ذی قعدہ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۶۹۴۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۲/۱۱/۱۴۲۱ھ

بیٹے کی موجودگی میں نواسے، نواسیاں محروم

سوال [۱۱۵۱۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: احمد نور نے اپنے انتقال کے وقت ایک لڑکا محمد جعفر اور نواسہ نزاکت حسین، نواسی ناظمہ کو چھوڑا، جبکہ احمد نور کی موجودگی میں ان کی دو بیویاں اور ایک لڑکی زاہدہ کا انتقال ہو گیا تھا، نواسی وارث ہوگی یا نہیں؟

المستفتی: محمد عارش انصاری، چوک پختہ باغ مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوالنامہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ احمد نور کی وفات کے وقت نہ اس کی کوئی بیوی زندہ تھی اور نہ ہی کوئی لڑکی صرف ایک لڑکا محمد جعفر زندہ تھا، لہٰذا احمد نور کی ساری جائیداد اور ترکہ سب محمد جعفر کو میراث کے طور پر ملے گا، اور محمد جعفر کی موجودگی میں احمد نور کے نواسے اور نواسیاں وارث نہیں بن سکتے۔

الأقرب فالأقرب أی یرجحون بقرب الدرجة أعنی به أولٰهم بالمیراث الذی یستحق بالعصوبة جزء المیت أی البنون ثم بنوهم و إن سفلوا. (شریفیه ص: ٤٦، مطبع مصطفائیه) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸/ ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۵۵۶)

شوہر کے انتقال کے بعد دوسری جگہ نکاح کرنے سے بیوہ وراثت سے محروم نہیں ہوتی

سوال [۱۱۵۱۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: عورت نے اپنے شوہر کے مرنے کے بعد، عدت گذار کر دوسرے شخص سے نکاح کرلیا ہے تو کیا دوسری جگہ نکاح کرنے کی وجہ سے سابق شوہر متوفی کے ترکہ میں سے میراث میں جو حق ملتا ہے وہ باقی رہے گا یا ساقط ہوجائے گا؟ مدلل جواب دیں۔

المستفتی: محمد یوسف ہلدوانی نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: خدائی حکم کے مطابق دوسرے سے نکاح کرنے کی وجہ سے سابق شوہر کے ترکہ سے حق وراثت ساقط نہیں ہوتا، بدستور باقی رہتا ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی: ۳۸۰/۸) جو ذیل کے دلائل سے مدلل ہوسکتا ہے۔

﴿وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَا اَوْ دَيْنٍ. [النساء: ١٢]﴾

أسباب الإرث ثلاثة: نسب و نكاح وولاء، فالنسب: القرابة يرث بعضهم بعضا، والنكاح: هو أن يرث أحد الزوجين من صاحبه بسبب النكاح. (تفسير خازن ٣٢٩/١)

لأن النبي ﷺ قضى لبروع بنت وا شق بالميراث وكان زوجها مات عنها قبل أن يدخل بها صداقا. (أوجز المسالك قديم ٣٩٩/٥)

إذا ثبت صحة النكاح ثبت الميراث لعموم الآية. (أوجز المسالك قديم٣٩٩/٥)

ونكاح صحيح و لو بلا وطئ ولا خلوة إجماعا. (شامی، كتاب الفرائض، كراچی ٧٦٢/٦، زكريا ٤٩٧/١٠، كوئٹه ٥٣٨/٥)

الحق متى يثبت لا يبطل بالتاخير والكتمان. (قواعد الفقه ص: ٧٧)

الحق لا يزول بتقادم الزمان. (قواعد الفقه ص: ٧٧)

وجوب الحق لا يفوت بالتاخير. (قواعد الفقه ص: ١٣٦)

عبارت نمبر۱: مطلب یہ ہے کہ سورہ نساء آیت نمبر۱۲ر میں اللہ تعالیٰ کا یہی حکم دیتا ہے کہ شوہر کی موت کے فوراً بعد بیوی کا دین مہر اب تک ادا نہیں کیا گیا ہے تو کل ترکہ میں سے اولاً دین مہر بیوی کو ادا کیا جائے اس کے بعد اگر وصیت نہ کی ہو تو کل ترکہ میں سے اولاد نہ ہونے کی صورت میں بیوہ ایک چوتھائی مال کی حقدار ہے، اور اولاد کی موجودگی میں کل ترکہ میں سے آٹھویں حصہ کی حقدار ہے۔

عبارت نمبر۲: عبارت کا مطلب ہے کہ ثبوتِ ارث کے لیے شریعت اسلامی نے تین امور کو سبب قرار دیا ہے: نسب اور، قرابت کا تعلق، رشتۂ زوجیت، مالک ومملوکیت کا تعلق ان میں سے میاں بیوی میں سے ہر ایک دوسرے کا صرف نکاح کی سبب سے وارث ہو جاتا ہے۔

عبارت نمبر۳: جو کہ حدیث ہے۔

عبارت نمبر۴-۵: کا مطلب ہے کہ صرف سحت نکاح کی وجہ سے حق وراثت ثابت ہو جاتا ہے، اگر چہ میاں بیوی آپس میں ہمبستر بھی نہ ہو پاتے ہوں۔

عبارت نمبر۶-۷-۸: عبارت کا مطلب یہ ہے کہ خدائی قانون میں جب حق ثابت ہو جاتا ہے تو وہ حق صاحب حق کے تصرف کے بغیر ساقط نہیں ہوسکتا ہے، چاہے صاحب حق کے ذاتی حالات میں تغیرات بھی ہو جائیں، مثلاً صاحب حق کا انتقال ہو جائے، یا وطن بدل دیں یا دوسری ازدواجی زندگی وغیرہ اختیار کرلیں، کسی بھی صورت میں حق باطل نہیں ہوسکتا ہے، لہٰذا مذکورہ دلائل سے بیوی کا حق وراثت دوسرے شخص سے نکاح کے بعد بھی ثابت رہنا واضح ہو چکا ہے، خدائی حکم یہی ہے کہ مرنے کے بعد فوراً وراثت تقسیم کی جائے، تقسیم میں تاخیر کرنا خود وارثین کی کوتاہی ہے، اس کوتاہی کی وجہ سے بیوی کا نہ حق میراث ساقط ہوسکتا ہے، اور نہ دوسرے شخص سے حق نکاح مؤخر ہوسکتا ہے، کہ جو حق اللہ تعالیٰ نے بیوہ کے لیے سورۂ بقرہ آیت:۲۳۴-۲۳۵ میں ثابت فرمایا ہے۔ ’’نیز وراثت سے محروم ہونے کے تمام اسباب نو میں منحصر ہیں: (۱) غلامیت (۲) قتل (۳) اختلاف مذہب دین (۴) کفار میں اختلاف ملک (۵) ردت

(۶) جہالت تاریخ (۷) جہالت وارث (۸) لعان (۹) نبوت۔

ان اسباب میں سے کوئی بھی بیوی کے دوسرے شخص سے نکاح کرنے میں صادق نہیں آتا، لہٰذا ہر حال میں بیوی کا حق وراثت باقی رہے گا، حتی کہ بیوی کی موت کے بعد اس کے ورثاء کو وہ حق مل جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۶۸۶)

داماد شرعی وارث نہیں اور لاپتہ وارث کا حق محفوظ رکھا جائے گا

سوال [۱۱۵۱۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسماۃ پیاری مرحومہ کے ایک لڑکا رشید اور ایک لڑکی خاتون تھی، لڑکا آٹھ سال کی عمر میں پاکستان چلا گیا تھا، آج اکتیس سال ہوگئے، اس کا پتہ نہیں، زندہ ہے یا انتقال ہوگیا، کچھ معلوم نہیں، اور لڑکی مسماۃ خاتون کا انتقال مسماۃ پیاری مرحومہ کی زندگی میں ہی ہوگیا، اب مسماۃ پیاری مرحومہ کے انتقال کے وقت داماد مہدی حسن اور خاتون کی اولاد کا صاحبزادہ اور تین لڑکیاں: رئیسہ، زیتون اور چھوٹی تھیں، مسماۃ پیاری مرحومہ کے نواسے نواسیاں کے علاوہ پانچ بھتیجے: بدن، مند، رافت خاں، کلو اور زاہد اور دو بھتیجیاں: نسیم جہاں، چھوٹی بھی ہیں، مسماۃ پیاری مرحومہ نے اپنی جائیداد اپنی زندگی میں تیس ہزار روپئے میں فروخت کردی تھی، اور پچیس ہزار روپئے زندگی میں خرچ کیے تھے، اور باقی پانچ ہزار روپئے حاجی بشیر احمد صاحب کے پاس امانت ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان حالات میں مسماۃ پیاری مرحومہ کا ترکہ ان ورثاء کے درمیان کس طرح تقسیم ہوگا؟ اور کس کس کو کتنا حق پہنچتا ہے؟

المستفتی: مہدی حسن محلہ بر ولان، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ساس کے ترکہ میں سے داماد کو کچھ نہیں ملتا، سوالنامہ

میں درج شدہ صورت میں مسماۃ پیاری مرحومہ کا تمام ترکہ لڑکے رشید کو ملے گا، اگر فی الحال کراچی پاکستان میں اس کا پتہ نہیں چل رہا ہے، تو اس کا حق کسی معتمد علیہ شخص کے پاس محفوظ رکھا جائے۔

سوالنامہ سے پتہ چلتا ہے کہ فی الحال رشید کی عمر ۳۹ / سال ہوگئی، اگر پتہ نہ چلے تو مزید ۵۱ / سال تک اس کا حق محفوظ رکھنا لازم ہے، اس کے بعد دوسرا حکم ہوسکتا ہے۔

ففی ظاهر الرواية: إذا لم يبق أحد من أقرانه حكم بموته (وقوله) وقال بعضهم تسعون سنة و عليه الفتوىٰ، (وقوله) وموقوف الحكم فى حق غيره حتي يوقف نصيبه من مال مورثه كما فى الحمل. (سراجی ص: ٦٢)

فإن كان المفقود ممن يحجب الحاضرين لم يصرف إليهم شيئ بل يوقف المال كله. (شريفيه ص: ١٣٨)

نیز بھتیجے، بھتیجیاں اور نواسے، نواسیوں وغیرہ کو مذکورہ صورت میں کچھ نہیں مل سکتا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰ / جمادی الثانیہ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/۵۴ ۷)

والدین کا متوفیہ بچی کے علاج میں خرچ شدہ روپیوں کا مطالبہ کرنا

سوال [۱۱۵۲۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میری بیٹی کا ایک ماہ پہلے انتقال ہوچکا ہے اس کا ایک لڑکا ہے، تین سال شادی کو ہوئے ہیں، میری بیٹی کی طبیعت خراب تھی، اس میں خرچ میں نے کیا ہے اور میرے داماد نے بھی کیا ہے اور میری دوسری بیٹی نے بھی، اور میں بہت غریب ہوں، دوسری لڑکی جوان گھر میں شادی کرنے کو ہے اور میں بیوہ ہوں، میرا کوئی سہارا نہیں ہے، ایک بھائی مجبور ہے، ٹانگ میں پولیو ہے، داماد سے سامان مانگ رہی ہوں تو وہ دینے سے انکار کر رہا ہے، اور داماد مجھ سے اپنا حصہ مانگ رہا ہے، اور اپنے لڑکے کا بھی حصہ مانگ رہا ہے اور مجھ کو ۲ / پرسینٹ

دینے کو تیار ہے، مہر زبردستی معاف کرایا ہے، پہلے لڑکی نے منع کیا، پھر لوگوں کے کہنے پر کہہ دیا، لڑکی کو تکلیفیں بہت دی ہیں، ان لوگوں کے کہنے سے میں نے معاف کر دیا ہے، دل سے معاف نہیں کیا ہے، میرے اوپر قرضہ ہے، جو شادی کے لیے لیا تھا، لڑکے کا اور اس لڑکی کے شوہر کا جہیز میں کوئی حصہ ہے یا نہیں؟ شوہر باحیثیت ہے، زمین جائیداد سب کچھ ہے، بس نیت خراب ہے، سامان دینے کو تیار نہیں ہے، داماد نے زبردستی لڑکی والوں سے جہیز کے پیسے فرنیچر کے ۲۲/ ہزار روپئے منگائے، لڑکی والوں کی حیثیت نہیں تھی، لیکن پھر بھی کسی طرح انتظام کر کے ان کی مانگ پوری کر دی، لڑکی والوں نے سوٹ کی سلائی کے لیے بھی پیسے بھیجے تھے، پھر بھی انہوں نے دوبارہ پیسے منگائے اور ہمیں ناحق دبا رکھا ہے۔

المستفتی: چمن آرا، محلہ بھٹی مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ نے شادی شدہ لڑکی کے علاج میں جو کچھ خرچ کیا ہے اگر خرچ کرتے وقت آپ نے لڑکی سے یہ کہہ دیا ہو کہ ہم بطور قرض خرچ کر رہے ہیں بعد میں تمہارے مال سے وصول کریں گے، تو اب لڑکی کے ترکہ میں سے آپ وصول کر سکتی ہیں اور اگر کچھ کہے بغیر آپ نے خرچ کیا ہے تو اب نہیں لے سکتی ہیں، نہ اپنے داماد سے اور نہ اس کے ترکہ سے اسی طرح اگر آپ نے داماد سے یہ کہہ دیا کہ میں اپنا خرچ تم سے وصول کروں گی، اور اس نے اقرار کر لیا ہے تو اب آپ اس سے وصول کر سکتی ہیں اور اگر نہیں کہا ہے تو اب نہیں لے سکتی ہیں اور لڑکی کو شادی کے وقت جو مال واسباب بطور جہیز دیا گیا تھا وہ سب اس لڑکی کی ملکیت ہے اور اس کے ترکہ میں شامل ہے اس سے داماد کو محروم کرنا گناہ اور ظلم ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۸/۳۳۷)

جهز ابنته بجهاز و سلمها ذلک ليس له الاسترداد منها و لا لورثته بعده إن سلمها ذلک في صحته هذا إذا کان العرف مستمرا أن الأب يدفع مثله جهازا لا عارية. (شامي، مطلب: انفق علی معتدة الغير، کراچی ۳/۱۵۵، زکريا ۴/۳۰۶)

والأم کالأب في تجهيزها. (شامي، زکريا ۴/۳۰۹، کراچی ۳/۱۵۷)

المختار للفتویٰ أن یحکم بکون الجهاز ملکا لا عاریة لأنه الظاهر الغالب. (شامی، مطلب: فی دعویٰ الأب أن الجهاز عاریة، زکریا ۳۰۹/۴، کراچی ۱۵۷/۳)

اور مرحومہ نے وارثین میں شوہر ایک لڑکا اور ماں کو چھوڑا ہے، تو شوہر کو ترکہ کا ایک چوتھائی اور ماں کو چھٹا حصہ اور باقی لڑکے کو ملے گا اور مرحومہ کا ترکہ مندرجہ ذیل نقشہ کے اعتبار سے تقسیم ہوگا:

میت ۱۲

شوہر	ماں	لڑکا
۳	۲	۷

مرحومہ کا ترکہ ۱۲ر سہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا ملے گا جو اس کے نام کے نیچے درج ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸ر شوال المکرّم ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۱۶۷)

بیٹے کی موجودگی میں محروم پوتی اور بیوہ بہو کے ساتھ صلہ رحمی کا طریقہ

سوال [۱۱۵۲۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ خسر کے باحیات ہونے کی صورت میں اس کی بہو جو بیوہ ہے اور عمر تیس برس کے قریب ہے اور غیر رسمی رجحان کے تحت ابھی تک شادی نہیں کی ہے اور اپنے والد کے پاس رہتی ہے، تین سال بعد مارچ میں اس کے وراثت مانگنے پر آپ کا فتویٰ الف: ۳۶/ ۱۸۷۱ر آیا ہے کہ اس کا اور اس کی دو بیٹیوں کا کوئی حصہ نہیں ہے، ایسی صورت میں باپ کے علاوہ کیا خسر پر ان کی پرورش کی کوئی ذمہ داری شرعاً عائد ہوتی ہے جس کے لیے خسر کو مجبور کیا جائے۔

اگر اس کا واضح جواب نہیں ہے تو اسے نہ لکھا جاوے کیونکہ مخالف کو اس سے شبہات پیدا کرنے کا موقع فراہم ہوتا ہے، جبکہ صلہ رحمی رحم وکرم پر ہے جس پر سب کا اتفاق ہے، ذمہ

داری ہاں یا نہ میں ضرور لکھی جائے؟

المستفتی: محمد ابراہیم خاں پرمیشرا پورا کسرڑ وامہاراج گنج

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ۷/محرم الحرام کو آپ کے جس سوال کا جواب لکھا گیا تھا اس میں صرف ایک ہی سوال تھا، آنجناب نے جو یہ فرمایا کہ دو سوال ہیں، ایک کا جواب نہیں لکھا ہے، ایسا سوال ہمارے پاس نہیں آیا، اگر آپ نے بھیجا ہوگا تو وہ آپ جانیں، ہاں اس سوال کے آخر میں اتنی بات تھی کہ اگر پوتیوں کو دادا کے ترکہ اور جائیداد میں سے کوئی حق نہیں ہوتا تو پھر دادا کے ذمہ کیا ہے؟ اگر اس سے دوسرا سوال مراد ہے کہ دادا کے ذمہ کیا ہے تو اس کا جواب ہم نے اسی استفتاء کے ضمن میں لکھ دیا تھا، کہ صلہ رحمی کے طور پر حقیقی پوتیوں کو اتنا دیدینا چاہیے جس سے صلہ رحمی کا حق بھی ادا ہو اور ان کی ضرورت بھی پوری ہو جائے، اور اب آپ نے دو سوالات الگ الگ لفافہ میں روانہ کیے، ایک میں ہمارے پچھلے فتاویٰ کے حوالہ سے لکھا ہے، خسر کے مال میں بہو کا کوئی حصہ نہیں، جیسا کہ ہم نے لکھا ہے، اور اس کی دونوں بیٹیوں کا بھی کوئی حق واجب دادا کے مال میں نہیں ہے، تو کیا دادا کے اوپر پوتیوں کی شرعی کوئی ذمہ داری ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے استفتاء میں ہم نے جو صلہ رحمی کے طور پر دینے کی بات کہی وہ نفقہ اور خرچہ کے علاوہ جائیداد میں سے دینے کو لکھا ہے کہ دادا کی وفات کے بعد دادا کے ترکہ میں سے پوتیوں کو کچھ نہیں ملتا ہے؛ اس لیے زندگی میں صلہ رحمی کے طور پر کچھ دیدے، لیکن اب سوال یہ پوچھا جا رہا ہے کہ زندگی میں دادا پر کیا لازم ہے؟ تو دادا پر زندگی میں دونوں پوتیوں کا نان ونفقہ ویسا ہی لازم ہے جیسا کہ باپ پر لازم تھا، اسی طرح شادی بیاہ دادا پر لازم ہے، اور دادا کے فوت ہوجانے کے بعد چچا پر لازم ہے، اور یہ نان ونفقہ کی ذمہ داری صلہ رحمی کے طور پر نہیں ہے، بلکہ قانون شریعت واحکام شریعت کے مطابق ہے

ولو وجد معها أى مع الأم جد لأب بأن كان للفقير أم وجد للأب و أخ عصبي أو ابن أخ أو عم كانت النفقة على الجد وحده كما صرح به الخانية. (شامی، کتاب الطلاق، باب النفقة مطلب: ضابط فی حصر أحكام نفقة

الأصول والفروع، کراچی ۳/ ٦٢٥، زکریا ٥/ ٣٥٨) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶/ صفر المظفر ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۹۲۴)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۴/۲/۱۷ھ

محروم پوتی اور بیوہ کو بطور صلہ رحمی کچھ دینے کا شرعی حکم

سوال [۱۱۵۲۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے لڑکے شبیر احمد کا انتقال ہوگیا، ایک لڑکا لاپتہ ہے، ۴/ لڑکے، سات لڑکیاں حیات ہیں، ابھی پوری خاندانی جائیداد میرے والد محترم کے نام سے ہے جو باحیات ہیں، میں نے ابھی جلد ہی صرف ۲۵/ ڈسمل کھیت خریدا ہے، شبیر احمد مرحوم کے دو لڑکیاں ہیں جو میری پوتی ہیں، شبیر احمد پہلے سے مجھ سے الگ ہوکر زندگی گذارتے تھے، اب شبیر احمد کی بیوی جو میری بہو ہے، مجھ سے وراثت چاہتی ہے جبکہ میں باحیات ہوں، میرے دوسرے چار لڑکے اور سات لڑکیاں بھی ہیں، ایسی صورت میں میری بہو و پوتیوں کا میری یا میرے والد محترم کے نام والی جائیداد میں کتنا حصہ ہوتا ہے، مجھے بتایا جائے کہ جو شرعی حق ہو، اسے میں ادا کروں، اگر حق نہیں ہوتا ہے تو پھر میرے ذمہ کیا ہے؟ اسے بھی واضح کیا جائے؟

المستفتی: محمد ابراہیم خاں ساکن پر میشرا اکسڑ وامہراج گنج

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب ابراہیم خود زندہ ہے تو اس کی جائیداد اور سرمایہ میں سے کسی شئ میں حق کا مطالبہ کرنا کسی کے لیے جائز نہیں، نہ اس کے موجود لڑکے، لڑکیوں کو اس میں کوئی حق ہے اور نہ ہی مرحوم کے لڑکے شبیر احمد کی بیوی اور لڑکیوں کو کوئی حق ہے، بلکہ ابرہیم کی موت کے بعد بھی شبیر احمد کی بیوی اور اولاد کو ابراہیم کی جائیداد اور سرمایہ میں سے کچھ نہیں مل سکتا ہے، کیونکہ حقیقی اور صلبی اولاد کی موجودگی میں اسلامی شریعت میں پوتے اور پوتیوں کو میراث نہیں ملتی اور بہو اپنے خسر کی وارث نہیں ہوتی۔

لایجوز لأحد أن یأخذ مال أحد بغیر سبب شرعی. (قواعد الفقه، اشرفی دیو بند ص:۱۱۰)

الأقرب فالأقرب یرجحون بقرب الدرجة أعنی أولٰهم بالمیراث جزء المیت أی البنون ثم بنوهم. (سراجی ص:۲۲)

مستفتی نے سوال نامہ میں یہ سوال کیا کہ اگر کوئی شرعی حق نہیں ہوتا ہے تو صلہ رحمی اور ہمدردی کے طور پر کیا حق لازم ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ شبیر احمد کی بیوہ اور اس کی لڑکیاں جو ابراہیم کی حقیقی پوتیاں ہیں، ان کے ساتھ صلہ رحمی کا معاملہ کرنا لازم اور ضروری ہے، لہٰذا صلہ رحمی کے طور اپنے سرمایہ اور جائیداد میں سے کچھ دیدینا چاہیے، ان کے ساتھ قطع رحمی کسی طرح روا نہیں، اور صلہ رحمی کے طور پر کتنا دینا چاہیے؟ اس کی مقدار متعین نہیں، بلکہ اتنا دیدے جس سے ان کا دل خوش ہو جائے۔

عن محمد بن جبیر بن مطعم عن أبیه قال: قال رسول الله ﷺ: لایدخل الجنة قاطع. (ترمذی، أبواب البر والصلة، النسخة الهندیة ۲/۱۳، دار السلام رقم: ۱۹۰۹)

عن سهل بن سعد قال: قال رسول الله ﷺ: أنا و کافل الیتیم فی الجنة کهاتین و أشار بإصبعیه. (ترمذی، أبواب البر والصلة، باب ما جاء فی رحمة الیتیم و کفالته، النسخة الهندیة ۲/۱۳، دار السلام رقم: ۱۹۱۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍محرم الحرام ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۱۸۷)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۷/۱/۱۴۲۴ھ

پوتے و بہو کے حصۂ وراثت، نان ونفقہ اور زیورات کا حکم

سوال [۱۱۵۲۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید اور اس کا بھائی اپنے والدین کے ساتھ مشترک رہتے تھے، اور مشترک قیام و طعام کا نظم تھا، نیز زید اور اس کا بھائی گھر کے نظام کے تحت الگ الگ مکانات میں رہتے

تھے، ضابطہ میں زید کے والدین نے اپنی کوئی بھی جائیداد یا ملکیت تقسیم نہیں کی ہے اور نہ ہی زید کی باضابطہ الگ سے کوئی اپنی نجی ملکیت ہے، زید اور اس کا بھائی دونوں شادی شدہ ہیں اور دونوں کے بچے بھی ہیں، اتفاق ایسا ہوا تقریباً آٹھ ماہ پہلے ۲؍شوال المکرّم کو زید کا اچانک انتقال ہوگیا، زید نے اپنے پیچھے بیوہ اہلیہ اور ایک دو سال کا بیٹا چھوڑا، زید کے انتقال کے تقریباً ساڑھے چار ماہ بعد مزید ایک لڑکی پیدا ہوئی، دونوں بچے بقید حیات ہیں، زید کی اہلیہ کو شادی کے موقع پر جو زیور زید کے والد کی طرف سے چڑھایا گیا تھا وہ بھی موجود ہے، اسی طرح جو سامان جہیز کے طور پر زید کے خسر نے اپنی بیٹی کو دیا تھا وہ بھی موجود ہے، اتفاق ایسا ہو رہا ہے کہ زید کے والد اور ان کے عزیز متعلقین کی طرف سے مسلسل اس طرح کی خبریں ہیں کہ زید کے سسر اپنی لڑکی کے بارے میں تصفیہ کرلیں، مندرجہ بالا صورت حال کی روشنی میں زیر تحریر چند باتوں کے قرآن وحدیث کی روشنی میں جوابات مطلوب ہیں:

(۱) زید کے والد کی جائیداد و ملکیت میں سے زید مرحوم کے لڑکے لڑکی اور بیوی کو کچھ حق پہنچتا ہے یا نہیں؟

(۲) زید کے لڑکے لڑکی اور بیوہ اہلیہ کے نان ونفقہ و پرورش کی ذمہ داری کس پر ہے، نیز بچوں کا حقدار کون ہے؟

(۳) زید کے والد نے شادی کے موقع پر جو زیور زید کی بیوی کو چڑھایا تھا وہ زید کی حیات اور مرنے کے بعد تک اس کی بیوی کے پاس ہے، اب اس کی حیثیت کیا ہے، اور کس کی ملکیت ہے، اسی طرح جو جہیز زید کی اہلیہ کو شادی کے موقعہ پر اس کے والد کی طرف سے ملا تھا وہ بھی اسی کے پاس ہے، اب اس کی حیثیت کیا رہے گی؟ اور آئندہ وہ کس کی ملکیت ہے؟

المستفتی: محمد ناصر دھامپور بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) زید مرحوم کے والد ابھی زندہ ہیں اور انہوں نے اپنی جائیداد اور دوسری مملوکہ چیزیں اپنی اولاد کے درمیان تقسیم نہیں کی ہیں تو زید کے والد کی جائیداد اور ملکیت میں زید کی بیوہ اور لڑکے لڑکیوں کا کوئی حق نہیں، اسی طرح ان کے

انتقال کے بعد بھی ان کے ترکہ میں سے زید کی بیوہ اور اولاد کو کوئی حصہ نہیں ملے گا، ہاں البتہ زید کے والد اپنی خوشی سے پوتے اور پوتیوں کو کچھ دینا چاہیں تو وہ ان کی مرضی ہے۔

وشروطه ثلاثة: موت مورث حقيقة أو حكما و وجود وارثه عند موته حيا حقيقة أو تقديراً و العلم بجهة إرثه. (شامی، کتاب الفرائض، کراچی ۶/۷۵۸)

كل يتصرف في ملكه كيف شاء. (شرح المجلة رستم اتحاد ۱/۶۵۴، رقم المادة: ۱۱۹۲)

(۲) جب زید کے انتقال کے وقت اس کی ملکیت میں کوئی چیز نہیں تھی تو بیوہ کے نان ونفقہ کی ذمہ داری اس کے میکہ والوں پر ہے، اور بچوں کے ضروری خرچ واخراجات کی ذمہ داری ان کے دادا پر ہے، اور جب تک بیوہ کسی اجنبی جگہ (بچوں کے غیر محرم سے) نکاح نہ کرلے، بچوں کی پرورش کا حق بیوہ ہی کو ہے، اور اگر اجنبی جگہ نکاح کرلے گی تو پھر پرورش کا حق بچوں کی نانی کو حاصل ہوگا، اور اگر نانی تیار نہ ہو تو دادی کو ہوگا۔

وكذا تجب النفقة لولده الكبير العاجز عن الكسب كأنثىٰ مطلقا وفي الشامي: أي ولو لم يكن بها زمانة تمنعها عن الكسب فمجرد الأنوثة عجز إلا إذا كان لها زوج فنفقتها عليه ما دامت زوجة. (شامی، کتاب الطلاق، باب النفقة کراچی ۳/۶۱۴، زکریا ۱۰/۴۹۱)

إذا مات الأب فالنفقة على الأم والجد على قدر ميراثهما أثلاثا في ظاهر الرواية، وفي رواية: على الجد وحده. (شامی، باب النفقة، مطلب: الكلام على نفقة الأقارب کراچی ۳/۶۱۴، زکریا ۵/۳۳۹)

ولو وجد معها جد لأب بأن كان للفقير أم و جد لأب و أخ عصبي أو ابن أخ أو عم كانت النفقة على الجد وحده. (شامی زکریا ۵/۳۵۸، کراچی ۳/۶۲۵)

أحق الناس بحضانة الصغير حال قيام النكاح أو بعد الفرقة الأم (إلى قوله) وإن لم يكن له أم تستحق الحضانة بأن كانت غير أهل للحضانة أو متزوجة بغير محرم أو ماتت فأم الأم أولىٰ من كل واحدة وإن علت فإن لم يكن للأم أم فأم

الأب أولیٰ. (هنديه، الباب السادس عشر في الحضانة زكريا قديم ١/٥٤١، جديد ١/٥٩٢)

(۳) شادی کے موقع پر سسرال والوں کی طرف سے جو زیورات زید کی اہلیہ پر چڑھائے گئے تھے اگر ان کی برادری اور خاندان میں بہو کو مالک بنادینے کا رواج ہے تو وہ بیوہ کی ملکیت ہیں اور میکہ والوں کی طرف سے جو زیورات اس کو ملے تھے وہ ہر حال میں بیوہ ہی کی ملکیت ہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ جدید ڈابھیل ۲۰/۲۶۹)

قلت: ومن ذٰلك ما يبعثه إليها قبل الزفاف في الأعياد والمواسم من نحو ثياب و حلي وكذا ما يعطيها من ذٰلك أو من دراهم أو دنانير صبيحة ليلة العرس ويسمى في العرف صبحة، فإن كان ذٰلك تعورف في زماننا كونه هدية لا من المهر ولا سيما المسمى صبحة. (شامی، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب: فيما يرسله إلى الزوجة، كراچی ٣/١٥٣، زكريا ٤/٣٠٣)

المختار للفتوىٰ أن يحكم بكون الجهاز ملكا لا عارية لأنه الظاهر الغالب. (شامی، مطلب: في دعوىٰ الأب أن الجهاز عارية كراچی ٣/١٥٧، زكريا ٤/٣٠٩) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۲۲؍ جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۶۴۲/۳۸)	۱۴۲۹/۶/۲۲ھ

دادی کی جانب سے پوتوں کو ملی ہوئی زمین میں پوتیوں کا حصہ ہے یا نہیں؟

سوال [۱۱۵۲۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کے ماں باپ نے زید کو اپنے سے علیحدہ کر دیا، گھر میں چھپر پڑے تھے، زید کو زمین وغیرہ کاشت والی نہیں دی، زید کے دو لڑکے، تین لڑکیاں تھی، بغیر کسی لڑکے لڑکی کی شادی کیے ہوئے زید کا انتقال ہو گیا، پڑوسیوں نے زید کی ماں سے کہا کہ ان بچوں کی پرورش کے لیے اور اپنی بیوہ کے گذارہ کے لیے کچھ کاشت کی زمین دیدو، جس سے ان لوگوں

کا گذارا ہوتا رہے، تو زید کی ماں نے کہا کہ میں زمین بالکل نہیں دوں گی، چاہے جس طرح ان کا گذارہ ہو، مجبوراً زید کی بیوی نے دوسرا نکاح کرلیا، کچھ عرصہ کے بعد بڑے پوتے کو زمین وگھر دیا، اس کے بعد چک بندی میں دونوں پوتوں کے نام آدھی آدھی زمین ملی، گھر کی زمین چھوٹے بھائی نے نہیں لی، وہ بڑے بھائی کے پاس رہی، اب زید کی لڑکیوں کا اس میں حصہ بنتا ہے یا نہیں؟ تو اس کی تشریح فرمائیں۔

المستفتی: منیر احمد چھاؤ جھکیری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر زید کے انتقال کے وقت مذکورہ زمینوں میں سے کوئی بھی اس کی ملکیت میں نہیں رہی، اور زندگی کے گذر جانے کے بعد ہی مذکورہ زمین دونوں لڑکوں کو مذکورہ طریقے سے ملی ہے تو اس میں لڑکیوں کا شرعاً کوئی حق نہیں ہے، اس لیے کہ اس زمین کا تعلق زید کے ترکہ سے نہیں ہے، اور لڑکیاں زید کے ورثاء میں سے ہیں، اور زید نے وراثت میں مذکورہ زمین نہیں چھوڑی ہے۔

الملک الثابت للوارث هو الملک الذی کان للمورث. (قواعد الفقه اشرفی دیو بند ص: ۱۲۸)

الملک لایثبت ابتداءً بغیر سبب الحرة. (قواعد الفقه اشرفی دیو بند ص: ۱۲۸) فقط واللّٰہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللّٰہ عنہ
۱۸/ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۳۰۷۵)

پوتے کے نام جائیداد کرنے کی شرعی حیثیت

سوال [۱۱۵۲۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: دو بھائی تھے، جس میں بڑے بھائی کا انتقال ہو گیا اور ان کے والد ابھی زندہ

ہیں، بڑے بیٹے نے پانچ بچے چھوڑے ہیں، ایک لڑکی اور چار لڑکے، دادا پہلے سے ہی اپنے بڑے بیٹے اوران کے بچوں کے ساتھ رہتے تھے، بیٹے کے انتقال کے بعد بھی وہ اپنے پوتوں اوران کی ماں کے ساتھ رہتے رہے، اور ان بچوں سے بہت لگاؤ رکھتے تھے، جب کہ وہ خود بہت مریض رہتے تھے، نظر بھی بہت کمزور تھی، ان کی خدمت ہمارا فرض تھا، بیٹے کے انتقال کے بعد دادا نے مکان تو پوری طرح نام کردیا، اس پران کے چھوٹے بیٹے نے اعتراض بھی کیا، مگر وہ نہیں مانے، اب بچی جنگل کی زمین، اس میں انہوں نے میرے بچوں کا نام ڈلوادیا، جوکہ شرکت میں رہا، زمین تقریباً نو بیگہ ہے، ایک تو ساڑھے پانچ یا چھ دوسری تین بیگہ ہے، بیٹے کے چھ سال بعد دادا کا بھی انتقال ہوگیا، ان چودہ سالوں میں چچا نے دوبار اپنی مرضی سے تقسیم کی بات اٹھائی، پہلی بار اپنی مرضی سے سڑک والی تین بیگہ زمین لی، اب بچی دوسری زمین جوکہ اندر ہے، وہ بچوں کو دیدی، خیر کوئی بات نہیں، بچے اس زمین کو کسی گاؤں والے کو ٹھیکہ پر اٹھادیتے تھے، قریب سات سال تک اسی طرح چلتا رہا۔

اس کے بعد تقسیم کی بات خاندان والوں سے کہی، ہماری تقسیم کرادو، یہ خبر میرے پاس بار بار آتی رہی، میں نے جواب دیا تقسیم تو ہوگئی، اب کیسی تقسیم؟ بار بار بات کو ٹالنا چاہا، نہیں مانی گئی، بات سر پر آگئی، نہیں تقسیم دوبارہ ہونی ہی ہے، چچا نے ساتھ میں یہ شرط رکھی دونوں زمین کی الگ کوئی حیثیت نہیں رکھی جانی ہے، بیگہ برابر کی جائے گی، یعنی باہر جو تین بیگہ ہے اس میں برابر کرنے کے لیے اندر سے شامل کی جائے گی، قیمت نہیں لگے گی، بیگہ برابر ہونی ہے اس طرح دو حصے اپنی مرضے سے بنائے گئے، خیر خاندان کے دو لوگوں کے بیچ بیٹھ کر بات طے ہونا قرار پائی، دونوں لوگوں نے بات رکھی، حصہ آپ نے بنائے ہیں، پنچایت کا اصول ہے، ایک آدمی نے حصہ بنایا، پسند کرنے کا حق دوسرے کو ہوتا ہے، دونوں لوگوں نے یہ بات کہی، چچا نے کہا ٹھیک ہے، اب بچوں سے اوران کی ماں سے حصہ معلوم کیا گیا، بتاؤ! کون سا حصہ لینا ہے، اس پر ہم نے کہا اچھی طرح یہ بات صاف کرلو، پہلے کا طے آج بدلا جارہا ہے آج کا طے آئندہ بدلا جائے گا تب میں بتاؤں گی، ان لوگوں نے کہا، جب ہمارے سامنے طے ہورہا ہے تو بدلا کیوں جائیگا؟ چچا نے بھی

کہا، بدلا کیوں جائے گا؟ تین بار میرے یہ جملے دوہرانے پر ایک ہی جواب ملتا رہا کیوں بدلا جائے گا، ہمارے سامنے طے ہو رہا ہے، تو اس کے بعد پھر معلوم کیا، اب بتاؤ کون سا حصہ لینا ہے، میں نے کہا تین بیگہ والی میں جو شامل ہو کر مل رہا ہے وہ حصہ لینا ہے، جواب ملا ٹھیک ہے۔

اس تقسیم کے مطابق دونوں اپنی اپنی زمین پر قابض رہے اور سات سال تک پھر اسی طرح اپنا اپنا اناج لیتے رہے، تین بیگہ والی زمین بچے رشتہ کے چچا کے مشورہ سے گاؤں کے آدمی کو زمین اٹھا دیتے تھے، اس سے انکا کوئی تعلق نہیں، شرکت والی میں جتنا اناج چچا دیتے (یعنی بھیج دیتے) ہم رکھ لیتے، خیر کوئی بات نہیں، تقسیم کے مطابق پھر سات سال تک یہ سلسلہ چلتا رہا، بغیر کسی وجہ کے آٹھواں سال آنے پر شرکت والی زمین کے گیہوں نہیں دیئے، میرا بچہ اور میں معلوم کرنے دونوں ان کے گھر گئے، جواب ملا تم نے لے تو لیے، باہر والی کے، یعنی تین بیگہ والی کے اس کے بعد جو تقسیم میں موجود تھے، ان سے کہا گیا، جواب ملا وہ پھر سے تقسیم چاہتا ہے، جسے ہم نے کہا یہ بات پہلے ہی آپ کے سامنے طے ہوئی تھی، آئندہ بدلا نہ جائے، بار بار ہمارے ساتھ ایسا کیوں ہوتا ہے، آخر کتنی بار تقسیم ہوگی، گیہوں کو سمیٹ کر اپنے گھر بیٹھ گئے۔

اب پھر وہی پریشانی سامنے ہے، تقسیم کا بار بار دباؤ بنایا جا رہا ہے، یعنی کافی حد تک مجھے اور میرے بچوں کو پریشان کیا جا رہا ہے، میری نظر میں سچ اور حق یہ ہے جو طے ہو گیا، اسی پر ہمیں آمادہ رہنا چاہیے، انسان کی زبان ہی سب کچھ ہے، کچھ لوگ کہتے ہیں، کیوں نہیں لکھوائی تھی، میں نے سوچا، جب بڑوں کے بیچ بیٹھ کر ایک بات طے ہو رہی ہے، اس پر بھروسہ کیا اور نہ میرے حالات تھے، نام کرانے میں بھی کافی پیسہ خرچ ہوتا ہے، جبکہ میرے سر تین بھائی تھے، ان کی تقسیم بھی زبانی چلی آ رہی ہے، کبھی کسی نے اس طرح نہیں کیا، جیسا ہمارے ساتھ ہو رہا ہے، باپ کے نہ ہونے سے دوسرے اب تو دادا بھی نہیں، ایک چچا گھر میں وہ بھی ہر وقت پریشان کرنے پر آمادہ ہیں، اگر دادا نام نہ ڈلواتے تو شاید چچا یہ بھی نہیں دیتا، یہ بھی اس مالک کا رحم و کرم ہے کہ زمین میں نام ڈلوا گئے اور مکان پوری طرح نام کر گئے، زمین کی تقسیم کا یہ تیسرا نمبر ہے، کیا ایمانداری یا سچائی ایسے لوگوں کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتی، جو لکھا ہے اس میں ایک

ایک بات حقیقت ہے، پہلے یہ تین بیگہ چچا نے لی، دوبارہ تقسیم میں یہ تین بیگہ میرے بچوں کے پاس آگئی، اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ تقسیم کے دو سال بعد تین بیگہ والی یعنی بچوں والی زمین کے برابر مکان بن گئے، آبادی میں آگئی، جس کی وجہ سے اس کی قیمت اب بڑھ گئی، اس بات سے پریشان ہوکر وہ تقسیم چاہتا ہے، جو لوگ تقسیم میں موجود تھے، وہ اپنی جان یہ کہہ کر بچا رہے ہیں کیا کریں نہیں مان رہا، تو پھر سے تقسیم کرلو، انہیں آٹھ سال پہلے کا کوئی وعدہ یاد نہیں جو کہ تین بار دوہرایا گیا، گواہوں کو بھی اپنی ڈوڑ میں لیے ہوئے ہیں، وہ بھی کہتے ہیں، پھر سے تقسیم کرو، میرے بچے اور میں اس بات کو لے کر بہت پریشان ہیں، آپ جلد سے جلد سچ کا فیصلہ دیں، جسے میں ان کے سامنے رکھ سکوں، آبادی میں آنے سے قیمت کا کافی فرق ہوگیا ہے؟

یاد رہے، ہر بار انہوں نے اپنی طرف سے ہی تقسیم کی، اور اپنی مرضی کے موافق، جبکہ ہم نے ایک بار بھی کچھ نہیں کیا، اب ہماری کمزوری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم کو ناجائز طریقے سے زیر کرایا جارہا ہے۔

شریعت محمدی ﷺ کیا کہتی ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں حق اور سچ کا فیصلہ چاہتی ہوں؟ برائے کرم جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتیہ: نرگس جہاں نزد نظام والی مسجد سنبھل

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پوتے پوتیاں بیٹے کی موجودگی میں اپنے دادا کے وارث نہیں ہوتے ہیں، ہاں البتہ دادا نے اپنی زندگی میں قانونی اور عملی طور پر جو چیز پوتے پوتیوں کو ہبہ کرکے قبضہ دیدیا ہے وہ چیز پوتے پوتیوں کی ملکیت ہے، سوالنامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پوتے پوتیوں کے لیے دادا نے مکان ہبہ کرکے رجسٹری کردیا ہے، اس لیے پوتے پوتیاں مکان کے اتنے حصے کے مالک ہیں جتنا ان کے نام کردیا ہے، اور اگر پورا مکان نام کردیا ہے تو پورے ہی کے مالک ہیں۔

وتتم الهبة بالقبض الكامل لقوله عليه السلام لاتجوز الهبة إلا مقبوضة. (مجمع الأنهر، كتاب الهبة، دار الكتب العلمية بيروت ۳/ ۳۹۱، مصری قديم

۲/ ۳۵۳، شامی کراچی ۵/ ۶۹۰، زکریا ۸/ ۵۲۰، الفتاویٰ التاتارخانیة زکریا ۱۴/ ۴۲۱، رقم: ۲۱۵۶۳، شرح المجلة رستم اتحاد ۱/ ۴۷۳، رقم المادة ۸۶۱)

اور سوالنامہ سے واضح ہوتا ہے کہ صحرائی جائیداد میں پوتوں کا صرف نام ڈالا ہے، ہبہ کر کے قبضہ نہیں دیا ہے، اور اس کی بھی صراحت نہیں کی کہ کتنے بیگھے پوتوں کے نام کیے ہیں اور ہبہ کے صحیح ہونے کے لیے قبضہ شرط ہوتا ہے اور جائیداد میں قبضہ کے صحیح ہونے کے لیے وہ جائیداد متعین ہونا لازم ہے اور سوالنامہ سے واضح ہوتا ہے کہ پوتوں کے نام سے جو جائیداد کی گئی ہے وہ متعین نہیں ہے، بلکہ جائیداد کی تعیین کیے بغیر صرف نام ڈال دیا ہے، اس لیے شرعی طور پر جائیداد کا ہبہ درست نہیں ہوا ہے، اور اگر دادا نے وصیت کے طور پر نام ڈلوایا ہے تو ایک تہائی میں وصیت نافذ ہوتی ہے، اب اس اعتبار سے مقامی لوگ اس مسئلے کو بہتر انداز سے حل کر دیں۔

وتتم بالقبض الكامل لأنها من التبرعات، والتبرع لايتم إلا بالقبض، والقبض الكامل في المنقولة ما يناسبه وفي العقار ما يناسبه. (شرح المجلة ۱/ ۴۶۲-۴۶۳، رقم: ۸۳۷)

ولا يشترط القبض بالبراجم لأن معنى القبض هو التمكين والتخلي وارتفاع الموانع عرفا وعادة وحقيقة. (بدائع الصنائع زکریا ۴/ ۳۴۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۱۳۲)

پوتے شرعی وارث نہیں

سوال [۱۱۵۲۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: محمد نور کا انتقال ہوگیا، ان کے ورثاء میں پانچ لڑکے: عبد الواحد، عبد المجید، محمد ذاکر، محمد یاسین، محمد یامین، اور تین لڑکیاں: صابرہ بیگم، زرینہ بیگم، سردار بیگم ہیں۔

دریافت یہ کرنا ہے کہ محمد نور اپنے دوسری بیوی کے بڑے لڑکے عبد المجید کے ساتھ

تجارت کرتے رہے، اور دونوں نے مشترک طور پر بہت سی جائیدادیں بھی خریدیں، لیکن تمام جائیدادوں میں نام اپنے والد محمد نور کا ہی ڈلواتے رہے، اس کے بعد عبدالمجید کا محمد نور کے سامنے ہی انتقال ہوگیا، اور انہوں نے صرف ایک لڑکا ایک دن کا چھوڑا، اور لڑکے کی ماں دو دن کا لڑکا چھوڑ کر اپنے والدین کے گھر چلی گئی، لڑکے کی پرورش دادا، دادی نے کی، اچانک کئی سال کے بعد دادا کا انتقال ہوگیا، کیا ایسی صورت میں عبدالمیجد نے جو مشترکہ جائیدادیں خریدیں اور والد کا نام ڈلواتے رہے تو اس میں عبدالمجید کا لڑکا حق دار ہوگا یا نہیں؟

کیا قرآن وحدیث میں اس سلسلے میں کوئی صراحت ہے کہ دادا کی اولاد نرینہ یعنی لڑکے کی موجودگی میں دادا کے پوتے محروم ہو جاتے ہیں وہ دادا کے وارث نہیں بن سکتے، قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب لکھ دیں۔

المستفتی: اقبال حسین ولد عبدالمجید کٹا باغ مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب عبدالمجید کا انتقال اس کے باپ کی موجودگی میں ہو چکا ہے اور عبدالمجید کے دیگر بھائی بھی موجود ہیں، تو ایسی صورت میں عبدالمجید کے باپ کے انتقال کے بعد عبدالمجید کے باپ کی ملکیت اور ترکہ میں سے عبدالمجید کی اولاد کو میراث کے طور پر کوئی چیز نہیں ملے گی، ہاں البتہ عبدالمجید کے بھائی بہن اپنی خوشی سے عبدالمجید کی اولاد کو کچھ دینا چاہیں تو دے سکتے ہیں، اور وہ بھی ان کی مرضی پر موقوف ہے، یا عبدالمجید کے باپ نے مرنے سے پہلے اپنی زندگی میں بطور ہبہ اپنے پوتے کو کچھ دے دیا ہوتا یا اس کے نام کی کوئی وصیت کردی ہوتی تو اس کو کچھ مل سکتا تھا، وراثت اور میراث کے طور پر اس کو کچھ نہیں ملے گا۔

﴿يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ﴾ . [النساء: ۱۱]

ولا يرث ولد الابن مع الابن. (بخاری شریف، کتاب الفرائض، باب میراث ابن الابن إذا لم يكن ابن ۲/۹۹۷)

فإن اجتمع الولد للصلب وولد الابن مكان في الولد للصلب ذكر فإنه لا

میراث معه لأحد من ولد الابن فإن لم یکن فی الولد للصلب ذکر وکانت اثنتین فأکثر من ذٰلک من البنات للصلب فإنه لا میراث لبنات الابن معهن. (مؤطا إمام مالك، کتاب الفرائض، میراث الصلب، اشرفی دیوبند ص:۳۲۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵؍شعبان المعظم ۱۴۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۰۹۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۷/۸/۱۷ھ

والد کی حیات میں وفات پانے والی اولاد وارث نہیں

سوال [۱۱۵۲۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: عبدالستار کے نولڑکیاں تھیں، ان میں سے ایک لڑکی بلقیس کا والدین کے سامنے ہی انتقال ہوگیا۔ تو دریافت یہ کرنا ہے کہ بلقیس کو والد کے ترکہ سے حصہ ملے گا یا نہیں؟

المستفتی: امیر دولہا نئی بستی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: والدین کی موجودگی میں جو اولاد فوت ہوجاتی ہے وہ والدین کی وارث نہیں بنتی، اور نہ ہی اس کی اولاد وارث بنتی ہے، لہٰذا بلقیس جب والدین کی زندگی میں فوت ہوگئی ہے تو بلقیس یا اس کی اولاد والدین کی جائیداد کی وارث نہیں بنے گی۔

إن شرط الإرث وجود الوارث حیا عند موت المورث. (شامی، کتاب الفرائض، زکریا ۱۰: ۵۱۱، کراچی ۶/ ۷۶۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۶۷۸)

الجوب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۳/۵/۹ھ

مرحوم بیٹے کی بیوی اور اولاد کا حصہ

سوال [۱۱۵۲۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: رحمت اللہ کے تین لڑکے ہیں: مبین، نور محمد، امین، مذکورہ لڑکوں میں سے مبین کا انتقال ہوگیا، رحمت اللہ کی موجودگی میں، اس کے آٹھ سال کے بعد رحمت اللہ کا انتقال ہوا، مبین کی اولاد میں صرف ان کی ایک لڑکی ہے، جس کی شادی نور محمد اور امین نے مل کر کردی، اب مبین کی بیوہ باقی رہ گئی، تو اس بیوہ کو رحمت اللہ کی میراث میں سے کتنا حصہ ملے گا؟

المستفتی: محمد ندیم امروہا کانٹھ شاہجہاں پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں رحمت اللہ کے لڑکوں میں سے جس لڑکے کا انتقال ان کی حیات میں ہوگیا تھا، رحمت اللہ کی وفات کے بعد اس لڑکے کی بیوہ اور بیٹی کا ان کے ترکہ میں کوئی شرعی حصہ نہیں ہے، کیونکہ یہ دونوں رحمت اللہ کے شرعی وارثین میں داخل نہیں ہیں۔

إن شرط الإرث وجود الوارث حيا عند موت المورث. (شامی، کتاب الفرائض زکریا ۱۰: ۵۱۱، کراچی ۶/۷۶۹)

وبنات الابن كبنات الصلب ...... ويسقطن بالابن. (سراجی ص:۱۲-۱۳)

ورثته أى الذين ثبت إرثهم بالكتاب أو السنة ...... أو الإجماع ...... ويستحق الإرث برحم و نكاح وولاء والمستحقون للتركة عشرة أصناف مرتبة. (شامی، زکریا ۱۰/۴۹۷-۴۹۸، کراچی ۶/۷۶۲)

ويستحق الإرث بإحدىٰ خصال ثلاث بالنسب وهو القرابة والسبب هو الزوجية والولاء. (ہندیہ، قبیل الباب الثانی فی ذوی الفروض زکریا قدیم۶/۴۴۷، جدید ۶/۴۴۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ رجمادی الاولیٰ ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۴۲۳)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۵/۲۹ھ

کیا لڑکے کی موجودگی میں پوتوں کو حصہ ملے گا؟

سوال [۱۱۵۲۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) منی بیگم کا انتقال ہوگیا، اس کے ورثاء میں شوہر عبد اللہ، ایک لڑکا عبد الغنی ہے، دوسرا لڑکا عبد المجید تھا جو اپنے ماں باپ کی زندگی میں انتقال کرگیا تھا، (اس کا ایک لڑکا عبد الحکیم ہے) تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ منی بیگم کی جائیداد میں ان کے پوتے عبد الحکیم کا حصہ ہے کہ نہیں؟

(۲) پھر عبد اللہ کا انتقال ہوگیا، ان کے ورثاء میں صرف ایک لڑکا عبد الغنی تھا، اور دوسرے لڑکے عبد المجید مرحوم کا لڑکا عبد الحکیم ہے، جو عبد اللہ کا پوتا تھا، اسے شرعاً حصہ ملے گا یا نہیں؟

المستفتی: محمد سلیم، اندرا چوک، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب عبد المجید کا انتقال اپنے والدین کی زندگی میں ہوگیا ہے تو اس کی اولاد اپنے دادا، دادی کی وارث نہیں بنے گی، جبکہ عبد المجید کا حقیقی بھائی عبد الغنی زندہ ہے، لہٰذا عبد المجید کا لڑکا عبد الحکیم عبد اللہ کا وارث نہیں بنے گا، ہاں البتہ اگر عبد اللہ نے اپنی حیات میں اپنی مرضی سے اپنے پوتے کو بطور ہبہ کچھ دیدیا ہوتا تو مل سکتا تھا۔

العصبات بأنفسهم أربعة أصناف، الأول جزء الميت (قوله) فيقدم فى هذه الأصناف والمدرجين فيها الأقرب فالأقرب أى يرجحون بقرب الدرجة أعنى به أولٰهم بالميراث يستحق بالعصوبة جزء الميت أى البنون ثم بنوهم. (شريفيه ص: ٤٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷ر شوال المکرم ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۷۹۵)

بیٹے کی موجودگی میں یتیم پوتے محروم

سوال [۱۱۵۳۰]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید کے تین لڑکے ہیں: عمر، بکر، حمید۔ عمر کی چند اولاد ہیں، اس کا انتقال ہوگیا ہے تو اب سوال یہ ہے کہ جب عمر کا انتقال ہوگیا تو عمر کی حقیقی اولاد کو وراثت ملے گی یا نہیں؟ اگر نہیں ملے گی تو آخر ایسا کیوں ہے؟ حالانکہ وہ مال کے زیادہ محتاج ہیں اور یتیم کا شریعت میں بہت زیادہ خیال کیا گیا ہے، اور یہاں وراثت سے محروم کیا جارہا ہے، ہندولوگ اس کی وجہ سے بہت برا بھلا کہتے ہیں، تو ان کو خاموش کرنے کے لیے کیا جواب دیں؟

المستفتی: انوارالاسلام مدناپوری مغربی بنگال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مرنے والے کی کوئی اولاد موجود ہو تو پوتا خواہ یتیم ہو یا اس کا باپ زندہ ہو، کسی بھی صورت میں وراثت کا حقدار نہیں ہوتا ہے، لہٰذا مذکورہ صورت میں عمر کے انتقال کے بعد عمر کی اولاد کو زید کے مال سے وراثت نہیں ملے گی، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام بلکہ کسی بھی مذہب وملت میں میراث کی تقسیم کا معیار حاجت وضرورت پر نہیں ہے، بلکہ رشتہ داری وقرابت کے درجات پر ہے، کہ قریب کے ہوتے ہوئے بعید کو محروم سمجھا جائے، لہٰذا حقیقی بیٹوں کے ہوتے ہوئے ان کے حصہ میں کمی کرکے پوتوں کو دینا ضابطہ شریعت کے خلاف ہوگا، اب رہا یتیم کی پرورش کا مسئلہ تو شریعت نے دادا کو اس کا پورا اختیار دیا ہے کہ اپنی زندگی میں پوتوں کو اتنا دے کر مالک بنا سکتا ہے جتنا دوسری اولاد کو میراث میں مل سکتا ہے، یا اس سے زیادہ بھی دے سکتا ہے، اس پر شریعت کی طرف سے دادا پر کوئی داروگیر نہیں ہے، لہٰذا اگر ہندوؤں کو اعتراض کرنا ہے تو دادا پر کریں، شریعت پر نہ کریں، شریعت نے دادا کو اختیار دے رکھا ہے، لیکن اگر دادا نے زندگی میں پوتوں کو نہیں دیا ہے تو قانون شرعی کے مطابق دادا کے قریب تر وارثین کو دادا کی وراثت ملے گی، اور وہ دادا کے بیٹے

اور بیٹیاں ہیں اور پوتے، پوتیاں دور کے رشتہ دار ہیں، اس لیے ان کو نہیں ملے گا۔

عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ: ألحقوا الفرائض بأهلها فما بقي فهو لأولى رجل ذكر. (بخاري شريف، كتاب الفرائض، باب ميراث ابن الابن إذا لم يكن ابن ۲/۹۹۷، رقم: ٦٤٧٨، ف: ٦٧٣٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم رجب المرجب ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۷۲۵/۳۶)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱/۷/۱۴۲۳ھ

دادا کی جائیداد میں پوتوں کا حصہ

سوال [۱۱۵۳۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرے والد کا انتقال ۲۰۰۴ء میں ہوا ہے، اور میرے دادا صاحب کا انتقال ۱۷/ اپریل ۲۰۰۷ء کو معلوم ہوا ہے، معلوم یہ کرنا ہے کہ میرے دادا صاحب کے ذاتی مال میں (ایف ڈی بینک بیلینس وغیرہ میں ہمارا یعنی میری والدہ اور ایک پوتا ایک پوتی کا) حصہ ہے یا نہیں؟ اور ہم سب کے علاوہ دولڑکے محمد فاہم، محمد ناظم ہیں، میرے دادا کا جو مکان ہے، وہ اولاد در اولاد وقف ہے، جس کے کاغذات بھی میرے پاس محفوظ ہیں، اور جس میں ہم رہتے ہیں وہ کرایہ کا مکان ہے۔

معلوم یہ کرنا ہے کہ دادا والے مکان میں ہمارا حصہ ہے یا نہیں؟ جو اولاد در اولاد وقف ہے؟

المستفتی: محمد سالم شمسی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب آپ کے والد کا انتقال آپ کے دادا سے پہلے ہوگیا ہے اور دادا کے آپ کے والد کے علاوہ دولڑکے زندہ ہیں تو ایسے حالات میں آپ کے دادا کی وفات کے بعد ان کے ترکہ میں سے آپ، آپ کی بہن، اور آپ کی والدہ میراث پانے کے مستحق نہیں ہیں، ہاں البتہ آپ کے دادا کے دولڑکے محمد فاہم، محمد ناظم اپنی خوشی سے آپ لوگوں کو بھائی کی اولاد ہونے کے صلے میں کچھ دیدیں تو ان کے اختیار کی بات ہے، ان

پر کوئی زور وزبردستی نہیں ہے۔

أخرج البيهقي في سننه عن زيد بن ثابت وعلي و بن مسعود حديثا طويلاً وطرفه: إذا ترك أبناء و ابن ابن فليس لابن الابن شيئ. (سنن کبریٰ للبيهقي، دار الفكر بيروت ۹/۳۰۲، رقم: ۱۲۶۲۹)

في الهندية: فالأقرب يحجب الأبعد كالابن يحجب أولاد الابن. (هنديه، كتاب الفرائض، الباب الرابع في الحجب، قديم ۶/۴۵۲، جديد ۶/۴۴۴)

وفي البحر: ويحجب بالابن أى ولد الابن يحجب بالابن ذكورهم و إناثهم فيه سواء. (البحر الرائق زكريا ۹/۳۷۵، كوئٹه ۸/۴۹۴)

وفي السراجية: الأقرب فالأقرب يرجحون بقرب الدرجة أعني اولٰهم بالميراث جزء الميت أى البنون ثم بنوهم وإن سفلوا. (سراجی ص:۲۲)

جس مکان کے وقف علی الاولاد کرنے کا ذکر سوالنامہ میں ہے، اور اس کے متعلق سائل وقف کے کاغذات لائے تھے، وہ مکمل نہیں ہیں، اس لیے اس بارے میں کچھ لکھنے سے معذرت خواہ ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰؍ صفر المظفر ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۴۸۸/۳۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۲/۳۰ھ

شرعی وارث کو تسلیم نہ کرنے سے وہ حصۂ وراثت سے محروم نہ ہوگا

سوال [۱۱۵۳۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: محمد حسین کی زوجہ زہرہ بی بی، جن کے تین لڑکے ہیں: نظر حسین، حافظ حسین، ذاکر حسین۔

نظر حسین بن محمد حسین کے تین لڑکے: ناصر حسین، ماجد حسین، عطا حسین۔

ذاکر حسین بن محمد حسین کے تین لڑکے: حسرت علی، علی اظہر، علی یاور۔

علی اظہر بن ذاکر حسین کے تین لڑکے: ابرار احمد قاسمی، اخلاق حسین، اظہار حسین۔

علی یاور بن ذاکر حسین کا ایک لڑکا: نفیس احمد۔

شجرہ میں تحریر کردہ حافظ حسین لاولد تھے، ان کی شادی بھی نہیں ہوئی تھی، انہوں نے اپنا حصہ ۵/آنہ ۴/ پائی میں سے ۳/آنہ ۴/ پائی حصہ شجرہ میں تحریر کردہ اپنے بھتیجے حقیقی علی اظہر کے حق میں بطور حق الخدمت ہبہ کر دیا جسے علی اظہر نے قبول ومنظور کیا، حافظ حسین کے مملوکہ و مقبوضہ بقیہ حصے میں سے ایک آنہ نظر حسین اور ایک آنہ ذاکر حسین کو ملا، اس ہبہ کے بعد حافظ حسین کے دونوں بھائی نظر حسین اور ذاکر حسین کے نام کے ساتھ کھتونی پر علی اظہر کا نام بھی درج ہوگیا، ہبہ نامہ یہ لکھا گیا کہ علی اظہر جو کہ میرا بھتیجا حقیقی ہے اور میرے برادر حقیقی ذاکر حسین کا فرزند صلبی ہے، بطور حق الخدمت: ہبہ کرتا ہوں وہ نسل در نسل اور بطن بعد بطن متمتع ہوتا رہے، کبھی کوئی اس پر دعویٰ کرے تو وہ ناجائز اور باطل ہوگا، اور روبرو حاکم کے پیش ہوکر اس کا دعویٰ خارج ہوگا، مگر شجرہ میں تحریر کردہ حسرت علی اور نفیس احمد نے اس پر حقیقت کا دعویٰ دائر کر دیا ہے، اس طرح وہ پریشان وحیران کرنا چاہتے ہیں، دریافت طلب امر یہ ہے کہ (۱) ان کا یہ دعویٰ شرعاً ناجائز اور باطل ہے کہ نہیں؟

(۲) شجرہ میں تحریر کردہ ذاکر حسین کے انتقال کے بعد ان کے تینوں لڑکوں: علی یاور، علی اظہر، حسرت علی کا نام کھتونی پر درج ہوا، اور وراثتاً داخل خارج ہوا، اور ہر ایک اس پر قابض ودخیل ہوا، شرعاً تینوں کا ایک تہائی حق ہے کہ نہیں؟

(۳) حسرت علی جو کہ شجرہ میں تحریر ہیں، علی اظہر کو اپنا بھائی ہونے کا انکار کرتے ہیں، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ذاکر حسین نے علی اظہر کو اپنی اولاد صلبی تسلیم کیا ہے اور علی اظہر کے چچا حافظ حسین نے بھی تسلیم کیا کہ اظہر ذاکر حسین کا لڑکا ہے، اور ہبہ نامہ میں صاف طور پر یہ درج ہے اور نظر حسین نے بھی علی اظہر کو اپنا بھتیجا حقیقی یعنی ذاکر حسین کا لڑکا ہونا تسلیم کیا، اور دلچسپ بات یہ ہے کہ داخل وخارج کے وقت حسرت علی اور علی یاور نے بھی علی اظہر کو اپنا برادر حقیقی ہونا تسلیم کیا ہے، اور داخل وخارج بھی کرایا، اور داخل وخارج میں ذاکر حسین کے وارث کی حیثیت سے علی اظہر کا نام درج ہوا۔

چک بندی میں بھی حسرت علی نے علی اظہر کو اپنا بھائی تسلیم کیا، چک بندی ہی میں علی

یاور نے بھی علی اظہر کو اپنا حقیقی بھائی ہونا تسلیم کیا، اور اب ہبہ والی آراضی پر حسرت مقدمہ قائم کر کے بھی علی اظہر کو اپنا حقیقی بھائی ہونا تسلیم کر رہے ہیں، مگر حسرت علی ادھر کچھ دنوں سے انکار کرنے لگے ہیں اور علی اظہر کے وراثت کے حصہ کو ہضم کر لینا چاہتے ہیں، علی اظہر کا تو انتقال ہو گیا ہے، علی اظہر کے حق کا انکار کر کے اپنے بھتیجوں کے حق کا انکار کر کے اپنے بھتیجوں کے حق کو مار لینا چاہتے ہیں، تو کیا حسرت کے انکار کر دینے سے علی اظہر کا حق وراثت منقطع ہو جائے گا آپ سے درخواست ہے کہ ہم تینوں بھائیوں پر رحم کریں اور علی اظہر کے وراثت والے حصہ میں علی اظہر کے تینوں لڑکوں کا حق شرعی ہونا بیان کر دیں؟

المستفتی: ابرار احمد قاسمی انٹر کالج جگن پور فیض آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) واہب حافظ حسین نے اپنی جائیداد میں سے جو حصہ علی اظہر کو ہبہ کر کے اپنی زندگی ہی میں قبضہ کرا دیا تھا تو یہ ہبہ درست وصحیح ہے اور علی اظہر اپنے حصۂ موہوب بہ کا مالک ہے، لہٰذا حسرت علی اور نفیس احمد کا علی اظہر پر حقیت کا دعویٰ کرنا شرعاً ناجائز ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۳۸۱/۱۷، جدید ڈابھیل ۴۶۹/۱۶)

وتتم الهبة بالقبض الكامل ولو الموهوب شاغلا لملك الواهب لا مشغولا به (إلى قوله) في محوز مفرغ مقسوم و مشاع لايبقىٰ منتفعا به بعد أن يقسم (إلى قوله) ولا تتم فيما يقسم ولو لشريكه أو لأجنبي (إلى قوله) فإن قسمه و سلمه صح ولو سلمه شائعا لا يملكه فلا ينفذ تصرفه فيه. (در مختار مع الشامی، کتاب الهبة کراچی ٥/ ٦٩٠، زکریا ٨/٤٨٣)

(۲) ذاکر حسین کے ترکہ سے علی اظہر، علی یاور، حسرت علی تینوں برابر کے حصہ دار ہیں، لہٰذا ذاکر حسین کے ترکہ سے علی اظہر کے محروم ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔

كما قال في الدر: ويقسم الباقي بعد ذٰلك بين ورثته أي الذين ثبت إرثهم بالكتاب أو السنة (إلى قوله) ويستحق الإرث ولو لمصحف به يفتي برحم و نكاح وولاء، قال الشامي تحت قوله: (أي الذين ثبت إرثهم

بالكتاب) أى بالقرآن وهم الأبوان والزوجان والبنون والبنات. (شامی، کتاب الفرائض، کراچی ٦/٧٦٢، زکریا ١٠/٤٩٧)

أولٰهم بالميراث جزء الميت أى البنون وبنوهم. (سراجی، باب العصبات ص: ١٣)

(۳) حسرت علی جو علی اظہر کے بھائی ہونے کا انکار کررہے ہیں اس کی وجہ سے علی اظہر کے حصۂ میراث پر کسی قسم کا اثر نہیں پڑے گا، بلکہ مستحق کو اپنا حق ملے گا، لہٰذا یہ انکار بیکار ہے۔

ويستحق الإرث ولو لمصحف به يفتي برحم و نكاح و ولاء. (شامی کراچی ٦/٧٦٢، زکریا ١٠/٤٩٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹؍ جمادی الثانیہ ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۱۹۷)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۰/۶/۹ھ

والد کی موجودگی میں اولاد محروم

سوال [۱۱۵۳۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں مستری محمد اسحاق ولد مستری عبد الرحمٰن صاحب مرحوم آہنگر ساکن ہلدوانی ضلع نینی تال میں اپنے باپ کا ایک ہی لڑکا ہوں نہ میرا کوئی بھائی ہے اور نہ بہن ہے، ایک بھائی تھا جس کا باپ کی ہی زندگی میں انتقال ہوگیا تھا، اور نہ ہی میرا کوئی چچا یا تایا ہے، میرے باپ نے جائیداد چھوڑی ہے، میں اس کو فروخت کرنا چاہتا ہوں، میرے لڑکے اور لڑکیاں کہتی ہیں کہ میرے دادا کی جائیداد میں ہمارا بھی حصہ ہوتا ہے، اس مسئلہ میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ مطلع فرمائیں۔

المستفتی: محمد اسحاق

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بشرط صحت سوال مذکورہ جائیداد کے مالک آپ ہی ہیں، آپ کے ہوتے ہوئے آپ کی اولاد آپ کے والد کے ترکہ کی حقدار نہیں ہوسکتی،

آپ کے لیے فروخت کرنا شرعاً جائز ہوگا، لیکن یہ بے رحمی کی بات ہے کہ باپ اپنی زندگی میں ساری جائیداد فروخت کرڈالے اور اولاد محروم رہ جائے۔

أخرج البيهقي في سننه عن زيد بن ثابت وعلي و ابن مسعود حديثا طويلاً وطرفه: إذا ترك أبناء و ابن ابن فليس لابن الابن شيئ. (سنن کبریٰ للبیهقی، دار الفکر بیروت ۹/۳۰۲، رقم: ۱۲۶۲۹)

الأقرب فالأقرب يرجحون بقرب الدرجة أعني اولٰهم بالميراث جزء الميت أى البنون ثم بنوهم وإن سفلوا. (سراجی ص:۲۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱ر رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/۱۵۴)

زنا سے پیدا شدہ بچہ وراثت کا حقدار نہیں

سوال [۱۱۵۳۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) ایک شخص ببو شادی شدہ ہے، صاحب اولاد ہے، وہ ایک غیر مسلمہ عورت سے ملتا ہے، زنا کا صدور بھی ہوتا ہے، غیر مسلمہ کا شوہر انتقال کر چکا ہے۔

تو دریافت یہ کرنا ہے کہ غیر مسلمہ عورت سے اب جو بچے ہو رہے ہیں وہ ببو کی اولاد شمار ہوگی یا نہیں؟ اور ببو کی وراثت میں حصہ پائے گی یا نہیں؟

(۲) اور اگر یہ عورت مسلمان ہوکر ببو کے نکاح میں آجائے تو یہ بچے بھی ساتھ آئیں گے، تو پھر وراثت میں حق ہوگا یا نہیں؟

المستفتی: بھائی راشد شاہ آباد رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) ببو کے غیر مسلمہ عورت کے ساتھ زنا کرنے کے نتیجے میں جو اولاد پیدا ہوئی ہے وہ ببو کی اولاد ہرگز شمار نہ ہوگی، کیونکہ زنا سے پیدا شدہ اولاد ثابت

النسب نہیں ہوتی، نیز یہ اولا دبو کی وراثت کی حقدار بھی نہ ہوگی ۔(مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۹۱/۹)

الـوطئ فيه زنا لايثبت به النسب. (رد المحتار، كتاب الطلاق، قبيل باب الحضانة كراچی ۳/ ۵۵۵، زكريا ۵/ ۲۵۲)

ولـد الزنا واللعان بجهة الأم. (در مختار، كتاب الفرائض، باب توريث ذى الأرحام، كراچی ٦/ ۷۹۹، زكريا ۱۰/ ۵۵۸)

وفى الشامي: تحت بجهة الأم لا شقيقا. (شامی، كراچی ٦/ ۸۰۰، زكريا ۱۰/ ۵۵۸)

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال قام رجل فقال رسول الله ﷺ: إن فلانا إبني عاهرت بأمه في الجاهلية فقال رسول الله ﷺ: لادعوة في الإسلام ذهب أمر الجاهلية الولد للفراش وللعاهر الحجر. (سنن أبي داؤد، الطلاق، باب الولد للفراش، النسخة الهندية ۱/ ۳۱۰، دار السلام رقم: ۲۲۷٤، مسند أحمد بن حنبل ۲/ ۲۰۷، رقم: ٦۹۳۳، مشكوٰة شريف ص: ٦۸۸)

(۲) اوراگر یہ غیر مسلمہ جس سے ببو نے زنا کیا تھا مع اولاد کے مسلمان ہوکر ببو کے نکاح میں آجائے تب بھی مذکورہ اولاد کا ببو کی وراثت میں قطعاً حق نہ ہوگا۔

رجل زنىٰ بامرأة وحبلت منه فلما استبان حبلها تزوجها الذى زنىٰ بها فالنكاح جائز (إلى قوله) وإن جاءت به لأقل من ستة أشهر ، وفى الخانية: من وقت النكاح لايثبت به النسب ولاترث منه. (تاتارخانية زكريا ۵/ ۲٦۵، رقم: ۷۸۰۹)

الوطئ فيه زنا لايثبت به النسب. (شامی، كراچی ۳/ ۵۵۵، زكريا ۵/ ۲۵۲)

ويـرث ولـد الزنا واللعان بجهة الأم. (در مختار كراچی ٦/ ۷۹۹، زكريا ۱۰/ ۵۵۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴ ربیع الاول ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۲۱۲/۳۳)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۸/۳/۴ھ

لے پالک وارث نہیں

سوال [۱۱۵۳۵]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) میں چھ ماہ کی تھی، میری سگی پھوپھی نے مجھے گود لے لیا تھا، بچپن سے ہی سگے والدین کو ماما اور مامی اور پھوپھا، پھوپھی کو پاپا امی کہتی ہوں، شادی تک پاپا امی (پھوپھا پھوپھی) کے ساتھ رہتی تھی اور شادی کے بعد انہیں کے گھر آنا جانا تھا، ماہ رمضان میں میری امی (پھوپھی) کا انتقال ہوگیا، پاپا (پھوپھا) گھر میں اکیلے رہنے لگے تو امی کے زیور اور گھر کا کچھ سامان مجھے دیدیا، جن کے بارے میں میرے شوہر کہتے ہیں کہ اس پر تمہارا کوئی حق نہیں ہے، بلکہ یہ ان کے شرعی ورثاء کا حق ہے، تو ہمیں بتائیں کہ میری امی (پھوپھی) کے ورثاء میں ان کے دو سگے بھائی، دو بہنیں اور ایک شوہر ہیں تو کس کو کتنا ملے گا؟

(۲) اور میرے شوہر مجھے پاپا (پھوپھا) کے گھر رہنے بھی نہیں دیتے، کہتے ہیں کہ پاپا اور تمہارا ایک ہی گھر میں رہنا جائز نہیں ہے، چاہے تمہارے ساتھ نوکرانی اور بچے ہوں یا نہ ہوں تو کیا میں اپنے پاپا (پھوپھا) کے ہمراہ ایک مکان میں رہ سکتی ہوں؟ یا شرعاً ممانعت ہے؟

المستفتیہ: غوثیہ عالم محلہ بھٹی مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) آپ کی پھوپھی کی موت کے وقت مذکورہ زیورات ان کی ملک میں تھے تو وہ زیورات ان کے شرعی ورثاء کو ملیں گے، اور آپ ان کی شرعی وارث نہیں ہیں، بلکہ ان کے شرعی وارث سوالنامہ میں ذکر کردہ دو سگے بھائی، دو سگی بہنیں اور ان کے شوہر ہیں، لہٰذا مذکورہ زیورات اور دیگر ترکہ جو آپ کے پھوپھی کی ملکیت تھا ان کے شرعی وارثین کے درمیان درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا:

میت ۱۲/۱۲

شوہر	حقیقی بھائی	حقیقی بھائی	حقیقی بہن	حقیقی بہن
۱/۶		۱/۲		
	۲		۱	۱

مرحومہ کا کل ترکہ بارہ سہام میں تقسیم ہوکر چھ سہام شوہر کو اور دو، دو دونوں بھائیوں کو اور ایک ایک سہام دونوں بہنوں کو ملیں گے۔

إن الجهاز ملک المرأة وأنه إذا طلقها تأخذه كله وإذا ماتت يورث عنها ولايختص بشيئ منه. (شامی، باب النفقة، مطلب: فيما لوزفت إليه بلا جهاز کراچی ۳/۵۸۵، زکریا ۶/۲۹۹)

وأما إذا جرت في البعض يكون الجهاز تركة يتعلق بها حق الورثة وهو الصحيح. (شامی، مطلب في دعوىٰ الأب أن الجهاز عارية زکریا ۴/۳۰۹، کراچی ۳/۱۵۷)

(۲) آپ کے پھوپھا آپ کے شرعی محرم نہیں ہیں، اس لیے ان کے ساتھ تنہائی میں ایک گھر میں شب باشی کرنا آپ کے لیے جائز نہیں ہے، لہٰذا آپ کے شوہر جو کہہ رہے ہیں وہ شرعی طور پر صحیح اور درست ہے، نیز گھر میں نوکرانی ہو تب بھی پھوپھا آپ کے لیے غیر محرم ہیں۔

أيتهما فرضت ذكرا لم تحل للأخرىٰ أبدا لحديث مسلم: لا تنكح المرأة على المرأة، وفي الشامية: ولا على خالتها ولا إبنة أخيها ولا إبنة أختها. (شامی زکریا ۴/۱۱۷، کراچی ۳/۳۸-۳۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۸۹۷۲)

متبنیٰ کو وراثت میں حصہ نہیں ملے گا

سوال [۱۱۵۳۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: احمد سلیم کا انتقال ہوا اور ان کی بیوی عائشہ خاتون کا انتقال ان سے پہلے ہو چکا تھا، احمد سلیم سے کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی، اور احمد سلیم کے ایک بھائی جمال احمد اور دو بہنیں ثریا اور نسرین باحیات ہیں، اور یہ بات بھی واضح ہو کہ احمد سلیم نے عقیل احمد کے لڑکے علیم احمد کے خرچۂ اخراجات کی کفالت کی ہے، صرف خرچۂ اخراجات کی کفالت کی وجہ سے علیم احمد، احمد سلیم کی

میراث کا مستحق ہوجائے گا یا نہیں؟ جبکہ عقیل احمد نے علیم احمد کو کوئی جائیداد وغیرہ ہبہ نہیں کی اور نہ ہی اس کے لیے کوئی وصیت کی ہے، اب اس سلسلے میں شریعت کا جو حکم ہے واضح فرمائیں۔

المستفتی: سید جمال احمد محلہ مغل پورہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوالنامہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ احمد سلیم کے شرعی وارث صرف اس کا بھائی جمال احمد اور اس کی دو بہنیں ثریا اور نسرین ہیں، اور ان تینوں کے علاوہ اس کا کوئی شرعی وارث نہیں، لہٰذا احمد سلیم کے اوپر اگر قرض ہے تو سب سے پہلے اس کے قرض کی ادائیگی لازم ہے، اس کے بعد اگر کوئی وصیت ہے تو ایک تہائی مال میں سے وصیت پوری کرنی لازم ہوتی ہے، اگر قرض اور وصیت نہیں ہے تو سارے ترکہ ان ہی تینوں کے درمیان شرعی حصوں کے اعتبار سے تقسیم ہوگا، لہٰذا کل ترکہ چار حصوں میں تقسیم ہوکر دو حصے احمد سلیم کے بھائی جمال احمد کو ملیں گے، اور ایک ایک حصہ ان کی دو بہنیں ثریا اور نسرین کو ملے گا، اب رہا عقیل احمد کے بیٹے علیم احمد جن کی کفالت احمد سلیم نے کی تھی یا احمد سلیم نے جسے اپنا متبنیٰ (لے پالک) بنایا تھا، تو شرعی طور پر لے پالک شرعی میراث کا حقدار نہیں ہوتا ہے، اس لیے علیم احمد کو سلیم کے ترکہ میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ میرٹھ ۳/۱۰۸-۱۱۰، معارف القرآن ۷/۸۴)

یبدأ بتجهیزه من غیر تبذیر ولا تقتیر، ثم تقضی دیونه من جمیع ما بقی من ماله ثم تنفذ وصایاه من ثلث ما بقی بعد الدین ثم یقسم الباقی بین ورثته بالکتاب والسنة وإجماع الأمة. (سراجی مکتبہ بلال دیوبند ص:۳)

والمتبنیٰ لایلحق فی الأحکام بالابن فلا یستحق المیراث ولایرث عنه. (أحکام القرآن للتھانویؒ ۵/۱۸٤)

وما جعل أدعیاء کم أبناء کم فلایثبت بالتبنی شیئ من أحکام البنوة من الإرث وحرمة النکاح وغیر ذٰلک. (تفسیر مظهری سورة الأحزاب تحت رقم الآیة: ٤، زکریا قدیم ۷/۲۸٤، جدید ۷/۲۹۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۹/ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۵۵۷)

مورث کی اولاد کی موجودگی میں لیپا لک کا حکم

سوال [۱۱۵۳۷]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زیتون نے اپنے ایک بھتیجے نواب جان کو گود لے کر پالا تھا، پھر نواب جان کا انتقال ہوگیا، زیتون بیگم حیات ہے،اب زیتون بیگم اپنے لیپا لک نواب جان کے ورثاء میں اپنی جائیداد اپنی زندگی میں تقسیم کرنا چاہتی ہے،تو نواب جان کے ورثاء میں ایک بیوی دو لڑکے تین لڑکیوں کے درمیان کس طرح تقسیم کرے؟ اور کیا اپنے لیپا لک کی اولادوں کو دینے کا حق ہے یانہیں؟شرعی حکم تحریرفرمادیں؟

المستفتی: شفیق کسرول مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگرزیتون بیگم کے بھائی یادوسرے بھتیجے وغیرہ زندہ ہیں تو نواب جان کی اولادوں میں سےکوئی بھی زیتون بیگم کے وارث نہیں بن سکتے، اس لیے زیتون بیگم کواختیار ہے کہ اپنی زندگی اورصحت کے زمانہ میں اپنی جائیدادنواب جان کی اولادوں کودینا چاہتی ہے،تو جس کو جتنا چاہے اپنی مرضی سے دے سکتی ہے۔

المالک هو المتصرف فی الأعیان المملوکة کیف شاء من الملک. (بیضاوی شریف رشیدیه ۱/۷)

کل یتصرف فی ملکه کیف شاء. (شرح المجلة رستم اتحاد ۱/۶۵٤، رقم المادة: ۱۱۹۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیراحمد قاسمی عفااللہ عنہ
۲۳؍صفر المظفر ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر:۳۹/۱۰۶۳۰)

کیاباپ کے متروکہ مال میں متبنیٰ بیٹے کا حصہ ہے؟

سوال [۱۱۵۳۸]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: محمد فاضل کی شادی تقریباً چالیس سال قبل ہوئی تھی، لیکن ان کے کچھ عرصہ تک اولاد نہیں ہوئی، اس لیے انہوں نے اپنی سالی کے لڑکے نزاکت کو لے کر پال لیا جب وہ دس گیارہ سال کا ہو گیا، تو محمد فاضل نے دوسری شادی منی بیگم سے کی لیکن اس سے تقریباً پندرہ سولہ سال تک کوئی اولاد نہیں ہوئی، ڈاکٹروں سے علاج کرایا تو انہوں نے کہا کہ ان کے اولاد نہیں ہوگی، لیکن سولہ سال کے بعد منی بیگم سے یکے بعد دیگرے لڑکی پیدا ہوئیں، جن کی اس وقت عمر تقریباً تیرہ، گیارہ سال ہے، لیپا لک نزاکت جس کو محمد فاضل کی پہلی بیوی نے پالا اس کی عمر ۳۸/ سال ہے، اور محمد فاضل کا انتقال ہو گیا تو دونوں بیوی اور دو لڑکی اور لیپا لک موجود ہیں، ہر ایک کو کتنا کتنا حصہ ملے گا؟ نیز لیپا لک نزاکت کو بھی کچھ ملے گا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مذکورہ سوال میں فاضل کے لیپا لک نزاکت کو اس کی وراثت میں سے کچھ نہیں ملے گا، اس لیے کہ کوئی شخص کسی بچے کو لیپا لک یعنی منھ بولا بیٹا بنالے تو حقیقت میں وہ اس کا بیٹا اور وہ شخص اس کا باپ نہیں بنتا، اس بچے کا حقیقی باپ وہی ہے جس کے نطفہ سے وہ پیدا ہوا ہے اور اس بچے کا نسب بھی اسی حقیقی باپ سے ثابت ہوگا اور اسی کا وارث بنے گا۔

﴿قال الله تعالیٰ: **وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآئَكُمْ اَبْنَآئَكُمْ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِىْ السَّبِيْلَ.** [الأحزاب: ۵]﴾

وحرم الإسلام التبني وأبطل كل آثاره وذٰلک بقوله تعالیٰ: وما جعل ادعياء كم ابناء كم ذٰلكم قولكم بافواهكم. (الموسوعة الفقهية ۱۰/ ۱۲۱، تفسير قرطبی، سورة الأحزاب تحت تفسير الآية:٤ دار الكتب العلمية بيروت ۱٤/ ۸۰، تفسير معارف القرآن ۷/ ۸٤، تفسير روح المعانی زكريا ۱۲/ ۲۲٤)

اور مرحوم محمد فاضل کا ترکہ حسب ذیل نقشہ کے اعتبار سے تقسیم ہوگا:

۱۶
۸

میــــــــــــــــــــــــــت

بیوی	بیوی	لڑکی	لڑکی
(۱)		(۷)	
۱	۱	۷	۷

مرحوم محمد فاضل کا کل ترکہ ۱۶/ سہام میں تقسیم ہو کر ہر وارث کو اتنا ملے گا جتنا اس کے نام کے نیچے درج ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/ ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۸۰۰۸)

متبنیٰ کا باپ کی ملکیت میں کوئی حق نہیں

سوال [۱۱۵۳۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میں سانس کا مریض ہوں اور اب میری حالت نازک ہے، زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں، میری پہلی بیوی سے دو لڑکیاں ایک لڑکا ہے، پہلی بیوی کے انتقال کے بعد نکاح ثانی کیا، دوسری بیوی سے بھی دو لڑکیاں اور ایک لڑکا ہے، لیکن دوسری بیوی کے ساتھ دو سال کی ایک لڑکی آئی، میں نے اس کو اپنے بچوں سے زیادہ عزیز سمجھ کر پالا، اس نے بھی میری بہت خدمت کی، اس کے نکاح میں بھی میں نے متبنیٰ سمجھتے ہوئے اپنی ولدیت لکھائی، میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ یہ لڑکیوں میں برابر کی شریک مانی جائے، اس کے علاوہ میری بیوی کا کیا حق نکلتا ہے؟ سب کی شادی کر چکا ہوں اور سب بال بچے دار ہیں، صرف ایک لڑکے محمد عالم کی شادی نہیں کر سکا ہوں؟

المستفتی: شمس الدین کاشی پور نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جو لڑکی دوسری بیوی کے ساتھ آئی ہوئی ہے وہ شرعی طور پر آپ کے ورثاء میں داخل نہیں ہے، آپ کے مرنے کے بعد وہ آپ کے ترکہ میں سے کسی قسم کے حصۂ شرعی کی مستحق نہیں رہے گی، البتہ اگر آپ اپنی زندگی میں اپنے اختیار اور مرضی سے اس کو کچھ دے کر مالک بنا دیں گے، اور وہ اس کو اپنے قبضہ میں لے لیتی ہے تو اس کی مالک بن سکتی ہے۔

والقبض لابد منه لثبوت الملك. (هدایه، كتاب الهبة، اشرفی دیوبند ۳/ ۲۸۳ رشیدیه ۳/ ۲۶۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶/ صفر المظفر ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۶۶۰)

لڑکے کا اپنا حصہ متبنیٰ کے نام ہبہ کرنا

سوال [۱۱۵۴۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) ایک مکان شہزادی بیگم کا ہے ان کا انتقال ہوگیا، ورثاء میں ایک لڑکا عبد الرشید، دولڑکیاں: نفیسہ بیگم، حنیفہ بیگم ہیں، شوہر کا پہلے ہی انتقال ہوگیا تھا۔

(۲) پھر حافظ عبد الرشید نے اپنا حصہ اپنے لیپا لک لڑکے مجاہد حسین (جو ان کا چچازاد بھتیجا بھی ہے) کو رجسٹری ہبہ کردیا تھا، اور حافظ عبد الرشید کا انتقال ہوگیا۔

(۳) پھر نفیسہ بیگم کا انتقال ہوگیا، اس نے اپنے ورثاء میں تین لڑکے: محمد اسلم، محمد انور، محمد سرور، دولڑکیاں: عشرت جہاں، نصرت جہاں چھوڑی ہیں، شوہر کا پہلے ہی انتقال ہو گیا تھا، ترکہ میں ۸۰ رگز کا مکان ہے۔

اب دریافت یہ کرنا ہے کہ شہزادی کے مکان میں سے ہر ایک مذکورہ وارث کو کتنے کتنے حصے ملیں گے؟

المستفتی: محمد انور محلہ قاصدی پیرغیب مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوالنامہ سے واضح ہوا کہ عبد الرشید نے اپنا حصہ مجاہد حسین کے نام ہبہ کردیا، لیکن ہبہ نامہ میں بہنوں کے حصے کا ذکر نہیں ہے، گویا کہ پورا مکان عبد الرشید کی ملکیت معلوم ہورہا ہے، اور سوالنامہ میں وضاحت ہے کہ عبد الرشید کی دو بہنیں بھی ہیں اس لیے عبد الرشید مذکورہ مکان کے چار حصے کرکے دو حصوں کا مالک ہے، اور اس کی دو بہنیں ایک ایک حصہ کی مالک ہوں گی، اس لیے اگر عبد الرشید کا ہبہ تسلیم بھی کرلیا جائے تو صاحبین کے قول کے مطابق اس کا ہبہ مجاہد حسین کے حق میں نافذ ہو چکا ہے، لیکن مجاہد کو پورا مکان نہیں ملے گا، بلکہ عبد الرشید کا حصہ یعنی مکان کا آدھا حصہ ملے گا، اور باقی نصف حصہ عبد الرشید کی دونوں بہنوں کا حق ہے، لہٰذا مذکورہ بالا ۸۰ رگز مکان میں سے چالیس

گز مجاہد حسین کو اور بیس بیس گز ہر ایک بہن کو ملے گا، اور نفیسہ بیگم کا انتقال ہو چکا ہے، اس لیے اس کا حصہ بیس گز اس کی اولاد کی طرف منتقل ہو جائے گا، ہر لڑکے کو پانچ گز اور ہر لڑکی کو ڈھائی گز ملے گا۔

وهبة المشاع فيما يحتمل القسمة من رجلين أو من جماعة عندهما صحيحة و عند أبي حنيفة فاسدة وليست بباطلة حتى يفيد الملك عند القبض . (تاتارخانية زكريا ١٤/ ٤٢٤ رقم: ٢١٥٧٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵ر ربیع الاول ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۰۰۰)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۵/ ۳/ ۱۴۳۴ھ

❁❁❁

۱۰ باب: مالِ حرام میں وراثت کا بیان

کیا سرکاری مقبوضہ زمین میں وراثت جاری ہوگی؟

سوال [۱۱۵۴۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سرکاری آراضی جس پر باپ دادا نے قبضہ کر رکھا ہے، اس میں لڑکوں کے ساتھ لڑکیوں کا حصہ بنتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: مقصود علی ٹانڈہ بادلی رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سرکاری زمین پر اگر نا جائز قبضہ ہے، تو سرکاری زمین سرکار کو واپس کردینی چاہئے، لیکن اگر یہ قبضہ ۳۳؍سال سے زیادہ عرصہ سے چلا آرہا ہے اور سرکار کی طرف سے کوئی دعویٰ نہیں ہے، تو شرعی طور پر قابضین کی ملکیت شمار ہوگی، اور اس میں قابضین کے وارثین کے لیے میراث جاری ہوگی، اور اس جائیداد میں لڑکوں کے ساتھ لڑکیوں کا بھی شرعی حق جاری ہوگا، اور لڑکی کو لڑکے کے آدھے کے حساب سے حق جاری ہوگا، اگر ایک لڑکی اور ایک لڑکا ہے تو تین حصوں میں تقسیم ہو کر لڑکے کو دو اور لڑکی کو ایک اور اگر دو لڑکے اور دو لڑکی ہیں تو چھ حصوں میں تقسیم ہو کر لڑکوں کو دو، دو، اور لڑکیوں کو ایک ایک حصہ ملے گا۔

اعلم أنه نقل العلامة ابن الغرس فی الفواکه البدریة عن المبسوط: إذا ترک الدعویٰ ثلاثا و ثلاثین سنة ولم یکن مانع من الدعویٰ، ثم ادعیٰ لا تسمع دعواه لأن ترک الدعویٰ مع التمکن یدل علی عدم الحق ظاهراً، ومثله فی البحر، وفی جامع الفتاویٰ: وقال المتأخرون من أهل الفتویٰ لا تسمع الدعویٰ بعد ستة و ثلاثین سنة . (شامی، کتاب الخنثیٰ، زکریا ۱۰/ ۴۶۸، کراچی ۶/ ۷۴۲، زکریا ۸/ ۱۱۷، کراچی ۵/ ۴۲۲، تنقیح الفتاویٰ الحامدیة، دار الکتب

العلمية بيروت ۲/ ۱۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲؍شوال ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/ ۱۱۶۷۰)

لاٹری کی رقم سے خریدی گئی جائیداد کا ورثاء کے لیے استعمال

سوال [۱۱۵۴۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہمارے والد صاحب لاٹری کا کام کیا کرتے تھے، اسی کی آمدنی سے انہوں نے کچھ جائیداد خریدی ہے، جو تقریباً ۲۱؍بیگھہ ہے، اب ان کا انتقال ہو چکا ہے۔

دریافت یہ کرنا ہے کہ یہ زمین ان کے ورثاء کے لیے استعمال کرنا یا اس کو بیچنا اور اس کی رقم سے فائدہ اٹھانا شرعاً کیسا ہے؟ ان کے ورثاء میں تین لڑکے تین لڑکیاں ایک بیوی ہے؟

المستفتی: اقبال مصطفیٰ محلہ غوری امروہہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: آپ کے مسئلہ کے مطابق اسی طرح کا سوال حضرت تھانویؒ سے بھی کیا گیا تھا جس میں رشوت کے پیسے سے متعلق سوال کیا گیا تھا، کہ رشوت کے پیسہ سے باپ نے مکان خریدا تھا، اس مکان سے اولاد اور وارثین کے لیے فائدہ اٹھانا جائز ہے یا نہیں؟ تو حضرت تھانویؒ نے فتاویٰ شامی کی مختلف عبارتوں سے استدلال کر کے یہ جواب تحریر فرمایا تھا، کہ فتویٰ کی رو سے حلال ہے، گو تقویٰ کے خلاف ہے، یعنی فتویٰ کی رو سے اس سے فائدہ اٹھانے کی گنجائش ہے، مگر تقویٰ اور دیانت کے اعتبار سے اس سے فائدہ نہیں اٹھانا چاہیے، اور اس سے فائدہ اٹھانے سے اپنے آپ کو دور رکھنا چاہیے۔ (ملاحظہ ہو: امداد الفتاویٰ ۴/ ۱۴۷-۱۴۸)

اور آپ کا مسئلہ بھی تقریباً اسی طرح کا ہے کہ والد نے لاٹری کے پیسہ سے زمین خریدی ہے اس کے بعد ان کی وفات ہوگئی، اب آپ لوگوں کو میراث میں وہ زمین مل گئی ہے،

لہٰذا قانون اور فتویٰ کی رو سے اس زمین کے آپ مالک ہیں، لیکن جب تک اس میں زمین کی قیمت کے بقدر پیسہ صدقہ نہ کردیں گے اس وقت تک اس سے فائدہ اٹھانا آپ لوگوں کے لیے دیانۃً جائز نہیں ہے۔

والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب رده عليهم و إلا فإن علم عين الحرام لا يحل له، ويتصدق به بنية صاحبه وإن كان مالا مختلطا مجتمعا من الحرام ولا يعلم أربابه و لا شيئا منه بعينه حل له حكما، و الأحسن ديانة التنزه عنه –إلى– ومفاده الحرمة وإن لم يعلم أربابه وينبغي تقييده بما إذا كان عين الحرام ليوافق ما نقلناه إذا لو اختلط بحيث لا يتميز يملكه ملكا خبيثا لكن لا يحل له التصرف فيه مالم يؤد بدله كما حققناه. (شامی، باب البیع الفاسد، مطلب: فیمن ورث مالا حراما زکریا ۷/۳۰۱-۳۰۲، کراچی ۵/۹۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/رجب المرجب ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۷۵۳)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۲/۷/۱۴۳۳ھ

کیا پگڑی میں وراثت جاری ہوگی؟

سوال [۱۱۵۴۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک جائیداد ہمارے سسر صاحب کے پاس کرایہ پرتھی، ان کا انتقال ہوگیا، ان کے انتقال پر ہمارے سالوں نے اس جائیداد کو پگڑی لے کر خالی کردیا، ہمارے سسر کی آٹھ لڑکیاں ہیں اور تین بیٹے ہیں، یہ بیٹے اپنی بہنوں سے کہتے ہیں کہ اس پگڑی میں تمہارا حصہ نہیں ہوتا ہے، یہ صرف بھائیوں کا حصہ ہے، بیٹوں کی ماں بھی بیٹوں کے ساتھ ہیں، ان کی بات کو صحیح ٹھہرا رہی ہے، شرع میں بہنوں کا حصہ ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد فہیم مغل پورہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: کرایہ داری سے دست برداری کے عوض میں جو

پیسہ ملا ہے اس میں جس درجہ کا حق بھائیوں کا ہے اسی درجہ کا حق بہنوں کا بھی ہے۔

ونص الجواب الحمد لله رب العالمين نعم إذا مات شخص وله وارث شرعي يستحق خلو حانوت مورثه عملاً بعرف ما عليه الناس وأما إذا مات شخص عليه دين ولم يخلف ما يفي بدينه فإنه يوفى من خلو حانوته. (الحموی علی الأشباه والنظائر، زکریا ص: ۲۸۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍ربیع الاول ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۰۱۵)

حق کرایہ داری میں وراثت جاری ہوگی یا نہیں؟

سوال [۱۱۵۴۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک دوکان جو کہ باپ کے نام کرائے پر تھی، باپ کے انتقال کے بعد دوکان کا کرایہ بڑے بیٹے گلزار کے نام ہوگیا، گلزا دوکان کا کرایہ نہ دے پائے، اس لیے دوکان کا کرایہ نامہ (چھوٹا بیٹا) جاوید کے نام کردیا۔

باپ کے چھ بیٹے ہیں اور دو بیٹیاں ہیں، الطاف نے اور ماں نے کرایہ نامہ (چھوٹے بیٹے) جاوید کے نام کرادیا، دوکان کو چلانے والے الطاف ہیں، چھوٹا بیٹا جس کے نام کرایہ نامہ ہے، اب وہ اس دوکان کو بیچنا چاہ رہا ہے تو اس دوکان پر چھ بیٹے اور دو بہنوں کا حصہ ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد جاوید بن محمد کامل امروہہ گیٹ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر کرایہ دار دوسرے کرایہ دار کو اپنے حق کرایہ داری سے دست برداری کے عوض میں پیسہ لے کر کرایہ داری منتقل کردیتا ہے اور اس پر مالک جائیداد بخوشی دستخط کردیتا ہے تو ایسی صورت میں حق کرایہ داری سے دست برداری پر جو پیسہ لیا گیا ہے وہ پیسہ اس کے سارے ورثاء کے درمیان شرعی حصہ کے اعتبار سے تقسیم ہوجائے گا۔

فیجوز فی العقود الاتفاق علی التنازل عن الحق فی التعویض عن الأموال. (الفقہ الإسلامی و أدلتہ، ہدی انٹر نیشنل ۹/۱ ۷٤)

فإذا أراد صاحبہا النزول عنہا لغیرہ بعوض جعلوا ذٰلک بطریق الفراغ کالنزول عن الوظائف وقدمنا عن المفتی أبی سعود أنہ أفتی بجوازہ. (شامی، مطلب: فی بیان مشد المسکۃ زکریا ۷/۳ ٤ ، کراچی ٤/ ٥٢٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍ ذی قعدہ ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/ ۱۱۶۸۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۵/۱۱/۳ھ

کرایہ کی دوکان میں وراثت

سوال [۱۱۵۴۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: شرف الدین کا انتقال ہوا، ۵؍ستمبر ۱۹۸۷ء کو، ان کے ورثاء میں تین لڑکے: شاہنواز، محمد جاوید، محمد پرویز، تین لڑکیاں: فریدہ خاتون، افروز جہاں، نیلوفر خاتون تھیں۔

شرف الدین کے پاس میونسپلٹی رامپور کی ایک دوکان ۲۱۲؍گز کی کرایہ پر تھی، ان کے انتقال کے بعد ان کے دولڑکے شاہنواز، محمد پرویز دوکان کا کرایہ ادا کرتے تھے، ۵؍ جولائی ۱۹۹۷ء کو ان کے لڑکے محمد جاوید کا انتقال ہوگیا، اس کے ورثاء میں ایک بیوہ شگفتہ ناز، دو لڑکیاں نبیلہ اور مدیحہ اور دو بھائی اور تین بہنیں تھیں، ۱۷؍ستمبر ۱۹۹۷ء میں شاہنواز و محمد پرویز نے دوکان کا بقیہ کرایہ ادا کر کے وہ دوکان میونسپلٹی سے خرید لی، اب معلوم یہ کرنا ہے کہ اس دوکان کی ملکیت کس کی مانی جائے گی، اور اس کی تقسیم کس طرح ہوگی؟

المستفتی: شاہنواز رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کرایہ کی جائیداد ہندوستان میں دو قسموں پر ہے: (۱) وہ جائیداد جن کو کرایہ دار سے خالی کرانے کا مالک کو اختیار نہیں ہے۔

(۲) وہ جائیداد جن کو خالی کرانے کا مالک کو اختیار رہتا ہے، جیسا کہ مساجد و مدارس وغیرہ کی جائیداد ہیں، تو جن جائیداد کو خالی کرانے کا اختیار نہیں ہے، ان میں شرعاً کرایہ دار کے تمام ورثاء کا حق متعلق ہو جاتا ہے، خریدنے کی صورت میں حق خریداری سب کو حاصل ہو جاتا ہے، اور رہائش اور منافع حاصل کرنے کی صورت میں حق رہائش اور حق منفعت بھی سب کو حاصل ہو جاتے ہیں، اور جن کو خالی کرانے کا اختیار ہوتا ہے ان کا معاملہ صرف قابض تک محدود رہتا ہے، ان میں ورثاء وغیرہ کسی کا کوئی حق متعلق نہیں ہوتا اور سوالنامہ میں جس جائیداد کا ذکر ہے یہ ان جائیداد میں سے ہے جن کو خالی کرانے کا اختیار نہیں ہے، لہٰذا اشرف الدین کو اس جائیداد کی نیم ملکیت حاصل تھی، اور اس درجہ کی ملکیت اس کے انتقال کے بعد اس کے تمام ورثاء کو بھی حاصل ہوگی، اس لیے خریداری کا اختیار بھی سب کو حاصل ہے، پس جاوید کے ورثاء کو بھی خریداری کا حق تھا، لہٰذا شاہنواز اور محمد پرویز نے اگرچہ پیسہ ادا کر دیا ہے، مگر یہ دونوں جاوید کے ورثاء سے ان کے حصہ کی رقم حاصل کر کے ان کو بھی خریداری میں شامل کر لیں اس لیے کہ ان کو بھی اس کی خریداری میں شرکت کا حق ہے۔

الحق متی ثبت لایبطل بالتاخیر ولا بالکتمان. (قواعد الفقه اشرفی ص:۷۷)

الثابت بالعرف کالثابت بالنص. (قواعد الفقه اشرفی ص:۷٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳/ ذی قعدہ ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۲ ۶۳)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۰/۱۱/۳ھ

وراثت میں ملی سودی رقم، اور اس سے خریدے گئے ترکہ کا حکم

سوال [۱۱۵۴۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ صابر کو اپنے والد حامد سے وراثت میں کچھ مال حاصل ہوا اور کچھ زمین بھی ملی ہے، تحقیق یہ ہے کہ جتنا مال ہے وہ بھی سود کا مال ہے اور جو مکان ہے، وہ بھی سود کے پیسے سے خریدا ہوا ہے، اور اسی روپیہ سے بنوایا ہے اور جتنی زمین ہے وہ بھی سود کے مال سے خریدی ہوئی

ہے، صابر یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ اس کے لیے زمین کی پیداوار کا استعمال کرنا، مکان کو استعمال کرنا اور جو نقد مال ہے، اس کا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ ایک طرف زمین اور مکان اور نقد مال لاکھوں کی قیمت کا ہے، اور دوسری طرف سود کا خیال آتا ہے، مجھے کیا کرنا چاہیے؟

المستفتی: اقبال احمد جامعہ مارکیٹ ککرالہ ضلع بدایوں

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوالنامہ سے واضح ہوتا ہے کہ زمین، مکان، دیگر اموال سب سودی رقم کے ہیں اور آپ کو معلوم بھی ہے کہ سب کے سب سود کے ہیں تو ایسی صورت میں آپ پر واجب ہے کہ جن لوگوں سے سود لیا گیا ہے ان کی رقم ان کو واپس کردیں (یہ حکم بشرط سہولت اور مقدار بھی معلوم ہونے پر ہے) اور اگر اصل مالک معلوم نہ ہو تو بغیر نیت ثواب سب کا صدقہ کردینا ہوگا۔

أخذ مورثه رشوة أو ظلماً إن علم ذٰلک بعینه لا یحل له أخذه وإلا فله أخذه حکماً أما فی الدیانة فیتصدق به بنیة إرضاء الخصماء. (شامی، مطلب: فیمن ورث مالا حراما زکریا ۷/ ۳۰۱، کراچی ۵/ ۹۹، بزازیه زکریا جدید ۳/ ۲۰۳، وعلی هامش الهندیة ۶/ ۳۶۰، مجمع الأنهر دار الکتب العلمیة بیروت ۴/ ۱۸۷، مصری قدیم ۲/ ۵۲۹) **فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۳۱۹۲)

وراثت میں ملی سودی رقم کا حکم

سوال [۱۱۵۴۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: محمد احمد کا انتقال ہوا، ان کے پچاس ہزار روپئے ایف ڈی میں رکھے ہوئے تھے، اور وہ نینی تال کے بوچڑ خانہ کی مسجد سے متصل ایک کمرہ میں رہتا تھا، اس کے علاوہ بینک

میں بھی کچھ روپئے رکھے ہوئے تھے، کل ملا کر ایک لاکھ پچھتر ہزار روپئے تھے، ان روپیوں کو حاصل کرنے میں ستائیس ہزار روپیہ خرچ ہوا، باقی ایک لاکھ اڑتالیس ہزار روپیہ موجود ہے، اس میں کچھ سود کا پیسہ بھی ہے جو بینک میں بڑھ گیا تھا، اور مرحوم کے کوئی حقیقی بھائی حقیقی بہن اور کوئی چچا، تایا وغیرہ بھی نہیں تھے، نہ ان کی اولادیں تھیں، نہ مرحوم نے شادی کی، ہاں البتہ مرحوم کے پردادا کے تین لڑکوں کی اولادیں زندہ ہیں، عبدالعزیز، عبدالعزیز کے دولڑکے تھے، ان میں سے محمد عارف کا انتقال مرحوم سے پہلے ہوگیا تھا، ان کا بیٹا ناظم زندہ ہے اور عبدالعزیز کے دوسرے بیٹے محمد یوسف مرحوم محمد احمد انتقال کے وقت زندہ رہے، محمد یوسف کے بھی دو لڑکے ہیں: عبدالستار، عبدالستار کے دولڑکے ہیں، محمد یونس اور محمد حنیف مرحوم محمد احمد کے انتقال کے وقت محمد یونس زندہ تھے، اور حنیف کا پہلے انتقال ہو چکا تھا۔

عبدالغفار: عبدالغفار کے دولڑکوں میں ایک لڑکا محمد فرحین زندہ ہے، جبکہ دوسرا لڑکا منن محمد احمد سے پہلے انتقال کر چکا ہے، حاصل یہ نکلا کہ محمد احمد کے انتقال کے وقت ان پردادا کے تین پڑپوتے زندہ ہیں، محمد یوسف، محمد یونس اور فرحین عرف چھدا، باقی سب کا انتقال ہو چکا تھا، تو بتائیے کہ محمد احمد کا متروکہ پیسہ شرعی ورثاء کے درمیان کس طرح تقسیم ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مرحوم کے شرعی ورثاء میں محمد یوسف، محمد یونس اور محمد فرحین عرف چھدا شامل ہیں اور ان کے نیچے کے لوگ وارثین میں شامل نہیں ہیں، اور نہ ہی پردادا کی مؤنث اولادیں وارث ہوسکتی ہیں، لہٰذا بر تقدیر صحت سوال وعدم موانع ارث و بعد ادائے حقوق ما تقدم مرحوم کا متروکہ ایک لاکھ اڑتالیس ہزار روپیہ مرحوم کے مذکورہ شرعی ورثاء کے درمیان درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا:

۳ میت	تباین	ترکہ ۱۴۸۰۰۰ روپیہ
محمد یوسف	محمد یونس	محمد فرحین
۱	۱	۱
$\frac{1}{3}$ ۴۹۳۳۳ روپیہ	$\frac{1}{3}$ ۴۹۳۳۳ روپیہ	$\frac{1}{3}$ ۴۹۳۳۳ روپیہ

مرحوم کا کل ترکہ تین سہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا اتنا ملے گا جو اس کے نام کے نیچے ترکہ میں سے درج ہے اور ہر ایک کے اپنے حصہ میں جو سود کا پیسہ آیا ہے وہ نادار فقیروں میں بلانیت ثواب صدقہ کردیں، اس کے علاوہ باقی روپیہ اپنی ذاتی ضروریات میں خرچ کرسکتے ہیں۔

من ملك بملك خبيث ولم يمكنه الرد إلى المالك فسبيله التصدق على الفقراء ...... والظاهر أن المتصدق بمثله ينبغي أن ينوى به فراغ ذمته ولايرجو به المثوبة. (معارف السنن، اشرفيه ديوبند ١/ ٣٤)

لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه. (شامی، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى البيع زكريا ٩/ ٥٥٣، كراچى ٦/ ٣٨٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ر شوال المکرم ۱۴۳۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۸۰۵)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۰/۱۰/۲۹ھ

کیا پگڑی کی رقم میں وراثت جاری ہوگی؟

سوال [۱۱۵۴۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرے دادا نے ایک دوکان کرائے پر لی تھی، دادا کے انتقال کے بعد میرے والد مرحوم نے وہ دوکان سنبھالی اور ایک کیمیکلز کا کاروبار بھی کیا، والد صاحب کی حیات میں ہی وہ دوکان پہلے بڑے بھائی نے سنبھالی اور بعد میں چھوٹے بھائی دوکان پر بیٹھنے لگے، اور بڑے بھائی نے والد صاحب کا دوسرا کاروبار سنبھال لیا، ۱۹۹۲ء میں بابو جی (والد صاحب) کا انتقال ہوگیا اور ہماری والدہ بھی جنت رساں ہوگئیں، ہم تین بہنیں اور دو بھائی ہیں، سب کی شادیاں ہوچکی ہیں، چھوٹے بھائی جن کے پاس دوکان تھی، انہوں نے دوکان خالی کردی اور پگڑی کی شکل میں رقم حاصل کی ہے، کیا اس رقم میں ہم بہنیں بھی حقدار ہیں، جبکہ دونوں بھائیوں نے وہ رقم آپس میں بانٹ لی ہے؟ مہربانی کرکے دینی مشورہ فراہم کریں۔

المستفتیه: ریحانہ پروین کانٹھ کا پل مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پرانے کرائے دار جن سے دوکان خالی کرانے کا اختیار مالک جائیداد کونہیں ہوتا ہے ان کرایہ داروں کو جائیداد پر ہندوستانی قانون کے مطابق برقرار رہنے کا حق باقی رہتا ہے، شریعت کے نزدیک یہ قانون غلط اور ناجائز ہے اور کرایہ دار کا خالی نہ کرنا یہ بھی ایک ناجائز عمل ہے؛ لیکن بعض فقہاء نے بدل خلو کے طور پر حق قرار کا عوض لینے کی گنجائش لکھی ہے، اس اعتبار سے خالی کرنے پر پگڑی کی جو رقم ملی ہے، اس میں سب کا حق متعلق ہے، جیسے لڑکوں کا حق ہے ویسے ہی لڑکیوں کا بھی حق ہے، لہٰذا بھائیوں پر لازم ہے کہ بہنوں کو ان کے حصوں کے تناسب سے ان پیسوں میں سے ادا کریں۔

عن زيد بن ثابت و علي و ابن مسعود: إذا ترک المتوفى ابنا فالمال له (إلى قوله) فإن ترک بنين و بنات فالمال بينهم للذكر مثل حظ الأنثيين. (السنن الکبریٰ للبیہقی ٩/٣٠٢، رقم: الحديث ١٢٦٢٩)

فإذا أراد صاحبها النزول عنها لغيره بعوض جعلوا ذلك بطريق الفراغ كالنزول عن الوظائف. (شامی، مطلب فی بیان مشد المسکة زکریا ٧/٤٣، کراچی ٤/٥٢٤)

ويصير الخلو في الحانوت حقا له فلا يملک صاحب الحانوت إخراجه منها ولا إجارتها لغيره. (شامی زکریا ٧/٣٧، کراچی ٤/٥٢١) **فقط واللّٰہ** سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
٧؍ رجب المرجب ١٤٣٦ھ
(الف فتویٰ نمبر: ١٢١٤٢/٤١)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
٧/٧/١٤٣٦ھ

۱۱ باب التصرف فی الترکة

لڑکی مرحوم والد کا مکان بیچے تو کیا حکم ہے؟

سوال [۱۱۵۴۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک شخص حاجی نور محمد کا انتقال تقریباً ۷؍سال پہلے ہو چکا ہے، مرحوم نے اپنی ایک جائیداد مراد آباد میں تین منزل عمارت جس میں ۹؍کمرے جس کا رقبہ ۱۲۳؍گز اور تین بیٹے اور ۵؍بیٹیاں: محمد حنیف، محمد رئیس، محمد عمر، صابرہ بیگم، آمنہ، آسیہ، رابعہ، ریشما وارث چھوڑے ہیں، باپ نے اپنی زندگی میں ایک کرایہ دار دوسری منزل پر رکھا تھا جس کا کرایہ وہ خود لیتے تھے، ایک منزل پر ایک بیٹی ریشما رہتی تھی، ایک منزل پر محمد رئیس اپنے بچوں کے ساتھ رہتا ہے، یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ کرایہ دار آج بھی رہتا ہے، اور اس کا کرایہ باپ کے بعد باپ کے کہنے کے مطابق بیٹوں کو دیا جاتا ہے، اب یہ مکان بہنیں بیچنا چاہتی ہیں تو اس مکان کا ترکہ کس طرح نکلے گا؟ جبکہ بھائی مکان بیچنا نہیں چاہتے، جواب سے مستفیض فرمائیں؟

المستفتی: محمد حنیف، محمد رئیس، محمد عمر اصالتپورہ مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئولہ صورت میں مرحوم حاجی نور محمد کی متروکہ جائیداد میں ان کے سبھی وارثین کا شرعاً حق ہے اور لڑکوں پر لازم ہے کہ وہ اپنی بہنوں کو ان کا شرعی حق جلد از جلد ادا کر دیں، اور اس کی دو شکلیں ہو سکتی ہیں یا تو اس مکان کو بیچ کر جو رقم ملے، ہر بہن کو اس کے حصہ کی رقم دیدی جائے یا لڑکے اپنی جانب سے بہنوں کے حصہ کی رقم دے کر ان سے ان کا حصہ خرید لیں، الغرض جو بھی شکل ہو جلد از جلد بہنوں کا حق ادا کرنا چاہیے۔

عن ابن عباسؓ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: الحقوا الفرائض بأهلها. (صحیح البخاری، باب میراث ابن الابن إذالم یکن ابن، النسخة الهندیة ۲/۹۹۷، رقم: ٦٤٧٨، ف: ٦٧٣٥)

عن سلیمان بن موسیٰؓ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من قطع میراثا

فرضه الله، قطع الله ميراثه من الجنة. (سنن سعيد بن منصور، باب من قطع ميراثا فرضه الله، دار الكتب العلمية بيروت ۱/۹٦، رقم: ۲۸۵-۲۸٦)

اور مکان میں شرعی تقسیم درج ذیل طریقے پر ہوگی:

نورمحمد میت ۱۱

لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی
۲	۲	۲	۱	۱	۱	۱	۱

کل ترکہ گیارہ برابر سہام میں تقسیم ہوکر ہر لڑکے کو دو سہام اور ہر لڑکی کو ایک حصہ ملے گا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴ ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۰۵۲/۴۰)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴/۴/۱۴۳۴ھ

کسی ایک وارث کو ترکہ کی جائیداد کو فروخت کردینا

سوال [۱۱۵۵۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: مرتے وقت مقصود النساء نے تقریباً ۱۳۵ ر گز آراضی اور ۱۳۵ ر گز میں ایک مکان ایک منزل تقریباً ۷۰ ر منجملہ آراضی چھوڑی، اولاد میں ایک لڑکا محمد جان، اور چار لڑکیاں: صابرہ خاتون، بانو، طیبہ اور ایک چوتھی لڑکی، کل پانچ اولاد چھوڑیں، محمد جان نے یہ مکان و آراضی چار قسطوں میں فروخت کردی، بوقت فروختگی مکان قسط اول، محمد جان کی چاروں بہنیں موجود تھی، جنہوں نے محمد جان سے بلا جبر وتشدد کے کوئی مطالبہ اپنے حصۂ وراثت کا نہیں کیا اور پھر بعد فروختگی کے اس کا اظہار کیا، اسی طرح دوسری اور تیسری قسط کا معاملہ تھا، تیسری قسط کے فروخت ہونے پر دو بہنیں زندہ تھی، صابرہ خاتون اسی مکان میں رہتی تھی، جس نے اپنے بھائی محمد جان سے کسی قسم کا مطالبہ وحصہ وراثت کا نہیں مانگا، اور مشتری کو بوقت فروختگی کوٹھری کا دخل دیدیا، او دوسری بہنوں نے بھی اپنا حصۂ وراثت نہیں مانگا، ان چاروں

بہنوں میں دو بہنوں کی اولاد ہے، اور دو بہنیں لا ولد فوت ہوگئیں، اب باقی چوتھی قسط پر جو ۱۶/ ۱۰/۶۱ء کو فروخت کی اس وقت صرف ایک بہن صابرہ خاتون موجود تھی، انہوں نے اس مرتبہ بھی کوئی اپنے حصۂ وراثت کا بلا جبر وتشدد کے کوئی مطالبہ نہیں کیا، اور نا ہی زندگی میں اظہار کیا۔

دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ ان مذکورہ دو بہنوں کی اولاد اس آراضی اور مکان مذکور میں اپنی اپنی والدہ مرحومہ کے حصوں اور وراثت کا مطالبہ کررہی ہے، کیا شریعت کی رو سے ان مذکورہ بہنوں کی اولاد کو حصہ دیا جائے یا نہیں؟ محمد جان ۱۹۷۵ء میں اور صابرہ خاتون ۱۹۷۸ء میں مرگئے تھے، محمد جان نے یہ مکان فروخت کردیا، اور جن لوگوں نے یہ مکان ان سے خریدا تو یہ تہائی خریداروں پر شرعی طور پر واجب ہے؟

المستفتی: یوسف خاں محلّہ چاہ غوری امروہہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مختلف وجوہات کی بناء پر سوالنامہ میں درج شدہ بہنوں کی اولاد و ورثاء کا دعویٰ قضاء مسموع نہیں ہوگا:

(۱) جب محمد جان نے زندگی بھر مالکانہ تصرف کرتے ہوئے مختلف قسطوں میں فروخت کرڈالا اور مذکورہ بہنوں نے بلا جبر وخوف کے اپنے حق کا دعویٰ نہیں کیا، یہاں تک کہ محمد جان کا انتقال ہوگیا، تو بعد کا دعویٰ شرعاً مسموع نہیں ہوگا۔

رجل تصرف زمانا في أرض و رجل آخر يرى تصرفه فيها ثم مات المتصرف ولم يدع الرجل حال حياته لاتسمع دعواه بعد وفاته. (شامی، کتاب الخنثیٰ مسائل شتی، زکریا ۱۰/ ۴۶۸، کوئٹہ ۵/ ۵۲۴، کراچی ۶/ ۷۴۲، تنقیح الفتاویٰ الحامدية، دار الكتب العلمية بيروت ۲/ ۳)

(۲) مدعیان بہنوں نے جب اپنی زندگی میں مطالبہ نہیں کیا تو ان کی وفات کے بعد ورثاء کا دعویٰ شرعاً قابل سماعت نہ ہوگا۔

وفي الحامدية عن الولوالجية: رجل تصرف زمانا في أرض و رجل آخر يرى الأرض و التصرف ولم يدع ومات على ذٰلک لم تسمع بعد ذٰلک دعویٰ

ولده فتترک علی ید المتصرف الخ. (شامی، کتاب الخنثیٰ، مسائل شتی، زکریا ۱۰/٤٦٨، کوئٹه ٥/٥٢٤، کراچی٦/٧٤٢، تنقیح الفتاویٰ الحامدیة، دار الکتب العلمیة بیروت ٢/٣)

(۳) جب بوقت فروختگی اعزاء واقارب اورورثاء سکوت اختیار کریں اورکسی قسم کا اقدام نہ کریں تو بعد کا دعویٰ مسموع نہیں ہوا کرتا۔

باع عقارا أو حیوانا أو ثوبا و ابنه أو امرأته أو غیرهما من أقاربه حاضر یعلم به ثم ادعی الابن مثلاً أنه ملکه لا تسمع دعواه. (الدر المختار زکریا ١٠/٤٦٧-٤٦٩، کراچی ٦/٧٤٢-٧٤٣، کوئٹه ٥/٥٢٤)

(۴) اگراجنبی بھی بوقت بیع وتسلیم مبیع خاموش رہے اورمشتری خرید کرا پنا تصرف شروع کردے تو بعد کا دعویٰ قابل قبول نہیں ہوا کرتا، اوراسی پرفتویٰ بھی ہے۔

الأجنبی سکوته ولو جارا لایکون رضا إلا إذا سکت الجار وقت البیع والتسلیم وتصرف المشتری فیه زرعا و بناء فحینئذ لا تسمع دعواه علی ما علیه الفتویٰ قطعا للإطماع الفاسدة. (الدر المختار، کتاب الخنثیٰ، مسائل شتیٰ، زکریا ١٠/ ٤٦٩، کراچی ٦/٧٤٣، کوئٹه ٥/٥٢٧)

(۵) سوالنامہ میں درج شدہ صورت سے ظاہر ہورہا ہے کہ بہنوں نے بوقت بیع جبر وتشدد نہ ہونے کے باوجود کسی طرح کی پیش کش نہیں کی جس کو ہبہ سکوتی بالقرائن کی دلیل قرار دیا جاسکتا ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۳/۴۶۹)

(۶) بیعنامہ اوراقرارنامہ میں صاف صاف وضاحت موجود ہے کہ ہرقسم کے موانع سے پاک وصاف ہے جس کی تفصیل بیع نامہ میں موجود ہے، لہٰذا ان تمام وجوہات کی بنا پر سوالنامہ میں درج شدہ بہنوں کے ورثاء کا دعویٰ شرعاً مخدوش اورغیر مسموع ہوگا، بالفرض اگر واقع میں ان بہنوں کا حق تھا اوروہ مظلوم رہی ہیں جس کا کوئی معتبر ثبوت نہیں ہے، تو ان کو اپنا حق آخرت میں ملے گا، دنیا میں ورثاء کو دعویٰ کا حق نہیں ہوگا۔

قالوا: إن الحق لایسقط بالتقادم کما فی قضاء الأشباه فلاتسمع الدعویٰ فی هذه المسائل مع بقاء الحق للآخرة. (شامی زکریا ١٠/٤٦٨،

کراچی ٦/٣/٧٤٣، کوئٹہ ٥/٤/٥٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/ رجمادی الثانیہ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/۷۵۲)

تقسیم سے قبل وارث کا جائیداد کے کسی حصہ کو فروخت کرنا

سوال [۱۱۵۵۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کریم بخش کی پانچ اولاد تھیں، چار بیٹے: حشمت اللہ، عظمت اللہ، عبد اللہ، رحمت اللہ، ایک بیٹی: نور جہاں، حشمت اللہ کا انتقال تو باپ کی زندگی میں ہو گیا تھا، کریم بخش کا اپنا ایک ذاتی مکان تھا جو خود انہوں نے اپنی کمائی سے بنایا تھا، ان کا جب انتقال ہوا تو انہوں نے چار مذکورہ اولاد اور اپنی بیوی مسماۃ طهورن، یہ پانچ چھوڑے اور ترکہ میں یہ مکان چھوڑا، کریم بخش مرحوم نے اپنے مکان کے آدھے سے کچھ کم حصہ ۵۰۰/ روپیہ میں کسی کے پاس گروی رکھ دیا تھا، ان کے انتقال کے بعد ان کی بیوی نے خود محنت مزدوری کر کے وہ ۵۰۰/ روپیہ ادا کر کے اس مکان کو چھڑا لیا تھا اور اپنے گذر بسر کے لیے اس مکان کا کچھ حصہ کرائے پر دیدیا تھا۔

کریم بخش کے ان تین مذکورہ لڑکوں میں رحمت اللہ سب سے چھوٹا سب سے زیادہ تیز اور گرم مزاج تھا، گھر کے سب لوگوں سے زبردستی اور جھگڑا کر کے اپنی بات منوانا اس کی عادت تھی، کریم بخش کا یہ مکان مین روڈ پر تھا، اور اس مکان کا ایک ایک حصہ بقدر حصہ دونوں بڑے بھائیوں (عظمت اللہ اور عبد اللہ) کی بیویوں کے مہر میں بھی لکھا تھا، ابھی اس مکان کا باقاعدہ بٹوارہ نہیں ہوا تھا، کہ رحمت اللہ نے سب کی مرضی کے خلاف اس مکان کے ایک تہائی حصہ سے بھی زیادہ حصہ کو بیچنے کا ارادہ کرلیا، اور جھگڑا کر کے گھر کے سب لوگوں سے زبردستی اس بات کو منوانے کی کوشش کی کہ اس کو بیچ کر اس کی رقم سے باقی جگہ میں تم سب کے لیے مکان بنواؤں گا اس سے اس کی والدہ نے بھی اور دونوں بڑے بھائیوں کی بیویوں نے بھی

منع کیا، مگر رحمت اللہ نے تمام کو گالیاں بکیں اور کچھ دوسرے لوگوں سے بھی دباؤ ڈلوایا غرضیکہ اس طرح مجبوراً مرضی کے خلاف عبد اللہ کی بیوی نے پھر عظمت اللہ کی بیوی نے بھی اپنی رضا مندی سے دستخط کر دیئے، اس طرح تہائی سے بھی زیادہ حصہ مکان کا رحمت اللہ نے بیچ دیا، اور اس کی پوری رقم اپنے قبضہ میں کر لی، اور پھر اس رقم سے سب سے پہلے ایک پھڑ خرید کر اس میں دوکان شروع کر دی پھر اس رقم میں سے باقی جگہ کے مین روڈ والے ایک حصہ پر اس نے ایک کوٹھری بنائی اور پھڑ بیچ کر دوکان اس کوٹھری میں رکھدی اور پھر باقاعدہ بٹوارہ کے بغیر ان دونوں بھائیوں (عظمت اللہ، رحمت) نے مین روڈ کی طرف کی بنی ہوئی اور بلا بنی ہوئی جگہ سب اپنے قبضہ میں کر کے مین روڈ کی طرف کی جگہ کو آدھی آدھی بانٹ لی۔

عبد اللہ کے لیے اندر کا حصہ بغیر بنا ہوا جو کھنڈر کی طرح تھا اور ایک تہائی سے بہت کم تھا چھوڑ دیا، عبد اللہ کی بیوی نے سختی سے کہا بھی کہ یہ ناانصافی ہمارے ساتھ کیوں ہو رہی ہے، کہ مین روڈ کی طرف کی جگہ سب تم نے لے لی اور ہمیں اندر کی جگہ دیدی اور وہ بھی کم، تو رحمت اللہ نے بگڑ کر کہا کہ ابھی کوئی بٹوارہ تھوڑا ہی ہو رہا ہے، اس کے کچھ عرصہ کے بعد عبد اللہ کے لڑکوں نے عظمت اللہ سے اس کی جگہ میں سے آدھی جگہ خریدنا چاہی تو رحمت اللہ نے ان کو نہیں خریدنے دی، اور گالیاں بکنی شروع کر دیں۔

رحمت اللہ خود اس کو لینا چاہتا تھا، مگر اس کے پاس پیسے نہیں تھے، اور عظمت اللہ اس کو بیچنا چاہتے تھے، تو عبد اللہ کی بیوی نے یہ سوچ کر کہ عظمت اللہ کسی غیر کو بیچ دیں گے، وہ غیر آدمی پتہ نہیں کیسا ہوگا، اس لیے رحمت اللہ کو لینے کا موقع دیدیا اور اس بیچاری نے اپنا زیور بھی رحمت اللہ کو دیدیا کہ لو یہ زیور کہیں گروی رکھ کر اور پیسہ لا کر خود اس زمین کو خرید لو تو اس طرح یہ زمین اس کو خریدوادی، تو اس عورت کا تو اس رحمت اللہ کے ساتھ یہ حسن سلوک، رحمت اللہ نے اگر چہ پھر یہ زیور گروی رکھا ہوا چھڑا کر اپنی بھابھی کو واپس کر دیا، مگر اس زمین کے روپیہ میں سے جس کو وہ سب سے پہلے بیچ چکا ہے، کسی کو بھی ایک پائی نہیں دی، جبکہ اس زمین کے روپیہ میں دونوں بھائیوں (عظمت اللہ اور عبد اللہ) کا اور بہن نور جہاں اور والدہ طہورن سب کا حصہ نکلتا

تھا، اس پیسے سے جو جگہ بنائی یا جو کاروبار کیا اس کا اب تک اکیلا ہی مالک ہے، ۲۵/سال کے عرصہ میں اس نے اس کاروبار کو بہت بڑھالیا ہے، اور زمین کے بیچنے کے بعد باقی بچی ہوئی زمین میں سے بھی ایک تہائی سے زیادہ جگہ پر قابض ہے، جس کا اوپر ذکر ہوا۔

(۱) تو اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ رحمت اللہ کا یہ مذکورہ سخت رویہ بے حد غلط اور سراسر ظلم اور زیادتی ہے یا نہیں؟

(۲) یہ بھی فرمائیں کہ کریم بخش کے انتقال کے بعد ان کا مذکورہ بالا متروکہ مکان تینوں بیٹوں، ایک بیٹی ایک بیوی ان پانچ وارثوں کے درمیان کس طرح تقسیم ہوگا؟

(۳) اس مکان میں سے ایک تہائی سے بھی زیادہ جگہ جو رحمت اللہ نے سب ورثاء کی مرضی کے خلاف بیچ کر اس کا روپیہ اپنے ہی پاس رکھا اس روپئے میں بھی سب ورثاء کا حصہ تھا تو اس روپیہ سے جو نفع کمایا ہے اس میں بھی سب کا حصہ ہے تو اب رحمت اللہ کے ذمہ سب ورثاء کو ان کا حصہ دینا لازم اور ضروری ہے یا نہیں؟ اور اب رحمت اللہ سب ورثاء کو ان کا حصہ کس طرح دے اور کتنا دے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کریم بخش کے انتقال کے بعد مذکورہ جائیداد میں اس کے تمام شرعی ورثاء کا حق متعلق تھا، اور رحمت اللہ کا دوسرے حقداروں کی مرضی کے بغیر تقسیم سے قبل جائیداد کے کسی بھی حصہ کو فروخت کرنا جائز نہیں تھا، اور اگر فروخت کردیا تھا تو اس کی قیمت میں تمام ورثاء کا حق تھا، لہٰذا اس کو فروخت کر کے جو بھی چیز اس نے خرید لی ہے اس میں دوسرے ورثاء کا حق تھا، ورنہ فروخت شدہ حصہ اس کے حق میں سے مجریٰ کر کے اس کا حصہ منتقل ہوگا، اور اگر فروخت شدہ اس کے حق سے زیادہ ہے تو جتنا زیادہ ہے اتنے کی قیمت دوسرے ورثاء کو ادا کردینا اس پر شرعاً لازم ہے، ہاں البتہ جس پیسہ سے اس نے اب تک نفع اٹھایا ہے اس نفع میں دوسرے ورثاء کا حق نہیں اور اس نے جو کچھ بھی کیا ہے وہ سب سراسر ظلم اور بے انصافی ہے، اس لیے تمام ورثاء سے معافی تلافی کرنا اس پر لازم ہے، اور جو حصہ فروخت کر کے اس نے فائدہ اٹھایا ہے وہ حصہ اس کے حق وراثت میں مجریٰ ہوجائے گا

اور جو کچھ حق سے زائد ہے، اس کی قیمت دوسرے ورثاء کو دیدینا لازم ہوگا۔

عن أبی حمید الساعدي، أن رسول الله ﷺ قال: لایحل لامرئ أن یأخذ مال أخیه بغیر حقه، وذٰلک لما حرم الله مال المسلم علی المسلم.

(مسند أحمد بن حنبل ٥/٤٢٥، رقم: ٢٤٠٠٣)

لایجوز لأحد أن یتصرف فی ملک غیره بلا إذنه أو وکالة منه أو ولایة علیه وإن فعل کان ضامنا. (شرح المجلة رستم اتحاد ١/٦١، رقم المادة: ٩٦)

لو تصرف أحد الورثة فی الترکة المشترکة وربح فالربح للمتصرف وحده. (هندیه، الباب السادس فی المتفرقات زکریا قدیم ٢/٣٤٦، جدید ٢/٣٤٣)

اور کریم بخش کا ترکہ اس طرح تقسیم ہوگا:

کریم بخش میت ۸

بیوی	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی
۱	۲	۲	۲	۱

کل آٹھ سہام میں تقسیم ہوکر ہر ایک کو اتنا ملے گا جو اس کے نیچے درج ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳/ ذی قعدہ ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۳۵۶)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۰/۱۱/۳ھ

بیوی کی متروکہ جائیداد میں غیر شرعی تصرف کا حکم

سوال [۱۱۵۵۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) جب حمیدن کے گیارہ شرعی ورثاء موجود ہیں تو کیا حمیدن کے شوہر کو یہ حق پہنچتا ہے کہ حمیدن کی تمام جائیداد صرف ایک وارث کے نام کرادیں، یا کسی غیر کے ہاتھ فروخت کردیں جبکہ دوسرے ورثاء اس سے قطعاً راضی نہیں ہیں؟

(۲) کیا کسی شرعی وارث کے لیے وصیت کرنا جائز ہے؟

المستفتی: محمد طالب محلّہ کٹار شہید مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) حمیدن کے انتقال کے وقت جو کچھ حمیدن کی ملکیت میں تھا وہ اس کے تمام ورثاء کو بقدر حصص شرعیہ پہنچے گا، اس کے شوہر کو یہ حق نہیں ہے کہ تمام ملکیت پر قبضہ کر کے ایک شخص کے نام کرادے یا کسی غیر کے ہاتھ فروخت کردے، ہاں اگر بالغین ورثاء اپنے حق میں اجازت دیدیں تو جائز ہوگا، ورنہ نہیں۔

وكل ما جاز بإجازة الوارث يتملكه المجاز له. (هدايه، كتاب الوصايا، فى صفة الوصية، اشرفى ٤/٦٥٦، الموسوعة الفقهية الكويتية ٤٣/٢٥٩، البنايه اشرفيه ديوبند ١٣/٣٩٤)

ولا تجوز لوارثه لقوله عليه السلام: إن الله تعالىٰ أعطىٰ كل ذى حق حقه ألا لا وصية لوارث ولأنه يتأذى البعض بإيثار البعض ففي تجويزه قطيعة الرحم (إلى قوله) إلا أن يجيزها الورثة. (هدايه، كتاب الوصايا، باب فى صفة الوصية، اشرفى ٤/٦٥٤-٦٥٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴؍محرم الحرام ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۹/۳۲۸۸)

باپ کے ترکہ سے بھائیوں کی رضامندی سے خریدی گئی زمین کس کی ملک؟

سوال [۱۱۵۵۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہمارے والدین کے انتقال کے بعد جو کچھ اثاثہ تھا وہ ہمارے سپرد کردیا گیا، چونکہ گھر میں سب سے بڑا میں ہی تھا، اس لیے سب ذمہ داری میرے سپرد کردی، بھائیوں کو پڑھایا لکھایا، خرچ وغیرہ سب کرتا رہا، بعد میں ہم نے چھوٹے بھائی کو دیدیا، صرف پانچ فٹ جگہ بازار میں دوکان کی تھی، اس کے بارے میں میں نے کہا: جب تک میں بیٹھوں گا بعد میں

کوئی بھی بیٹھے، لیکن چھوٹے بھائی اس کے لیے تیار نہیں ہوئے، تو ہم انکے اوپر بگڑے کہ تم لوگوں کے ساتھ اتنا کچھ کیا پھر بھی بات نہیں مانتے، اس کے بعد اس جگہ کی قیمت لگائی گئی، فیصلہ ہوا کہ جو چار ہزار روپیہ کی جگہ ہے اور جو مال ہے اس کی قیمت الگ سے جوڑی جائے گی، لیکن ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ دوکان بیچ نہیں سکتے، بغیر پوچھے، اس کے بعد ہم نے سب روپیہ ادا کردیا، اب ہم کو روپیوں کی بہت ضرورت ہے اور ہم اس دوکان کو بیچنا چاہتے ہیں، قیمت اس کی بتیس ہزار روپیہ لگ رہی ہے، بھائیوں سے پوچھا تو بھائی لوگ صرف پندرہ ہزار دے رہے ہیں، ہم نے دوسرے کے ہاتھ بیچ دی، اب بھائی لوگ فساد مچا رہے ہیں کہ کیوں بیچی، اگر روپیہ چاہتے ہو تو چار ہزار ہم سے لے لو، تو ایسی صورت میں ہم پر کیا کیا حق بنتا ہے؟ جبکہ اس جگہ کی قیمت بھائیوں کو دی جا چکی ہے، بعد میں بیچنے کے وقت پوچھا تو کوڑی کے دام لگا رہے ہیں، اب جب بیچ دی تو آواز اٹھا رہے ہیں، شریعت مطہرہ میں جوان کا حق ہم پر ہوتا ہو آپ تحریر فرمادیں، ہمیں منظور ہے؟

المستفتی: عبدالرشید سانڈی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب آپ نے اپنے بھائیوں کی رضامندی سے دوکان اور دوسرے اسباب خرید کر اس پر قبضہ کرلیا تو ان چیزوں پر آپ کی مکمل ملکیت حاصل ہوگئی، لہٰذا آپ اپنی مملوکہ شئ کسی کے ہاتھ کسی بھی قیمت پر فروخت کرسکتے ہیں اور اس پر آپ کے بھائیوں کو اعتراض کرنے کا شرعی حق حاصل نہیں ہے۔

وإذا قبض المشتری المبیع فی البیع الفاسد بأمر البائع وفی العقد عوضان، کل واحد منهما مال، ملک المبیع ولزمته قیمته. (هدایه، باب البیع الفاسد، فصل فی أحکامه، اشرفی دیوبند ۳/ ۶۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹؍رجب المرجب ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۱۳۵)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۹/ ۷/ ۱۴۲۴ھ

لڑکی کا اپنے بھائیوں سے چھپ کر کچھ جائیداد والدین کیلئے ایصال ثواب کرنا

سوال [۱۱۵۵۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں :سیدہ کے والدین کے انتقال کے بعد اس کے بھائیوں نے مال اسباب آپس میں تقسیم کرلیا، سیدہ کو کچھ نہیں دیا، اس مال کا ایک بہت ہی معمولی جز سبھی کی لاعلمی میں سیدہ کے پاس ہے، کیا سیدہ اس جز کو کسی کو بتائے بغیر کسی کار خیر میں والدین کو ایصال ثواب کی نیت سے خرچ کرسکتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: بشرط صحت سوال وعدم موانع ارث وبعد ادائے حقوق متقدمہ سیدہ کے والدین کے انتقال کے بعد سیدہ کے والدین کی پوری جائیداد کو پانچ حصوں میں تقسیم کرکے بھائیوں کو دو دو حصہ اور بہن کو ایک حصہ دینا لازم اور ضروری ہے، لہٰذا سیدہ کے بھائیوں کا باپ کی پوری جائیدا داپنے ہی میں بانٹ کرلے لینا اور بہن سیدہ کو کچھ نہ دینا، قرآن کریم کی صریح نص کے خلاف ہے، جو شرعاً جائز نہیں، اور بھائیوں کی لاعلمی کی وجہ سے باپ کی جائیداد کا معمولی سا حصہ سیدہ کے پاس محفوظ ہے، اگر وہ اس کے شرعی حصہ کی مقدار کے برابر ہے تو اس کو اس نیت سے روکے رکھنا جائز ہے کہ وہ اس کا شرعی حق ہے، اور بھائیوں کو اطلاع کردے کہ اس کو اس کا حق قدرتی طور پر مل چکا ہے، اگر وہ حصہ شرعی سے زائد ہے تو اس کو بھائیوں کو دیدے اور اپنے حصہ کو اپنی ذات پر اور دیگر کار خیر میں خرچ کرسکتی ہے۔

﴿يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِيٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ . [النساء: ١١]

والفتویٰ اليوم على جواز الأخذ عند القدرة من أى مال كان لا سيما في ديارنا لمداومتهم العقوق. (شامی، کتاب الحجر زکریا ۹/ ۲۲۱، کراچی ۶/ ۱۵۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۴۵۱/۳۹)

میت کا کل ترکہ مسجد میں دینے کی وصیت کرنا

سوال [۱۱۵۵۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک شخص بہار کے رہنے والے تھے، انہوں نے بہار میں رہتے ہوئے اپنی بیوی کو طلاق دیدی تھی اور اس مطلقہ عورت سے اولاد بھی ہے، دولڑکے تین لڑکیاں، اولاد کی پرورش ماں نے کی ہے، اوراس شخص کی جوملکیت تھی وہ سب اس شخص نے مہر کے عوض مطلقہ کو دیدی تھی اوراس کے بعد وہ قصبہ لاوڑ ضلع میرٹھ میں مؤذن رہے اوراب وہ اپنی جورقم تھی جمع کرتے رہے، اوراولاد سے اپنی زندگی میں قطع تعلق رکھا، اب اس شخص کا انتقال ہوگیا ہے اور تمام اولاد کی شادی ان کے بغیر ہی کی گئی یعنی ان کوشادی کی اطلاع نہیں دی گئی، صرف ایک لڑکا باقی ہے جس کی شادی ابھی نہیں ہوئی ہے، مرنے والے نے جورقم مسجد میں رہ کر کمائی ہے وہ چھتیس ہزار روپئے ہے، اور مرنے والے نے وصیت کی تھی کہ اس رقم کو میرے مرنے کے بعد تمام مسجد میں دیدینا، اب جو مرنے والے کی اولاد اس رقم کا مطالبہ کررہی ہے، تو کیا یہ تمام رقم مسجد میں رکھیں یا ورثا کو تقسیم کردیں، یا دونوں میں، اگر دونوں میں تقسیم کرنا ہے تو براہ کرم حصوں کی بالتفصیل تقسیم فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں؟

المستفتی: ملاجی رئیس الدین قصبہ لاوڑ میرٹھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر مرنے والے نے یہ وصیت کی ہے کہ تمام رقم مسجد میں ہی دیدی جائے تو شریعت کا حکم یہ ہے کہ جب مرنے والے کے حقیقی وارث موجود ہوں تو صرف ایک تہائی میں وصیت نافذ ہوتی ہے، لہٰذا سوالنامہ میں درج کردہ ۳۶/ ہزار روپئے تین حصوں میں تقسیم ہوکر ایک حصہ مسجد کو وصیت کی بناء پر ملے گا، باقی دو حصے مرحوم کے شرعی اور حقیقی وارثین کو ملیں گے، اسی طرح ان ۳۶/ ہزار روپئے کے علاوہ مرحوم کا اگر دیگر ترکہ ہوتو وہ ورثین کے درمیان تقسیم ہو جائے گا، لہٰذا کل ۳۶/ ہزار روپئے ۲۱/ حصوں میں

تقسیم ہوکر سات حصے مسجد کوملیں گے اور باقی چودہ حصے میں سے دو، دو حصے تینوں لڑکیوں کوملیں گے اور چار، چار حصے دونوں لڑکوں کوملیں گے۔

ولاتجوز بمازاد علی الثلث لقول النبی علیه السلام فی حدیث سعد بن أبی وقاص: الثلث، والثلث کثیر بعد ما نفی وصیته بالکل، ولأنه حق الورثة. (هدایه کتاب الوصایا، باب فی صفة الوصیة، اشرفی دیوبند ٤/٥٥-٦٥٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ رشعبان المعظم ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۱۲)

تقسیم وراثت سے پہلے ورثاء کا اپنا حصہ راہِ خدا میں خرچ کرنا

سوال [۱۱۵۵۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میری والدہ محترمہ کا انتقال ہوگیا، ان کے ہم تین وارث ہیں ایک لڑکا، دو بہنیں، ہم لوگوں نے آپس میں باتفاق رائے یہ طے کیا کہ ان کا جو کچھ بھی ہے، روپیہ کپڑے وغیرہ وہ سب اللہ کی راہ میں تقسیم کردیا جائے، تاکہ اس کا مرحومہ کو ثواب ملے، اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم تینوں نے یہ طے کیا کہ جو جیسا مناسب سمجھے، ضرورت کے مطابق خرچ کردے، اس پر تینوں میں سے کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہے، کیا یہ ضروری ہے کہ اس روپیہ وکپڑے وغیرہ کو تینوں ورثاء پہلے شرعی طور پر تقسیم کرلیں اوراس کے بعد اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کریں، برائے مہربانی اس پر تفصیل سے روشنی ڈال کر ہم لوگوں کو صحیح رہنمائی فرمائیں تاکہ جانے انجانے میں کوئی غلط قدم نہ اٹھ جائے؟

المستفتی: سید نظام الدین گھیر سعید خاں مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر سب ورثاء بالغ ہیں اور بخوشی اپنا اپنا حصہ کار خیر میں دینے پر تیار ہیں تو تقسیم سے قبل اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی گنجائش ہے، مگر پھر بھی

بہتر اور افضل یہی ہے کہ اولاً تقسیم کر کے ہر وارث اپنے اپنے حصہ کو قبضہ میں لے لے، اور اس کے بعد آزادانہ طور پر اپنی اپنی ملکیت کو راہِ خدا میں بے تکلف خرچ کر دے۔ (مستفاد: بہشتی زیور ۵/ ۶۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷/ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۷۱۶)

بیٹا باپ کی جائیداد بیچ دے اور پوتا اپنے نام کرالے تو کیا حکم ہے؟

سوال [۱۱۵۵۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: تمام پور شورا پور ضلع گلبرگہ کے باشندے مرحوم عبد الکریم صاحب چودھری کی ایک موروثی زمین ۱۹۶۶ء میں اس وقت کے مطابق کل سترہ سو روپئے میں مرحوم عبد الکریم صاحب چودھری کی لاعلمی میں عبد الکریم صاحب کے حقیقی بیٹے مرحوم عظمت اللہ چودھری اور بھتیجا عبد الواحد چودھری ایڈوکیٹ نے میونسپلٹی کو فروخت کردی تھی، چند سال کے بعد فروخت کنندہ کے حقیقی بیٹے عارف الدین چودھری (جو اس وقت تحصیل آفس میں ملازم تھے) نے خرید وفروخت کی باضابطہ قانونی کارروائی کے بغیر کسی طرح سے اس زمین کو اپنے نام کرلیا تھا، اور کاغذی مالکانہ حیثیت حاصل کرلی تھی، اس وقت سے اب تک ۴۶/ برس ہو چکے ہیں، اور اب تک وہ زمین عارف الدین کے نام سے ہی ہے، اس پس منظر میں وضاحت طلب پہلو یہ ہے کہ عبد الکریم چودھری کی طرف سے میونسپلٹی کو زمین فروخت کیے جانے اور عارف الدین صاحب کے اپنے نام سے کرالینے کے بعد:

(۱) عارف الدین صاحب چودھری اس کے مالک ہوتے ہیں یا نہیں؟

(۲) اور اگر ملکیت ثابت نہیں ہے تو اس زمین کا شرعی حکم کیا ہے؟

المستفتی: عارف الدین چودھری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عظمت چودھری اور عبد الواحد چودھری

ایڈوکیٹ نے عبدالکریم چودھری کی لاعلمی میں اس کی موروثی زمین کو جوفروخت کیا ہے وہ بیع درست نہیں ہوئی، وہ زمین بدستور عبدالکریم کی ملکیت میں شمار ہوگی اور پھر بعد میں عبدالکریم کے بیٹے عارف الدین نے تحصیل آفس میں ملازم ہونے کے رشتہ سے اس زمین کو جو اپنے نام کرالیا ہے اس سے وہ اس زمین کا مالک نہیں ہوگا، بشرطیکہ عبدالکریم کے دیگر ورثاء کی طرف سے اس زمین میں حق وراثت کا مطالبہ جاری رہا ہوتو ایسی صورت میں سارے وارثین کو اس زمین سے اپنا اپنا شرعی حصہ وصول کرنے کا حق حاصل ہوگا۔

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه أن رسول الله ﷺ قال: لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه. (شعب الإيمان للبيهقي، دار الكتب العلمية بيروت ۳۸۷/۴، رقم: ۵۴۹۲، السنن الكبرىٰ للبيهقي دار الفكر بيروت ۵۰۶/۸، رقم: ۱۱۷۴۰)

لايجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي. (شامی، كتاب الحدود، فصل في التعزير بأخذ المال، كراچی ۶۱/۴، زكريا ۱۰۶/۶، البحر الرائق كوئٹه ۴۱/۵، زكريا ۶۸/۵، هنديه زكريا قديم ۱۶۷/۲، جديد ۱۸۱/۲)

لايجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالة منه أو ولاية عليه وإن فعل كان ضامنا. (شرح المجلة رستم اتحاد ۱/ ۶۱- ۹۶)

وفي الشرع: الظلم عبارة عن التعدى عن الحق إلى الباطل وهو الجور وقيل هو التصرف في ملك الغير و مجاوزة الحد. (قواعد الفقه اشرفی ديو بند ص:۳۶۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح	کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ	۱۶؍رجب المرجب ۱۴۳۳ھ
۱۴۳۳/۷/۱۸ھ	(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۷۵۷)

ترکہ کے مکان کی کسی وارث نے ازسرنو تعمیر کی تو تقسیم ترکہ کس طرح ہو؟

سوال [۱۱۵۵۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ زید نے اپنا مکان اپنی بیوی کو مہروں میں لکھ دیا اور مالک بنا دیا، زید کی پانچ اولاد تھیں، جس میں تین لڑکے اور دو لڑکیاں، دو لڑکوں کا انتقال زید کی موجودگی میں ہی ہو گیا تھا، جن کی اولاد موجود ہے، بیوی حیات رہی، اس کا انتقال بعد کو ہوا، تینوں لڑکوں میں سے بڑے لڑکے نے اس مہر والے والدہ کے مکان کو از سر نو بنایا، دوسرے دو لڑکوں نے کچھ نہیں دیا کہ یہ تو والدہ کا ہے، نہ معلوم وہ کس کو دیدے، بہر حال اب صرف بڑا لڑکا حیات ہے، اور دوسرے چھوٹوں کی اولاد ہے، اور ایک لڑکی حیات ہے تو اس مکان میں بڑا لڑکا جس نے اپنے صرفہ سے بنایا تھا اس کا کتنا حصہ ہے؟ اور چھوٹے دو لڑکوں کی اولاد کا کتنا حصہ ہے، اور لڑکی کا کتنا حصہ ہے، جو شادی شدہ اور بال بچے دار ہے؟ براہ کرم جلد سے جلد اس کا جواب ارسال فرمائیں تو نوازش ہوگی۔

المستفتی: سید مہربان علی قصبہ ہڈمیاں بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر زید کی بیوی کے انتقال کے وقت صرف بڑا لڑکا موجود تھا تو دو چھوٹوں کی اولاد کو حصہ نہیں ملے گا، اور بوقت انتقال جتنی لڑکیاں زندہ تھیں ان کو ان کے حقوق کے مطابق حصہ ملے گا، نیز مکان میں تعمیر سے پہلے حالت کے اعتبار سے حصص تقسیم ہوں گے۔

إن شرط الإرث وجود الوارث حيا عند موت المورث. (شامی، کتاب الفرائض، زکریا ۱۰/۵۱۱، کراچی ۶/۷۶۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵؍شوال المکرّم ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/۹۱۷)

تقسیم سے پہلے ترکہ میں تصرف، نیز لڑکیوں کی تمام ترکہ میں حصہ داری

سوال [۱۱۵۵۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) زید کے انتقال کے بعد اس کے وارثین میں چار لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں،

متروکہ مال میں منقولہ اور غیر منقولہ دونوں ہیں، ازروئے شریعت متروکہ مال کی تقسیم کس طرح ہوگی؟ اور کس حساب سے ہوگی؟

(۲) لڑکیاں صرف منقولہ اموال میں اپنے شرعی حصہ کی مستحق ہیں، یا صرف اموال غیر منقولہ میں یا دونوں میں سے اپنا شرعی حصہ لے سکتی ہیں؟

(۳) ازروئے شریعت اموال غیر منقولہ کے تحت زیورات، نقد رقم، لباس، چارپائی، تخت، میز کرسی، برتن، فرش اور دیگر روزانہ کام آنے والی اشیاء آتی ہیں یا نہیں؟

(۴) زید کے انتقال کو گیارہ سال کا عرصہ ہوگیا، لیکن ورثاء میں اس کی متروکہ میراث تقسیم نہیں ہوئی، اتنا عرصہ گذرنے کے بعد میراث کی تقسیم کا نہ ہونا یہ فعل شرعی ہے یا غیر شرعی؟

(۵) متروکہ اموال منقولہ وغیر منقولہ کا ورثاء میں شرعی تقسیم سے قبل کسی بھی وارث کا اپنے ذاتی کام میں لانا اور اس میں تصرف، ترمیم وتوسیع اور اس میں شکست وریخت اور اس کی ہیئت کذائی کی تبدیلی جائز ہے یا نہیں؟

(۶) زید کی غیر منقولہ جائیداد میں سے مکان کے بیرونی حصہ میں بعض ورثاء نے دوکانیں تعمیر کرادی ہیں، اس بارے میں ورثاء میں سے ایک وارث (لڑکی) سے نہ تو مشورہ کیا گیا نہ اس کاروئی سے اسے آگاہ کیا گیا، ایسی صورت میں دیگر ورثاء کا یہ عمل قرآن و حدیث کے مطابق ہے یا نہیں؟ اور جائز ہے یا ناجائز؟

(۷) ورثاء میں سے ایک وارث (لڑکی) اپنے والد مرحوم کی میراث کی تقسیم اور اس کا حق شرعی دیئے جانے کا مطالبہ کرتی ہے، تو اس کا یہ عمل ازروئے شریعت جائز ہے یا ناجائز؟ وضاحت فرمائی جائے۔

المستفتی: افتخار احمد، معرفت حکیم عبدالقوی صدیقی جے پور راجستھان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱)

زید میـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــت ۱۰

ابن	ابن	ابن	ابن	بنت	بنت
۲	۲	۲	۲	۱	۱

زید کا ترکہ مندرجہ بالا نقشہ کے مطابق دس سہام میں تقسیم ہو کر لڑکوں کو دو دو اور لڑکیوں کو ایک ایک سہام ملے گا۔

(۲) لڑکیاں اموال منقولہ اور غیر منقولہ دونوں میں شرعی حصہ کی مستحق ہیں اس لیے کہ ان کا والدین کے ساتھ نسبی رشتہ کا تعلق ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۱/ ۴۴۱)

ثم يقسم الباقي بين ورثته الذين ثبت إرثهم بالكتاب و السنة. (در مختار، كتاب الفرائض، زكريا ١٠/ ٤٩٧، كراچی ٦/ ٧٦١-٧٦٢، مجمع الأنهر مصری قديم ٢/ ٧٤٧، دار الكتب العلمية بيروت ٤/ ٤٩٥، البحر الرائق كوئٹه ٨/ ٤٨٩، زكريا ٩/ ٣٦٧، سراجی ص: ٦)

و يستحق الإرث بنسب و نكاح وولاء. (مجمع الأنهر قديم ٢/ ٧٤٧، دار الكتب العلمية بيروت ٤/ ٤٩٥)

(۳) سوال میں ذکر کردہ تمام چیزیں منقولہ اشیاء میں داخل ہیں، اموال غیر منقولہ میں نہیں، غیر منقولہ اس کو کہتے ہیں کہ جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہ ہوسکیں۔

(۴) انتقال کے بعد وراثت کی تقسیم میں اتنی تاخیر کرنا شرعاً درست نہیں، اس لیے کہ ایسی صورت میں بہت سے وارثین کا حق مارا جاتا ہے، کیونکہ مورث کے مرنے کے بعد اسی وقت سے ہر وارث کو اپنے حصہ سے فائدہ اٹھانے کا حق حاصل ہوجاتا ہے اور تقسیم نہ ہونے کی صورت میں بہت سے وارث ایسے رہ جاتے ہیں جو اپنے حق سے فائدہ نہیں اٹھا پاتے، مثلاً: شادی شدہ لڑکیاں، اسی طرح وہ لڑکے جو باپ کی فیملی میں نہیں ہیں، وغیرہ وغیرہ بلکہ ان کے حق سے وہی لوگ فائدہ اٹھالیتے ہیں جن کے قبضہ میں میراث ہوتی ہے۔

(۵) وراثت تمام ورثاء کا مشترک حق ہے، جب تک متعین طور پر اپنے حصہ کا پتہ نہ چل جائے محض اپنے ذاتی مفاد کے لیے اس میں ترمیم وتبدیلی اور تصرف کرنا ناجائز ہے، اس لیے فوری طور پر تقسیم کر لینی چاہیے، اس کے بعد اپنے حصہ میں آزادانہ تصرف کریں۔

(۶) دوکانیں تعمیر کرانے میں مضائقہ تو نہیں ہے، مگر اس کا کرایہ تمام ورثاء کو پہنچنا چاہیے، کیونکہ یہ حق مشترک ہے، لہٰذا اس میں لڑکی سے اجازت لینا ضروری تھا، اور اس کی اجازت کے بغیر دوکان بنانا جائز نہیں، اور اگر لڑکی نے اجازت دی ہے تو اس کا حق اس کو پہنچنا ضروری ہے۔

(۷) شرعاً لڑکی اپنے والدین کے ترکہ کی وارث ہوتی ہے، اس لیے اس کا اپنے حق کا مطالبہ کرنا خلاف شریعت اور ناجائز نہیں ہے، بلکہ یہ بالکل عین شریعت کے مطابق صحیح اور درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵ر ربیع الاول ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۶۵۵۶)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۳/۲۵ھ

بھائی بہنوں کی شادی کا خرچہ ترکہ سے مجریٰ کرنا

سوال [۱۱۵۶۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہم پانچ بھائی ہیں اور پانچ بہنیں ہیں، سوال یہ ہے کہ تین بھائی ایک جگہ اور دو بھائی الگ الگ ہیں، جو الگ ہیں یہ بڑے بھائی ہیں، اور تین چھوٹے ہیں جو ایک جگہ ہیں، سب شادی شدہ ہیں اور والد صاحب کا انتقال ہو چکا ہے اور والدہ حیات ہیں اور تین بھائی انہیں کی شرکت میں ہیں اور والد صاحب کے زمانہ میں بڑی بہن اور بڑے بھائی کی شادی ہوئی، اور باقی کچھ شادی موجودگی میں والد صاحب کی ہوئی ہیں، اور کچھ والد صاحب کے انتقال کے بعد ہوئی ہیں، لیکن جو شادی ہوئی، علاوہ دو کے سب خرچ انہیں تین بھائیوں نے کیا ہے، اور دو بھائیوں نے کچھ خرچ نہیں کیا ہے، اب سوال یہ ہے کہ جو ترکہ میں جائیداد ہے، یا کچھ مال ہو تو اس کی تقسیم ازروئے شرع کس طرح ہوگی؟ آیا ان دو بھائیوں کو بھی کچھ ملے گا یا نہیں؟ جبکہ ان کی شادی والد صاحب نے کی، اور انہوں نے کچھ خرچ بھی نہیں کیا، تو ان کا حصہ بھی کچھ جائیداد میں ہوگا یا نہیں؟ اگر ہوگا تو کتنا ہوگا؟ اور جو ان تین بھائیوں نے خرچ کیا ہے وہ بھی مجریٰ ہوگا یا نہیں؟ اور باپ کی جائیداد میں بہنوں کا حصہ ہے یا نہیں؟ اور والدہ کا کیا حصہ ہے؟ اور باقی بھائیوں کا کیا حصہ ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بشرط صحت سوال وبعد ادائے حقوق ما تقدم وعدم

موانع ارث آپ کے والدصاحب کا کل ترکہ تمام وارثین کے درمیان درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا:

۹۰/۶

میـــــت

ماں	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی
۱				۵						
۱۵	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۵	۵	۵	۵	۵

کل ترکہ ۹۰ رسہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا ملے گا جواس کے نیچے درج ہے، صورت مسئولہ میں جن لوگوں کی شادی باپ کی موجودگی میں ہوئی ہے، ان کی شادی کا خرچہ باپ کے ترکہ میں کاٹا نہیں جائے گا بلکہ وہ لوگ باپ کےترکہ میں پوری طرح حصہ دار ہوں گے، چاہےان لوگوں نے دوسرے بھائی بہنوں کی شادی میں مدد کی ہو یا نہ کی ہو، اور جن بھائی بہنوں کی شادی والد کی وفات کے بعد ہوئی ہےاوران کی شادی میں بھائیوں نے اپنی طرف سے خرچ کیا ہےتو وہ ان بھائیوں کی طرف سے تبرع اور احسان ہے، یہ خرچ اپنے بھائیوں سے وصول کرنے کا حق نہ ہوگا، ہاں البتہ اگر یہ بات پہلے طے کرلی گئی ہوتی کہ شادیوں میں جوخرچ ہوگا وہ ان بھائی بہنوں کے حصے میں سے کاٹ لیا جائے گا تو گویا بھائیوں نے مدد نہیں کی ہے بلکہ ان کی شادیوں میں قرض دیا ہے،تو ایسی صورت میں ان کے حصہ میں مجریٰ کرنے کی گنجائش ہے، اور اگرایسی بات پہلے سے طے نہیں ہوئی تو میراث میں سے مجریٰ کرنا جائز نہ ہوگا، لہٰذا باپ کا ترکہ شادی شدہ اور غیر شادی شدہ سب کو پوراپورا حصہ شرعی اعتبار سے ملے گا، ہاں البتہ بہنوں کو بھائیوں کے مقابلہ میں آدھا ملے گا۔

ولایجوز لأحدهما أن یتصرف فی نصیب الآخر إلا بأمره وکل واحد منهما کالأجنبی فی نصیب صاحبه. (عالمگیری، کتاب الشرکة، الباب الأول، الفصل الأول، زکریا قدیم ۲/ ۳۰۱، جدید ۲/ ۳۱۱، هدایه اشرفی دیوبند ۲/ ٦۲٤)

أما إذا کان بغیر أمره فلأنه تبرع بإسقاط الحق عنه فلا یملک أن

یجعل ذٰلک مضمونا علیه. (بدائع الصنائع، فصل فی حکم الهبة کرچی ۶/ ۱۳۲، زکریا ۵/ ۱۸۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۶۶۶۱)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۸/۵/۱۴۲۱ھ

شادی کے خرچہ کو متروکہ میراث میں مجریٰ کرنا

سوال [۱۱۵۶۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: حاجی محمد یاسین صاحب کا انتقال ہوا، ان کے ورثاء میں ان کی بیوی انجم پروین، اور تین لڑکے: تبریز یاسین (۱۷/سال)، نوید یاسین (۱۸/سال)، جاوید یاسین (۱۰/سال) اور دو بیٹیاں: شگفتہ یاسین (۱۸/سال)، سلمہ یاسین (۹/سال) ہیں، انتقال کے چار سال بعد شگفتہ یاسین کی اور آٹھ سال بعد تبریز یاسین کی شادی ہوئی اور غیر شادی شدہ بھائی بہنوں نے اس امید سے اجازت دی کہ باپ کے بقیہ متروکہ مال میں سے ہم سب کی شادیاں ہوں گی، اب تبریز جن کی شادی ہو چکی ہے وہ الگ ہونا چاہتے ہیں اور غیر شادی شدہ بھائی بہن یہ چاہتے ہیں کہ پہلے ہماری شادیاں باپ کے متروکہ مال میں سے ہو جائیں جیسا کہ تبریز کی شادی باپ کے متروکہ مال سے ہوئی ہے اس کے بعد جائیداد کی تقسیم شرعی اعتبار سے ہو؟

المستفتی: نوید یاسین ولد حاجی محمد یاسین مرحوم اصالت پور مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حاجی محمد یاسین کا ترکہ اس کے شرعی ورثاء کے درمیان حسب ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا:

محمد یاسین میت $\frac{64}{8}$

بیوی انجم پروین	لڑکا تبریز یاسین	لڑکا نوید یاسین	لڑکا جاوید یاسین	لڑکی شگفتہ پروین	لڑکی سلمہ یاسین
$\frac{1}{8}$ ۸	۱۴	۱۴	۱۴	۷	۷

کل ترکہ ۶۴؍ سہام میں تقسیم ہوکر جن ورثاء نے متروکہ میراث سے شادیاں کی ہیں اور غیر شادی شدہ ورثاء نے اس بات پر اجازت دی ہے کہ ان کی شادیاں بھی متروکہ میراث سے ہوں گی، تو ایسی صورت میں سب کی شادیاں متروکہ میراث سے ہونی چاہئیں، اور ہر ایک کے خرچ میں مساوات کی رعایت بھی ضروری ہے، لہٰذا اگر دوسروں کی شادی سے قبل شادی شدہ افراد الگ ہو جانا چاہیں تو تقسیم ترکہ کے وقت ان کے حصوں سے شادی کا خرچ مجریٰ کرلینا ضروری ہے تاکہ میراث میں سب کے حصے برابر باقی رہیں، لہٰذا ان لوگوں کے حصوں میں سے اتنا کم کردے جتنا شادی میں خرچ ہوا ہو۔

لايجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي. (شامی، كتاب الحدود، مطلب: فی التعزير بأخذ المال كراچی ٤/ ٦١، زكريا ٦/ ١٠٦، البحر الرائق كوئٹه ٥/ ٤١، زكريا ٥/ ٦٨، هنديه زكريا قديم ٢/ ١٦٧، جديد ٢/ ١٨١)

لايجوز لأحد أن يتصرف فی ملك الغير بغير إذنه. (قواعد الفقه، اشرفی ديوبند ص: ١١٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۰۰۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۰/۵/۱۴۲۷ھ

کسی وارث کے مال کو دھوکہ دے کر اپنے نام جائیداد کرانا

سوال [۱۱۵۶۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: محشر بانو کا انتقال ہوا، ان کے ورثاء میں دو لڑکے ہیں: وقار علی اور محمد علی، پھر محمد علی کا انتقال ہوا، بوقت انتقال ایک بیوی فردوس جہاں اور ایک لڑکا عمران علی کو چھوڑا، اور جب فردوس جہاں مرض الموت میں مبتلا ہوئی تو بیماری کی حالت میں عمران علی کی عدم موجودگی میں وقار علی کا بیٹا ناصر عرف نستور جمال نے فردوس جہاں کے حصے اور عمران علی کے حصے کا بیع نامہ لکھوا کر فردوس جہاں سے دستخط کروالیے اور اس کی جانکاری عمران علی کو نہیں تھی، پھر فردوس

جہاں کے انتقال کے بعد اس جعلی بیع نامہ کو دکھا کر پولیس کے ذریعہ عمران علی کو اپنے حصۂ پدری و مادری سے بے دخل کر کے گھر سے نکال دیا۔

اب سوال یہ ہے کہ ناصر عرف نستور نے فردوس سے بیماری کی حالت میں جو بیعنامہ لکھوایا ہے وہ شرعی طور پر درست ہوا یا نہیں؟ نیز عمران علی کا حصہ اس کی جانکاری کے بغیر جو لکھوالیا ہے وہ بھی درست ہوا یا غلط ہوا؟ شرعی حکم سے آگاہ فرمائیں۔

المستفتی: عمران علی ولد محمد اصغر علی کسرول مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عمران علی کے شہر میں موجود ہوتے ہوئے اس کی ماں سے بیماری کی حالت میں خفیہ طور پر جو دستخط کرائے گئے ہیں وہ محض فریب اور دھوکہ دہی کی بات سمجھ میں آتی ہے، کس حالت اور کس طرح دستخط کرائے ہیں اس کی کوئی وضاحت نہیں اور نہ ہی اس میں باشرع دو عادل گواہوں کی شہادت کا ذکر ہے، ایسی صورت میں یہ محض دھوکہ اور فریب کی خریداری ہے جو شریعت میں جائز نہیں ہے، نیز اس دھوکہ دہی کے باوجود عمران علی کے حق پدری میں وہ بیع کسی طرح معتبر نہیں ہے اور محمد علی کے کل ترکہ کو آٹھ حصوں میں تقسیم کر کے سات حصے عمران علی کا حق ہے اس میں ماں کو کسی قسم کے تصرف کا حق نہیں ہے اگر ماں نے بحالت صحت شرعی گواہوں کی موجودگی میں بھی عمران علی کا حصہ بیچ دیا ہوتا تب بھی وہ بیع معتبر نہیں ہوتی، لہٰذا عمران علی کا حصہ عمران علی کو حوالہ کرنا شرعی طور پر لازم ہے، اور اس کو جو گھر سے نکال دیا گیا ہے وہ محض ظلم وزیادتی پر محمول ہے۔

عن سعید بن زید بن عمرو بن نفیل ان رسول اللّٰہ ﷺ قال: من اقتطع شبرا من الأرض ظلما طوقه اللّٰه إياه يوم القيامة من سبع أرضين. (مسلم شریف، باب تحريم الظلم وغصب الأرض وغيرها، النسخة الهندية ۲/۳۳، بيت الأفكار رقم: ۱۶۱۰)

وقال أيضا: من أخذ شبرا من الأرض ظلما فإنه يطوقه يوم القيامة من سبع أرضين. (مسلم شریف، باب تحريم الظلم وغصب الأرض، النسخة الهندية ۲/۳۳، بيت الأفكار رقم: ۱۶۱۰)

لایجوز لأحد أن یتصرف فی ملک الغیره بغیر إذنه. (قواعد الفقه اشرفی دیو بند ص: ۱۱۰) **فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵؍ ذی قعدہ ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۰۹۵۴)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۵؍۱۱؍۱۴۳۳ھ

ماں کے لیے یتیم بچوں کے ترکہ کو فروخت کرنے کی اجازت نہیں

سوال [۱۱۵۶۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرے بڑے بھائی قمر علی کا انتقال ۲۲؍ ستمبر ۲۰۱۰ء میں ہو گیا تھا، جنہوں نے اپنے پیچھے اپنی بیوہ اور چار بچے، تین لڑکے، ایک لڑکی کو چھوڑا، بڑا لڑکا ۶؍ سال کا اور باقی دو ۵؍ و ۴؍ سال کے ہیں اور لڑکی تین سال کی ہے، میرے بھائی کی بیوی نے ایک کے بعد ایک جائیداد کو بیچنا شروع کر دیا اب بس ایک رہائشی مکان اور دو کان بچی جبکہ بیچی گئی جائیداد سے تیس ہزار روپئے ماہوار کی آمدنی تھی، مگر بچوں کے مستقبل کو ذہن میں نہیں رکھا، کچھ شواہد سے معلوم ہوا ہے کہ بچی ہوئی جائیداد کو بیچ کر کہیں اور نکاح کرنا چاہتی ہیں۔

اب آپ سے یہ معلوم کرنا ہے کہ کیا باقی بچی جگہ جائیداد بچانے کی نیت سے تاکہ بچوں کا حال و مستقبل خراب نہ ہو، دین وشریعت کی رو سے کچھ کیا جا سکتا ہے؟

المستفتیہ: گل رانا مغل پورہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قمر علی کی متروکہ جائیداد میں اس کی بیوی کا حق صرف آٹھواں حصہ بنتا ہے، اور اتنی جائیداد کا اسے بیچنے کا حق ہے، اس کے علاوہ بقیہ جائیداد وترکہ قمر علی کے یتیم بچوں کا حق ہے جس کو بیچنا قمر علی کی بیوہ کے لیے جائز نہیں ہے، اور بیچنے کی صورت میں وہ یتیموں کا ناحق مال کھانے والی ہے، جس کی سزا اللہ رب العزت نے جہنم کو قرار دیا ہے جو جائیداد بیچی گئی ہے اس کی رقم اور بقیہ جائیداد کو آٹھ حصوں میں تقسیم کر کے

آٹھواں حصہ بیوی کا ہے اور بقیہ سارا اولاد کے نام رجسٹری کرا کے محفوظ کردیا جائے تا کہ کوئی شخص اس کو ضائع نہ کرے، اور علاقہ کے بااثر لوگوں پر لازم ہے کہ جائیداد کو بیچنے سے بیوی پر پابندی لگائیں، اور یتیم بچوں کا حق ضائع نہ ہونے دیں۔

وماملكه اليتيم من مال غير تركة أمه فليس لوصى أمه التصرف فيه منقولا أو غيره لأن الوصى قائم مقام الأم وليس للأم التصرف فى مال طفلها. (شرح المجلة رست اتحاد ١/ ٥٤٦ رقم المادة: ٩٧٤)

مرحوم کا ترکہ درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا:

مسئلہ ۸ میت

بیوی	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی
۱	۲	۲	۲	۱
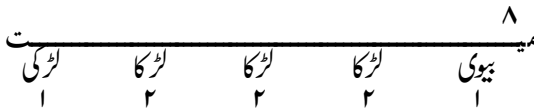
مرحوم کا کل ترکہ آٹھ حصوں میں تقسیم ہوگا جس میں سے ایک حصہ بیوی کو اور دو، دو لڑکوں کو اور ایک حصہ لڑکی کو ملے گا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱؍ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۴۸۴/۴۰)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۵/۴/۱۱ھ

تنہا ایک وارث کو کاروبار اپنے نام رجسٹرڈ کرانا جائز نہیں

سوال [۱۱۵۶۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرے والد محترم مرحوم کا بیڑی کا کاروبار ہے جو والد نے تقریباً ۱۹۵۵ء میں شروع کیا تھا، والد صاحب کے سامنے کاروباری پوزیشن کچھ خراب ہوگئی تھی، والد صاحب کا انتقال ۱۹۸۰ء میں ہوا، والد کا نام جناب اختر الدین صاحب، والدہ کا نام: صابرہ بی، اور بیٹوں کے نام: افسر الدین، سلیم الدین، نسیم الدین، شمیم الدین، نعیم الدین، فہیم الدین، وسیم الدین، بیٹیاں: راشدہ بی، ساجدہ بی، خالدہ بی، اس کے بعد ہم سب لوگ کاروبار میں محنت

کرتے رہے ۱۹۹۳ء کے قریب اس کاروبار میں ایک بھائی نے پیسہ لگایا اور اس کے بعد ایک اور بھائی بھی اس کاروبار میں شریک ہوگئے، پھر ان دونوں نے اس کاروبار کو اپنے نام رجسٹرڈ کرالیا، جس کی خبر گھر میں ان دونوں کے علاوہ کسی کو بھی نہیں تھی، کیا یہ صحیح ہے؟ جب کہ ہم سب لوگ کاروبار میں محنت کرتے رہے، وقتاً فوقتاً تھوڑا بہت پیسہ بھی لگاتے رہے، کیا باقی بھائی بہنوں کا اس کاروبار میں کوئی حق ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو کس وارث کا کتنا حق ہے؟ واضح رہے کہ فی الوقت ایک بھائی کا انتقال ہو چکا ہے، وارثین میں بیوی آمنہ بی تین بیٹیاں: اسماء، صائمہ، آسیہ ہیں، میری والدہ کا بھی انتقال دو سال پہلے ہو چکا ہے، البتہ بھائی کا انتقال پہلے ہوا ہے، اور ماں کا انتقال بعد میں ہوا ہے۔

المستفتی: فہیم الدین وبرادران، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحت واقعہ مسئولہ صورت میں مذکورہ معاملہ میں قدرے تفصیل ہے، اولاً تو یہ دیکھا جائے گا کہ والد صاحب کے انتقال کے وقت ان کا کل ترکہ کیا تھا؟ اس ترکہ میں ان کے وارثین حسب حصص شرعیہ مستحق ہوں گے، جن میں بیٹیاں اور بیوی بھی شامل ہے، اس کے بعد جو چلتا ہوا کاروبار ہے اس سے جو نفع حاصل ہوگا اس میں وہ سب بھائی اپنے حصوں اور اپنی طرف سے لگائی ہوئی مزید رقم کے تناسب سے حقدار ہوں گے، کسی بھائی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ دوسروں کی مرضی کے بغیر کاروبار اپنے نام رجسٹرڈ کرالے، البتہ اس نفع میں بیٹیوں اور بیوی کا حصہ نہیں ہے، اور اصل ترکہ وارثین کے درمیان درج ذیل تناسب سے تقسیم ہوگا:

اختر الدین میت

بیوی صابرہ	بیٹا افسر	بیٹا نسیم	بیٹا تسلیم	بیٹا شمیم	بیٹا نعیم	بیٹا فہیم	بیٹا وسیم	بیٹی راشدہ	بیٹی ساجدہ	بیٹی خالدہ
۱ / ۱۷ / ۳۰۶۰	۱۴	۱۴ / ۲۵۲۰	۱۴ / ۲۵۲۰	۱۴ / ۲۵۲۰	۱۴ / ۲۵۲۰	۱۴ / ۲۵۲۰	۱۴ / ۲۵۲۰	۷ / ۱۲۶۰	۷ / ۱۲۶۰	۷ / ۱۲۶۰

توافق

افسر میت

ماں صابره	بیوی آمنه	بیوی اسماء	بیٹی صائمه	بیٹی آسیه	بیٹی نسیم	بھائی سلیم	بھائی تسلیم	بھائی شمیم	بھائی نعیم	بھائی فہیم	بھائی وسیم	بہن راشده	بہن ساجده	بہن خالده
۴	۳			(۱۶)										
۶۰/۴۲۰	۴۵/۳۱۵	۸۰/۵۶۰	۸۰/۵۶۰	۸۰/۵۶۰	۲/۱۴	۲/۱۴	۲/۱۴	۲/۱۴	۲/۱۴	۲/۱۴	۲/۱۴	۱/۷	۱/۷	۱/۷

تداخل

صابره بی میت

بیٹا نسیم	بیٹا تسلیم	بیٹا شمیم	بیٹا نعیم	بیٹا فہیم	بیٹا وسیم	بیٹی راشده	بیٹی ساجده	بیٹی خالده
۲/۴۶۴	۲/۴۶۴	۲/۴۶۴	۲/۴۶۴	۲/۴۶۴	۲/۴۶۴	۱/۲۳۲	۱/۲۳۲	۱/۲۳۲

۲۴۴۸۰

المبلغ

الأحیاء

آمنه	نسیم	سلیم	تسلیم	شمیم	نعیم	فہیم	وسیم	راشده	ساجده	خالده	اسماء	صائمه	آسیه
۳۱۵	۲۹۹۸	۲۹۹۸	۲۹۹۸	۲۹۹۸	۲۹۹۸	۲۹۹۸	۲۹۹۸	۱۴۹۹	۱۴۹۹	۱۴۹۹	۵۶۰	۵۶۰	۵۶۰

مرحوم اختر الدین کا ترکہ ۲۴۴۸۰/حصوں میں تقسیم ہو کر اس میں سے ہر وارث کو اتنا اتنا ملے گا جو اس کے نام کے نیچے درج ہے۔

لأن التركة ما تركه الميت من الأموال صافيا عن تعلق حق الغير بعين من الأموال. (شامی، کتاب الفرائض، زکریا ۱۰/۴۹۳، کراچی ۶/۷۵۹)

إذا أخذ أحد الورثة مبلغا من نقود التركة قبل القسمة بدون إذن الآخرين وعمل فيه و خسر كانت الخسارة عليه كما أنه إذا ربح لايسوغ لبقية الورثة أن يقاسموه الربح. (شرح المجلة رستم اتحاد ۱/۶۱۰، رقم المادة: ۱۰۹۰، وهكذا فی الهندية زكريا قديم ۲/۳۴۶، جديد ۲/۳۴۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶/محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۳۸۴)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۵/۱/۱۶ھ

ایک وارث کا دوسرے وارث کے حصہ میں تصرف کا حکم

سوال [۱۱۵۶۵]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک شخص مسمیٰ حاجی عرفان مرحوم لاولد تھے، بوقت انتقال ان کے ورثاء میں مرحوم کی بیوہ مسماۃ عظمت آپا اور پانچ بھتیجے، جن کی تفصیل اس طرح ہے:

(۱) شاہد علی حقیقی بھائی کےلڑکے جن کے چار بھتیجے: محمد یامین، اسلام الدین، حنیف احمد، شریف، باپ شریک بھائی کےلڑکے ہیں، حاجی عرفان صاحب کے تعلقات ایک بھتیجے شاہد علی سے خوشگوار رہے، اوردوسرے بھتیجوں سے تعلقات بعض ناگفتہ بہ حالات کے پیش نظر نا خوشگوار تھے، جس کی دلیل ان ہر دوقسم کے بھتیجوں کے ساتھ حاجی صاحب مرحوم اوران کی اہلیہ کا وہ طرزعمل ہے جس کے اہل محلّہ شاہد ہیں، اسی وجہ سے حاجی صاحب نے اپنی جائیداد کی وصیت اپنے بھتیجے شاہد علی کےلڑکے طاہر علی کے نام کردی تھی، مرحوم کی اہلیہ جن عظمت آپا کا تعلق بھی شاہد علی اوران کے بچوں کے ساتھ خوشگوار رہا، اوروہ بھی حسب وصیت اورتعلق کی بنیاد پر حاجی صاحب مرحوم کی صحرائی وسکنائی جائیداد طاہر علی کو دینے کا وعدہ کرتی رہیں، لیکن حالات نے اچانک کروٹ لی، جن عظمت نے جنت کمانے کے شوق میں مرحوم شوہر کی ساری جائیداد سارے ورثاء کومحروم کر کے ایک مدرسہ تعلیم القرآن کے نام کردی، واضح ہوکہ یہ مدرسہ جس آراضی پرتعمیر ہے وہ جن کے مرحوم شوہر کی عطیہ کی ہوئی ہے، جسے جن عظمت آپا نے یہ جائیداد محروم کرنے کے ارادے سے ان کے نام کرنی چاہی ان کے مرحوم شوہر نے بھتیجوں کا وہ گروپ جواس جائیداد کی جانب سے مایوس تھا، جن عظمت کی حمایت میں کھڑا ہوکر حالات کومزید بگاڑنے لگا، نوبت یہاں تک آئی کہ طاہر علی نے وصیت کو بنیاد بنا کرعظمت آپا کے خلاف عدالت میں دعویٰ کردیا کہ اس کی وصیت میرے نام ہے، لہٰذا یہ جائیداد مجھے دلوائی جائے، ادھر یہ ہوا کہ جس مدرسہ کے نام یہ جائیداد کی گئی ہے اس کے مہتمم جوایک دیندار اورعلاقہ کے معروف عالم دین ہیں (مولانا قاسم) انہوں نے اہتمام سے

استعفیٰ اس بنیاد پر دیدیا کہ جحن کو اپنے مرحوم شوہر حاجی محمد عرفان کی جائیداد حاجی صاحب کے ورثاء کے درمیان شرعی تقسیم کیے بغیر مدرسہ کے نام کرنے کا حق نہیں ہے، اور نہ مدرسہ کو وہ جائیداد قبول کرنی چاہیے، انتظامیہ نے استعفیٰ قبول کرلیا، اب شکل یہ ہے کہ طاہر کی جانب سے قائم کیے ہوئے مقدمہ پر مدرسہ اپنا روپیہ پیسہ خرچ کر کے جحن عظمت آپا کی طرف سے مقدمہ لڑ رہا ہے، مدرسہ کا پیسہ مقدمہ میں استعمال ہورہا ہے، لوگ مسئلہ کی اصل صورت حال سے ناواقفیت کی بنا پر یہی سمجھتے ہیں کہ مدرسہ دینی ادارہ ہے اس کو جائیداد ملے گی تو مدرسہ کا فائدہ ہوگا، لہٰذا بہر صورت مدرسہ کا ساتھ دیا جائے، اور اب انتظامیہ نے مقدمہ پر باقاعدہ مدرسہ کی رسید بک لے کر چندہ کرنا شروع کردیا ہے، اسی مدرسہ کے ایک مدرس جو عالم ہیں، بہار کے رہنے والے ہیں وہ بستی کے دیگر علماء کی طرح اس طرح مدرسہ کو جائیداد لینے اور اس پر مقدمہ لڑانے کے لیے مدرسہ کا پیسہ استعمال کرنے کے لیے دبے لفظوں میں منکر تو ہیں لیکن چندہ کرنے والوں کے ساتھ گھومتے پھرتے ہیں اور چندہ کرنے میں شریک ہیں، اور اپنا عذر یہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک پردیسی ہوں، مدرسہ کا تابع ہوں، لہٰذا انتظامیہ جو حکم کرے گی مجھے ماننا پڑے گا۔

جواب طلب امر یہ ہے کہ: (۱) حاجی عرفان صاحب مرحوم کی جائیداد صحرائی وسکنائی کی شرعی تقسیم کی کیا شکل ہوگی؟ کیا حاجی صاحب مرحوم کی وصیت ان کے پوتے طاہر علی کے حق میں شرعاً نافذ ہوگی، اگر ہاں تو کتنے مال میں وصیت نافذ ہوگی، پوری جائیداد میں یا اس کے کتنے حصہ میں؟

(۲) کیا حقیقی بھتیجے اور باپ شریک بھائی کے لڑکے میراث پانے میں برابر کے حق دار ہیں، یا کم وبیش کا فرق ہے؟

(۳) حقیقی بھائی کا صرف ایک لڑکا ہے، اور باپ شریک بھائی کے چار لڑکے ہیں تو کیا سب بھتیجے برابر کے شریک ہیں یا تقسیم میراث میں یہ اعتبار بھی کیا جائے گا، کہ ایک بھائی کا ایک لڑکا آدھی جائیداد اور دوسرے بھائی کے چار لڑکے ہیں، دوسری آدھی میں سب شریک ہوں گے؟

(۴) اگر سب بھتیجے برابر کے شریک ہیں تو ایک بیوہ اور پانچ بھتیجوں میں حاجی کی کل

جائیداد وصیت کے ہوتے ہوئے کس طرح تقسیم ہوگی؟

(۵) کیا حاجی صاحب مرحوم کی بیوہ کو شرعاً یہ حق ہے کہ وہ ساری جائیداد میں تن تنہا تصرف کر کے جس کو جو چاہے دیں اور جس کو چاہے محروم کر دیں؟

(۶) کیا مدرسہ کو اس طرح کی جائیداد قبول کرنے کا حق ہے؟ کیا مدرسہ کی دینی تعلیم اور دین سے ناآشنا منتظمین کو مدرسہ کے لیے اس قسم کی جائیداد لینے کا صرف اس لیے حق ہے کہ یہ دینی ادارہ ہے، مدرسہ کے لیے جو پیسہ لیا جا رہا ہے وہ جائز ہے یا ناجائز؟

(۷) اس صورت حال کا سب سے افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ بستی کے سارے علما اس پوری صورت حال میں حاجی عرفان کی بیوہ عظمت آپا کے لیے ساری جائیداد میں تن تنہا تصرف کے حق اور پھر اس سے بڑھ کر جانتے بوجھتے، مدرسہ کی اس جائیداد کو قبول کرنے اور اس سلسلے میں مقدمہ بازی میں عوام کا روپیہ خرچ کرنے کو جائز نہیں مانتے اور عوام اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ آپا عظمت نے کسی کو جائیداد نہ دے کر جنت کما لی ہے کہ ساری جائیداد اللہ کی راہ میں دیدی، لہٰذا کوئی کون ہوتا ہے ان کو روکنے والا؟

اس مکمل صورت حال کو سامنے رکھ کر آپ ہمارے ساتوں سوالوں کا ترتیب وار مفصل ومدلل جواب عنایت فرما دیں، تاکہ اس مسئلہ کو لے کر اس کی شرعی حیثیت کے بارے میں بستی میں جو کنفیوزن اور تردد کی فضاء پائی جاتی ہے وہ آپ کے بے لاگ اور شرعی دوٹوک جواب سے واضح اور متعین ہو جائے۔

نوٹ: یہ وضاحت بھی فرما دیں کہ مذکورہ بالا تفصیل کی روشنی میں اگر مقدمہ (جس کے نام جائیداد کی گئی ہے) مقدمہ جیت جاتا ہے تو اس کے لیے جائیداد محض دنیاوی عدالت میں جیتنے سے جائز ہو جائے گی؟

المستفتی: اہل محلّہ مولویان وقاضیان قصبہ سہس پور بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حاجی عرفان صاحب کی جائیداد میں بھتیجے شاہد علی کے لڑکے طاہر علی کے حق میں شرعاً تہائی مال میں وصیت نافذ ہو سکتی ہے، حقیقی بھتیجہ کے ہوتے

ہوئے...... باپ شریک بھائی کے تمام لڑکے محروم ہو جائیں گے،اور وصیت پوری کرنے کے بعد باقی مال کو چار حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصہ بیوی جن عظمت آپا کو اور بھتیجہ شاہد علی کو بقیہ تین حصے مل جائیں گے...... اور جن عظمت آپا کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ تنہا اس جائیداد میں تصرف کرے اور جس کو چاہے دیدے، اور ورثاء کو محروم کردے، اسی طرح پوری جائیداد مسجد یا مدرسہ میں وقف کر دینے کا بھی حق نہیں ہے، اور یہ وہم غلط ہے کہ وارثین کا حق مار کر مدرسہ کو پوری جائیداد وقف کر دینے سے جنت کمالی گئی ہے، لہٰذا ایک تہائی میں وصیت نافذ کرنے کے بعد بقیہ جائیداد کو چار حصہ کر کے ایک حصہ جن عظمت آپا کی ملکیت ہے وہ صرف اپنی ہی ملکیت کے حصہ کو مدرسہ کے لیے دینا چاہے تو دے سکتی ہے، باقی حصے میں عظمت آپا کا کوئی حق نہیں ہے اور عظمت نے بقیہ حصہ میں تصرف کر کے مدرسہ کو جو دیا ہے وہ دینا صحیح نہیں ہوا ہے، وہ جائیداد حقداروں کو واپس کر دینا لازم اور ضروری ہے، نیز حقداروں کے حق مارنے کے لیے اہل مدرسہ کا مقدمہ بازی کرنا قطعاً جائز نہیں ہے، اہل مدرسہ پر لازم ہے کہ حقداروں کے حق کو فوراً واپس کر دیں۔

لایجوز التصرف فی مال غیرہ بلا إذنه ولا ولایته. (در مختار مع الشامی، الغصب، مطلب: فیما یجوز من التصرف بمال الغیر زکریا ۹/ ۲۹۱، کراچی ٦/ ۲۰۰، الموسوعة الفقهیة الکویتیة ۲۸/ ۲۹٦، شرح المجلة رستم اتحاد ۱/ ٦۱، رقم المادة: ۹٦)

لایجوز لأحد أن یأخذ مال أحد بلاسبب شرعی. (قواعد الفقه، اشرفی ۱۱۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح	کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ	۱۳/ رجب المرجب ۱۴۳۵ھ
۱۳/۷/۱۴۳۵ھ	(الف فتویٰ نمبر: ۸۴۷۵/۳۷)

چچا کے کل متروکہ مال میں چچی کا تصرف

سوال [۱۱۵٦٦]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: میرے چچا اور چچی لاولد تھے ان کے پاس تقریباً چودہ بیگہ زمین تھی وہ کہا کرتے تھے کہ اگر میرا انتقال ہوگیا تو یہ زمین تیری چچی کی رہے گی، اس کے بعد تو اور تیرے بچے مالک ہوں گے، بلکہ انہوں نے ایک بار وصیت بھی لکھ دی تھی، بہرحال چچا کا انتقال ہوگیا اور اس آراضی کا دنیاوی قانون کے اعتبار سے چچی کے نام داخل خارج ہوگیا، اس لیے چند سال اس کی پیداوار سے بافراغت اپنی بسر اوقات کرتی رہیں، اب چچی آراضی مذکورہ کو مدرسہ اسلامیہ کے نام وقف کرنا چاہتی ہیں، لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ شریعت مطہرہ کی رو سے آراضی مذکورہ میں کچھ میرا بھی حق یا حصہ ہے یا نہیں؟

المستفتی: شاہد علی ولد عزت سہس پور بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: چچا کے انتقال کے وقت آپ کے چچا کے بھائیوں اور بہنوں میں سے اگر کوئی زندہ رہا تو شرعی قانون کے مطابق مال کو تین حصہ کر کے ایک حصہ میں آپ کے حق میں وصیت ہوسکتی ہے، اور باقی دو حصہ کے چار حصہ کر کے چوتھائی حصہ چچی کا ہوگا، اور باقی تین حصے چچا کے بھائیوں اور بہنوں کے لیے ہوں گے، اور اگر بھائی بہنیں موجود نہیں تھے تو آپ کے چچا کے جتنے بھتیجے موجود ہیں وہ سب ایک چوتھائی کے بعد مابقیہ تین حصہ کے حقدار ہوں گے، جس میں آپ بھی شامل ہوں گے، مگر یہ تفصیلی وضاحت اس وقت لکھی جاسکتی ہے جبکہ آپ چچا کے بھائی بہن اور بھتیجوں کی پوری وضاحت لکھ دیں گے، اس سے پہلے مکمل جواب مشکل ہے، ہاں البتہ آپ کی چچی کو پوری جائیداد میں تصرف کرنا یا پوری جائیداد مسجد یا مدرسہ میں وقف کر دینے کا حق نہیں ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۲۵۲/۸، جدید زکریا مطول ۴۴۵/۱۳)

لایجوز لأحد أن یتصرف فی ملک غیرہ بلا إذنہ أو وکالة منہ أو ولایة علیہ وإن فعل کان ضامنا. (شرح المجلة رستم اتحاد ۱/ ۶۱- ۹۶)

لایجوز التصرف فی مال غیرہ بلا إذنہ ولا ولایتہ. (در مختار مع الشامی، الغصب، مطلب: فیما یجوز من التصرف بمال الغیر زکریا ۲۹۱/۹، کراچی ۲۰۰/۶،

الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۸/۲۹٦، شرح المجلة رستم اتحاد ١/٦١، رقم المادة: ٩٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷؍صفر المظفر ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۹۳۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۴/۲/۲۷ھ

والد کے مکان میں اقامت پذیر لڑکی سے کرایہ مانگنا

سوال [۱۱۵٦۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) مسماۃ ذکیہ بی کے تین بھائی اور تین بہنیں ہیں، آج سے تقریباً ۲۵؍سال قبل جب تینوں بھائی دوسری جگہ رہنے چلے گئے، والد صاحب نے میری پریشانی دیکھ کر مجھ سے کہا کہ یہ میرا گھر خالی ہے تم لے لو اور بنا کر رہو، اور خود والد صاحب بھائیوں کے پاس رہنے چلے گئے، والد صاحب نے مجھے مکان دینے کی نوعیت نہیں بیان کی تھی کہ ہدیہ کے طور پر یا عاریت کے طور پر، میں نے اس وقت والد کے دیئے ہوئے کچے مکان کی پختہ تعمیر کرائی، جس میں اس وقت ساٹھ ہزار روپئے لگے تھے، اب بھائی لوگ اس وقت مکان خالی کرا رہے ہیں، والد کا بھی انتقال ہو چکا ہے اور ایک بہن کا جو شرعی حق بنتا ہے صرف وہی دینے کو تیار ہیں، اور میں نے جو تعمیر میں خرچ کیا اسی طرح گاہے بگاہے پانچ سال کا مکان ٹیکس بھی بھرا ہے، سب کو کرایہ میں جوڑ رہے ہیں، اب دریافت طلب امر یہ ہے:

(۱) کہ والد نے جو مجھے مکان رہنے کو دیا ہے وہ کس نوع پر شمار ہوگا، کرایہ دینا پڑے گا؟

(۲) متنازعہ مکان جس کو میں نے آج سے ۲۵؍سال قبل تعمیر کرایا، جس کا خرچ ساٹھ ہزار روپیہ لگا تھا، اس کا خرچہ آج کے حساب سے جوڑا جائے گا یا نہیں؟ نیز وہ خرچ مجھے علیحدہ ملے گا یا نہیں؟ جبکہ بھائی لوگ مکان کا کرایہ اس طرح جوڑتے ہیں، ابتداء میں ۱۵؍سال تک دو سو روپئے ماہانہ، اور آخری گیارہ سال کے ایک ہزار روپیہ ماہانہ، جبکہ میں اس وقت ۲۰/۲۵؍روپیہ ماہانہ کرایہ دیتی تھی، وہ بھی نہ بن پڑتا تھا، تو والد نے مجھے مکان رہنے کے

لیے دیا تھا، جو بھی شریعت کا فیصلہ ہو تحریر فرمائیں؟

المستفتیہ: زکیہ بی کھنڈوہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر سوال اپنی جگہ سچائی پر مبنی ہے کہ والد نے بیٹی کو بلا صراحت رہنے کی اجازت دی ہے تو ایسی صورت میں جتنے سال بھی وہاں تعمیر کر کے رہی ہے وہ عاریت اور تبرع کے طور پر شمار کیا جائے گا اس کا کوئی بھی کرایہ کسی کو بھی نہ مقرر کرنے کا حق ہے اور نہ لینے کا حق ہے، اور بھائیوں کی طرف سے کرایہ کا مطالبہ کرنا شرعاً درست نہیں ہے، ہاں البتہ اگر وہ زمین میراث میں شمار کی جائے تو زکیہ بی کی تعمیر کردہ عمارت کی قیمت آج کے حساب سے لگائی ہوگی، آج جس کنڈیشن میں وہ عمارت ہے اس عمارت کی جو بھی قیمت سمجھدار لوگ آ کر لگادیں گے وہ پوری قیمت زکیہ بی کو ادا کرنی بھائیوں پر لازم ہے، اس کے بعد زکیہ بی اپنے حصہ میراث کی اس زمین میں حقدار بھی رہے گی۔

عن أبی أمامة الباهلی -رضی الله عنه- قال: سمعت رسول الله ﷺ یقول فی خطبته عام حجة الوداع، إن الله تبارک و تعالیٰ قد أعطیٰ کل ذی حق حقه فلا وصية لوارث. (سنن الترمذی باب ما جاء لا وصية لوارث النسخة الهندية ۲/ ۳۲ دار السلام رقم: ۲۱۲۰، سنن أبی داؤد الوصايا، باب ماجاء فی الوصية للوارث، النسخة الهندية ۲/ ۳۹۶، دار السلام رقم: ۲۸۷۰، سنن ابن ماجه، لا وصية لوارث النسخة الهندية ۲/ ۱۹۴ دار السلام رقم: ۲۷۱۳)

ولا بأس بتفضيل بعض الأولاد فی المحبة لأنها عمل القلب وكذا فی العطايا. (خانيه زكريا جديد ۳/ ۱۹۴، علی هامش الهندية ۳/ ۲۷۹، تاتارخانية ۱۴/ ۴۶۲ رقم: ۲۱۷۲۵، در مختار مع الشامی زكريا ديوبند ۸/ ۵۰۱، كراچی ۵/ ۶۹۶، الموسوعة الفقهية الكويتية ۴۵/ ۲۰۰)

وتعتبر القيمة يوم الوجوب، وقال: يوم الأداء (در مختار) وتحته فی الشامية: يعتبر يوم الأداء بالإجماع وهو الأصح. (شامی زكريا ۳/ ۲۱۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶ رشوال المکرم ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۵۰۰)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۱۰/۲۶ھ

تقسیم سے قبل ترکہ میں ہوئے تجارتی نفع کا حکم

سوال [۱۱۵۶۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید وبکر، خالد وعمر چار بھائی تھے، چاروں وطن میں ساتھ ساتھ رہتے تھے، والد موجود تھے، دونوں بڑوں یعنی زید وبکر کو والد نے ممبئی کمانے کے لیے بھیجا، مہینہ دو مہینہ کے بعد بڑا والا بھائی زید واپس گھر چلا آیا اور دوسرا بھائی بکر ممبئی کمانے میں لگا رہا، پھر سال دو سال کے بعد تیسرے نمبر والے بھائی خالد کو بکر نے ممبئی بلایا، دونوں نے مل کر دس بارہ سال کمایا، اس کے بعد نمبر دو والے بھائی بکر نے نمبر ایک والے بھائی زید کے لیے قرض لے کر اور اپنی بیوی کا زیور بیچ کر اور نمبر دو والے بھائی بکر اور نمبر تین والے بھائی خالد نے کما کر پیسہ ایجنٹ کو دیا اور نمبر ایک والے بھائی زید کو کمانے کے لیے دبئی بھیج دیا، پھر زید نے خالد کو دبئی بلایا، دوکان بنائی، اس کے بعد نمبر دو والے بھائی بکر کو بلایا، تین سال تک دوکان میں تھوڑی سی آمدنی تھی، پھر دو سال کے بعد والد کا انتقال ہو گیا، دوکان کی قیمت ۳۲؍ ہزار درہم رکھی گئی، بڑے بھائی زید نے آٹھ ہزار درہم اپنا حصہ لے لیا، اور دوکان اور کاروبار سے الگ ہو گیا اور بقیہ تین بھائیوں کا حصہ ایک ساتھ رہا، دوکان کو بکر چلاتا رہا، پھر اسی دوران بکر نے ایک اور دوکان دوسری جگہ اپنے نام کے لائسنس سے بنوالی، اسی دوران پہلی دوکان کا لائسنس جو زید کے نام تھا زید نے بٹوارے کے دو تین سال کے بعد لے لیا، پھر بکر اپنے نام کا لائسنس اس پہلی دوکان پر لگا کر کام کرنے لگا، پھر یہ دوکان دو تین سال کے بعد ٹوٹ گئی اور بکر اپنے نام کے لائسنس کو دوسری دوکان پر لے گیا پھر کما کما کر پورا گھر کا خرچہ دیا، اور اللہ کی رحمت سے آمدنی بہت زیادہ ہو گئی، دو تین دوکان اور بنائی اور کما کر گھر والوں کو سب دیتا رہا، پھر ۱۹۹۶ء میں عمر کا قتل ہو گیا، اس وقت عمر کے سارے بچے نابالغ تھے، سب سے بڑا والا بچہ چھ سات سال کا تھا، اس کو گولی لگ گئی تھی، اس کے علاج پر دس لاکھ روپئے کے قریب خرچ ہوئے جو بکر نے دیئے، اور تیسرے نمبر والا بھائی خالد کے گھر بیٹھ گیا، بکر کما کما کر دس بارہ سال تک

گھر والوں کو دیتا رہا، اور مقدمہ وغیرہ و دیگر اخراجات میں تقریباً آٹھ لاکھ درہم قرض ہو گیا، پھر خالد بٹوارے کے لیے وزٹ ویزا لے کر دبئ آیا تو اس وقت بکر کے ذمہ تقریباً آٹھ لاکھ درہم کا قرض تھا، اور سب دوکان کی قیمت چھ لاکھ تھی، خالد قرض میں حصہ دار بننے کے لیے تیار نہیں ہوا تو اس صورت میں کاروبار میں خالد کا حصہ ہوا یا نہیں؟

عمر کے بیوی بچوں کی دیکھ بھال اور سارے اخراجات بکر اٹھاتا رہا، سب بچے نابالغ تھے، خرچہ ومصارف کا یہ سلسلہ پندرہ سال چلا، بکر کاروبار کرتا رہا، بکر کا لڑکا بھی دس بارہ سال سے بکر کے ساتھ پورے طور پر کاروبار میں لگ کر ڈیوٹی دے رہا ہے، اب بکر کے پاس سترہ لاکھ درہم کی پراپرٹی ہے، عمر کمانے کے لیے کبھی دبئ نہیں آیا، صرف ایک بار گھومنے کے لیے ایک ہفتہ کے لیے دبئ آیا تھا، اب جو یہ سترہ لاکھ درہم کی پراپرٹی بکر کے پاس ہے اس میں عمر کے بچوں کا کتنا حق ہے؟

پندرہ سال کے عرصہ میں عمر کے بچوں کو خصوصی طور پر بڑھا کر خرچہ دیتا رہا، اسی دوران بکر نے عمر کے بیوی بچوں کے لیے تقریباً ۱۰/ لاکھ روپئے (انڈین) کی زمین و گھر بھی خرید کر دیا ہے۔

المستفتی: عبد الخالق یو اے ای اعظم گڑھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوالنامہ میں لکھی ہوئی پوری داستان کا حاصل یہ نکلا کہ باپ کی وفات تک سارے بیٹے کم وزیادہ مشترکہ کاروبار میں شریک رہے ہیں، اور باپ کی وفات کے وقت سوالنامہ کے مطابق ۳۲/ ہزار درہم کا سرمایہ تھا، اس میں چار بیٹوں میں سے ایک بیٹا اپنا حصہ آٹھ ہزار درہم لے کر الگ ہو گیا، اس سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ ہر ایک بیٹا، ۸/۸/ ہزار درہم کا حصہ دار ہے، لیکن درمیان میں خالد کاروبار چھوڑ کر گھر بیٹھ گیا ہے تو جس وقت وہ گھر بیٹھ رہا تھا اس کا حصہ الگ کر کے اس کو دیدینا چاہیے تھا، اور اگر آپس میں رضامندی سے کام چلتا رہا ہے اور خالد کو گھر کی دیکھ بھال کے لیے گھر چھوڑا گیا ہے تو خالد کو کاروبار میں مکمل شریک سمجھا جائے گا، لیکن سوال یہ ہے کہ جب خالد نے اپنی حصہ داری کا دعویٰ کیا تو بکر نے آٹھ لاکھ درہم کا قرض کیسے دکھایا، اور دوکان کی قیمت کل چھ لاکھ درہم کی بن رہی تھی، پھر

ستره لاکھ درہم کا سرمایہ کہاں سے آگیا ہے؟ اس سے تجارتی اتار چڑھاؤ کی بات سمجھ میں آتی ہے، قرض ادا کرنے کے بعد ایماندارانہ طور پر مشترکہ تجارت میں سے خالد کا جو بھی شرعی حصہ بنتا ہے وہ اس کو دیدینا چاہیے، اور عمر کی موت کے وقت جو بھی سرمایہ تھا اس کا تہائی حصہ عمر کے وارثین کا حق بنے گا، اور بکر نے عمر کے بیوی بچوں کے لیے انڈیا میں جو جائیداد دی ہے اگر وہ عمر کے حصہ سے دی ہے تو اس کا حساب لگا کر کے اس کو عمر کا حصہ قرار دیا جا سکتا ہے۔

لو اجتمع إخوة يعملون في تركة أبيهم ونما المال فهو بينهم سوية و لو اختلفوا في العمل و الرائ. (شامی، مطلب: اجتمعا فی دار واحدة واکتسبا ولا یعلم التفاوت فهو بينهما بالسوية، زكريا ٦/ ٥٠٢، كراچی ٤/ ٣٢٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹ر محرم الحرام ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۸۵۵)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۱/۱/۱۹ھ

قبل التقسیم ترکہ میں کسی وارث کے تصرف کا حکم

سوال [۱۱۵۶۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: مسماۃ نصیباً نے انتقال کے بعد اپنے ورثاء میں شوہر وزیر احمد دولڑکے صدیق احمد وشبیر احمد اور ایک لڑکی بانو بیگم کو چھوڑا، پھر شوہر وزیر احمد کا بھی انتقال ہو گیا، اب صرف دو لڑکے اور ایک لڑکی وارث بچے، صدیق احمد نے تقسیم کے بغیر ہی مکان کا آدھا حصہ ۱۹۶۳ء میں فروخت کر دیا اور اس کے بعد یہ مکان تقریباً پانچ مرتبہ اور فروخت ہوا، آخر میں اسے بائع اول صدیق احمد کی لڑکی شاہجہاں نے خرید لیا، اب صدیق احمد کی بہن بانو بیگم کی جانب سے شبیر احمد کی اولاد نے مسماۃ شاہجہاں بیگم پر مقدمہ دائر کیا ہے کہ اس مکان میں ہمارا بھی حصہ ہے، اب پوچھنا یہ ہے کہ پورے نصف مکان پر جسے شاہجہاں نے خریدا ہے بیع کے احکام جاری ہوں گے یا صدیق کے حصہ کے بقدر ہی بیع مانی جائے گی، حالانکہ تمام خریدنے والے

آدھے مکان کی قیمت دیتے رہے ہیں۔

نوٹ: کل مکان کی آراضی ۱۰-۲۱۳ر مربع میٹر ہے جس میں شاہجہاں نے نصف ۵۵-۱۰۶ر مربع میٹر خریدا ہے۔

المستفتی: سید عاصم علی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب صدیق احمد نے فروخت کردیا تھا اور اس وقت شبیر احمد اور بانو بیگم کی طرف سے کوئی اعتراض نہیں ہوا ہے اور اس کے بعد یکے بعد دیگرے چار پانچ مرتبہ اس پر خرید وفروخت کا معاملہ چلتا رہا ہے اور نہ شبیر احمد وبانو بیگم یا ان کے ورثاء نے دعویٰ کیا اور نہ ہی اعتراض پیش کیا ہے پھر اب اتنی مدت گذرنے کے بعد ورثاء کی طرف سے دعویٰ شرعی طور پر معتبر نہیں ہے، ہاں البتہ دعویٰ معتبر نہ ہونے کی وجہ سے عنداللہ ان کا حق باطل بھی نہ ہوگا، بلکہ ان کو آخرت میں ملے گا، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ خریدار شاہجہاں ان ورثاء کو بھی ثمن میں سے کچھ دے کر راضی کرلے، اور اسی طرح بائع بھی کچھ دے کر راضی کرلے تاکہ آخرت میں کسی حقدار کا دعویٰ باقی نہ رہے۔

باع عقاراً...... وابنه أو امرأته حاضر يعلم به ثم ادعىٰ الابن مثلاً أنه ملكه لاتسمع دعواه، وتحته في الشامية: رجل تصرف زمانا في أرض ورجل آخر يرى الأرض والتصرف ولم يدع ومات (إلى قوله) وإن لم يسبقه بيع (وقوله) إذا ترك الدعوىٰ ثلاثا و ثلاين سنة ولم يكن مانع من الدعوىٰ ثم ادعىٰ لا تسمع دعواه لأن ترك الدعوىٰ مع التمكن بدل على عدم الحق ظاهراً (وقوله) فلا تسمع الدعوىٰ في هذه المسائل مع بقاء الحق للآخرة. (شامی، كتاب الخنثىٰ، مسائل شتى زكريا ١٠/٤٦٧، كراچی ٦/٧٤٢، كوئٹه ٥/٥٢٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷ر ربیع الثانی ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۷۱۲/۳۳)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۴/۷ھ

مشترکہ کمائی سے خریدی گئی جائیداد میں سب بھائی برابر کے حقدار ہیں

سوال [۱۱۵۷۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید کے پانچ بھائی ہیں، دو بھائی گھر کا کھیتی باڑی کا کام دیکھتے ہیں، تین بھائی باہر ممبئی، سعودی وغیرہ میں کام کرتے ہیں، کبھی کبھی باہر کے لوگ گھر پر کچھ پیسہ بھیجتے ہیں، ابھی موروثی جائیداد کا بٹوارہ نہیں ہوا ہے، سب مشترک چل رہا ہے، سوال یہ ہے کہ جو بھائی باہر رہ کر کام کر رہے ہیں ان کی جو کمائی ہے آیا وہ کمائی ہوئی رقم اور جائیداد کے خود مالک ہیں، کسی اور کا حصہ اس میں نہیں ہے یا وہ مشترک ہے سارے بھائیوں کا اس میں حصہ ہے؟

المستفتی: ماسٹر صدیق عمر گونڈہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حسب تحریر سوال اگر پانچوں بھائی مشترکہ طور پر کمائی کرتے ہیں اور سب ایک ساتھ رہتے ہیں، اور کوئی بھی الگ نہیں ہوا ہے، اور ہر ایک کے درمیان پہلے سے یہی سمجھوتہ رہا ہے کہ ہم سب ایک ساتھ ہیں، ہماری کمائی بھی سب کے درمیان مشترک رہا کرے گی چاہے کسی کی کمائی زیادہ ہو اور کسی کی کمائی کم ہو تو ایسی صورت میں سب اپنی اپنی کمائی اور خریدی ہوئی جائیداد مشترک کر کے تقسیم کرلیں اور تقسیم کے وقت برابر کی تقسیم ضروری ہے، اور ایسے حالات میں عام طور پر بعد میں کسی کی نیت خراب ہو جاتی ہے، اس لیے بھائیوں کے درمیان پہلے سے ایک تحریر مرتب ہونی چاہیے تاکہ سب لوگ اس تحریر کے پابند رہیں اور اگر معاملہ ایسا نہیں ہے، بلکہ ہر ایک اپنی اپنی کمائی اپنے اپنے پاس رکھتے ہیں اور اگر عملاً مشترک نہیں ہیں اور باہر کے رہنے والے گھر پر رہنے والوں کے پاس جو پیسے بھیجتے ہیں، گھر کی ذمہ داری سمجھ کر نہیں بھیجتے ہیں، بلکہ بھائیوں کی مدد سمجھ کر بھیجتے ہیں، تو حکم دوسرا ہوگا، کہ ہر ایک اپنی کمائی کا خود ہی مالک ہوگا، جبکہ باہر جا کر کام کرنے والوں نے باپ کے سرمایہ سے کام شروع نہ کیا ہو اور بہتر یہی ہے کہ وہاں کے قریب کے کسی مفتی سے یا بڑے

عالم کو بیچ میں ڈال کر بھائیوں کے درمیان صلح کی شکل میں تصفیہ کرادیں۔

وکذا لو اجتمع إخوۃ یعملون فی ترکۃ أبیھم ونما المال فھو بینھم سویۃ ولو اختلفوا فی العمل والرائ. (شامی، مطلب: اجتمعا فی دار واحدۃ واکتسبا ولا یعلم التفاوت فھو بینھما بالسویۃ زکریا ۶/۵۰۲، کراچی ۴/۳۲۵) **فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹؍ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۲۶۴)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۹/۴/۱۴۲۸ھ

کاروبار میں لگائے گئے ترکۂ میت کے منافع کے حقدار کون؟

سوال [۱۱۵۷۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ صالحہ خاتون ایک کاروبار میں شریک تھیں، ان کے چھ لڑکیاں اور پانچ لڑکے ہیں، اس میں سے دو لڑکے بھی اسی کاروبار میں شریک تھے، ۲۴؍اگست ۱۹۹۹ء کو صالحہ خاتون کا انتقال ہوگیا، بعد انتقال ان کے تیسرے لڑکے نے کہا کہ والدہ کی جو بھی رقم کاروبار میں موجود ہے، وہ میں سب کو ادا کردوں گا، اور مجھے والدہ کے برابر شریک کرلیا جائے اس بات کو تسلیم کرلیا گیا، مگر آج تک تیسرے لڑکے نے والدہ کی رقم ورثاء کو ادا نہیں کی، ۲۲؍اگست سے آج تک کاروبار میں نفع ہوا والدہ کی رقم سے لہٰذا اس نفع کے حقدار تمام ورثاء ہوں گے یا صرف تیسرا لڑکا تنہا حقدار ہوگا جبکہ تیسرے لڑکے نے آج تک والدہ کی رقم ورثاء کو ادا نہیں کی؟

المستفتی: محمد اکبر مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب یہ بات طے ہوگئی ہے کہ والدہ کی شرکت کا سارا سرمایہ ادا کر کے والدہ کی جگہ شریک بن جائے گا، تو جب تک والدہ کے سرمایہ کی قیمت وارثین کو ان کے حقوق کے مطابق ادا نہیں کرے گا، اس وقت تک مذکورہ کاروبار میں والدہ کی جگہ تیسرا لڑکا شریک نہ ہوگا، بلکہ جس دن ادا کرے گا اسی دن سے شریک شمار کیا جائیگا، لہٰذا والدہ کی وفات کے

بعد اب تک جو نفع ہوا اس میں تمام ورثاء اپنے اپنے حقوق کے مطابق حقدار ہوں گے۔

الحق لایسقط بتقادم الزمان. (قواعد الفقه اشرفی دیوبند ص:۷۷) **فقط واللہ** سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲ر شوال المکرّم ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۹۱۵)

تقسیم سے قبل ترکہ میں ہونے والا نفع سب ورثاء کے درمیان مشترک ہے

سوال [۱۱۵۷۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرے شوہر نے اب سے بیس سال قبل ایک فرم ایکسپورٹ کی دوکان ایک شخص کے ساتھ کھول کر ایکسپورٹ کا کاروبار شروع کیا، لگ بھگ دس سال بعد میرا لڑکا اسکول سے تعلیم پا کر آیا تو میرے شوہر نے اس شخص کے ساتھ پارٹنر شب ختم کر کے اپنے بیٹے کو فرم میں ۵۰ر پرسینٹ کا پارٹنر بنایا اور پچاس پرسینٹ میرے شوہر پر ہو گئے میرے شوہر نے اپنی سب اولادوں کی شادی بھی کر لی، میرے شوہر کا لگ بھگ تین سال قبل انتقال ہو گیا، انہوں نے پیچھے ایک لڑکا اور تین لڑکیاں اور ایک بیوی چھوڑی، میں جاننا چاہتی ہوں کہ میرے شوہر نے فرم، سے یا اپنی الگ انکم سے جو بھی اپنی زندگی میں جائیداد وغیرہ خرید کر اس کو تعمیر کیا، فرم و رہائش کے مکان میں پیسہ لگایا وہ کس کا مانا جائے گا، وہ کس طرح تقسیم کیا جائے گا، اور یہ کہ میرے لڑکے نے تین سال گذر جانے پر بھی حق داروں کو حق ادا نہیں کیا ان کے انتقال کے بعد ان کے سرمایہ سے جو بھی کاروبار آج تک ہوا ہے ان کے نفع میں وارثوں کا حق بنتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: رضاء الرحمٰن عبد اللہ جواد تمبا کو والا مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوال نامہ میں جو صورت ذکر کی گئی ہے اس میں آپ کے شوہر نے اپنی ملکیت سے جو بھی کچھ خریدا اور جائیداد تیار کی اور تعمیر وغیرہ کرائی ہے وہ

سب ان کے شرعی ورثاء کا حق ہے جو ان کے درمیان تقسیم ہوگا اور اب تک آپ کے بیٹے نے جو دیگر ورثاء کا حق نہیں دیا ہے اس کی وجہ سے گنہگار ہوں گے، اس کے لیے ان کو اپنی ماں اور بہنوں سے معافی تلافی لازم ہے، اور اب تک باپ کے سرمایہ سے جو بھی کچھ کاروبار ہوا ہے اس کے نفع میں سب ہی ورثہ شریک ہوں گے اور تقسیم کی تاریخ کے دن جو بھی مرحوم کا ترکہ اور اس کا نفع ہے سب اس کے شرعی ورثاء کے درمیان درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا:

۴۰/۸ میت

بیوی	لڑکا	لڑکی		لڑکی	لڑکی
۱/۵	۱۴	۷	۷/۳۵	۷	۷

کل ترکہ ۴۰/ برابر حصوں میں تقسیم ہو کر بیوی کو پانچ حصے، لڑکے کو ۱۴/ حصے اور ہر لڑکی کو ۷/۷/ حصے ملیں گے۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۸/ ۲۹۷، جدید زکریا مطول ۱۳/ ۴۴۹، فتاویٰ محمودیہ جدید ڈابھیل ۲۰/ ۳۰۹)

الترکة فی الاصطلاح ما ترکه المیت من الأموال صافیا عن تعلق حق الغیر بعین من الأموال. (شامی، کتاب الفرائض، زکریا ۱۰/ ۴۹۳، کراچی ۶/ ۷۵۹)

وکذا لو اجتمع إخوة یعملون فی ترکة أبیهم و نما المال فهو بینهم سویة ولو اختلفوا فی العمل و الرائ. (شامی، مطلب: اجتمعا فی دار واحدة و اکتسبا ولا یعلم التفاوت فهو بینهما بالسویة، زکریا ۶/ ۵۰۲، کراچی ۴/ ۳۲۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴/ شعبان المعظم ۱۴۳۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۷۸۰)

ترکۂ مشترک سے خریدی گئی زمین میں دوسرے ورثاء کا حصہ ہے یا نہیں؟

سوال [۱۱۵۷۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ مختار احمد، وکیل احمد، افتخار احمد تین بھائی ہیں والد کا انتقال ہوگیا، جبکہ افتخار احمد ابھی گود ہی میں تھے، اور مختار احمد شروع ہی سے الگ ہوگئے اور وکیل احمد چھوٹے بھائی افتخار احمد کو لے کر والدہ کے ساتھ رہنے لگے، وکیل احمد عمر میں بڑے اور گھر کے ذمہ دار اور کاروبار کے مالک تھے، کچھ مدت کے بعد وکیل احمد نے جنگل کا کام شروع کیا، بمبئی بھی رہے، پھر ایک دوکان بستی شہر میں کی اور دوسری گاؤں کے قریب مہولی بازار میں کی، افتخار احمد جب کاروبار دیکھنے کے لائق ہوگئے تو وکیل احمد نے بستی کی دوکان ان کے سپرد کر کے خود مہولی بازار کی دوکان پر بیٹھنے لگے، دونوں دوکانوں کی آمدنی سے مہولی بازار میں گھر بنا اور مشترکہ آمدنی سے بستی میں زمین خریدی گئی اس کے بعد وکیل احمد مسلسل بیمار رہنے لگے، حتی کہ دماغ سے معذور ہوگئے، اب سارا بار افتخار احمد کے اوپر پڑا۔

ادھر وکیل احمد کے لڑکے نااہل اور غیر ذمہ دار ہوگئے، مگر اب تک دونوں بھائی باقاعدہ الگ نہیں ہوئے ہیں، اگرچہ رفتہ رفتہ افتخار احمد نے اپنا انداز بالکل بدل دیا، اپنی لڑکی کی شادی میں تقریباً دولاکھ روپئے خرچ کر ڈالے اور وکیل احمد کی لڑکی کی شادی میں دس ہزار روپیہ روپئے خرچ کیے، وکیل احمد کے لڑکے نے کئی مرتبہ دوکان کھولی مگر ناکام رہے، بالآخر لون پر ٹریکٹر نکال لیا، اور افتخار احمد نے اس کو اس اقدام سے روکنے میں خاصی دلچسپی نہیں لی، ورنہ غالباً یہ کام نہ ہوتا اور اب اس سے بالکل بری ہونا چاہتے ہیں کہ ہمارا اس سے کوئی مطلب نہیں تم اپنے حصے کی زمین وجائیداد بیچ کر قرض ادا کرو، مجبور لڑکے نے اپنے چچا مختار احمد کے ہاتھ گاؤں والا گھر بیچ دیا، جس پر افتخار احمد کو بہت اعتراض ہوا، پھر اس نے بستی کی زمین فروخت کرنی چاہی، چند قریبی خیرخواہ اور سمجھدار لوگوں نے بیچ میں پڑ کر ڈیڑھ لاکھ میں افتخار احمد کے ہاتھ اس کا سودا کرادیا، واضح رہے کہ اب تک دونوں بھائی عرفاً ایک ہی میں ہیں، جائیداد اور جملہ املاک کا باقاعدہ تفصیلی بٹوارہ نہیں ہوا ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

(۱) کیا موجودہ صورتحال میں افتخار احمد کی بستی کی دوکان سے حاصل ہونے والی آمدنی میں وکیل احمد کا حصہ ہے یا نہیں؟ جبکہ وکیل احمد نے ہی ان کو پالا پوسا پڑھایا، لکھایا، شادی بیاہ

کیا، اور دوکان کھول کران کے ذمہ کی اور اب دماغ سے معذور معطل ہوکر لاچار پڑے ہیں؟

(۲) افتخار احمد کا وکیل احمد کو بستی کی دوکان مال نقدی وغیرہ میں حصہ نہ دینا کیسا ہے؟ جائز یا ناجائز حق بنتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: علی احمد خاں کبیر نگر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوالنامہ میں ذکر کردہ تمام جائیداد دونوں بھائیوں کے درمیان مشترکہ سلسلہ آمدنی سے خریدی گئی ہیں، شروع میں بڑے بھائی وکیل احمد کی محنت زیادہ رہی، بعد میں چھوٹے بھائی افتخار احمد کی محنت اور عمل دخل زیادہ رہا بھائیوں کے درمیان مشترک کاروبار میں ایسا ہوتا رہتا ہے، لہٰذا اب تک کی جتنی آمدنی خرچہ، اخراجات عمل میں آئے ہیں سب مشترکہ کاروبار اور جائیداد سے متعلق ہی شمار ہوں گے اور اب جائیداد کاروبار، آمدنیاں اور دوکان کے سرمائے تقسیم ہوں گے، تو دونوں بھائیوں کے درمیان نصف نصف برابر برابر تقسیم ہوں گے کسی کو کسی سے زیادہ نہیں ملیں گے، لہٰذا بستی کی دوکان اور مہولی بازار کی دوکان دونوں کا سرمایہ دونوں بھائیوں کے درمیان آدھا آدھا تقسیم ہوگا، بستی کی دوکان بھی آدھی آدھی ہوگی، اور مہولی بازار کی دوکان بھی آدھی آدھی ہوگی۔

وكذا لو اجتمع إخوة يعملون في تركة أبيهم ونما المال فهو بينهم سوية ولو اختلفوا في العمل والرائ. (شامي، مطلب: اجتمعا في دار واحدة واكتسبا ولا يعلم التفاوت فهو بينهما بالسوية، زكريا ٦/٥٠٢، كراچی ٤/٣٢٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱؍ربیع الاول ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۹۹۸)

میت کے ترکہ میں تجارت کی صورت میں شرکت کا حکم

سوال [۱۱۵۷۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل

کے بارے میں: حاجی حشمت حسین مرحوم نے اپنے انتقال کے بعد اپنی پہلی بیوی الفت خاتون (جن کا انتقال مرحوم حشمت حسین کی زندگی میں ہی ہوگیا تھا) سے پانچ بیٹے: عشرت حسین، مسرت حسین، عظمت حسین، نصرت حسین وفرحت پرویز اور دو لڑکیاں: نفیسہ، شفیقہ۔

زوجۂ ثانیہ: بیوہ عقیلہ خاتون (جو ابھی حیات ہیں) سے دو لڑکے نابالغ: شفقت حسین ورفعت حسین چھوڑے۔

انتقال کو تقریباً ۳۱ / برس گذر چکے، انتقال کے بعد مرحوم حشمت حسین نے جو کاروبار چھوڑا تھا اس پر مسرت حسین، عظمت حسین، نصرت حسین وفرحت پرویز قابض رہے، اور آج تک چھوڑے گئے کاروبار یا اس سے متعلق کسی بھی جائیداد کو تقسیم نہیں کیا گیا ہے، والد کے انتقال کے بعد ایک عارضی تقسیم کر کے صرف عشرت حسین کو ان کا حصہ ادا کر دیا گیا تھا، زوجہ ثانیہ بیوہ عقیلہ خاتون کے دو نابالغ بیٹے شفقت حسین ورفعت حسین کی پرورش شادیوں اور رفعت حسین کی تعلیم کی ذمہ داری بھی عشرت حسین، عظمت حسین، نصرت حسین اور فرحت پرویز نے اٹھائی، اور رفعت حسین کی رہائش کے واسطے ایک کمرہ بھی اس حصہ پر تعمیر کروایا جو حصہ زوجہ ثانیہ بیوہ عقیلہ خاتون کے مہر میں لکھا ہوا ہے۔

اب جب تقسیم کی بات کہی جاتی ہے تو جائیداد اور کاروبار پر قابض چاروں بھائی: مسرت حسین، عظمت حسین، نصرت حسین، فرحت حسین کہتے ہیں کہ زوجہ ثانیہ بیوہ عقیلہ خاتون کے دونوں بیٹے شفقت حسین ورفعت حسین کو کاروبار کے حصوں کی وہ رقم ادا کی جائے گی جو ہم نے والد کے انتقال کے بعد اپنے بھائی عشرت حسین کو ان کے حصوں کی ادا کی تھی، اور کہتے ہیں کہ ہم نے اسی وقت بیوہ عقیلہ خاتون کے دونوں نابالغ بیٹوں شفقت حسین ورفعت حسین کے حصوں کی رقم بھی اپنے پاس محفوظ کرلی تھی، اور آج تک وہی رقم ہمارے پاس محفوظ ہے، اور چاروں بھائی مسرت حسین، عظمت حسین، نصرت حسین، فرحت پرویز کا کہنا ہے کہ ہم تقسیم سے پہلے زوجۂ ثانیہ بیوی عقیلہ خاتون کے دونوں بیٹوں شفقت حسین ورفعت حسین سے وہ رقم وصول کریں گے جو ہم نے ان کی شادیوں اور رہائشی کمرے کی تعمیر میں خرچ کی ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ جس کاروبار اور اس سے متعلق کسی جائیداد کو جب آج تک تقسیم ہی نہیں کیا گیا ہے اور نہ ہی آج تک تقسیم کی بابت بتایا گیا اور نہ ہی تقسیم کیا گیا، نہ کوئی حصہ اور رقم ادا کی گئی تو اس کاروبار اور اس سے متعلق جائیداد کو کس طرح تقسیم کیا جانا چاہیے، اور اس کاروبار و جائیداد پر مرحوم حشمت حسین کی زوجہ ثانیہ بیوہ عقیلہ خاتون اور ان کے دونوں بیٹوں شفقت حسین و رفعت حسین کا کتنا حق بنتا ہے؟ اور کیا شفقت حسین و رفعت حسین کو اپنی شادیوں، تعلیم اور رہائشی کمرہ کی تعمیر پر خرچ کی گئی رقم ان چاروں بھائیوں مسرت حسین، عظمت حسین، نصرت حسین وفرحت پرویز کو لوٹانی پڑے گی؟ مہربانی فرما کر شریعت کی روشنی میں بالوضاحت بیان فرمادیں؟

المستفتی: رفعت حسین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حشمت حسین کے انتقال کے بعد مال پر قابض چاروں لڑکوں کو چاہیے تھا کہ حشمت حسین کے تمام شرعی ورثاء کے درمیان ان کا ترکہ اسی وقت شرعی ضابطہ کے مطابق تقسیم کردیتے، لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا، جس کی وجہ سے وہ عند اللہ گنہگار ہوئے، مورث اعلیٰ کے انتقال کے بعد اس کا تمام ترکہ وارثوں کی ملکیت بن جاتا ہے، لہٰذا شرعی حصوں کے مطابق اس کی تقسیم ہونی چاہیے تھی، افسوس کہ ۳۱ رسال گذر چکے اور شرعی تقسیم عمل میں نہیں آئی اور مشترک کاروبار چل رہا ہے، جس میں دونوں بیویوں کی اولاد شریک کاروبار ہے، اور سوال میں جس تقسیم کا ذکر کیا گیا ہے اس کا شرعاً اعتبار نہیں ہے، لہٰذا تمام ورثاء کو ایک جگہ بیٹھ کر قرآن وحدیث کے مطابق موجودہ کاروبار کی مالیت اور جائیداد وغیرہ کی موجودہ مالیت کا حساب لگا کر کل ترکہ کو حصص شرعیہ کے مطابق تقسیم کرنا چاہیے، اس لیے کہ باپ کی وفات کے بعد کاروبار میں جو ترقی ہوئی ہے وہ باپ کی مالیت کو رأس المال بنا کر ہوئی ہے، اور عارضی تقسیم کے وقت اگر عشرت بھائی کو تمام پونجی تقسیم کرکے جو شرعی حصہ بنتا ہے وہی عشرت کو دیا ہے تب تو عشرت مزید کسی چیز کا حقدار نہیں، اگر حساب شرعی کے اعتبار

سے وہ کم ہے تو اس کو پورا کرنا واجب ہے، اور رفعت وشفقت یہ چونکہ آخر تک شریک کاروبار رہے ہے، اس لیے اب جبکہ ۳۱ ؍سال کے بعد جائیداد وغیرہ کی تقسیم ہوگی تو عشرت کو مستثنیٰ کرنے کے بعد باقی سب بھائی چھوٹے بڑے کاروبار جائیداد روپیوں، فرم وغیرہ میں برابر کے شریک ہوں گے، البتہ زوجہ ثانیہ عقیلہ کو جو آٹھواں حصہ مہر میں دیا گیا تھا وہ اس کا حق ہے، وہ تقسیم میں شامل نہیں ہوگا، اور اس حصہ پر رفعت حسین کی رہائش کے لیے جو تعمیر وغیرہ کی گئی ہے اس خرچ کو اگر سب لوگوں نے بخوشی کیا ہے اور خوشی سے تعمیر کر دیا تھا، تو ان سب لوگوں کی طرف سے تبرع واحسان ہے، اس کا کوئی معاوضہ نہیں ہے، اور اگر خرچ وتعمیر کے وقت یہ بات طے کر لی گئی تھی کہ اس خرچہ کا حساب لگایا جائے گا، تب حساب لگانا جائز ہے، اسی طرح تعلیم اور شادی وغیرہ میں جو خرچ کیا گیا ہے وہ بھی تبرع واحسان ہے، اس کے مطالبہ کا شرعاً حق نہیں ہے اور سوال میں یہ جو لکھا گیا ہے کہ رفعت وشفقت کے حصہ کی رقم تقسیم کر کے محفوظ رکھ دی گئی تھی تو یہ ایک عجیب معمہ ہے، آج ۳۱ ؍سال کے بعد یہ بات کہی جارہی ہے جبکہ کم از کم ۱۹/۱۸ ؍سال پہلے یہ دونوں بالغ ہو چکے ہوں گے، اس لیے یہ معمہ سمجھ میں نہیں آیا ہے۔

ولایجوز لأحدهما أن یتصرف فی نصیب الآخر إلا بأمره وکل واحد منهما کالأجنبی فی نصیب صاحبه. (هندیه، کتاب الشرکة، الباب الأول، الفصل الأول زکریا قدیم ۲/ ۳۰۱، جدید ۲/ ۳۱۱، هدایه اشرفی دیوبند ۲/ ۶۲۴)

أما إذا کان بغیر أمره فلأنه تبرع فلا یملک أن یجعل ذلک مضمونا علیه. (بدائع، فصل فی حکم الهبة زکریا ۵/ ۱۸۱، کراچی ۶/ ۱۳۲)

وکذا لو اجتمع إخوة یعملون فی ترکة أبیهم ونما المال فهو بینهم سویة ولو اختلفوا فی العمل والرائ. (شامی، مطلب: اجتمعا فی دار واحدة واکتسبا ولا یعلم التفاوت فهو بینهما بالسویة زکریا ۶/ ۵۰۲، کراچی ۴/ ۳۲۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷؍ شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۳۶۴/۳۶)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۹/۱۷ھ

۱۲ باب التخارج

بدلِ صلح میں وراثت جاری ہوگی

سوال [۱۱۵۷۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ان حالات میں ملا ہوا معاوضہ مسجد یا مدرسہ میں لگا یا جاسکتا ہے یا نہیں؟ حالات اور واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کا گلا گھونٹ کر جان سے مار ڈالا، اور پھر اقبال جرم بھی کرلیا، چند مصلحتوں اور حالات کے تحت محلّہ کے لوگوں نے معاملہ تھانہ یا عدالت میں نہ جانے دیا، محلّہ کے لوگوں نے اپنے ہی درمیان اس معاملہ کو طے کیا کہ مرحوم کی تمام تر اشیاء، زیورات جو بوقت نکاح مرحومہ کے بھائی اور اس کی والدہ نے دی تھی، مرحوم کے بھائی اور والدہ کو واپس دلایا گیا، اور بطور سزا مبلغ ۸۰۰۰/ روپیہ جرمانہ نقد کی صورت میں مرحوم کے بھائی اور اس کی والدہ کو دلائے گئے، مرحومہ سے ایک بچہ بھی ہے جس کی عمر تقریباً دس ماہ ہے، بچہ کی پرورش اس کے باپ پر ہوگی، مرحومہ کا بھائی اور والدہ اس رقم کو لے کر صدقۂ جاریہ میں لگانا چاہتے ہیں، تاکہ ایصال ثواب پہنچتا رہے، برائے کرم حالات پر گہری روشنی ڈال کر جواب سے جلد از جلد مطلع فرمائیں نوازش ہوگی۔

المستفتی: جلیل احمد سیوہارہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وإذا اصطلح القاتل و أولياء القتيل على مال سقط القصاص ووجب المال قليلا كان أو كثيرا، ......لأنه حق ثابت للورثة، وقول البناية: هو الدية على قدر حصصهم في الميراث. (هدایہ، کتاب الجنایات، اشرفی دیوبند ۴/ ۵۷۱، بنایہ قدیم ۴/ ۴۶۵، ۳/ ۵۰۸، اشرفیہ دیوبند)

ان عبارات سے چند امور معلوم ہوئے:

(۱) اس طرح صلح کر کے مقتول کے ورثاء کے لیے قاتل سے مال کی خاص مقدار کا

حاصل کرنا شرعاً جائز ہے، چاہے مال کی مقدار دیت مغلظہ سے کم ہو یا زیادہ۔

(۲) مقتول عورت کے شرعی ورثاء یافتہ رقم کے حقدار ہوں گے۔

(۳) تقسیم میراث کی طرح یافتہ رقم بھی ورثاء کے درمیان ان کے حصوں کے بقدر تقسیم ہوگی۔(مستفاد: امداد الفتاویٰ ۴/ ۴۱۹)

نیز مرحومہ کے بچہ کی پرورش کے تمام اخراجات باپ پر لازم ہے، البتہ مرحومہ کی ماں کو شوہر سے خرچ لے کر سات سال تک پرورش کا حق حاصل ہے۔

والحاضنة أما أو غيرها أحق به أى بالغلام حتى يستغني عن النساء وقدر بسبع و به يفتىٰ. (الدر المختار مع الشامي زكريا ٥/ ٢٦٧، كراچى ٣/ ٥٦٦)

لہٰذا یافتہ رقم موجودہ شرعی ورثاء کے درمیان درج ذیل طریقے سے تقسیم ہوگی:

۶
میـــت

والدہ	لڑکا	بھائی	قاتل شوہر
۱	۵	محروم	محروم

۸۰۰۰/ روپیہ چھ سہام میں تقسیم ہوکر ایک حصہ والدہ کو اور پانچ حصے بچہ کو ملیں گے، بھائی اور شوہر محروم ہوں گے، اب والدہ اپنا حصہ اپنی خوشی سے مدرسہ یا مسجد میں لگا سکتی ہے، بچہ کا حصہ محفوظ رکھنا واجب ہے، اس کو مدرسہ یا مسجد میں دینا جائز نہیں ہوگا، اسی طرح سامان وزیورات اور مہر سب ۶/ سہام میں تقسیم ہوکر والدہ کو ایک اور بچہ کو ۵/ سہام ملیں گے، اور بچہ کے حقوق بالغ ہونے تک محفوظ رکھنا لازم ہے، والدہ اپنے حقوق میں سے جتنا چاہے ایصال ثواب کرسکتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/ ۶۶۵)

تخارج کے بعد ترکہ میں حق نہیں رہتا، اور تقسیم کے وقت کی قیمت کا اعتبار ہے

سوال [۱۱۵۷۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: والد صاحب کے انتقال کے بعد ایک کھیت فروخت کرکے قرضہ ادا کردیا تھا اور انتقال کے بعد گھر کا اکثر خرچہ بڑے بھائیوں نے اپنی تنخواہ سے پورا کیا تھا تو اس کا کیا حکم ہوگا؟ اگر تقسیم میں قیمت لگا سکتے ہیں تو کونسی قیمت کا اعتبار رہوگا؟ انتقال کے وقت کی قیمت کا اعتبار ہوگا؟ یا تقسیم کے وقت کی قیمت کا؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد یوسف قاسمی اسلام پوری پنچ محل

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر عبدالحق اتنا لے کرا لگ ہوا ہے جو اس کے حق سے کم ہے تو باب تخارج کے قاعدے سے درست ہو چکا ہے اور اگر زیادہ لیا ہے تو نابالغ کی حق تلفی کی وجہ سے درست نہیں ہوا ہے، دوبارہ شرعی تقسیم لازم ہے۔

بھائیوں نے اپنی تنخواہ سے جو خرچ کیا ہے شرعاً اب اس کا حساب نہیں لگایا جائے گا۔

لارجوع فیما تبرع عن الغیر. (قواعد الفقه اشرفی ص:۱۰٦)

تقسیم میں جو قیمت لگائی جائے گی اس میں تقسیم کے وقت کے اعتبار سے اصل متروکہ کی قیمت لگائی جائے گی۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴/ ۲۶۸)

وجاز دفع القیمة، وفی الشامی: یعتبر یوم الأداء بالإجماع، وهو الأصح فهو تصحیح للقول الثانی الموافق لقولهما، وعلیه فاعتبار یوم الأداء یکون متفقا علیه عنده و عندهما. (الدر المختار مع الشامی، کتاب الزکاة، باب زکاة الغنم زکریا ۳/ ۲۱۰-۲۱۱، کراچی ۲/ ۲۸٦، فتح القدیر زکریا ۲/ ۲۲۷، دار الفکر ۲/ ۲۱۹، کوئٹه ۲/ ۱٦۷، بدائع الصنائع زکریا ۲/ ۱۱۵، کراچی ۲/ ۲۳) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲؍ ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/۱۷۷۴)

تقسیم کے بعد ایک فریق کا دوسرے سے نیک نامی کے نام پر رقم طلب کرنا

سوال [۱۱۵۷۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ عمر، بکر اور زید یہ تینوں بھائی مشترک ملکیت اور کاروبار میں برابر کے شراکت دار ہیں، کسی وجہ سے یہ اشتراک اختلاف کا سبب بنا تو عمر، بکر اور زید نے آپس میں مل کر اور کچھ بزرگوں کو ثالث بنا کر تمام ملکیت اور کاروبار کو تینوں شرکت داروں نے اتفاق رائے سے آپس میں برابر برابر تقسیم کرلیا، ہر چیز کی موجود نرخ کے حساب سے قیمت طے کی گئی اور اس طے شدہ قیمت میں جس بھائی نے جو چیز لینی چاہی اتفاق رائے سے لے لی، اس تقسیم میں ایک فیکٹری بھی شامل ہے جس کو عمر نے زید اور بکر کو طے شدہ قیمت ادا کر کے لے لیا تھا، اس کے ساڑھے نو ماہ بعد زید اور بکر اس فیکٹری کی نیک نامی کا معاوضہ طلب کر رہے ہیں جبکہ تقسیم کے وقت فیکٹری کی پوری قیمت لگائی گئی تھی، اور اس وقت فیکٹری کی قیمت میں نیک نامی کی کوئی بات نہیں ہوئی تھی، اور نہ کوئی الگ سے قیمت لگائی گئی تھی، لیکن سرکاری نقطۂ نظر سے نیک نامی کی مد شامل کر رہے ہیں، جبکہ آج تک مشترکہ ملکیت کا بٹوارہ ان کے درمیان اسلامی نقطۂ نظر سے کیا گیا ہے۔

سوال طلب امر یہ ہے کہ زید، بکر جو نیک نامی کا معاوضہ طلب کر رہے ہیں آیا یہ صحیح ہے یا نہیں؟ از روئے شرع جواب تحریر فرمائیں۔

المستفتی: محمد عطاء اللہ ناگ پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: جب آپ کی تراضی سے حقوق تقسیم کر کے ہر صاحب حق نے اپنا حق وصول کرلیا ہے اور فیکٹری کی طے شدہ قیمت ادا کر کے عمر نے اپنے قبضہ میں لے لی ہے اور بوقت تقسیم کسی کو کوئی اشکال بھی نہیں رہا ہے اور تقریباً ساڑھے نو ماہ بعد فیکٹری کی عمدگی اور نیک نامی میں اپنے حق کا دعویٰ کرنا شرعی طور پر باطل ہے اور شرعاً اس دعویٰ کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔

ولو اختلفا في التقويم لم يلتفت إليه، لأنه دعوىٰ الغبن ولا معتبر به في البيع ، فكذا في القسمة لوجود التراضي. (هداية، باب دعوىٰ الغلط في القسمة والاستحقاق فيها اشرفي ديوبند ٤/ ٤٢٠، البناية اشرفي ديوبند ١١/ ٤٥٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰/ ذی الحجہ ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/ ۲۴۸۴)

رقم کے ذریعہ مصالحت کرنے والوں کا جائیداد میں کوئی حصہ نہیں

سوال [۱۱۵۷۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: باپ کے انتقال کے بعد بیٹیوں نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ باپ کے چھوڑے ہوئے مکان میں ہمارے حصوں کی رقم دیدی جائے بیٹوں نے اپنی بہنوں سے کہا کہ تم سب بہنیں باہم مشورہ کر کے بتاؤ کہ تمہیں اپنے اپنے حصے کے بدلے ہرایک کو کتنی کتنی رقم لینی ہے بہنوں نے باہم مشورہ کر کے اپنے بھائیوں سے کہا کہ وہ پانچ پانچ ہزار روپیہ لینے پر راضی ہیں، بھائیوں نے اپنی بہنوں کو پانچ پانچ ہزار روپئے دیدیئے، اب ایک لمبی مدت کے بعد بھائیوں نے وہ مکان بیچنا چاہا تو اب کسی بہن کو کیا یہ کہنے کا حق ہے کہ اس وقت یہ مکان جتنی قیمت کا فروخت ہوا اتنی رقم میں سے میرا حصہ مجھے دیا جائے؟

المستفتی: مصباح الدین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: برتقدیر صحت سوال جب بہنوں میں سے ہرایک نے اپنی رضامندی اورخوشی سے والد کے متروکہ مکان میں سے اپنے حصے کے مقابلہ میں پانچ پانچ ہزار روپئے نقد رقم لے لی ہے تو ایسی صورت میں اب اس مکان میں بہنوں کا حق نہیں رہا، بعد میں اگر وہ مکان زیادہ قیمت میں فروخت ہوتا ہے تو کسی بہن کو شرعاً یہ کہنے کا حق نہیں ہے کہ اب یہ مکان جتنی قیمت میں فروخت ہورہا ہے اس میں سے میرا حصہ دیا جائے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۱۷/ ۵۰۶)

إذا كانت التركة بين ورثة فأخرجوا أحدهما منها بمال أعطوه إياه والتركة عقار أو عروض صح قليلا كان ما أعطوه أو كثيرا (إلى قوله) لأنه بيع الجنس بخلاف الجنس فلا يشترط التساوى ويعتبر التقابض فى المجلس. (عالمگیری، الباب الخامس عشر فى صلح الورثة والوصى زكريا قديم ٤/ ٢٦٨، جديد ٤/ ٢٧٥)

أخرجت الورثة أحدهم عن التركة وهى عرض أو هى عقار بمال

أعطاه له أو أخرجوه عن تركة هي ذهب (إلى قوله) صح في الكل صرفا للجنس بخلاف جنسه قل ما أعطوه أو كثر. (شامي، فصل في التخارج زكريا ۸/۷۲۵، کراچی ۵/۶۴۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴؍رجب المرجب ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۱۹۷)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴/۷/۱۴۳۴ھ

مصالحت علی المال کے بعد بقیہ مال کی دو بھائیوں کے درمیان تقسیم

سوال [۱۱۵۷۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہمارے والد صاحب کا انتقال ہوگیا، انہوں نے اپنے انتقال پر صرف دو لڑکے اور چار لڑکیاں چھوڑیں، ترکہ میں دو مکان چھوڑے، ایک تین منزلہ، دوسرا بغیر تین منزلہ، اور اس مکان کو چاروں لڑکیوں نے بھائیوں کی مرضی سے اپنے حصہ کے بدلے لے لیا، لہٰذا تین منزلہ مکان کی ہم دو بھائیوں کے درمیان تقسیم کس طرح ہوگی؟ شریعت کا اس سلسلے میں کیا حکم ہے؟

المستفتی: عطاء الرحمٰن تمبا کو والان، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب چاروں لڑکیوں نے اپنے والد سے ملنے والی جائیداد پر ایک مکان لے کر مصالحت کرلی تو باقی تین منزلہ مکان کی تقسیم صرف دو بھائیوں کے درمیان آدھی آدھی ہوگی۔

التخارج والمراد ههنا به أن يصالح الورثة على إخراج بعضهم عن الميراث بشيئ معلوم من التركة وهو جائز عند التراضي. (شريفيه ص:۸۶) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵؍ربیع الاول ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۵۸۰)

اندازاً بہن کو اس کا حصہ دینے کی شرعی حیثیت

سوال [۱۱۵۸۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: اگر کوئی بھائی اپنی بہن کا حق دینے کے بجائے اندازاً باہم رضامندی سے نیز اس حق پر بہن کا قبضہ کیے بغیر ایک مقدار خاص پر صلح کرلے تو یہ درست ہے یا نہیں؟ یا پھر بہن کو قبضہ دینا (زمین میں تخلیہ وگھر وغیرہ خالی کرنا) ضروری ہے، ساتھ میں یہ بھی ظاہر کردے کہ اگر بہن ازخود قبل قبضہ اپنا حق معاف کردے تو پھر کیا حکم ہے؟ ایسے مسائل کی وجہ سے معاشرہ تباہ ہے؟

المستفتی: محمد عمران کٹھاری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ہمارے ہندوستان میں عام مزاج بن چکا ہے کہ بہن کا حصہ کسی بھی حیلہ سے مارلیا جائے، کبھی بہن پر دباؤ ڈالا جاتا ہے، جس سے وہ شرما حضوری سے معاف کردیتی ہے، اور کبھی ایسا کیا جاتا ہے کہ بہن کا حق بنتا ہے اس حق کو کھل کر اسے دیئے بغیر اس کے حصہ کے مقابلے میں معمولی چیز پر صلح کرانے کی کوشش کرتے ہیں اور بہن بھی اس لیے مجبور ہوجاتی ہے کہ اس کے قبضہ میں کچھ نہیں ہوتا، سب کچھ بھائی کے قبضہ میں ہوتا ہے اور بہن بھی یہ سوچ لیتی ہے کہ جو بھی مل رہا ہے وہ غنیمت ہے، اگر نہ لے تو کہیں وہ بھی ہاتھ سے نہ نکل جائے اور بھائی سے تعلقات بھی خراب ہوجائیں، ان وجوہات کی بناء پر بہن کو مجبوراً راضی ہونا پڑتا ہے، اور بھائی اس کا نام دیتا ہے کہ بہن نے بخوشی اتنے پر صلح کرلی ہے، آخر ایسا کیوں نہیں ہوتا ہے کہ سارا بہن کے قبضہ میں دیدیا جائے اور بھائی اس طرح کی چیز پر صلح کرلے جس طرح کی چیز دے کر بہن سے صلح کی جاتی ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ نام کی صلح ہے، حقیقت میں بہن کا حصہ مارلینے کے لیے حیلہ ہے اس لیے بلا کسی حیلہ جوئی کے بہن کا حصہ بہن ہی کو دیدیا جائے ورنہ قیامت کے دن ساتوں زمینوں کا طوق ڈالا جائے گا۔

عن سعید بن زید قال: سمعت النبی ﷺ یقول: من أخذ شبرا من

الأرض ظلما فإنه يطوقه الله إياه يوم القيامة من سبع أرضين. (مسلم شريف، باب تحريم الظلم وغصب الأرض، النسخة الهندية ٢/٣٣، بيت الأفكار رقم: ١٦١٠)

عن أنس بن مالك –رضي الله عنه– قال: قال رسول الله ﷺ: من فر من ميراث وارثه، قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة. (سنن ابن ماجه، باب الحيف في الوصية، النسخة الهندية ٢/١٩٤، دار السلام رقم: ٢٧٠٣، سنن سعيد بن منصور، دار الكتب العلمية بيروت ١/٩٦، رقم: ٢٨٥-٢٨٦) **فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۱۲۷)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ

بہنوں کو زمین کے بدلے آٹھ سال بعد اس کی قیمت دینا

سوال [۱۱۵۸۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہمارے والد صاحب کا انتقال اپریل ۲۰۰۴ء میں ہوا، وارثین میں ایک بیوی تین لڑکے، دو لڑکیاں چھوڑیں، والد صاحب نے وراثت میں جو جائیدادیں چھوڑی ہیں، ان جائیدادوں سے متعلق انتقال ہی کے سال میں بھائی صاحبان نے خود قیمت لگا کر ہمارا حصہ روپیوں کی شکل میں بنا دیا تھا، جو رقم ۲۰۰۴ء میں بھائی صاحبان نے بنائی، ان کا پہلا آفر تھا، کچھ جائیدادوں کا حصہ اپنے ناموں میں کرالیں نہیں تو اگلے تین سال میں روپیوں کی شکل میں بھائی صاحبان نے ادا کرنے کا وعدہ کیا تھا، چونکہ ہم بہنیں عورت ذات کیسے جائیدادوں کی دیکھ ریکھ کرتیں، اس لیے ہم بہنیں تین سال والی بات پر مہلت دینے کو تیار ہوگئیں، مگر انہوں نے تین سال کی مدت میں رقم نہیں ادا کی، اور اب آٹھ سال بعد ان میں سے ایک جائیداد فروخت کر کے ہمیں روپیہ دیا جو کہ کئی گنا زائد قیمت پر فروخت ہوئی، ہمارا یہ کہنا ہے کہ ان آٹھ سالوں کے دوران جائیدادوں کی قیمت ۲۰۰۴ء کے مقابلہ میں کئی گنا زیادہ ہوگئی ہیں، کیا ہمیں شریعت آج کے ریٹ لگوانے کا حق دیتی ہے؟

(۱) والد صاحب کی جائیدادیں ایک بیوی، تین لڑکے، دولڑکیوں کے درمیان کس حساب سے تقسیم ہوگی؟

(۲) ستمبر ۲۰۰۹ء میں والدہ کا انتقال ہوا، والدہ کی وراثت تین لڑکے اور دولڑکیوں کے درمیان کس حساب سے تقسیم ہوگی؟

(۳) اسی طرح والدہ کی جائیداد کی قیمت ۲۰۰۹ء کی جگہ آج کی موجودہ قیمت کے حساب سے لگے گی یانہیں؟

(۴) جائیدادوں کی جورقم ۲۰۰۴ء کی بھائی صاحبان نے بنائی تھی، تاخیر سے ادائیگی کا وہ دس فیصد اضافہ کرکے دے رہے ہیں، ہمارے لیے یہ اضافی رقم لینادرست ہے یانہیں؟

المستفتی: دختران عبدالمجیب صاحب، پیرزادہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بشرط صحت سوال وبعد ادائے حقوق ماتقدم وعدم موانع ارث مورث اعلیٰ کا ترکہ درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا:

مورث اعلیٰ میت ۸ / ۶۴

بیوی	لڑکا	لڑکا	لڑکا		لڑکی	لڑکی
۱/۸				(۷)		
۸	۱۴	۱۴	۱۴		۷	۷

تماثل

بیوی میت ۸ — ۸

لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی
۲	۲	۲	۱	۱

الاحیاء — المبلغ ۶۴

لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی
۱۶	۱۶	۱۶	۸	۸

مورث اعلیٰ کا کل ترکہ ۶۴ رسہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا اتنا ملے گا جو اس کے نیچے

درج ہے، چونکہ بہنوں کو والد کی میراث میں سے کچھ نہیں دیا گیا ہے اس لیے والد کی وفات کے بعد جو پیسہ دینے کے لیے طے کیا گیا تھا، اور بعد میں اتنے عرصہ تک وہ پیسہ نہیں دیا گیا ہے، تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا، بلکہ آج کے زمانے میں جو بھی بہنوں کا والد کی جائیداد میں حصہ بنے گا وہی دینا لازم ہوگا یا ادائیگی کے وقت میں اس کی جو بھی قیمت بنے گی وہی قیمت بہنوں کو دینا لازم ہوگی۔

وعندهما فی الفصلين جميعا يؤدی قيمتها يوم الأداء. (بدائع الصنائع، فصل صفة نصاب التجارة، کراچی ۲/۲۳، زکریا ۲/۱۱۵)

وعندهما يوم الأداء. (هنديه، الباب الثالث فی زكاة الذهب زكريا قديم ۱/۱۸۰، جديد ۱/۲٤۱، البحر الرائق زكريا ۲/٤۰۰، كوئٹه ۲/۲۲۹)

تعتبر القيمة يوم الوجوب، قالا: يوم الأداء ...... وهو الأصح و يقوم فی البلد الذی المال فيه ولو فی مفازة ففی أقرب الأمصار إليه، وتحته فی الشامية: قوله: هو الأصح ...... ذكر فی البدائع: أنه قيل أن المعتبر عنده فيها يوم الوجوب وقيل يوم الأداء، وفی المحيط يعتبر يوم الأداء بالإجماع وهو الأصح فهو تصحيح للقول الثانی الموافق لقولهما وعليه فاعتبار يوم الأداء يكون متفقا عليه عنده وعندهما. (شامی، الزكاة، باب زكاة الغنم كراچی ۲/۲۸٦، زكريا ۳/۲۱۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷؍ربیع الاول ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۵۰۹)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۵/۳/۲۹ھ

ایک وارث کا مکان پر صلح کرنا

سوال [۱۱۵۸۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے والد صاحب کا انتقال ہوگیا، ان کے ورثاء میں ایک بیوی اور چھ لڑکے: محمد مختار، عبد المنان، عبد الحنان، عبد الرحمٰن، حفظ الرحمٰن، محمد ابراہیم ہیں، انہوں نے

ترکہ میں ایک کرایہ کا مکان رکھیال روڈ پر چھوڑا جسے والد کے انتقال کے بعد محمد مختار کے علاوہ ہم پانچ بھائیوں نے خرید لیا تھا، پھر اب بیچ دیا ہے، دوسرا مکان انصار نگر میں ہے، جس کی زمین والد صاحب کی تھی، اور اس پر مکان تعمیر کرانے میں سب بھائی شریک تھے، تیسرا مکان باپونگر میں ہم سب بھائیوں نے مل کر خریدا لیکن اس کی آدھی رقم محمد مختار بھائی نے تنہا ادا کی اور بقیہ آدھی ہم سب پانچ بھائیوں نے ادا کی پھر مختار بھائی نے کہا کہ انصار نگر والا مکان مجھے دیدو اور کہیں مجھے کچھ نہیں چاہیے تو انہیں ہم پانچ بھائیوں نے وہ مکان دیدیا اب وہ رکھیال روڈ والے مکان میں سے اور باپونگر والے مکان میں بھی حصہ مانگتے ہیں۔

تو کیا شرعاً انہیں مصالحت کے مطابق انصار نگر والا مکان ہی ملے گا یا سب مکانوں میں حصہ دار ہوں گے؟ اور جس مکان (انصار نگر) پرانہوں نے مصالحت کی ہے وہ بھی حسب حصص شرعیہ تقسیم ہوگا، شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

المستفتی: عبدالمنان رکھیال روڈ احمد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ واقعۂ مصالحت اگر صحیح ہے تو اب مصالحت کرنے کے بعد شریعت کی رو سے محمد مختار کو صرف انصار نگر کا مکان ہی ملے گا کیونکہ محمد مختار نے انصار نگر کے مکان پر مصالحت کر لی ہے، اور وہ بقیہ میراث سے دست بردار ہو چکا ہے، لہٰذا اب اس کو بقیہ میراث سے کچھ نہ ملے گا، اور بقیہ میراث دوسرے وارثین کے درمیان ہی تقسیم ہوگی، اور رکھیال روڈ کا مکان چونکہ مورث کی ملکیت میں نہیں تھا بلکہ اس مکان کو محمد مختار کے علاوہ پانچ بھائیوں نے مل کر خریدا تھا اس لیے یہ مکان صرف پانچ بھائیوں کو ملے گا، محمد مختار کو نہ ملے گا، کیونکہ میراث میں وہی چیز ملتی ہے جو مورث کی ملکیت میں ہو، اور رکھیال روڈ کا مکان والد مرحوم کی ملکیت میں نہیں تھا۔

إذ الوارث إنما یملک ما کان علی ملک المورث فما لم یملکه یستحیل وراثته. (بدائع الصنائع، فصل فی بیان ما ینتهی به عقد الإجارة کراچی ۲۲۲/۴، زکریا ۹۰/۴)

ولو أخرجوا واحدا من الورثة فحصته تقسم بین الباقی علی السواء،

إن كان ما أعطوه من مالهم غير الميراث وإن كان المعطى مما ورثوه فعلى قدر ميراثهم يقسم بينهم وصلح أحدهم عن بعض الأعيان صحيح. (شامي، فصل في التخارج زكريا ٨/ ٤٢٧-٤٢٨، كراچی ٥/ ٦٤٤، مجمع الأنهر مصري قديم ٢/ ٣٢٠، دار الكتب العلمية بيروت ٣/ ٤٤١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۱۶۴۰)

جائیداد نہ دے کر لڑکیوں کو ان کے حصہ کی قیمت دینا کیسا ہے؟

سوال [۱۱۵۸۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حاجی بنن کا انتقال ہوگیا، ان کے ورثاء میں ایک بیوی سعیدہ خاتون سات لڑکے: شفاعت احمد، سہراب احمد، مہتاب احمد، شاہنواز احمد، سرفراز احمد، ذوالفقار احمد، مسعود احمد، تین لڑکیاں: عالم جہاں، بدر جہاں، چاندنی بیگم ہیں۔

حاجی بنن خاں مرحوم اپنی حیات میں یہ طے کر چکے تھے اور سب بھائی بہنوں کو بٹھا کر کہا تھا کہ سب لڑکوں کو مکان میں حصہ ملے گا، اور لڑکیوں کو ان کے حصے کی رقم دیدینا، تو دریافت یہ کرنا ہے کہ بہنوں کو والد کی ہدایت کے مطابق ان کے حصہ کی رقم دی جائے گی یا مکان میں جو حصہ آئے گا وہی دینا ضروری ہے، اگر قیمت دینی ہو تو اس وقت کی قیمت دی جائے یا موجودہ وقت جب تقسیم ہورہی ہے اسی وقت کی قیمت دینی ہوگی؟ ترکہ میں کل مکان ۶۷/۴ گز کا ہے شرعی حکم تحریر فرمادیں؟

المستفتی: مہتاب احمد خاں محلہ مغل پورہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر سب ورثاء کے درمیان عین مکان تقسیم کرنے میں تنگی کا خطرہ ہے اور باپ حاجی بنن خاں نے اسی مصلحت سے اس بات کی وصیت

کردی ہے کہ لڑکیوں کو ان کے حصہ کی قیمت دیدی جائے، تاکہ مکان کی رہائش میں تنگی نہ پڑے، تو ایسی صورت میں مکان کی صحیح اور مناسب قیمت لگا کر لڑکیوں کو اپنے اپنے حصہ کی قیمت دے دینا شرعاً جائز اور درست ہے، اور اس میں اس دن کی قیمت کا اعتبار ہوگا جس دن ان کی جائیداد کی قیمت ان کو دی جائے گی۔

إذا كانت التركة بين ورثة فأخرجوا أحدهم منها بمال أعطوه إياه والتركة عقار أو عروض صح قليلا كان أو كثيرا . (مختصر القدوری، کتاب الصلح ۱۳۵، هدایه فصل فی التخارج، اشرفی ۲۵۶/۳)

ولو أخرجت الورثة أحدهم عن التركة وهى غرض أو هى عقار بمال (إلى قوله) صرفا للجنس بخلاف جنسه قل أو كثر. (تکمله شامی، فصل فی التخارج، زکریا ۳۴۸/۱۲-۳۳۹، کراچی ۲۶۱/۸)

ثم قول أبى حنيفة فيه إنه تعتبر القيمة يوم الوجوب وعندهما يوم الأداء. (فتح القدير، کتاب الزکاة، فصل فی العروض، دار الفكر ۲۱۹/۲، زکریا ۲۲۷/۲، کوئٹه ۱۶۷/۲، ومثله فی حاشية الطحطاوى على المراقى ۲۱۸/۱، ونحوه فی التاتارخانية، زکریا ۱۷۰/۳، رقم: ۴۰۱۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵؍محرم الحرام ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۹۲۴/۴۰)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۴/۱/۵ھ

شوہر کا بیوی کے بھائیوں سے ان کا حصہ خریدنا

سوال [۱۱۵۸۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرے شوہر کا ۱۳؍سال ہوئے انتقال ہوگیا، میرے دو لڑکے اور ایک لڑکی ہے، تینوں بچوں کی شادی ہوچکی ہے، میرے والد نے اپنے سب بچوں کے نام ایک ایک مکان کردیا تھا، سب اپنے حصہ کے گھروں میں رہتے ہیں، میرے والد کے پاس ایک مکان الگ

سے فالتو تھا، یعنی کسی کے نام نہیں تھا، میرے والد کے مرنے کے بعد اس مکان میں سب بہن بھائی اور میں خود بھی حصہ دار ہوگئی، میرے شوہر نے میرے سب بھائی بہن سے رقم دے کر ان کے حصے میرے نام سے خرید لیے اور سب سے رجسٹری کرالی، اس کے خرچہ میں کافی پیسہ میں نے بھی اپنے پاس سے ڈالا تھا، اب مسئلہ یہ ہے کہ کیا میں اس مکان کی تنہا مالک ہوں یا نہیں؟ کیا اس کو تقسیم کرنے کا مجھے حق حاصل ہے یا نہیں؟ یا اس مکان میں وراثت چلے گی؟ کیا میں اپنی مرضی سے اپنے بچوں کی ضروریات کے حساب سے جسے جتنا چاہوں دے سکتی ہوں، اور اپنے لیے بھی رکھنے کی حقدار ہوں؟ برائے مہربانی شرعی مسئلہ کیا ہے؟ بتائیے کہ کتنا حق بنتا ہے؟ اور کسی کا حق تو کٹتا نہیں؟

المستفتیہ: گوہر جہاں محلّہ بھٹی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب آپ کے شوہر نے مذکور مکان میں سے آپ کے بھائی بہنوں کے جو حصے تھے ان حصوں کی قیمت دے کر ان سے آپ کے نام سے مکان خرید لیا ہے اور خریدنے میں آپ کا اپنا ذاتی پیسہ بھی شامل رہا ہے تو ایسی صورت میں اس پورے مکان کی آپ تنہا مالک ہیں، اس میں کسی دوسرے کا حق نہیں ہے، نہ آپ کے شوہر کے وارثین کا کوئی حق ہے، نہ آپ کے بھائی بہن کا کوئی حق ہے؟ لہٰذا آپ اپنی مرضی سے جس طرح چاہیں اس مکان میں تصرف کرسکتی ہیں۔

المالک هو المتصرف فی الأعیان المملوکة کیف شاء من الملک.

(بیضاوی شریف رشید ۱/۷، وهکذا فی شرح المجلة رستم اتحاد ۱/۶۵۴، رقم المادة: ۱۱۹۲، البنایه اشرفیه دیوبند ۸/۲۱۹، بدائع زکریا ۲/۶۳۸، کراچی ۲/۳۲۷، الموسوعة الفقهیة الکویتیة ۱۴/۲۹، شامی ۵/۱۰، کراچی ۴/۵۰۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶/رجب المرجب ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۱۹۹)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۶/۷/۱۴۳۴ھ

دونوں بہنوں کا جائیداد کے عوض پچاس پچاس ہزار پر مصالحت کرنا

سوال [۱۱۵۸۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: مرحومہ فاطمہ اپنے پیچھے ایک بیٹا زید اور دو بیٹیاں زینب اور عائشہ چھوڑ جاتی ہے، ترکہ میں مکان کی چوحدی کی زمین کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھا، ورثاء کی تقسیم سے متعلق پیش کش پر دونوں بہنوں نے یہ کہا کہ ہم اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ مکان کو ہم الگ نہیں بانٹیں گے، اور ہم لوگ اپنے حصہ میں آنے والی جائیداد کو آپ کے نام لکھ دیتے ہیں آپ ہمیں پچاس پچاس ہزار روپیہ مدد کے طور پر دیدیں اس پر بھائی زید راضی ہوگیا اور کہا کہ اگر میں مرجاتا ہوں تو میرے بیٹوں پر یہ حق ہوگا کہ وہ اس رقم کو ادا کریں، اور اپنے بیٹوں کو گواہ بنایا بعد میں جب زینب اور عائشہ کی اولادوں کو سارے معاملہ کا پتہ چلا تو انہوں نے اپنی ماں سے دوبارہ اس مسئلہ پر بات کرنے کو کہا، مگر زینب اور عائشہ اپنے بھائی کے ساتھ کیے ہوئے معاملہ پر اٹل رہی۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بشرط صحت سوال وبعد ادائے حقوق ما تقدم وعدم موانع ارث مرحوم فاطمہ کا ترکہ مذکورہ وارثین میں درج ذیل نقشہ کے اعتبار سے تقسیم ہوگا:

$\frac{2}{4}$

فاطمہ میت

لڑکا	لڑکی	۵۰/ ہزار	لڑکی	۵۰/ ہزار	بھائی	تین بہنیں
زید	زینب	پر مصالحت	عائشہ	پر مصالحت		
۲	۱		۱			

جب زینب اور عائشہ نے ماں کی طرف سے ملنے والی جائیداد پر اپنے بھائی زید سے پچاس پچاس ہزار روپیہ لے کر مصالحت کرلی، جیسا کہ سوال سے معلوم ہوتا ہے تو اب روپئے کی ادائیگی کے بعد زید ترکہ میں ملی ہوئی پوری جائیداد کا مالک ہے لیکن جب تک روپیوں کی ادائیگی نہ ہوگی، اس وقت تک زید پوری جائیداد کا مالک نہ ہوگا۔

وإذا كانت التركة بين ورثة فأخرجوا أحدهم منها بمال أعطوه إياه

والتـركة عقار أو عروض جاز قليلا كان ما أعطوه أو كثيرا . (مختصر القدوری، کتاب الصلح ١٣٥، هدايه فصل فی التخارج اشرفی ٢٥٦/٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۲۳ر صفر المظفر ۱۴۲۳ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۵۱۷/۳۶)	۱۴۲۳/۲/۲۴ھ

(۱۳) باب المناسخة

مناسخہ کا ایک مسئلہ

سوال [۱۱۵۸۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) زید کا انتقال ہوا، اس نے ورثاء میں زوجہ زینب، ماں رحیمہ، باپ عبد اللہ، حقیقی بہن ذاکرہ، علاتی بہن، زاہدہ اور اخیافی بہن زہدہ کو چھوڑا۔

(۲) اس کے بعد رحیمہ کا انتقال ہوا، اس نے شوہر عبداللہ، حقیقی بیٹی ذاکرہ اور اخیافی بیٹی زہدی اور چچا راشد کو چھوڑا۔

(۳) اس کے بعد عبداللہ کا انتقال ہوا اس نے ورثاء میں بیوی ہندہ، دو بیٹیاں: ذاکرہ اور زاہدہ اور ایک بھائی رشید کو چھوڑا۔

(۴) اس کے بعد ذاکرہ کا انتقال ہوا اور اس نے شوہر لئیق، علاتی بہن زاہدہ اور اخیافی بہن زہدی کو چھوڑا۔

(۵) اس کے بعد زاہدہ کا انتقال ہوا اس کے ورثاء میں شوہر ندیم، دو بیٹیاں: نعیمہ، نفیسہ اور چچا رشید ہیں۔

(۶) اس کے بعد زہدی کا انتقال ہوا، اس کے ورثاء میں شوہر ماجد، تین بیٹیاں: ماجدہ، مجیدہ اور ساجدہ اور باپ عبدالمجید ہیں۔

مفتی صاحب سے گذارش ہے کہ اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں کہ کس وارث کو کتنا حصہ ملے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحت سوال وبعد ادائے حقوق ماتقدم علی الارث وعدم موانع ارث مرحوم زید کا ترکہ ان کے شرعی ورثاء کے درمیان درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا۔

۱۵۷۲۴۸
۴۰۳۲
۵۷۶
۷۲
۱۲

زید میت

زوجة (زینب)	ام (رحیمة)	اب (عبد اللّٰہ)	اخت لأب وأم (ذاکرہ)	اخت لاب (زاہدہ)	اخت لأم (زہدی)
۳ / ۱۸ / ۱۴۴ / ۱۰۰۸ / ۳۹۳۱۲	۲	۷ / ۴۲			

۷/۶   تباین   ۱۵۲

ذاکرہ میت

زوج (لئیق)	اخت لأب (زاہدہ)	أخت لأم (زہدیٰ)
۳	۳	۱
۴۵۶	۴۵۶	۱۵۲
۱۷۷۸۴		

۱/۱۲   تداخل   ۱۰۸/۱۲۹۶

زاہدہ میت

زوج (ندیم)	بنت (نعیمہ)	بنت (نفیسہ)	عم (رشید)
۳	۴	۴	۱
۳۲۴	۴۳۲	۴۳۲	۱۰۸
۱۲۶۳۶	۱۶۸۴۸	۱۶۸۴۸	۴۲۱۲

۳۹/۱۳/۱۲   تباین   ۳۷۶

زہدیٰ میت

زوج (ماجد)	بنت (ماجدہ)	بنت (مجیدہ)	بنت (ساجدہ)	اب (عبد المجید)
۳	۸	۸	۸	۲
۹	۳۰۰۸	۳۰۰۸	۳۰۰۸	۶
۳۳۸۴				۲۲۵۶

۱۵۷۲۴۸

المبلغ

الأحیاء

زینب	راشد	ہندہ	رشید	لئیق	ندیم	نعیمہ	نفیسہ	ماجد	ماجدہ	مجیدہ	ساجدہ	عبدالمجید
۳۹۳۱۲	۲۱۸۴	۱۲۲۸۵	۲۴۶۸۷	۱۷۷۸۴	۱۲۶۳۶	۱۶۸۴۸	۱۶۸۴۸	۳۳۸۴	۳۰۰۸	۳۰۰۸	۳۰۰۸	۲۲۵۶

ہر وارث کو مرحوم کے ترکہ میں سے اتنا اتنا حصہ ملے گا جو اس کے نیچے درج ہے، نیز اس سوال کا نقشہ ’’فتاویٰ تاتارخانیہ ۲۰/۳۱۴-۳۱۵‘‘ میں بھی موجود ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۴؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۰/۲۶۵)

۱۴ متفرقات

تقسیم ترکہ

سوال [۱۱۵۸۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص اپنے وطن سے برسوں پہلے شہر احمد آباد میں آئے، یہاں قیام کیا، کاروبار مٹھائی کا شروع کیا، اولاد میں ۱۰/لڑکے اور ۲/لڑکیاں ہیں، کاروبار بڑھتا گیا، البتہ کاروبار کی ۲/ دوکانیں اور ایک کوٹھری کرایہ پر ہیں، اور جائیداد میں ۳/ ذاتی مکان، اچھی خاصی نقدی، تانبہ، پیتل کے برتن وغیرہ اور مٹھائی بنانے کے برتن اور آلات چھوڑے ہیں، ان دس لڑکوں میں سے دو نے والد صاحب سے اپنا حق مانگ لیا، اور دونوں نے حصہ لینے کے بعد کہہ دیا کہ اب تم پر ہمارا حق نہیں، ایک لڑکا نافرمان ہی رہا، اور والد صاحب سے الگ رہا چوتھے لڑکے نے سرکاری گناہ کیے تھے، جس میں اس کو چھڑوانے میں کئی لاکھ خرچ ہوا، اور انہوں نے کہا تھا کہ میں یہ پورا قرض ادا کروں گا، قرض تو ادا نہیں کیا البتہ والد صاحب سے بغاوت پر رہا، سب سے بڑا لڑکا شادی کے بعد الگ ہوگیا، اس نے اپنا ذاتی کاروبار شروع کیا، الگ رہنے لگا، اب بھی الگ رہتا ہے۔

ان میں سے ایک لڑکا اپنی ذاتی رقم سے سعودی گیا اور قریب ۲/سال ملازمت کی، اس میں اچھی کمائی کر کے وہ اپنے والد صاحب سے الگ ہوگیا، اور اپنا ذاتی کاروبار کرنے لگا، جس میں اس نے والد صاحب سے کسی قسم کا مالی وذاتی تعاون نہیں لیا، البتہ والد صاحب کے ساتھ حسن سلوک میں کوئی کمی نہیں کی، اس درمیان زید نامی شخص نے اپنی دونوں لڑکیوں کی شادی بھی کردی، اول دو لڑکوں نے اپنا حق لینے کے بعد اپنی مرضی سے شادی کی، نمبر ۳/ جو نافرمان ہے، اس نے شادی نہیں کی، ہاں زید کی بیوی قریب ۲۰/سال پہلے دنیا سے رخصت ہوگئی، لہٰذا مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات بالتفصیل تحریر فرمادیں، کہ ہم غیر عالموں کو ایک ایک سوال کا جواب سمجھ میں آئے۔

نوٹ: ۲۰؍سال پہلے تمام لڑکے کاروبار میں محنت میں برابر شریک تھے۔

(۱) مرحوم زید کے مال میں سے ۱۰؍لڑکے اور ۲؍لڑکیاں سب کو میراث میں حصہ ملے گا یا نہیں؟ اگر ملے گا تو کتنا ملے گا؟

(۲) جن دو لڑکوں نے اپنا حصہ لیا اور کہہ دیا کہ ہمارا کوئی حق نہیں، ان کو ملے گا یا نہیں؟

(۳) جو لڑکا (عاق) نافرمان ہے اس کو ملے گا یا نہیں؟

(۴) ایک لڑکے نے سرکاری گناہ میں ملوث ہوئے خرچ کی رقم واپس کرنے کا وعدہ کیا تھا اس سے اس کو لیا جائے گا یا نہیں، یا پھر اس کو میراث میں سے رقم میں کمی کی جائے گی یا نہیں؟

(۵) کرائے کی دو دو کانیں اور ایک کوٹھری میراث میں گنتی کی جائے گی یا نہیں؟

(۶) مرحوم زید قریب ۱۰؍سال بیمار رہے وفات سے تقریباً ۲؍سال پہلے بیمار ہوئے ڈاکٹر نے نا امیدی ظاہر کردی، پھر بھی کچھ طبیعت ٹھیک ہوئی تو اسی بیماری میں انہوں نے اپنے ۴؍لڑکوں کے متعلق وصیت نامہ لکھوایا تو یہ وصیت نامہ بیماری کی حالت میں لکھوایا تو شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟

(۷) دونوں دوکانیں اچھی چلتی ہیں تو کاروبار کی گڈویل Goodwel کا اعتبار ہوگا یا نہیں؟

(۸) اگر یہ ۴؍لڑکے میراث میں سے دوسروں کو حق نہ دیں تو شرعاً کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد طارق مٹھائی والے

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱تا۳) زید کے ترکہ میں سے اس کی مذکرو مؤنث دونوں اولادوں کو حصہ ملے گا، کل مال متروکہ ۲۲؍حصوں میں تقسیم ہوکر لڑکوں کو دو، دو اور لڑکیوں کو ایک ایک ملے گا، اور جن لڑکوں نے اپنا حصہ کہہ کر پیشگی لے لیا تھا وہ تبرع شمار ہوگا اس کی وجہ سے وہ ترکہ سے محروم نہیں ہوں گے، اس لیے کہ ترکہ میت کے چھوڑے ہوئے مال کو کہتے اور جو لڑکا نافرمان ہے وہ بھی شرعی وارث بنے گا۔

﴿قال اللہ تعالی: لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ. [النساء: ۱۱]﴾

لأن التركة ما تركه الميت من الأموال صافيا عن تعلق حق الغير بعين من

الأموال. (شامی، کتاب الفرائض، زکریا ۱۰/۴۹۳، کراچی ۶/۷۵۹، حاشیه سراجی ص: ٤)

(۴) حسب تحریر سوال اگر مذکورہ لڑکے نے سرکاری گرفت سے بچنے کے لیے اپنے اوپر کیے گئے خرچ کو باپ کا خرچ سمجھا تو اس پر لازم ہے کہ وہ رقم والد کے انتقال کے بعد ان سب ورثاء میں حسب حصص شرعیہ تقسیم کرے یا والد کی طرف سے ملنے والے حصہ میں سے یہ رقم منہا کرالے۔

إن الواجب فی باب القرض رد مثل المقبوض. (بدائع الصنائع، کتاب الفرائض، فصل فی شرائط رکن القرض، زکریا ٦/٥١٨، کراچی ٧/٣٩٤)

(۵) جو دوکانیں اور ایک کوٹھری کرایہ پر دے رکھی تھی، وہ بھی میراث میں شمار ہو کر سب ورثاء کو ان کے شرعی حصص کے مطابق ملے گی۔

لأن الترکة ما ترکه المیت من الأموال صافیا عن تعلق حق الغیر بعین من الأموال. (شامی، کتاب الفرائض زکریا ۱۰/٤٩٣، کراچی ٦/٧٥٩، حاشیه سراجی ص: ٤)

ثم یقسم الباقی بین ورثته بالکتاب والسنة وإجماع الأمة. (سراجی ص: ٤-٥)

(٦) باپ نے اپنے مرض الوفات میں چار بیٹوں کے نام جو وصیت نامہ لکھوایا ہے اس کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں ہے کیونکہ وارث کے حق میں وصیت معتبر نہیں ہوتی، البتہ دیگر ورثاء اگر راضی ہوں تو اس کا نفاذ ہوسکتا ہے۔

عن أبی أمامة الباهلی -رضی الله عنه- قال: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول فی خطبته عام حجة الوداع، إن الله تبارک وتعالیٰ قد أعطیٰ کل ذی حق حقه فلا وصیة لوارث. (سنن الترمذی، باب ما جاء لا وصیة لوارث، النسخة الهندیة ٢/٣٢ دار السلام رقم: ٢١٢٠، سنن أبی داؤد، الوصایا، باب ماجاء فی الوصیة للوارث، النسخة الهندیة ٢/٣٩٦، دار السلام رقم: ٢٨٧٠)

عن عبد الله بن عباس -رضی الله عنه- قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لاتجوز الوصیة لوارث إلا إن شاء الورثة. (السنن الکبریٰ للبیهقی، باب نسخ الوصیة للوالدین والأقربین، دار الفکر ٩/٣٥٦، ٣٥٧، ٣٥٨ رقم: ١٢٧٩٧، ١٢٧٩٨، ١٢٨٠٣، سنن الدار قطنی، دار الکتب العلمیة بیروت ٤/٨٦، رقم: ٢٤٥١، ٢٤٥٢)

(۷) کاروبار گڈویل یعنی نام کی حیثیت کو عرف میں قابل قیمت مان لیا گیا ہے اس لیے اس کی قیمت لگا کر ورثاء میں تقسیم کیا جائے گا۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۴/ ۷۱، نظام الفتاویٰ ۱/ ۱۳۲، ایضاح النوادر ص: ۴۸)

(۸) اگر چار لڑکے ساری جائیداد کو آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں اور دوسرے ورثاء کو ان کا حق نہیں دیتے ہیں تو یہ دوسرے ورثاء کے مال کو غصب کرنے والے شمار ہوں گے جس پر حدیث شریف میں بہت سخت وعید وارد ہوئی ہے۔

عن أنس بن مالک –رضی اللہ عنہ– قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من فر من میراث وارثہ، قطع اللہ میراثہ من الجنۃ یوم القیامۃ. (سنن ابن ماجہ، باب الحیف فی الوصیۃ، النسخۃ الہندیۃ ۲/ ۱۹٤، دار السلام رقم: ۲۷۰۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۲۲/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۵۳۲)	۱۴۳۵/۵/۲۲ھ

تقسیم ترکہ کی ایک صورت

سوال [۱۱۵۸۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: مسماۃ اللہ دی کی پہلے شوہر عبد العزیز سے (عبد الرشید، محمد حنیف، عبد الوحید اور خاتون) چار اولادیں ہوئیں، شوہر اول کے انتقال کے بعد دوسرے شوہر عبد المجید سے دو لڑکی شمو اور شہناز ہوئیں، اللہ دی اور ان کے شوہر عبد المجید اس وقت جس نئے تعمیر شدہ مکان میں رہتے ہیں، نئی تعمیر سے پہلے پرانی تعمیر کی حالت میں یہ مکان کسی بنئے کے پاس گروی رہن رکھا ہوا تھا، یہ مکان دراصل اللہ دی کے والد بشیر احمد کا تھا، اور انہوں نے ہی گروی رکھا تھا، پھر اس کو نئے طریقہ سے بنوایا گیا، اس مکان کی تعمیر کے لیے اللہ دی کے شوہر عبد المجید نے اپنا ذاتی مکان بیچ کر اس کی قیمت میں سے بھی دو تہائی سے زیادہ پیسہ اور دس ہزار روپیہ نقد الگ دیا، ۲۵/ کٹے سیمنٹ کے اور چار چوکھٹ اور ایک دو ونڈو یہ سب نقد اور سامان عبد

المجید نے اس کی تعمیر کے لیے دیا، عبدالمجید کے علاوہ محمد حنیف اور عبدالوحید (جو پہلے شوہر کی اولاد ہیں) کا بھی پیسہ اس میں لگا جتنا بھی لگا، اس مکان کی پہلی اور دوسری منزل کی تعمیر تو عبدالمجید اور محمد حنیف نے مل کر کرائی، اس تیسری منزل کی تعمیر میں بھی ۲۵/ ہزار روپیہ نقد عبدالمجید نے دیئے۔

اور دوسرے یہ کہ عبدالمجید محمد حنیف کا سامان جو باہر دہلی وغیرہ میں لے جا کر بیچتے تھے، تو اس کے پیسے سے کچھ دنوں تک ان دونوں کا یہ کاروباری سلسلہ چلتا رہا، تو اس کا جو بھی نفع عبدالمجید کے حصہ کا ہوتا تھا، وہ بھی برابر تیسری منزل کی تعمیر میں لگتا تھا، محمد حنیف نے ان سودوں کے نفع کا کوئی حساب عبدالمجید کو الگ سے نہ دیا اور نہ سمجھایا بلکہ عبدالمجید نے جب بھی پوچھا کہ ان سودوں کے پڑتے کا حساب کیا ہے، تو محمد حنیف نے یہی جواب دیا کہ یہ سب اس میں (یعنی مکان کی منزل میں) لگ تو گیا، عبدالمجید کو بھی اس پر کوئی خلش یا اعتراض نہیں ہوا، کیونکہ ایک ہی گھر کی بات تھی، بہر حال ۱۹۹۲ء تک مکان کی تیسری منزل بھی مع پلاسٹر وفرش کے مکمل ہوگئی تھی۔ اب اللہ دی بہت کمزور ہو چکی ہیں، آئے دن بیمار رہتی ہیں، ان کے شوہر عبدالمجید کا کہنا ہے کہ یہ مکان تمہارا ہے، ہم سب نے مل کر اس کو بنایا ہے، اس مکان میں میرا کیا حق ہے، اور کتنا ہے، تم اپنی زندگی میں اس مسئلہ کو طے کردو، تو وہ جواب دیتی ہیں کہ تمہارا اس مکان میں کوئی حق نہیں، بس اس میں رہتے رہو کل کو اللہ دی کے انتقال کے بعد اللہ دی کے لڑکے نے اس مکان سے عبدالمجید کو بے دخل کر دیا تو وہ بیچارے کہاں جائیں گے، اس لیے آپ کو زحمت دی گئی ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس مکان اس وقت (یعنی اللہ دی کی زندگی میں) اور اللہ دی کے انتقال کے بعد عبدالمجید کا کیا حق نکلتا ہے، اس کو سمجھا کر کسی قدر وضاحت کے ساتھ تحریر فرمائیں، عین نوازش ہوگی، اللہ پاک آپ کو اس کا اجر جزیل عطا فرمائے

المستفتی: عبدالمجید کباڑی، بھارت اسٹور ہلدوانی نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال میں اس بات کا ذکر نہیں ہے کہ مکان کو گروی سے کس نے چھڑایا، لیکن پورے سوالنامہ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ مکان مسماۃ اللہ دی کو اس کے والد بشیر احمد سے بطور وراثت مل گیا تھا، پھر اس مکان کی تعمیر میں عبد

المجید، عبدالوحید، محمد حنیف یہ تینوں شریک رہے ہیں۔

لیکن تینوں نے کتنا کتنا خرچ کیا ہے، اس کی وضاحت نہیں ہے بلکہ مشترکہ کمائی سے کم زیادہ تینوں نے خرچ کیا ہے اس لیے نئی تعمیر شدہ حصہ میں دوسری منزل میں عبدالوحید اور محمد حنیف کا برابر پیسہ شمار کیا جائے گا، لہٰذا نئی تعمیر کی ایک مناسب قیمت لگائی جائے، اور دوسری منزل کی الگ قیمت لگائی جائے، اور تیسری منزل کی الگ، دوسری منزل تک میں تینوں برابر شریک ہوں گے، اور عبدالوحید کے انتقال پر اس کا حصہ اس کی ماں اور اس کے دونوں بھائی اور بہن خاتون کے درمیان شرعی طور پر تقسیم ہوگا۔

یہ اس صورت میں ہے کہ جبکہ عبدالوحید بغیر شادی شدہ فوت ہو گیا ہو، اور اگر عبد الوحید شادی شدہ ہو تو اس کی بیوی اور اولاد بھی ورثاء میں شریک ہوں گے، اور اگر اولاد میں کوئی لڑکا بھی ہو تو اس کے بھائی اور بہن وارث نہیں بنیں گے، ورثاء کی تفصیل سوالنامہ میں نہیں ہے، اس لیے فیصلہ کا جواب نہیں لکھ سکا، اور عبدالوحید کے بعد دوسری منزل تک اس کے حصہ کو مجریٰ کرنے کے بعد باقی دوسری منزل اور تیسری منزل تک ملبہ میں عبدالمجید، محمد حنیف برابر شریک ہوں گے اور زمین میں کسی کا حق نہیں ہوگا، مکمل اللہ دی کی ہے، اللہ دی کی وفات کے بعد عمارت کی زمین اللہ دی کے ورثاء میں شرعی طور پر تقسیم ہوگی۔

$\frac{۲۸}{۴}$

اللہ دی　میـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــت

شوہر	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی	لڑکی
$\frac{۱}{۷}$	۶	۶	۳	۳	۳

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶ رجمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۰۵۴)

والد کی جائیداد کی ۲۷؍سال بعد تقسیم

سوال [۱۱۵۸۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: والد محترم کی حیات ۱۹۸۱ء سے میں ہی ان کی تجارتی دوکان سنبھال رہا ہوں، خرید وفروخت سب پر میرا ہی قبضہ تھا (اگر چہ صراحتاً والد صاحب مرحوم نے مجھے یہ نہیں کہا کہ یہ تجارت تیری ہے، میں نے دوکان تیرے حوالہ کردی) مگر کاروبار کے سلسلے میں اپنے تمام اختیارات انہوں نے میرے حوالہ کردیئے تھے، بلکہ زندگی کے آخری سالوں میں دوکان کا حساب وکتاب بھی مجھ سے لینا چھوڑ دیا تھا۔

اب سوال یہ ہے کہ جو تجارت میں تقریباً ستائیس سال سے سنبھال رہا ہوں، والد مرحوم کی حیات میں سات سال اور پھر ان کے انتقال کو آج بیس سال گذر گئے، اس کی آمدنی کا کیا حکم ہے؟ کیونکہ اس تجارت کی آمدنی سے میں نے ایک بہن کا نکاح اور خود اپنا نکاح بھی کیا، نیز اسی کی آمدنی سے گھر کے تمام اخراجات کے علاوہ کئی حج اور عمرے بھی میں نے کیے ہیں، اگر یہ ساری تجارت والد صاحب کا ترکہ شمار ہوگی تو اب تک اس میں جو تصرف (دانستہ ونادانستہ) مجھ سے ہوچکے ہیں ان کو میں کیسے اور کس حساب سے تمام وارثین (شرکاء) کو ادا کروں، تفصیلی جواب دیں تاکہ میں اہل حقوق کا حق ادا کر کے عنداللہ وعندالناس مؤاخذہ آخرت سے بری ہو جاؤں؟ نیز والدین کی استعمال شدہ گھریلو اشیاء بھی فی الحال میرے ہی استعمال میں ہیں جو لاعلمی سے ہنوز تقسیم نہیں ہوسکیں، اس کے متعلق بھی حکم شرعی بیان فرمادیں۔

المستفتی: رشید احمد سعد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ اس بات کو دیکھ لیں کہ جب آپ کے والد صاحب کا انتقال ہورہا تھا اس وقت تجارتی دوکان کا سرمایہ کتنا رہا ہے وہ سب کا سب آپ کے والد کا ترکہ شمار ہوگا، چاہے والد نے آپ کو ذمہ دار بنا دیا ہو پھر بھی ملکیت والد ہی کی

ہوگی، اور والد کے انتقال کے بعد اس تجارتی سرمایہ کے سہارے سے آپ نے کتنا کمایا، اس کو دیکھ لیں، اور آج موجود حالات میں کتنا باقی ہے، اس کو دیکھ لیا جائے، اگر فی الحال جو سرمایہ موجود ہے وہ والد صاحب کے انتقال کے وقت کے سرمایہ سے کم نہیں ہے تو بہنوں سے بات چیت کر کے آپس کی تراضی سے موجودہ سرمایہ کو شرعی طور پر تقسیم کرلیں۔

اور جو آپ نے حج وعمرہ میں خرچ کیا اور اپنی شادی کی اور بہنوں کی شادی کی ہے، ان سب کو والد صاحب کے سرمایہ کے سہارے پر حاصل کیے گئے، منافع میں سے شمار کیا جائے گا، لیکن یہ منافع آپ کی محنت سے حاصل ہوئے ہیں، اس لیے اس میں آپ ہی کا حق ہے، لہٰذا والد صاحب کی وفات کے وقت کی مالیت آج کی موجودہ مالیت سے زیادہ نہیں ہے، تو موجودہ حالت میں جو کچھ بھی سرمایہ ہے اس کو آپس کی تراضی سے تقسیم کرلیں چونکہ آپ کے معاملات لمبی مدت تک کے درمیان الجھے ہوئے ہیں، اس لیے ہم اس سے مزید وضاحت سے لکھنے سے قاصر ہیں، آپس کی صلح، رضا مندی سے کم وزیادہ کی معافی کے ساتھ معاملہ صاف کرلینا چاہیے۔

الأب و ابنه يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما شيئ فالكسب كله للأب إن كان الابن في عياله لكونه معينا له(إلى قوله) فإن قالوا هم أو امرأته بعد موته إن هذا استفدناه بعد موته فالقول لهم، وإن اقروا أنه كان يوم موته فهو ميراث من الأب. (شامی، الشركة، مطلب: اجتمعا فی دار واحدة واکتسبا …… زکریا ۶/ ۵۰۲، کراچی ۴/ ۳۲۵، ہندیہ زکریا جدید ۲/ ۳۳۲، قدیم ۲/ ۳۲۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۶۵۴)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۶/۲۸ھ

عورت کا ملکیت کا دعویٰ بلا دلیل معتبر نہیں

سوال [۱۱۵۹۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کی شادی مسماۃ بنت فلاں سے عرصہ چار ماہ قبل ہوئی تھی، زید شادی ہونے

کے ۱۲؍دن بعد ایکسیڈینٹ میں جاں بحق ہوگیا، مسماۃ کو جبراً عدت گزارنے کے لیے مرحوم کے والدین نے اپنے گھر پر روک لیا، دوران عدت مسماۃ کی والدہ نانی اور بہنیں برابر مسماۃ کے پاس رہی ہیں، مسماۃ نے اپنی والدہ نانی یا بہنوں کے بہکانے میں ہم والدین سے یہ کہنا شروع کردیا کہ مرحوم نے اپنا لیپ ٹاپ موبائل، زیور وغیرہ مجھے دیدیا تھا جبکہ اس طرح کی کوئی بھی بات مرحوم نے اپنی زندگی کے ان بارہ دنوں میں اپنے ماں باپ یا اور کسی رشتہ دار سے نہیں بتائی تھی، خدا ہم وارثین کا گواہ ہے، نکاح کے وقت قاضی کے سامنے روبرو گواہان ووکیل مہر کے مبلغ ۲۵؍ ہزار نقد دیدئے گئے تھے، مہر باقی نہیں رہا تھا، زید مرحوم کے پاس یا نام سے کوئی بھی منقول یا غیر منقول نقدی یا جائیداد نہیں ہے، مرحومہ کے والدین نے جو باحیات ہیں، شادی کی سبھی ضروریات اور انتظامات سنبھالے، مسماۃ مرحومہ مندرجہ بالا اشیاء پر اپنا حق جتا کر ہم والدین سے لینا چاہتی ہیں اور عدت پوری ہونے کے بعد اپنے میکہ جانا چاہتی ہے، مرحوم کے والدین ذہنی کشمکش کا شکار ہے۔

مندرجہ بالا مختصر حالات کی روشنی میں ہم والدین کو نیچے لکھے سوالات کے جوابات قرآن وحدیث کی روشنی میں دینے کی زحمت گوارہ کریں، ہم نے مندرجہ بالا تحریر حقائق کی روشنی میں خدا کو حاظر وناظر مان کر لکھی ہے: سوال یہ ہے:

(۱) کیا مہر نقد دینے کے بعد بھی مہر باقی رہا؟

(۲) مرحوم نے جو اشیاء لیپ ٹاپ، موبائل شادی کے زیورات وغیرہ چھوڑے ہیں کیا ان پر مسماۃ کا حق ہوتا ہے، جبکہ والدین باحیات ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) جب ۲۵؍ہزار روپئے نقد ادا کردیئے گئے ہیں تو اس سے مہر کی ادائیگی ہو چکی ہے، شرعاً دوبارہ مطالبہ کا حق نہیں ہے، بشرطیکہ مہر کی مقدار اتنی ہی رہی ہو۔

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه أن رسول الله ﷺ قال: لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفس منه. (شعب الإيمان للبيهقي، باب في قبض اليد عن

الأموال المحرمة، دار الكتب العلمية بيروت ٤/٣٨٧، رقم: ٥٤٩٢، السنن الكبرىٰ للبيهقي، دار الفكر بيروت ٨/٥٠٦، رقم: ١١٧٤٠، مسند أحمد بن حنبل ٥/٧٢، رقم: ٢٠٩٧١، سنن الدار قطني، دار الكتب العلمية بيروت ٣/٢٢، رقم: ٢٨٦٢)

(۲) مرحوم کی ملکیت میں جو لیپ ٹاپ اور زیورات وغیرہ ہوں ان کو چار حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصہ مرحوم کی بیوی کا حق ہے اور ایک حصہ مرحوم کی ماں کا حق ہے، اور دو حصے مرحوم کے والد کا حق ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲؍شوال المکرم ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/ ۱۱۶۵۸)

وراثت سے متعلق چند سوالات کے جوابات

سوال [۱۱۵۹۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) شریعت اور قرآن وحدیث میں وراثت کے بارے میں کیا فرمایا اللہ نے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے؟

(۲) کیا وراثت کا مال باپ کے مرنے کے بعد ماں کا ہو جاتا ہے اور ماں کے مرنے کے بعد وراثت بٹنی چاہئے؟

(۳) دوکان، مکان اور کچھ قیمتی سامان جس کی قیمت پچاس سے ساٹھ لاکھ کے قریب ہوتی ہے، جو ہمارے والد موت کے وقت چھوڑ گئے تھے، اب ہم تین بھائی اور ایک بہن اور ماں ہیں، اب ہم سب میں سے کس کو کتنا حصہ ملے گا، کس طرح سے تقسیم کریں آپ ہمیں حساب بتائیں؟

(۴) دو سال ہمارے والد کے انتقال کو ہو گئے، ہمارے والد کے ساتھ والد کی ہی دوکان میں چھوٹا بھائی کاروبار کرتا تھا، والد کے انتقال کے بعد بھی چھوٹا بھائی ہی کاروبار کر رہا ہے، اب سوال یہ ہے کہ اس دوکان میں والد کے انتقال کے وقت ایک سے ڈیڑھ لاکھ کا مال تھا، اس مال اور اس مال کے منافع میں اور دو سال میں اس مال کو بڑھایا گیا، کیا ان سب میں

ماں اور تین بھائی اور ایک بہن کا بھی حصہ ہوگا؟

(۵) بیٹی کی شادی کے وقت باپ نے بطور تحفہ پچیس ہزار روپئے دیئے تھے، تو کیا بیٹی اپنا اور وراثت کا حصہ مانگ نہیں سکتی؟ کیا اس کے حصہ میں وہ پچیس ہزار بھی کاٹے جائیں گے؟ اور اگر بیٹی غریب ہے اور وہ اپنا حق مانگتی ہے تو کیا وہ گنہگار رہے؟

(۶) بارہ سال قبل بڑے بیٹے کو والد نے گھر سے خود نکال دیا، کیونکہ دونوں کے درمیان دین کو لے کر بہت انتشار تھا، والد جماعت اہل حدیث کے خیال کے تھے اور بیٹا جماعت دیوبند خیالات کا تھا، تو کیا اس بیٹے کا وراثت میں کچھ حق نہیں ہے اور اگر وہ حق مانگے تو وہ گنہگار رہے؟

(۷) دوکان اور گھر کے مالک ہمارے والد ہی تھے، اور گھر میں دو بھائی ساتھ ہی تھے، ان بھائیوں کا کہنا ہے کہ ہم والد کے ساتھ تھے، اس لیے یہ سب مال ہمارا ہے، اور ماں کا بھی یہی کہنا کہ یہ سب مال میرا ہے، اور ماں سب کچھ اپنے نام کروانا چاہتی ہے، اور ماں یہ کہتی ہے کہ جسے لینا ہو میرے مرنے کے بعد لے، میرے زندہ رہتے ہوئے نہیں ملے گا، حالانکہ والد کے مرتے ہی وراثت کے سلسلے کو لے کر بہت جھگڑا اور بہت انتشار ہوا ہے، پولیس اسٹیشن تک ماں لے کر چلی گئی ہے تو کیا ماں کا یہ فیصلہ صحیح ہے، اور وراثت نہیں بٹنے سے آپس میں خون خرابے تک بات جارہی ہے تو ماں کو کیا کرنا چاہیے؟

(۸) ماں کو خرچ کوئی بھی بیٹا نہیں دے رہا ہے، ماں کا خرچ اسی دوکان سے پورا ہورہا ہے جو باپ چھوڑ گیا، تو جو بیٹا باہر ہے، صرف اس کے حصے میں ہی ماں کا ہر مہینے کا خرچ نکالا جائے گا، یا سب بیٹوں کو دینا ہوگا؟

ماں کا ہر مہینے کا خرچ کوئی بھی بیٹا نہیں دیتا ہے جو بیٹا گھر میں ہے وہ بھی نہیں دیتا جو باہر ہے، وہ بھی نہیں دیتا ہے تو کیا وراثت کی تقسیم کے وقت تینوں بیٹوں سے اور بیٹی سے باپ کے انتقال سے لے کر وراثت بٹنے تک ماں کا خرچ لینا ہوگا، باپ کے انتقال سے وراثت کے تقسیم ہونے تک کیا تینوں بیٹے اور ایک بیٹی سے بھی خرچ لینا ہوگا، اور ماں بیٹی سے بھی خرچ مانگ رہی ہے، اس دوران اگر کسی اولاد کا انتقال ہوجائے تو کیا حکم ہے، تو کیا مرنے والے کی جو اولاد ہے اس کو ملے گا، اور اگر ایک بیٹا یوں کہے کہ میں نہ تو شریعت کو مانتا ہوں اور نہ کسی

مولانا کو جانتا ہوں، نہ کسی عالم کی بات سنتا اور نہ ہی قانون کی بات مانوں گا تو جو یہ کہے اس کا کچھ علاج ہے، کیا وہ گناہ کررہا ہے، جو شریعت کو نہ مانے اس پر کیا وعید ہے؟

(۹) دو بیٹے اور پانچ بیٹیاں ہوں اور باپ نے حیات میں ہی ایک بیٹے کے نام یہ ساری جائیداد کردی ہو تو کیا باقی اولادوں کا اس مال پر کچھ بھی حق نہیں ہے اور کیا باپ نے یہ صحیح کیا ہے؟، اگر بے اولاد ہو اور شوہر نے بہت سارا مال چھوڑا ہو تو کیا پورا مال بیوی کا ہوگا؟ یا ان دونوں کے رشتہ داروں کا بھی کچھ حق ہے؟

(۱۰) برائے مہربانی قرآن وحدیث کے حوالے سے آپ ان سارے سوالوں کا جواب تفصیل سے دیں، کیونکہ آپ کے ہی جواب سے بہت سارے گھروں کا انتشار ختم ہو جائے گا، اور سب کی سمجھ میں ہر بات آجائے گی، کیونکہ ساری دنیا ابھی دین سے دور ہوتی جارہی ہے نہ خدا کا حکم جانتی ہے نہ نبی کا فرمان، اگر آپ لوگ اس کا ذریعہ بنتے ہو تو بہت ہی اچھا ہوگا، اللہ آپ کو اس کی جزائے خیر دے، آپ کے ان جوابات سے بہت سارے جھگڑے اور فساد کا انتشار ختم ہوگا، اور ذرا جلدی کیجئے؟

(۱۱) اگر اولاد نافرمان ہو تو باپ اپنی اولاد کو وصیت کرکے وراثت سے محروم کرسکتا ہے؟

(۱۲) کیا شرعی طور پر اس کی اجازت ہے کہ آدمی اپنا پورا مال اللہ کی راہ میں لگادے اور اپنی اولاد کو وراثت سے محروم کردے؟

(۱۳) اپنے شرعی حق نہ ملنے پر کیا قانونی لڑائی لڑنے کی اجازت ہے؟

المستفتی: انصار شیخ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) وراثت تقسیم کرنے کے متعلق اللہ تعالیٰ نے عدل وانصاف اور امانت ودیانت کا حکم فرمایا ہے:

﴿وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُو الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا. [النساء: ۸]﴾

﴿بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ. [الحجرات: ۹]﴾

(۲) باپ کے مرنے کے بعد میراث کا مال سب کا سب ماں کا نہیں ہوتا ہے، بلکہ تمام شرعی ورثاء اس کے وارث ہوتے ہیں، مرنے والے کی بیوی کل مال کے آٹھویں حصہ کی حقدار ہوتی ہے بقیہ مال لڑکے اور لڑکی کے درمیان ''للذکر مثل حظ الانثیین'' کے اعتبار سے تقسیم ہوتا ہے، یعنی ہر لڑکے کو لڑکی کے مقابلے میں دوگنا ملتا ہے۔

﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ. [النساء: ١٢] ﴾

﴿يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِيْ أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ. [النساء: ١١] ﴾

(۳) برتقدیر صحت سوال وعدم موانع ارث و بعد ادائے حقوق ما تقدم دوکان ومکان اور قیمتی سامان اور نقدی، مرحوم کا کل ترکہ ۸؍ برابر سہام میں تقسیم ہوکر بیوی اور لڑکی کو ایک ایک اور ہر لڑکے کو دو، دو ملیں گے۔ جیسا کہ حسب ذیل نقشہ سے واضح ہے:

میت ۸

بیوی	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی
۱	۲	۲	۲	۱
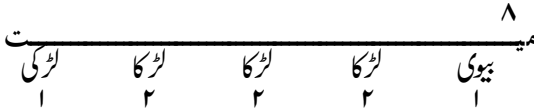
(۴) وراثت تقسیم کرنے کا حکم اس وقت ہوتا ہے جب آدمی کا انتقال ہوجاتا ہے، لہٰذا دوکان اور ان کا سرمایہ جو کچھ بھی والد صاحب کے انتقال کے وقت رہا ہے، اس کو اسی وقت تقسیم کرنا ضروری ہے، اور اسی وقت کا حساب لگانا چاہیے، اگر اس وقت تمام وارثین کے مانگنے کے باوجود تقسیم نہیں ہوا ہے، اور دو سال کے درمیان اس سے نفع بڑھا ہے، تو نفع حاصل کرنے والے کے محنتانہ کو مجری کرکے بقیہ نفع تقسیم کرلیا جائے۔

تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة ...... ثم يقسم الباقي بين ورثته. (سراجی ص:٤)

وشروطه ثلاثة: موت مورث حقيقة أو حكما كمفقود أو تقديرا كجنين ووجود إرثه عند موته حيا حقيقة أو تقديراً كالحمل، والعلم بجهة إرثه. (شامی، کتاب الفرائض، زکریا ١٠/ ٤٩١، کراچی ٦/ ٧٥٨)

(۵) بیٹی کی شادی میں جو کچھ بھی خرچ ہوتا ہے اور جو کچھ بھی اس کو دیا جاتا ہے وہ ماں باپ کی

طرف سے تبرع ہوتا ہے، اس کو میراث سے کٹوتی کرنا جائز نہیں ہے، بیٹی باپ کے ترکہ میں میراث پانے کی پوری طرح حقدار ہوتی ہے، اس کو نہ دینے میں اس کے بھائی سخت گناہ گار ہوں گے۔

عن سعيد بن زيد بن عمرو بن نفيل ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من اقتطع شبرا من الأرض ظلما طوقه الله إياه يوم القيامة من سبع أرضين. (مسلم شريف، كتاب المساقات و المزارعة، باب تحريم الظلم وغصب الأرض، النسخة الهندية ٢/٣٢، بيت الأفكار رقم: ١٦١٠، صحيح البخارى، كتاب المظالم، باب إثم من ظلم شيئا من الأرض، النسخة الهندية ١/٣٣٢، رقم: ٢٣٨٨، ف: ٢٤٥٢، سنن أبى داؤد، كتاب الأدب، باب من يأخذ الشيئ من مزاح، النسخة الهندية ٢/٦٨٣، دار السلام رقم: ٥٠٠٣)

عن أنس بن مالك -رضى الله عنه- قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من فر من ميراث وارثه، قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة. (سنن ابن ماجه، باب الحيف فى الوصية، النسخة الهندية ٢/١٩٤، دار السلام رقم: ٢٧٠٣، سنن سعيد بن منصور، باب من قطع ميراثا، فرضه الله، دار الكتب العلمية بيروت ١/٩٦، رقم: ٢٨٥-٢٨٦)

(۶) باپ اور بیٹے کے درمیان مسلکی اختلاف کی وجہ سے یا بیٹے کو فیملی سے الگ کردینے کی وجہ سے بیٹا باپ کی وراثت سے محروم نہیں ہوتا ہے، دوسرے بیٹوں کی طرح یہ بھی برابر کا حقدار ہوگا۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۴/ ۳۱۸)

عن النعمان بن بشير أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ألك بنون سواه؟ قال: نعم، قال فكلهم أعطيت مثل هذا، قال: لا، قال: فلا أشهد على جور. (مسلم شريف، باب كراهة تفضيل بعض الأولاد فى الهبة النسخة الهندية ٢/٣٧، بيت الأفكار رقم: ١٦٢٣)

(۷) آدمی کے مرنے کے بعد نہ اس کی بیوی سارے مال کی حقدار ہوتی ہے، اور نہ اس کے ساتھ رہنے والے کل مال کے حقدار ہوتے ہیں، بلکہ تمام شرعی وارثین وراثت کے حقدار ہوتے ہیں، لہٰذا جو دو بیٹے ساتھ رہتے ہیں ان کو جتنا جتنا ملے گا، اتنا اتنا اس بیٹے کو بھی ملے گا جو باپ سے الگ رہتا ہے، اور بیوی کو صرف آٹھواں حصہ ملے گا، اس سے زیادہ کی وہ حقدار نہیں ہے۔

أن أعيان المتوفىٰ المتروكة عنه مشتركة بين الورثة على حسب

حصصهم. (شرح المجلة رستم اتحاد ۱/ ۶۱۰، رقم المادة: ۱۰۹۲)

﴿ **فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ**. [النساء: ۱۲] ﴾

(۸) باپ کے مرنے کے بعد ماں کا خرچ جوان بیٹوں پر لازم ہے اگر تینوں بیٹے کمانے کے لائق ہیں، تو تینوں پر ماں کا خرچ لازم ہے، ہاں البتہ اگر کوئی زیادہ کماتا ہے اور کوئی کم تو زیادہ کمانے والے پر اپنی حیثیت کے اعتبار سے زیادہ اور کم کمانے والے اپنی حیثیت کے اعتبار سے کم خرچ دیں گے، مہینہ، ہفتہ اور دنوں کے اعتبار سے خرچ کا طریقہ بنالیا جائے، نیز اگر ماضی میں خرچ نہیں دیا ہے تو ماضی کا خرچ ماں کو مانگنے کا حق نہیں ہے، البتہ بعد کا خرچ مانگنے کا حق ہے، ہاں اگر ماں پر قرض ہو چکا ہے تو قرض ادا کرنے کے ذمہ دار بھی اس کے بیٹے ہیں۔

أشار بقول: ولأبويه إلى أن جميع ما وجب للمرأة يجب للأب والأم على الولد من طعام و شراب و كسوة و سكنىٰ حتى الخادم . (البحر الرائق، باب الطلاق، باب النفقة کوئٹه ۴/ ۲۰۶، زکریا ۴/ ۳۵۱)

لأن النفقة تختلف بحسب اليسار والإعسار. (البحر الرائق، باب النفقة کوئٹه ۴/ ۱۸۶، زکریا ۴/ ۳۱۵)

تنقیح: اس سوال میں یہ بھی پوچھا گیا ہے کہ اس دوران اگر کسی کا انتقال ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ تو اس کا جواب اس وقت تک نہیں لکھا جائے گا جب تک میت کے ورثاء کی تفصیل نہ لکھی جائے، نیز بحث و جھگڑے کے درمیان شریعت کو ماننے یا نہ ماننے کی جو باتیں کہی گئی ہیں اس سے توبہ کرنا ضروری ہے، اور مال کی بنیاد پر ایک دوسرے پر الزام تراشی کرنا نہایت غلط بات ہے۔

(۹) اگر باپ نے زندگی میں ایک بیٹے کے نام ساری جائیداد کر کے اس کو قبضہ دیدیا ہے تو وہ اس کے نام ہبہ ہو گیا ہے، دوسری اولادوں کا اس میں حق نہیں ہے، مگر اس کی وجہ سے باپ گناہ گار ہوگا۔

ويكره تفضيل بعض الأولاد على البعض في الهبة حالة الصحة ...... فإن وهب ماله كله لواحد جاز قضاء وهو آثم. (البحر الرائق، کتاب الهبة زکریا ۷/ ۴۹۰، کوئٹه ۷/ ۲۸۸، قاضیخان زکریا جدید ۳/ ۱۹۴، وعلى هامش الهندية ۳/ ۲۷۹، هندیه زکریا قدیم ۴/ ۳۹۱، جدید ۴/ ۴۱۶)

تنقیح: آگے جو مزید فرضی سوالات کرر کھے ہیں ان کے جوابات دینے کے لیے ہمیں موقع نہیں ہے، اور استفتاء میں اس طرح کے سوالات نامناسب ہیں، کبھی سوال کیا جا رہا ہے کہ دو بیٹے، پانچ بیٹیاں اور کبھی کیا جارہا ہے کہ ۳/ بیٹے ایک بیٹی وغیرہ ،اس طرح کے فرضی سوالات کا جواب ہم نہیں دیا کرتے ،ایسے سوالوں کا جواب دیا جاتا ہے جو واقعی ہوں۔

ایک ضروری ہدایت: سائل سے گذارش ہے کہ ایک استفتاء میں زیادہ سے زیادہ ۳/ سوال کی گنجائش ہوتی ہے، ورنہ اصلاً ایک سوال اور اگر مناسبت ہو تو دو سوال، اور آپ نے تیرہ سوال کر ڈالے ہیں جن میں کئی سوالات اگر مگر کر کے فرضی ہیں، تین سے زائد سوال ہونے کی صورت میں ہم جواب کے پابند نہیں ہیں۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲/محرم الحرام ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۸۶۶)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۲/۱/۱۴۳۱ھ

مرحوم کے ترکہ کی تقسیم اور اس کے زیورات وغیرہ میں زکوٰۃ کا حکم

سوال [۱۱۵۹۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرے لڑکے سیف الرحمٰن کا انتقال ان کی شادی کے تقریباً ۵/ ماہ بعد ہو گیا تھا ان کی املاک کی تفصیل درج ہے:

(۱) فرم میں ان کے حصہ کی رقم کی تقسیم؟

(۲) ان کی زمین وجائیداد کی تقسیم

(۳) جو زیور ان کی اہلیہ کو بری میں دیا گیا تھا جس پر مالکانہ حقوق دونوں میاں بیوی کے تھے،اس سے ماں باپ کا کوئی تعلق نہیں تھا۔

(۴) جو زیور تحائف کی شکل میں سیف الرحمٰن کے دوستوں نے ان کی اہلیہ کو دیئے تھے، ان ساری املاک میں سیف الرحمٰن کی اہلیہ کا شرع میں کتنا حصہ نکلتا ہے، اور ان کے زیورات وغیرہ کی زکوٰۃ کی ادائیگی کس کے ذمہ ہوگی؟

المستفتی: حفظ الرحمٰن

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سیف الرحمٰن مرحوم کے فرم میں جو حصہ ہے اس کی رقم اوران کی زمین و جائیداد کل چار حصوں میں تقسیم ہوکر ایک حصہ ان کی بیوی کو ملے گا اور ایک حصہ ان کی والدہ کو ملے گا اور دو حصہ سیف الرحمٰن کے والد کو ملیں گے۔

﴿وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ﴾ [النساء: ۱۲]

والربع لها عند عدمهما. (در مختار، کتاب الفرائض، زکریا ۱۰/۵۱۲، کراچی ۶/۷۷۰)

اور جو زیورات سیف الرحمٰن کے والد نے ان کی اہلیہ کو بری میں بطور ملکیت دیئے ہیں، وہ تمام زیورات سیف الرحمٰن کی اہلیہ کی ملکیت ہیں، ان میں کسی دوسرے کا حق نہیں ہے، نیز جو زیورات سیف الرحمٰن کے دوستوں نے ان کی اہلیہ کو دیئے ہیں وہ تمام زیورات سیف الرحمٰن کی اہلیہ کی ملکیت ہیں، ان میں کسی دوسرے کا حق نہیں ہے، اوران تمام زیورات کی زکوٰۃ سیف الرحمٰن کی اہلیہ کے ذمہ لازم ہے۔

وکذا ما یعطیها من ذٰلک أو من دراهم أو دنانیر صبیحة لیلة العرس ویسمیٰ فی العرف صبحة فإن کل ذٰلک تعورف فی زماننا کونه هدیة لا من المهر. (شامی، کتاب النکاح، باب المهر، زکریا ۴/۳۰۳، کراچی ۳/۱۵۳) **فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹؍شعبان ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۶۹۰۰)

تقسیم ترکہ سے متعلق چند سوالات کے جوابات

سوال [۱۱۵۹۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ(۱) زید کا ایکسیڈینٹ ہوا، کچھ علاج کے بعد زید لا ولد ہی انتقال کر گیا، اس نے اپنے پیچھے ایک بیوی عفت جہاں اور باپ شمیم الدین اور تین بھائی: محمد شاہد، محمد عمران، محمد فرحان چھوڑے، لہٰذا جواب طلب امر یہ ہے کہ زید کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

(۲) عفت جہاں کے پاس جو زید کی چھوڑی ہوئی رقم ہے اس کے بارے میں عفت جہاں کا کہنا ہے کہ میرے شوہر زید نے اپنی زندگی میں ہی مجھ کو اس کا مالک بنادیا تھا، وہ خالص اور خالص میری رقم ہے، اس بیان پر شریعت کیا کہتی ہے؟

(۳) زید مرحوم کا جو باقی ترکہ اور کاروبار میں لگی رقم ہے اس کا کیا حکم ہے؟

(۴) شوہر سے وصول ہونے والی رقم میں مہر کا کیا حکم ہے؟ شوہر کے ترکہ سے اس رقم کو لیا جائے گا یا نہیں؟

(۵) زید مرحوم کے تینوں بھائی نے مل کر زید مرحوم کا علاج کرایا، لیکن وہ صحت یاب نہ ہوسکے اور انتقال کر گئے، اب یہ تینوں بھائی، مرحوم بھائی کی بیوہ عفت جہاں سے علاج میں خرچ ہونے والی رقم کا مطالبہ کرتے ہیں یہ اخلاقاً وشرعاً کہاں تک درست ہے؟

(۶) شوہر کی طرف سے جو زیور شادی پر بیوی کو چڑھایا جاتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟

(۷) اب زید کا باپ شمیم الدین بھی انتقال کر چکا ہے، ورثاء میں صرف تین لڑکے ہیں؟

(۸) شوہر اپنی زندگی میں بیوی کو جو زیور یا پیسہ شادی کے بعد دے اس کا مالک کون ہوگا؟

المستفتی: رئیس احمد آزادنگر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱-۷) زید مرحوم کا ترکہ مندرجہ ذیل نقشہ کے مطابق اولاً چار حصوں میں تقسیم ہوکر ایک حصہ بیوی عفت جہاں کو اور تین حصہ ان کے باپ شمیم الدین کو ملے گا اور شمیم الدین کے انتقال کے بعد ان کے یہ تینوں حصے ان کے تین لڑکوں کے درمیان برابر برابر تقسیم ہو جائیں گے۔

زید میت ۴

زوجہ	اب	اخ	اخ	اخ
عفت جہاں	شمیم الدین	شاہد	عمران	فرحان
۱	۳	محروم	محروم	محروم

شمیم الدین میت ۳			۳
	ابن	ابن	ابن
	شاہد	عمران	فرحان
	۱	۱	۱

المبلغ ۴

میت			
عفت جہاں	شاہد	عمران	فرحان
۱	۱	۱	۱
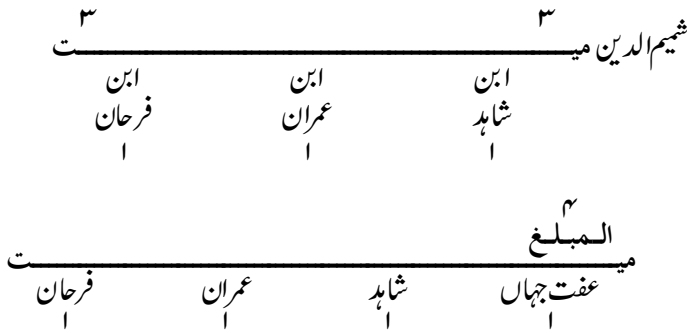
(۲) زید کی چھوڑی ہوئی رقم کے بارے میں عفت جہاں کا کہنا کہ میرے شوہر زید نے مجھے اپنی زندگی میں مالک بنادیا تھا تو اس بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ چونکہ یہ رقم زید کی بیوی کے قبضہ میں ہے اور زید کے بھائیوں کی طرف سے اس رقم پر حق میراث کا دعویٰ ہے اور زید کی بیوی انکار کررہی ہے، اور اپنی ملکیت کا دعویٰ کررہی ہے ایسی صورت میں زید کے بھائیوں پر اس بات پر گواہ پیش کرنا لازم ہے کہ وہ زید کی رقم ہے، اگران کے پاس شرعی گواہ نہیں ہیں تو زید کی بیوی کا حلفیہ بیان معتبر ہوگا، اگر وہ حلفیہ بیان دیدے کہ وہ اس کی ملکیت ہے تو اس کی ملکیت شمار ہوگی۔

(۳) زید مرحوم کا جو باقی ترکہ اور کاروبار میں لگی رقم ہے اس کو مذکورہ نقشہ کے مطابق وارثین میں تقسیم کیا جائے گا۔

(۴) شوہر کے ترکہ سے مہر کی ادائیگی لازم ہے۔

(۵) زید مرحوم کے بھائیوں نے مل کر جو رقم زید کے علاج میں خرچ کی تھی اس وقت اگر یہ بات پہلے سے طے ہوچکی تھی کہ زید اس کو اپنے مال سے ادا کرے گا تو بھائیوں کو زید کے ترکہ سے مطالبہ کرنے کا حق ہوگا، اور اگر اس طرح کی کوئی بات پہلے سے طے نہیں ہوئی تھی تو شرعاً زید کے بھائیوں کی طرف سے بیماری میں جو خرچ ہوا ہے وہ تبرع اور صلہ رحمی میں شمار ہوگا، اور اب زید کی بیوی سے مطالبہ کا حق نہیں ہوگا۔

(۶) شوہر نے شادی کے وقت جو زیور بیوی کو دیا تھا اگر وہ بطور ملکیت دیا تھا تو بیوی اس کی مالک ہوچکی ہے، اور اگر بطور ملکیت نہیں دیا تھا اور کوئی صراحت نہیں کی تھی تو برادری میں جو اس سلسلے میں معمول متعارف ہے اسی پر عمل ہوگا، اگر برادری میں یہ بات متعارف ہے کہ جو زیور

دولہن کو دیا جاتا ہے دولہن اس کی مالک ہوتی ہے تو بیوی اس کی مالک ہو جائے گی، اور اگر برادری میں یہی دستور ہے کہ جو زیور بیوی کو دیا جاتا ہے وہ عاریت شمار ہوتا ہے تو شوہر اس کا مالک ہوگا۔

(۸) شوہر شادی کے بعد مہر سے الگ جو زیور بنا کر دیتا ہے وہ عام طور پر بطور ملکیت خوشی کے ماحول میں بنا کر دیتا ہے اس لیے جو پیسہ یا زیور زندگی میں شادی کے بعد دیا ہے وہ بیوی کی ملکیت ہوگی، ہاں البتہ اگر صاف اور واضح طریقہ پر شوہر نے یہ کہہ کر دیا ہے کہ اس کا مالک میں ہی رہوں گا تم کو صرف بطور عاریت دے رہا ہوں، تو وہ شوہر کی ملکیت ہوگی، مگر روپیہ پیسہ اس طرح نہیں دیا جاتا ہے، اس لیے روپیہ بہر حال عورت کی ملکیت ہی میں داخل ہوگا۔

وإذا مات أحدهما ثم وقع الاختلاف بين الباقی وورثة الميت فعلی قول أبی حنيفة و محمد ما يصلح للرجال فهو للرجل إن كان حيا ولورثته إن كان ميتا و ما يصلح للنساء فهو علی هذا، وما يصلح لهما فعلی قول محمد هو للرجل، إن كان حيا ولورثته إن كان ميتا، وقال: أبو حنيفة: المشكل للباقی منهما وما كان من متاع التجارة والرجل معروف لتلك فهو للرجل كذا فی المحيط. (هنديه، الفصل السابع عشر فی اختلاف الزوجين فی متاع البيت زكريا جديد ۱/ ۳۹۵، قديم ۱/ ۳۲۹)

ثم تقضیٰ ديونه من جميع ما بقی من ماله. (سراجی ص: ٤)

القول قول القابض فی مقدار ما قبضه. (الأشباه والنظائر ص: ۱۱۰)

القبض مؤكد للملک فی المقبوض. (هدايه اشرفی ۲/ ۳۳۱)

القول قول القابض ضمينا أو أمينا لأنه أعرف بمقدار المقبوض. (نصب الراية ٤/ ۲۸۳)

الثابت بالعرف كالثابت بالنص. (قواعد الفقه ص: ۷٤)

لايرجع فی الهبة من المحارم بالقرابة كالآباء والأمهات إلی قوله وكذٰلک الإخوة والأخوات. (تاتارخانية زكريا ۱٤/ ٤٤۹، رقم: ۲۱٦۷۱)

عن سمرة رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: إذا كانت الهبة لذی رحم محرم لم

یرجع فیها. (المستدرك للحاكم مكتبه نزار مصطفى الباز ٣/٨٧٦، رقم: ٢٣٢٤)

البينة على المدعي واليمين على من أنكر. (قواعد الفقه اشرفي ص:٦٦)

بیوی کے جہیز کا سامان اور مہر کی ادائیگی، اس کے نام کا زیور اور اس کے نام کی نقد رقم کے علاوہ باقی جو ملکیت کا ترکہ زید نے چھوڑا ہے وہ حسب ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا:

زید میـــــــــــــــــــــــــــت ۴

زوجہ	اب	اخ	اخ	اخ
عفت جہاں	شمیم الدین	شاہد	عمران	فرحان
۱	۳	محروم	محروم	محروم

بیوی کو دیئے ہوئے روپیہ اور زیور کے علاوہ زید کی ملکیت کا جو بقیہ ترکہ ہے وہ مذکورہ نقشہ کے مطابق چار حصوں میں تقسیم ہوکر بیوی کو ایک اور باپ کو تین ملیں گے، اور بھائی محروم ہوجائیں گے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۴۰۷)

تقسیم ترکہ کے ایک مسئلہ کی وضاحت

سوال [۱۱۵۹۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) میں آس محمد پسر محمد عمر خاں کی پیدائش اصیل پور، موانہ ضلع میرٹھ میں ہوئی۔

(۲) جب میری عمر تین سال ہوئی تو مجھے میرے پھوپھا پھوپھی اپنے گھر کٹھور، موانہ ضلع میرٹھ میں لے آئے۔

(۳) پھوپھا پھوپھی کے کوئی اولاد نہیں ہوئی، اور مجھے اولاد مانکر تعلیم حاصل کرائی، اور شادی وغیرہ سب کام کیے۔

(۴) میرے پھوپھا جی نے اپنی ملکیت سے کچھ زمین بذریعہ بیع نامہ میرے نام

کردی، جوقریب ۲۰/بیگہ کچی ہے۔

(۵) پھو پھا جی کا انتقال ۲۰۰۳ء میں یعنی ۸/سال پہلے ہو گیا، اور ملکیت پھوپھی جی کے نام پر آ گئی، اور اس ملکیت کی وصیت میرے نام پر پھوپھی جی نے کردی، اس وصیت کا اعتراض میرے پھو پھا جی کے خاندان والوں نے نہیں کیا، اور پھوپھی کا بھی انتقال ۱۶/ جنوری ۲۰۱۰ء کو ہو گیا اور ملکیت میرے نام آ گئی۔

(۶) کہنا یہ ہے کہ میرے حقیقی والدہ کا انتقال اصیل پور میں ۸/دسمبر ۱۹۸۵ء میں اور حقیقی والد کا انتقال اصیل پور میں ستمبر ۱۹۸۶ء میں ہو گیا۔

(۷) میرے حقیقی والد کی ملکیت ۳/حصوں میں تقسیم ہوگئی، کیونکہ ہم تین بھائی اور ایک بہن ہیں اور جو حصہ میرا ہے وہ میں نے اپنے دونوں بھائیوں کو بونے یعنی گزر بسر کرنے کو دیدیا ہے، بھائیوں کا انتقال ہو چکا ہے، میں اپنا حصہ اپنے بھتیجوں سے لے رہا ہوں کیا یہ جائز ہے؟

(۸) میرے ایک لڑکا اور ۵/لڑکیاں ہیں، میرا لڑکا بڑا بداخلاق اور اس کی بیوی اور زیادہ بداخلاق ہے، مدتوں سے الگ رہ رہے ہیں، لڑکے کو ۱۲/بیگھہ کچی زمین اور ایک مکان ایک دوکان بازار میں دیدی ہے، مگر پھر بھی میری بے عزتی کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ تیرا کچھ بھی نہیں ہے، سب کچھ ہمارا ہے، اور لڑکیوں کو برا بھلا کہتے ہیں، لڑکیوں کی شادی ہو چکی ہے۔

(۹) اب میں ان حالات میں بڑا پریشان ہوں اور جی چاہتا ہے کہ میں خودکشی کرلوں مگر اللہ سے ڈر لگتا ہے۔

اب مندرجہ بالا (اوپر) کی باتوں کو دیکھتے ہوئے جی چاہتا ہے کہ میں اپنی ملکیت سے کچھ نہ دے کر کسی اور کو دوں، یا پھر پوتوں کو دوں، اب محترم بتائیے کہ اس ملکیت میں جو مندرجہ ذیل ہے، سب کا سب میرا حق ہے یا نہیں؟ اسی میں سے کچھ حصہ بیچ کر اپنے اور اپنی بیوی کے خرچہ میں لے سکتا ہوں؟ تحریر فرمائیں۔

حقیقی باپ سے: ۷/بیگہ زمین جنگل میں (اس میں پورا حق ہے یا نہیں؟)

پھو پھا جی سے ۲۰/بیگہ زمین جنگل میں (اس میں پورا حق ہے یا نہیں؟)

پھوپھی جی سے ۴/ بیگہ زمین جنگل میں اور (اس میں کتنا حق ہے؟)

ایک مکان، ایک دوکان

۳۱/ بیگہ کچی

عرض خدمت ہے کہ مندرجہ بالا ملکیت کا کتنا حق میرا ہے؟ اگر پورا ہے تو میں کسی کو بھی دے سکتا ہوں، اور لڑکیوں کو اس ملکیت سے کتنا؟ تحریر تفصیل سے لکھیں۔

المستفتی: آس محمد ولد محمد عمر قصبہ کٹھور، ضلع میرٹھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پھوپھا نے اپنی زندگی میں جو ۲۰/ بیگہ بیع نامہ کرکے آپ کو دیدی ہے، شرعی طور پر اس ۲۰/ بیگہ کے آپ مالک ہیں، اور پھوپھی نے اپنی ملکیت کی جو وصیت آپ کے حق میں کی ہے کہ اس سلسلے میں اگر پھوپھی کے شرعی وارثین بخوشی وصیت شدہ جائیداد آپ کو دینے پر راضی ہیں تو اس کے بھی آپ مالک ہوجائیں گے، اور اگر راضی نہیں ہیں تو پھوپھی کی ملکیت کی ایک تہائی میں وصیت نافذ ہوجائے گی، اور آپ ایک تہائی کے وارث ہو سکتے ہیں، حقیقی والد اور والدہ کی جائیداد جو تین حصوں میں تقسیم ہوئی وہ شرعاً غلط ہوئی، بلکہ آپ کے ماں باپ کی جائیداد سات حصوں میں تقسیم ہوگی، دو، دو حصے تینوں بھائیوں کو اور ایک حصہ بہن کا ہے، لہٰذا آپ ماں باپ کی جائیداد کے سات حصوں میں سے صرف دو حصہ کے مالک ہو سکتے ہیں، اور ایک حصہ بہن کو دینا سب پر لازم ہے۔

عن أبی أمامة الباهلی -رضی الله عنه- قال: سمعت رسول الله ﷺ یقول فی خطبته عام حجة الوداع، إن الله تبارک وتعالیٰ قد أعطیٰ کل ذی حق حقه فلا وصیة لوارث. (سنن الترمذی، باب ما جاء لا وصیة لوارث، النسخة الهندیة ۲/ ۳۲ دار السلام رقم: ۲۱۲۰، سنن أبی داؤد، الوصایا، باب ماجاء فی الوصیة للوارث، النسخة الهندیة ۲/ ۳۹۶، دار السلام رقم: ۲۸۷۰، سنن ابن ماجه، باب لاوصیة لوارث، النسخة الهندیة ۲/ ۱۹۴ دار السلام رقم: ۲۷۱۳)

اور آپ کے جو دو حصے بنتے ہیں وہ آپ اپنے بھتیجوں سے لے سکتے ہیں اور آپ نے

اپنے ایک لڑکے اور پانچ لڑکیوں کے بارے میں جو لکھا ہے اور اس سلسلے میں آپ نے جو پوچھا ہے اس میں آپ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ لڑکیوں کی شادی ہونے کے بعد لڑکیاں باپ کی وارث نہیں ہوتیں صرف لڑکا ہی وارث ہوتا ہے، اس لیے آپ نے لڑکے کو بارہ بیگہ زمین اور ایک مکان اور ایک دوکان بازار میں دیدی، ایسا کرنا اور ایسا سمجھنا شرعی طور پر غلط ہے، جس طرح لڑکا باپ کی جائیداد کا وارث بنتا ہے اسی طرح لڑکیاں بھی باپ کی جائیداد کی وارث بنتی ہیں، لہٰذا آپ کے مرنے کے بعد آپ کی کل جائیداد سات حصوں میں تقسیم ہوکر دو حصہ لڑکے کو اور ایک ایک لڑکیوں کو ملے گا، بشرطیکہ آپ کی بیوی کا انتقال پہلے ہو چکا ہو، اور اگر بیوی زندہ ہے تو بیوی کو آٹھواں حصہ ملے گا، تو آپ کی کل جائیداد آٹھ حصوں میں تقسیم ہوکر ایک حصہ بیوی کو دو حصہ لڑکے کو اور ایک ایک حصہ لڑکیوں کو ملے گا، اور آپ کے مرنے سے پہلے آپ کی کسی بھی جائیداد کا نہ آپ کا بیٹا حقدار ہے نہ آپ کی بیٹیاں نہ آپ کی بیوی، بلکہ مکمل طور پر مالکانہ حق آپ ہی کو حاصل ہے، آپ کے بیٹے کو اس بارے میں آپ کے اوپر کسی بھی طرح نہ اعتراض کا حق ہے اور نہ آپ سے مطالبہ کرنے کا حق ہے، آپ اس میں جیسے چاہیں تصرف کر سکتے ہیں۔

وإذا أوصیٰ بأكثر من ثلث ماله لأجنبی فهذه الوصية فيما زاد على الثلث لاتجوز إلا بإجازة الوارث. (تاتارخانية ١٩/ ٣٨١ رقم: ٣١٨٥٩)

أخرج الدارمی عن الحسن فی الرجل يوصی بأكثر من الثلث فيرضى الورثة قال هو جائز. (مسند الدارمی، دار المغنی ٤/ ٢٠٣٦، رقم: ٣٢٣٧)

كل يتصرف فی ملكه كيف شاء. (شرح المجلة رستم اتحاد ١/ ٦٥٤، رقم المادة: ١١٩٢)

المالک هو المتصرف فی الأعيان المملوكة كيف شاء من الملک. (بیضاوی شریف، رشیدیه ١/ ٧) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۲۹؍ ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ	احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۳۹۲)	۱۴۳۲/۴/۲۹ھ

مرحوم کی بیوی سے شادی کر کے مرحوم کے ترکہ سے اس کو محروم کر دینا

سوال [۱۱۵۹۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) حافظ عبدالستار صاحب انصاری اپنی لاولد اہلیہ کے انتقال کے بعد بہار سے ایک انصاری خاندان کی لڑکی مسماۃ صابرہ خاتون کو نکاح شرعی کے ذریعہ زوجہ بنا کر بجنور لائے، یہاں تک کہ سولہ سال بعد حافظ صاحب کا انتقال ہوگیا، انتقال کے وقت حافظ صاحب نے ایک مکان پندرہ ہزار کے زیورات، انیس ہزار نقد روپیہ اپنے اور اپنی بیوی بچوں کے سلے اور بغیر سلے بہت سے جوڑے، چار کوئنٹل گندم، چینی، تیل، چاول، لحاف گدے اور بہت سا خانگی سامان اور پانچ عدد چھوٹے بچے چھوڑے، صابرہ خاتون نے عدت کے ایام پورے کیے تو خاندان کے کچھ لوگوں نے ہنگامی مجلس قائم کر کے فی الفور ایک غیر ذمہ دار اور ناکارہ لڑکا محمد راشد سے عقد ثانی کرا کر صابرہ کو خالی ہاتھوں مکان سے بے دخل کر کے باہر نکال دیا ہے، جس کا بظاہر محمد راشد سمیت کوئی پرسان حال نہیں ہے، صابرہ کا نکاح بہار میں ہوا تھا، اس کی مہر کی مقدار کے بارے میں کوئی ثبوت نہیں ہے، ایسی صورت میں صابرہ کا مہر حافظ صاحب کے وارثین پر خصوصاً جن کے قبضے میں ان کا مال ہے واجب ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اس کی کتنی مقدار طے کی جائے؟

(۲) عدت کے بعد اچانک شور ہوا کہ صابرہ ایک بدکار اور زانیہ عورت ہے لیکن اس کے ثبوت کے لیے کوئی شرعی اور عینی شاہد نہیں ہے اتنا ثبوت ملتا ہے کہ صابرہ حافظ صاحب کے بھتیجے محمد راشد (شوہر ثانی) کو دل سے چاہتی ہے وہ راشد کو کھانا کھلاتی ہے اور اس کے پاس آتی جاتی ہے اور کبھی راشد اس کے پاس آتا جاتا تھا؟ دونوں کو تنہا مکان میں بیٹھے بات چیت کرتے بھی متعدد بار دیکھا گیا ہے، ان حالات میں دونوں یا کسی ایک کو زانی قرار دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

(۳) صابرہ سے کل مال واسباب کے ساتھ پانچ بچوں (بڑی لڑکی گیارہ سال،

چھوٹا لڑکا تقریباً ۳ ر سال) کو لے لیا گیا ہے، اہل محلّہ نے طے کیا ہے کہ مکان کا آٹھواں حصہ چھوڑ کر باقی پورا مکان تین سالہ بچے کو بالغ ہونے پر دیا جائے گا، اور زیورات شادی کے موقع پر لڑکے یا لڑکیوں کو دیئے جائیں گے، باقی کل روپیہ و خانگی سامان بھی بچوں پر خرچ کیا جائے گا، یہ بھی طے ہوا ہے کہ بچوں کی پرورش جس کے سپرد کی گئی ہے وہ بچوں کے لیے عمومی امداد اور خصوصی چندہ بھی فراہم کرے گا، یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ بچوں کے فراق میں صابرہ دن رات روتی ہے، اور لوگوں کے سامنے اپنی خواہش ظاہر کرتی ہے کہ پانچوں بچوں کو مستقبل میں ہدایت یافتہ بنانا ہے، ایسی صورت میں بچوں کی پرورش کے لیے ماں کو ترجیح دی جائے گی یا اس کی اجازت کے بغیر پانچوں بچے دوسرے کے حوالے کیے جاسکتے ہیں؟ خواہ وہ حافظ صاحب کا قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو؟

(۴) پلان شدہ اور ہنگامی عقد ثانی کے بعد محمد راشد اپنی بیوی صابرہ کو مار پیٹ کر اور بھوکا پیاسا رکھ کر ہفتہ عشرہ میں طلاق دینے کا فیصلہ کر چکا ہے، جو کہ یقینی ہے، ایسی صورت میں صابرہ کو مکان کا آٹھواں حصہ دینا طے کیا گیا ہے؟ اور کچھ نہیں۔

سوال یہ ہے کہ حافظ صاحب کے سیکڑوں شاگردوں کے ذریعہ جو سامان اور قیمتی ہدایا ان کے اور ان کی بیوی بچوں کے لیے آئے ہیں یا حافظ صاحب کی ذاتی رقم سے جو سامان گھر میں ہے اس میں بھی آٹھواں یا کم وبیش حصہ شرعاً صابرہ کو ملے گا یا نہیں؟

(۵) اگر راشد نے اپنی رضا ورغبت سے پچاس مسلمانوں کے سامنے کوئی چیز اپنے چچا یا چچی کو زبانی ہبہ کر دی تھی تو وہ کچھ مہینوں کے بعد یہ کہہ کر کہ ہبہ تحریر میں نہیں ہے، زبانی ہبہ کو رد کر سکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد یامین قاضی ٹولہ بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حافظ عبد الستار صاحب مرحوم کا کل ترکہ اس کے شرعی ورثاء کے درمیان حسب ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا:

۴۸/۸

حافظ عبدالستار میت

بیوی	لڑکا	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی
۱/۶			(۷)		
۶	۱۴	۷	۷	۷	۷

کل ترکہ ۴۸ر سہام میں تقسیم ہوکر ہر چیز میں سے بیوی کو ۶ر، لڑکے کو چودہ اور لڑکیوں کو ۷ر۷ر سہام ملیں گے، بھائی یا بھتیجے وغیرہ کو مکان نقد رقم، زیورات، سامان، وغیرہ میں سے کوئی چیز شرعاً نہیں ملے گی، صابرہ اور اس کی اولاد کو مکان سے بے دخل کرنا سخت ظلم اور زیادتی ہے، نیز دوسرے شخص سے نکاح کرنے کی وجہ سے یا اس کے اعمال خراب ہونے کی وجہ سے حق سے محروم نہ ہوگی، نیز اس کے مہر کی مقدار اگر معلوم نہیں ہے تو مہر مثل اس کا حق ہوگا، وہاں ایسی عورت کا مہر کیا بن سکتا ہے، اس کو دیکھ لیا جائے، اگر حافظ صاحب کے مال و مکان پر بھائی یا بھتیجوں نے قبضہ کر رکھا ہے تو شرعی طور پر وہ لوگ حافظ صاحب کے وارثین نہیں ہیں، ورثاء صرف وہی لوگ ہیں جو نقشہ میں درج ہیں۔

(۲) محض آنے جانے کی وجہ سے زنا کا الزام لگانا جائز نہیں ہے، اگر اسلامی حکومت ہوتی تو الزام لگانے والوں پر ۸۰ر۸۰ر کوڑے لگائے جاتے۔

﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا. [النور: ٤]﴾

(۳) بچوں کی پرورش کا حق سب سے زیادہ بچوں کی ماں کو پہنچتا ہے، مستفتی سے زبانی معلوم ہوا کہ راشد نے طلاق دیدی ہے اور دوسرے شخص کے یہاں صابرہ نے پناہ لی ہے ایسی صورت میں بچوں کا حق ماں ہی کو پہنچتا ہے، اور ترکہ وملکیت کے بارے میں جو فیصلہ کیا گیا ہے وہ شرعاً باطل ہے، مذکورہ نقشہ کے خلاف جو فیصلہ ہوگا وہ شرعاً معتبر نہ ہوگا۔

(۴) جو ہدایا حافظ صاحب کو ملے ہیں وہ سب میراث میں شامل ہوجائیں گے۔

(۵) راشد نے جو کچھ بھی دیا ہے چچا کے مرنے کے بعد یا صابرہ سے شادی یا طلاق کے بعد واپس لینے کا حق نہیں ہے۔

فلا رجوع فيها (إلى قوله) أو يموت أحد المتعاقدين (إلى قوله) وكذٰلك ما وهب أحد الزوجين للآخر للمقصود فيها الصلة (وقوله) ولو أبانها بعد ما وهب فلا رجوع. (هدايه، باب ما لم يصح رجوعه و ما لايصح، اشرفی ۳/۲۸۹-۲۹۰)

ہاں البتہ خاص طور پر صابرہ کو شادی سے قبل جو دیا تھا اس کو واپس لینے کا مسئلہ وہ بھی واپس لینا ایسا ہے جیسا کہ کتے نے قے کر کے دوبارہ چاٹ لی ہے۔

عن ابن عمر –رضی الله عنه– أن رسول الله ﷺ قال: مثل الذی يعطی العطية ثم يرجع فيها كالكلب أكل حتی إذا شبع قاء ثم عاد فرجع فی قيئه. (سنن الترمذی، باب ماجاء فی كراهية الرجوع فی الهبة، النسخة الهندية ۲/۳٤، دار السلام رقم: ۲۱۳۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۲۸۰)

ایک شخص کے ترکہ سے متعلق چند سوالات کے جوابات

سوال [۱۱۵۹۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کے دو بیٹے ایک زوجہ سے ابوبکر اور عمر ہیں، دوسری زوجہ سے ایک بیٹا خالد ہے، زید نے ترکہ میں ایک مکان اور کچھ صحرائی زمین چھوڑی، ایک مدت کے بعد اس کے بیٹے خالد نے صحرائی زمین سے اپنا حصہ لے کر قبضہ کیا اور علیحدہ ہو گیا، خالد نے مکان کا اپنا حصہ عمر (علاتی بھائی) کو فروخت کر کے بے دخلی یعنی علاحدگی اختیار کی اور عمر نے خالد سے اس کا حصۂ مکان خریدتے وقت کہا کہ بڑے بھائی ابوبکر کے بچے زیادہ ہیں، ان کو ضرورت ہے، چنانچہ یہ مکان ابوبکر اور ان کی اولاد کے استعمال میں رہا، اور ہے، اور صحرائی زمین جو ابو بکر اور عمر کے حصے میں آئی، اس پر بھی عمر کی مرضی سے قبضہ اور تصرف ابوبکر اور ان کی اولا کا رہا اور ہے، ابوبکر نے صحرائی زمین میں باغ لگوایا، اور اس کے تمام مصارف خود برداشت کیے

اوراس باغ کی آمدنی اسی قدیم رہائشی مشترک مکان کے تعمیری اخراجات میں صرف ہوتی رہی، مگر جب فاضل رقم بچی تو عمر کو دی گئی، اس نے لی، واضح ہو کہ عمر نے کوئی شادی نہیں کی، بلکہ اپنی زندگی کا ایک طویل حصہ اپنے بھائی ابوبکر کے ساتھ گذارا، ایک عرصہ تک کاروبار بھی مشترک رہا، عمر نے ایک موقوفہ زمین کرایہ پر لے کر اپنی رقم سے دوکان بنائی، اوراس میں کام کرتا رہا، ایک مدت کے بعد اپنے بھائی ابوبکر کو بھی اس کاروبار میں شریک کیا اور آمدنی دونوں تقسیم کرتے رہے، اور عمر نے متعدد بار اس امر کا اعتراف کیا کہ میرے پاس پیسہ جب سے جمع ہوا ہے جب سے بھیا (ابوبکر) دوکان پر آئے، کچھ دنوں کے بعد اس دوکان کی کرایہ داری میں عمر کے نام کے ساتھ ان کے بڑے بھتیجہ (ابوبکر کے بڑے بیٹے) کا نام بھی درج کرادیا گیا ہے، نیز کچھ عرصہ بعد ابوبکر کی جگہ ان کا چھوٹا بیٹا عمر کے ساتھ اسی کرایہ کی دوکان میں کام کرنے لگا، اس کے بعد یہ نوعیت رہی کہ عمر اس دوکان پر بیٹھتے ضرور تھے مگر آمدنی سے دستبر دار ہوگئے، اور ان کا چھوٹا بھتیجا ہی ان کی مرضی سے قابض ومتصرف رہا، اور ہے، اس کے بعد عمر نے ایک قطعۂ آراضی خرید کر اس میں ایک دوکان اور اس کے اوپر مکان اپنے بڑے بھتیجے (ابوبکر کے بڑے بیٹے) کی نیت سے بنوایا، لیکن اس بھتیجے کو باہر ملازمت مل گئی، اس لیے یہ ذاتی دوکان خالی پڑی رہی، چنانچہ عمر نے کرایہ والی دوکان اپنے چھوٹے بھتیجے کو چھوڑ کر اس نئی بنائی ہوئی دوکان پر کام شروع کردیا، اور تادمِ آخر یہ دوکان عمر کے قبضہ میں اور تصرف میں رہی، اور اس کے علاوہ عمر نے اپنی ہی رقم سے مذکورہ آبائی مشترک مکان سے بالکل متصل ایک جگہ خرید کر اپنے خرچ سے ایک دومنزلہ بیٹھک بنائی، جو عمر اور ان کے بڑے بھائی ابوبکر نیز ابوبکر کی اولاد کے استعمال میں رہی، اور ہے، ان سب حالات میں عمر بوجہ مجرد ہونے کے عملاً بیشتر معاملات دنیوی، رہائش اور خورد ونوش وغیرہ میں اپنے بھائی ابوبکر اور ان کے بعد ان کے چھوٹے بیٹے کے ساتھ رہے، یہاں تک کہ انہوں نے ایک موقعہ پر بینک کے اپنے کھاتے میں اپنے چھوٹے بھتیجے کا نام بھی شاید اس مصلحت سے درج کرادیا کہ کبھی طبیعت زیادہ ناساز ہونے پر مطلوبہ رقم وہاں سے نکال کر ان کے خرچ کے لیے وہاں سے

لاسکیں، نیز عمر نے متعدد بار اپنے دونوں بھتیجوں کو معتد بہ رقمیں دیں کہ اپنے پاس رکھو۔
معلوم ہو کہ اب عمر کا انتقال ہو چکا ہے اور وہ اپنی زندگی میں بار بار متفرق مواقع پر مختلف حضرات کے سامنے (جن میں سے بعض اس کے اعزاء اور خاص راز دار اور اعتماد کے احباب بھی شامل ہیں) یہ جملہ کہتے رہتے تھے۔

(۱) میں کیا کروں گا جو کچھ ہے سب انہیں کا ہے (دونوں بھتیجوں کا)

(۲) اور میں یہ دوکان فروخت کر کے کیا کروں گا ایک دوکان بڑے بھتیجے کے لیے بنوائی تھی وہ باہر چلا گیا، اور یہ چھوٹا یہاں ہے، میرے مرنے کے بعد جیسے چاہیں گے کرلیں گے۔

(۳) سب کچھ انہیں کا ہے۔

(۴) نیز ایک بھتیجہ سے بھی کہا کہ سب کچھ تمہارا ہی ہے۔

(۵) ایک بھتیجے کے ختم قرآن شریف کی تقریب میں خاندان کے سب چھوٹوں کو انعام دیا، مگران دو حقیقی بھتیجوں کو نہیں دیا، اعزاء نے کہا ان کو کیوں نہیں دیا، تو کہا کہ ان کو کیا دوں ان کا تو سب کچھ ہے ہی۔

(۶) کبھی کسی کے یہ دریافت کرنے پر کہ جمع شدہ جائیداد و مال آپ کے بعد کس کا ہو گا؟ کہتے کہ یہ میرے بھتیجے نہیں ہیں جو میری خدمت کر رہے ہیں! انہیں کا ہوگا، سب کچھ میرے ان بھتیجوں کا ہی ہے، مگر انہوں نے تحریری طور پر بھتیجوں کے نام کچھ نہیں کیا، شاید اس خیال سے کہ اگر میں نے ان کے نام زندگی میں کر دیا تو میری خدمت کا نفسیاتی دباؤ ختم ہو جائے گا، اور میرے ہاتھ کٹ جائیں گے، مگر زبان سے برابر یہی کہتے رہے کہ سب کچھ ان ہی کا ہے۔

(۷) اور ایک مرتبہ کسی کے اس کہنے پر کہ آپ کی یہ ذاتی دوکان، آپ کی علالت کی وجہ سے بند پڑی رہتی ہے اس میں تو آپ اپنے بڑے بھائی کے نواسوں کو کمپیوٹر وغیرہ کا سینٹر کھلوا دیجئے، تو اس پر خاموشی اختیار کی اور کوئی جواب نہیں دیا، سائل کا تأثر یہ ہے کہ مجھے محسوس ہوا کہ نواسوں کے بارے میں ان کی مرضی نہیں ہے، پھر سائل نے کہا کہ پھر اس دوکان کو بیچ دیجئے تو کہا: میرے بھتیجوں کو تکلیف ہوگی، پتہ نہیں ان کا کیا ارادہ ہے کیا کام کریں گے، سب

کچھ تو انہیں کا ہے، میں بیچ کر کیا کروں گا۔

(۸) ایک صاحب سے ایک بار کہا کہ جو کچھ ہے میں بھتیجہ کو دے دوں گا، آخر وہ دوکان (کرایہ کی) پر بیٹھا ہے، میرا نام تو چل رہا ہے۔

جب انہیں حالات کچھ آخری سے محسوس ہوئے تو انہوں نے بھتیجے سے کہہ کر بھتیجی کو بلایا کہ اس نے میری بہت خدمت کی اور اس کو اپنے پاس بٹھا کر برابر دیکھتے رہے۔

(۹) ایک بار ان سے کسی نے پوچھا کہ تمہارے بعد یہ دوکان وغیرہ یعنی تمہارا مال کس کا ہوگا؟ تو انہوں نے بڑی ناگواری سے جواب دیا کہ لوگ مجھ سے یہ پوچھتے کیوں ہیں؟ کیا یہ میرے بھتیجے نہیں ہیں، یہ سب کچھ انہیں کا ہے۔ ان سب باتوں کے تحریری اور زبانی گواہ موجود ہیں۔

سوال یہ ہے کہ مندرجہ بالا تفصیلات اور طرز عمل کی روشنی میں ان کی زبان سے اقرار شدہ مندرجہ بالا الفاظ کیا شرعاً اپنے ظاہر پر محمول ہو کر ہبہ کے زمرہ میں شمار ہوں گے، یا وصیت کے زمرہ میں شامل ہوں گے، جب کہ ان کے بیشتر ترکہ پر ان کی حیات ہی سے قبضہ بھی بھتیجوں کا ہی ہے، اور وہ اس پر مطمئن تھے، یا عندالشرع یہ الفاظ اپنے ظاہر پر محمول نہ ہوں گے، اور پھر کیا اس میں میراث کے قانون پر عمل ہوگا، واضح ہو کہ مندرجہ بالا واقعہ پر میراث کا کوئی تنازع نہیں ہے، نہ کوئی دعویدار ہے، کیونکہ اقارب واجانب سب کا مرحوم کے برملا کہنے کی وجہ سے یہی ذہن ہے کہ سب کچھ بھتیجوں کا ہے، عمر کے ورثاء مندرجہ ذیل ہیں:

اگر میراث کا قانون نافذ ہوگا تو کس کو کتنا کتنا حصہ ملے گا؟

باپ شریک تین بہنیں، حقیقی دو بھتیجے، حقیقی پانچ بھتیجیاں، باپ شریک ایک بھتیجا، باپ شریک دو بھتیجیاں، ایک حقیقی بھانجہ

المستفتی: علی انور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو جائیداد عمر نے کسی کے نام سے نہیں خریدی ہے بلکہ خود اپنے نام سے خریدی ہے وہ عمر ہی کی تادم حیات ملکیت ہے، اور اس کے مرنے کے بعد

اس کی خرید کردہ زمین اور اس پر تعمیر کیا گیا مکان اور اس کے اوپر تعمیر کی گئی دوکان اور آبائی جائیداد میں سے اس کا شرعی حصہ یہ سب اس کی متروکہ جائیداد ہے جو اس کے شرعی ورثاء کے درمیان تقسیم ہوگی اور سوالنامہ میں جن لوگوں کا نام درج ہے ان میں سے کون وارث بنے گا اور کون وارث نہیں بنے گا؟ کس کا کتنا حصہ ہوگا وہ حسب ذیل نقشہ سے ملاحظہ فرمائیے:

۱۸/۳

میـــــت

علاتی بہن	علاتی بہن (۲)	علاتی بہن	حقیقی بھتیجہ (۱)	حقیقی بھتیجہ	۵/حقیقی بھتیجیاں	علاتی بھتیجا	۲/علاتی بھتیجیاں	حقیقی بھانجہ
					محروم	محروم	محروم	محروم
۴	۴	۴	۳	۳				

عمر کی کل جائیداد ۱۸/ سہام میں تقسیم ہو کر ہر ایک علاتی بہن کو ۴/۴/ اور ہر ایک حقیقی بھتیجہ کو ۳/۳/ ملیں گے، اور اس کے علاوہ سب لوگ محروم ہو جائیں گے، اب اس کے بعد سوالنامہ میں درج کیے گئے نکات پر غور کرنے کے بعد ان کا شرعی حکم مندرجہ ذیل ہے:

(۱) زید کی جائیداد اس کی نرینہ اور مؤنث اولاد کے درمیان تقسیم ہوگئی ہے۔

(۲) خالد نے صحرائی زمین میں سے اپنے حصہ پر قبضہ کرلیا، اور مکان میں سے اپنا حصہ عمر کے ہاتھ فروخت کردیا، لہٰذا سوالنامہ کے مطابق اس کا معاملہ صاف ہے۔

(۳) عمر نے کرایہ کی دوکان سے متصل زمین خرید کر اپنی دوکان بنالی یہ اس کی ملکیت ہے۔

(۴) آبائی مکان سے متصل زمین خرید کر دو منزلہ عمارت بنائی، یہ بھی اس کی ملکیت ہے۔

(۵) جو رقمیں دونوں بھتیجوں کو دی ہیں وہ عمر کی طرف سے بھتیجوں کے لیے ہبہ ہیں۔

(۶) ”جو کچھ ہے بھتیجوں کا ہے“ صرف اتنا کہنا کافی نہیں، جبکہ شرعی گواہ بنا کر باضابطہ طور پر دونوں بھتیجوں کو ہبہ کر کے قبضہ نہ دیا ہو، اس لیے موقعہ بموقعہ کہتے رہنے سے شرعاً وقانوناً ہبہ کا ثبوت نہیں ہوگا۔

(۷) ”ان کو کیا دوں سب کچھ تو انہیں کا ہے“ اتنا کہنے سے دولت کا ہبہ نہیں ہوتا ہے جب تک قبضہ دے کر باضابطہ ہبہ نہ کیا جائے، اور خود قبضہ سے دستبردار نہ ہو جائے۔

(۸) ”جو کچھ ہے بھتیجوں کو دے دوں گا“ اور دوسروں کو دینے سے بھتیجوں کو تکلیف ہوگی، محض اس طرح کہنے سے نہ ہبہ درست ہوسکتا ہے اور نہ ہی بھتیجے اس کہنے کی وجہ سے مالک ہوسکتے ہیں۔

(۹) بھتیجی کو بلا کر یہ کہنا کہ اس نے میری بہت خدمت کی اور اس کو برابر دیکھتے رہنے سے نہ وہ بھتیجی وارث بن سکتی ہے اور نہ اس کی ملکیت میں کوئی چیز اس عمل کی وجہ سے منتقل ہوسکتی ہے۔

(۱۰) ”کیا یہ میرے بھتیجے نہیں ہیں، سب کچھ انہیں کا ہے“ اتنا کہنے سے نہ ہبہ کا ثبوت ہوسکتا ہے اور نہ ہی بھتیجے جائیداد کے مالک ہوسکتے ہیں۔

(۱۱) ان سب ورثاء کے تحریری اور زبانی گواہ کا کیا مطلب ہے، کیا اس نے بھتیجوں کی ملکیت میں منتقل کرنے کے لیے کوئی ہبہ نامہ یا بیعنامہ تحریر کروایا تھا، اگر کوئی تحریری ہبہ نامہ یا بیع نامہ لکھوایا ہے تو اس کو پیش کیا جائے، اس کو دیکھنے کے بعد شرعی حکم پر غور کیا جا سکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱؍ربیع الاول ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۲۳۱/۳۸)

باقر حسین کے ترکہ سے متعلق چند سوالات کا شرعی حکم

سوال [۱۱۵۹۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) ۱۹۶۵ء میں محمد باقر کے انتقال کے وقت ان کی بیوی اور تین لڑکے: محمد احمد، سید احمد، محمد حسین، اور چار لڑکیاں: شریفن، فاطمہ، تقدیرن، سکینہ بطور وارث شرعی موجود تھے، کاروبار مشترک تھا۔

(۲) والدہ محترمہ کے انتقال کے وقت ہم تین بھائی اور تین بہنیں بطور وارث شرعی موجود تھے، ایک بہن شریفن کا انتقال والدہ کی وفات سے قبل ہوگیا تھا، اس وقت بھی کاروبار مشترک تھا۔

(۳) ہماری مشترکہ فیملی تھی، والد صاحب مرحوم کپڑے کی بنائی کر کے گھر کا خرچہ پورا کرتے تھے، اور ہم سبھی لوگ والد صاحب کا ہاتھ بٹاتے تھے، بڑے بھائی محمد صاحب نے تمبا کو کی دوکان ۱۹۴۴ء میں کی جس کی آمدنی سے شادیاں اور گھریلو ضروریات پوری ہوئیں، اس کے بعد

۱۹۵۹ء میں میں نے کپڑے کی دوکان کی جس کی آمدنی مشترک تھی، اور کچھ منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد مثلاً کھیت وغیرہ خریدے گئے، بڑے بھائی محمد احمد تمبا کو کی دوکان کی دیکھ ریکھ کرتے تھے، کاروبار متأثر ہوا تو میری کپڑے کی دوکان سے گھریلو اخراجات پورے ہوتے رہے۔

۱۹۶۵ء میں والد کا انتقال ہوگیا، فیملی مشترکہ تھی، اور یہ سلسلہ ۱۹۸۲ء تک چلتا رہا، اب معلوم یہ کرنا ہے کہ مشترکہ آمدنی و کاروبار کی تقسیم کس طرح ہوگی؟ والد مرحوم نے اپنی حیات میں میری شریک حیات کو سات تولہ سونا دیا تھا، جس کو میرے بڑے بھائی نے والد کے انتقال کے بعد لے لیا، اسی طرح اہلیہ کو جہیز میں ملی بعض اشیاء مثلاً سائیکل وغیرہ پر بھی بڑے بھائی کا قبضہ رہا۔

۱۹۸۲ء میں ایک عارضی تقسیم اس طرح عمل میں آئی کہ گھریلو استعمال اشیاء کے تین حصے کرکے ایک تہائی حصہ بڑے بھائی نے مجھے دیدیا اور تقریباً سو چیزوں کی تقسیم نہیں کی، مکان پختہ تھا، جس میں دونوں بھائی رہائش پذیر تھے، شادی کے بعد چوتھائی مکان جو خام تھا اس میں میری رہائش تھی، ۱۹۸۲ء میں بوقت نزاع وہی چوتھائی حصہ مکان مجھے دیا گیا جبکہ مکان والد مرحوم نے خریدا تھا، اس کی رجسٹری بھی والد صاحب کے نام ہے، اور مشترک تیس بیگہ زمین میں مجھے دس بیگہ زمین بھی دی گئی، بڑے بھائی محمد احمد کا کہنا ہے کہ سارا کاروبار ہماری محنت، ہمارے پیسے اور ہمارے تجربے سے ہوا، اس لیے ۱۹۸۲ء تک جتنی منقولہ یا غیر منقولہ جائیداد ہے اس کے وہ تنہا مالک ہیں، جو کچھ بھی تمہیں دیا گیا محض تبرعاً دیا گیا، استحقاقاً نہیں، جبکہ ۱۹۶۵ء میں والد مرحوم کے انتقال کے بعد کپڑے وغیرہ کی دوکان کی مشترکہ آمدنی سے متعدد اشیاء خریدی گئی، مثلاً تیس بیگہ کھیت تینوں بھائی کے نام سے لیا گیا، جس کا مشترکہ بیع نامہ بھی کرایا گیا:

(۱) اب معلوم یہ کرنا ہے کہ والد مرحوم کے انتقال کے وقت کی جائیداد کس طرح تقسیم ہوگی؟

(۲) والدہ مرحومہ کے انتقال کے بعد وراثت کی تقسیم کی کیا صورت ہوگی؟

(۳) والد صاحب مرحوم نے میری شریک حیات کو سات تولہ سونا جو ہبہ کیا تھا اور

اس پر اہلیہ کا قبضہ بھی ہو گیا تھا، کیا یہ صحیح ہے؟

(۴) بڑے بھائی کا اہلیہ سے والد کا ہبہ کردہ سونا لینا شرعاً جائز ہے؟

(۵) پختہ مکان کا حصہ بڑے بھائیوں کے قبضہ میں ہے، کیا یہ شرعاً صحیح ہے؟

(۶) اہلیہ کے جہیز کی اشیاء پر قبضہ کرنا (مشترکہ فیملی کی دلیل ہے) کیا یہ شرعاً صحیح ہے؟

(۷) بڑے بھائی کا یہ کہنا ہے کہ سارا کاروبار ہماری ذہانت، مالیت، تجربہ سے ہوا ہے، اس لیے کل جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے ہم مالک ہیں، ان کا یہ دعویٰ شرعاً درست ہے؟

(۸) ۱۹۸۲ء میں جو عارضی تقسیم ہوئی تھی کیا وہ شرعاً قطعی تقسیم سمجھی جائے گی؟

(۹) آج مؤرخہ ۷/ اکتوبر تک باضابطہ تقسیم نہیں ہوئی ہے تو کیا بڑے بھائی کا اپنی منقولہ وغیر منقولہ اشیاء کی وصیت یا ہبہ کرنا اپنی لڑکی کے لیے صحیح ہے؟

(۱۰) منگل کے بازار قصبہ محمد لکھیم پور میں ایک مکان والد صاحب کی حیات میں مشترکہ آمدنی سے خریدا گیا اور بڑے بھائی کے نام سے رجسٹری کرائی گئی تو کیا وہ اس مکان کے شریک و مالک ہو گئے؟

(۱۱) کپڑے کی دوکان مشترکہ تھی، اس کی آمدنی بھی مشترکہ تھی، بعد میں کاروبار متأثر ہوا، دوکان پر قرضہ آگیا، تو اس قرضہ کی ادائیگی شرعاً کس کے ذمہ ہوگی؟ برائے مہربانی دلائل شرعیہ کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد حسین قاسمی محلّہ دیوی استھان قصبہ محمدی لکھیم پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) محمد باقر کی متروکہ جائیداد ۸۰/ سہام میں تقسیم ہو کر ان کی بیوی حمیدہ کو دس سہام، ہر مذکر اولاد کو چودہ چودہ سہام اور ہر مؤنث اولاد کو سات سات سہام ملیں گے، پھر شریفن جس کا انتقال باقر کے بعد ہوا ہے، اس کے سات سہاموں کے جو اس کو والد سے ملے ہیں، ۴۵/ سہام ہو کر اس کی ماں کو ۹/، اس کے ہر بھائی کو دس اور ہر بہن کو پانچ پانچ سہام ملیں گے۔

(۲) پھر حمیدہ جن کا انتقال سب سے آخر میں ہوا ہے ان کا ترکہ نو سہاموں میں تقسیم ہوکر ان کے ہر لڑکے کو دو اور ہر لڑکی کو ایک سہام ملے گا۔

(۳) اگر باقر حسین نے اپنے بیٹے محمد حسین کی بیوی کو سات تولہ سونا بطور ملکیت دیدیا تھا تو ایسی صورت میں محمد حسین کی بیوی اس سونے کی مالک ہے، اس میں محمد احمد اور دوسرے کسی وارث کا کوئی حق نہیں ہے، نیز اسی طرح سے محمد حسین کی سسرال کی طرف سے بطور جہیز جو مردانہ یا زنانہ سامان آیا ہے اس میں بھی محمد احمد، اور دوسرے بھائی، بہنوں کا کوئی حق نہیں ہے، بلکہ یہ محمد حسین کی بیوی کا حق ہے۔

وتتم الهبة بالقبض الكامل. (مجمع الأنهر، كتاب الهبة، دار الكتب العلمية بيروت ۳/ ۴۹۱، مصری قديم ۲/ ۳۵۳، شامی كراچی ۵/ ۶۹۰، زكريا ۸/ ۵۲۰)

والمختار للفتوىٰ بكون الجهاز ملكا لا عارية لأنه الظاهر الغالب.

(شامی، مطلب فی دعوىٰ الأب أنه الجهاز عارية زكريا ۴/ ۳۰۹، كراچی ۳/ ۱۵۷)

(۴-۵) محمد حسین کی بیوی کے جہیز پر محمد احمد قبضہ کرے یا نہ کرے فیملی شرعی طور مشترک ہے، اور جہیز کے سامان پر محمد احمد یا کسی اور کو حتی کہ شوہر کو بھی بیوی کی اجازت کے بغیر تصرف اور قبضہ کا حق نہیں ہے۔

لايجوز لأحد أن يأخذ مال أحد بلا سبب شرعی، ولايجوز لأحد أن يتصرف فی ملك أحد بغير إذنه. (قواعد الفقه اشرفی ص: ۱۱۰)

(۶) عارضی تقسیم کے وقت پختہ مکان کو اگر تقسیم میں رکھا گیا ہے اور دو بھائیوں کو پختہ مکان اور ایک بھائی کو خام مکان دیا گیا ہے اور اس طرح تقسیم آپسی رضامندی سے ہوئی ہے تو وہ تقسیم صحیح ہوگئی ہے، لیکن اگر تقسیم آپسی رضامندی سے نہیں ہوئی ہے بلکہ زور اور دباؤ سے اس طرح تقسیم ہوئی ہے یا اس پختہ مکان کو تقسیم ہی نہیں کیا گیا ہے، تو ان دونوں صورتوں میں مکان میں تمام وارثین کا حق ہے، جس میں تینوں بھائیوں اور تینوں بہنوں کا حصہ ہے، لہٰذا وہ مکان نو حصوں میں تقسیم ہوکر ایک ایک حصہ بہنوں کو اور ۲/۲ حصہ بھائیوں کو ملیں گے۔

(۷) باپ کی موجودگی میں اور باپ کی وفات کے بعد مشترکہ فیملی میں رہ کر بڑے

بھائی کی ذہانت، مالیت اور تجربہ سے جو مال حاصل ہوا ہے وہ باپ کی زندگی میں باپ کی ملکیت ہے، اور باپ کی وفات کے بعد مشترکہ فیملی کی ملکیت ہے، اور بڑے بھائی کا دعویٰ جو سوالنامہ میں ہے، وہ شرعی طور پرنا جائز ہے۔

الأب و ابنه يكتسبان فى صنعة واحدة ولم يكن لهما شيئ فالكسب كله للأب إن كان الابن فى عياله لكونه معينا له. (شامی، الشركة، مطلب: اجتمعا فى دار واحدة واكتسبا ...... زكريا ٦/٥٠٢، كراچى ٤/٣٢٥، هنديه زكريا جديد ٢/٣٣٢، قديم ٢/٣٢٩، شرح المجلة، رستم اتحاد ٢/٧٤١، رقم المادة: ١٣٩٨)

لو اجتمع إخوة يعملون فى تركة أبيهم ونما المال فهو بينهم سوية ولو اختلفوا فى العمل والرائ. (شامی، مطلب: اجتمعا فى دار واحدة واكتسبا ولا يعلم التفاوت فهو بينهما بالسوية زكريا ٦/٥٠٢، كراچى ٤/٣٢٥)

(۸) ۱۹۸۲ء میں جو عارضی تقسیم ہوئی ہے، اگر وہ تقسیم آپس کی تراضی ورضامندی سے ہوئی ہے تو جتنی اشیاء کی تقسیم ہوئی تھی، اس حد تک تقسیم درست ہے، اور اس کے علاوہ جتنی اشیاء تقسیم سے رہ گئی ہیں، ان کی شرعی تقسیم لازم اور ضروری ہے۔

عن عبد الله بن عمرو بن عوف المزنى عن أبيه عن جده أن رسول الله ﷺ: قال الصلح جائز بين المسلمين إلا صلحا حرم حلالا أو أحل حراما والمسلمون على شروطهم إلا شرطا أحل حراما أو حرم حلالا. (ترمذی، الأحكام، باب ماذكر عن رسول الله ﷺ: فى الصلح بين الناس، النسخة الهندية ١/٢٥١، دار السلام رقم: ١٣٥٢)

(۹) آپس کی تراضی سے جن اشیاء کی تقسیم ہوئی ہے اور تقسیم کے بعد ہر ایک نے اپنے اپنے حصہ پر قبضہ کرلیا ہے تو ہر شخص اپنے حصے کی چیزوں کے بارے میں وصیت یا ہبہ کرنے کا حق رکھتا ہے، اور جن اشیاء کی اب تک تقسیم نہیں ہوئی ہے، ان میں سے کسی چیز کے بارے میں تقسیم سے پہلے وصیت یا ہبہ کرنا جائز نہیں ہے، نیز اس سے ہٹ کر ایک الگ مسئلہ یہ بھی ہے کہ وارث کے حق میں ہبہ تو جائز ہے وصیت جائز نہیں ہے۔

لايجوز لأحد أن يأخذ مال أحد بلا سبب شرعى، ولايجوز لأحد أن

یتصرف فی ملک أحد بغیر إذنه. (قواعد الفقه اشرفی ص: ۱۱۰)

(۱۰) باپ کی زندگی میں جو چیزیں خریدی جاتی ہیں، اگر باپ کسی مصلحت سے کسی بیٹے یا بیٹی کے نام کر دیتا ہے تو اس کو بیع تلجئہ کہا جاتا ہے، اس سے ملکیت ثابت نہیں ہوتی ہے، شرعی طور پر اس کا مالک باپ ہی ہوا کرتا ہے، اس لیے وہ مکان باپ محمد باقر کی ملکیت ہے، اوران کی وفات کے بعد تمام ورثاء کا اس سے حق متعلق ہے۔

بیع التلجئة وهو أن یظهر عقدا وهما لایریدانه یلجأ إلیه لخوف عدو وهو لیس ببیع بل کالهزل. (شامی، باب الصرف، مطلب: فی بیع التلجئة زکریا ۵۴۲/۷، کراچی ۲۷۳/۵، بدائع الصنائع زکریا ۳۸۹/٤، کراچی ۱۷٦/۵، هندیه زکریا قدیم ۲۰۷/۳، جدید ۱۹٦/۳)

(۱۱) جب مشترکہ زندگی میں مشترکہ دوکان میں نقصان یا قرضہ آگیا تو اس نقصان اور قرضہ کی ذمہ داری پوری مشترکہ فیملی پر ہے، اس لیے اس قرضہ کی ادائیگی میں تمام بھائی بہن اپنے اپنے حصہ کے بقدر شریک ہوں گے۔

والوضیعة علی قدر المالین متساویا و متفاضلا لأن الوضیعة اسم لجزء هالک من المال فیقدر بقدر المال. (بدائع الصنائع، فصل فی بیان شرائط جواز أنواع الشرکة کراچی ٦۲/٦، زکریا ۸۳/۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸؍شعبان المعظم ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۷۹۴/۳٦)

ترکہ کی تقسیم سے متعلق ایک سوال اور جواب

سوال [۱۱۵۹۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے والد حاجی محمد وصی کا انتقال ۱۹۷۸ء میں ہوا، اس وقت ان کے ترکہ میں ایک کارخانہ، کلکتہ، ہینڈلوم کے نام سے، دو احاطہ چار مکان تھے، اور کرایہ کی تین دوکانیں

تھیں: ہندوستان اینڈ کمپنی سندیلہ، انڈین میڈیکل اسٹور سندیلہ، فرینڈس فارما لکھنؤ، ورثاء میں ہم چھ بھائی: اعجاز الحق، اظہار الحق، معراج الحق، افضال الحق، تنویر الحق، احسان الحق، اور تین بہنیں: حمیرہ، عذراء خاتون، بشریٰ خاتون تھے، ۱۹۸۴ء میں مذکورہ ترکہ کو ہمارے درمیان ماموں نے تقسیم کیا، تقسیم کے وقت تمام دوکانوں کے سامان اور مکانات کی قیمت لگائی گئی جو حسب ذیل ہے:

(۱) ہندوستان اینڈ کمپنی	158000	اعجاز الحق کے قبضہ میں
(۲) انڈین میڈیکل اسٹور	40000	معراج الحق کے قبضے میں
فرینڈس فارما	43000	اظہار الحق کے قبضے میں
کلکتہ ہینڈلوم	162000	// //
جائیداد کی قیمت	403000 روپئے	

(۱) مکان	20000	معراج الحق کو دیا گیا	
(۲) کلکتہ ہینڈلوم	25000	اظہار الحق کو دیا گیا	
(۳) احاطہ	15000	تنویر الحق کو دیا گیا	
(۴) احاطہ	15000	احسان الحق کو دیا گیا	403000
(۵) مکان حنیف کے پیچھے والا	25000	اعجاز الحق کو دیا گیا	160000
			563000
(۶) آبائی مکان	60000	بالائی منزل افضال الحق تحتانی منزل اظہار الحق	
کل	160000		

مذکورہ ورثاء میں بشریٰ خاتون، افضال الحق، تنویر الحق، احسان الحق غیر شادی شدہ تھے، اس لیے تقسیم کے وقت ان کی شادیوں کے لیے کچھ رقم نکالی گئی:

(۱) بشریٰ خاتون کے لیے	25000
(۲) افضال الحق کے لیے	15000

(۳) تنویرالحق کے لیے	15000	563000
(۴) احسان الحق کے لیے	15000	70000
کل	70000 روپئے	493000

شادی کے لیے رقم نکالنے کے بعد مابقیہ رقم کو چھ جگہ تقسیم کر کے ہر بھائی کو 82166 روپئے دیئے گئے، اور کرایہ کی دو کانوں میں ہندوستان اینڈ کمپنی اعجاز الحق کو، انڈین میڈیکل اسٹور معراج الحق کو اور فرینڈس فارما لکھنؤ اظہار الحق کو دی گئی، واضح رہے کہ ان دونوں کے سامان کی قیمت لگا کر ان کی موجودہ حیثیت کو نظر انداز کر دیا گیا، نیز ماموں صاحب نے زبانی طور پر کہہ رکھا تھا کہ ہر ایک کی شادی کے وقت متعینہ رقم کے علاوہ جو بھی خرچ آئے گا وہ بڑے بھائی اعجاز الحق اور اظہار الحق کے ذمہ ہوگا، چنانچہ بشریٰ خاتون، افضال الحق اور تنویر الحق کی شادی میں ایسا ہی ہوا کہ انہوں نے شادی کے لیے اپنی جیب سے کچھ روپئے ادا نہیں کئے، جبکہ احسان الحق کی شادی کے وقت ۱۹۹۷ء میں ان کی جیب خاص سے اظہار الحق نے ۵۰۰۰۷/روپئے نقد لیے۔

مندرجہ ذیل وبالا تفصیل کو سامنے رکھ کر شرعی فیصلہ مطلوب ہے جو کچھ بھی شریعت کا فیصلہ ہے ہم سارے بھائی اس کو تسلیم کریں گے۔ (ان شاء اللہ)

(الف) تقسیم کے وقت احسان الحق موجود نہیں تھے۔

(ب) اس وقت احسان الحق کی عمر ۱۶/سال تھی اور وہ اپنے بڑے بھائیوں کے ماتحت تھے۔

(ج) مذکورہ تقسیم میں مکانات کی جو قیمت لگائی گئی ہے وہ اس وقت کے لحاظ سے بھی بہت کم ہے۔

(د) دونوں احاطوں کی قیمت ۱۵۰۰۰/روپئے لگائی گئی جبکہ ان میں سے ایک دوسرے سے طول وعرض اور قیمت کے حساب سے دو گنا ہے۔

(ہ) مذکورہ تقسیم کے وقت جو بھائی جس دوکان یا کارخانہ پر قابض تھا وہ اسی کے

حوالہ کردیا گیا، چھوٹے بھائیوں کو مستقل نظرانداز کردیا گیا۔

(و) ۱۹۷۶ء میں والدہ کا انتقال ہوگیا تھا، ان کا تمام زیور بھائیوں کے مشورہ سے ماموں نے بشریٰ خاتون کو دیدیا تھا۔

(ز) اعجازالحق واظہارالحق کے ذمہ معراج الحق کی جو رقم تھی اس کی ادائیگی کا وقت چھ ماہ متعین کیا گیا تھا لیکن ان دونوں نے تقسیم کے بعد دس سال کے عرصہ میں وہ رقم ادا کی، تقسیم کے وقت احسان الحق، تنویرالحق، افضال الحق بے روزگار تھے۔

نوٹ: مذکورہ ترکہ کے علاوہ ایک بڑا مکان جس کو تین حصہ کرکے والدصاحب نے اپنی زندگی میں اپنی تینوں لڑکیوں کو دیدیا تھا۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ تقسیم اگر درست ہے تو واضح فرمائیں اور اگر صحیح نہیں ہے تو صحیح تقسیم فرمائیں؟

المستفتی: معراج الحق، افضال الحق، تنویرالحق سندیلہ ہردوئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سائل نے جو تفصیلات لکھی ہیں اس تفصیل سے بھی اصل حقیقت سے واقف نہ ہوسکے، ہم شریعت کی ایک اصولی بات پیش کرسکتے ہیں کہ باپ کی وفات کے بعد اس کی میراث میں سے ہر وارث کو اس کا شرعی حق ملنا لازم ہے، اور جتنی جائیداد اور بیلینس وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے ان سب کے اندر ہر ایک کا شرعی حق متعلق ہے، ہاں البتہ آپس میں شرعی حق متعلق ہونے کے بعد متروکہ مال میں آپسی تبادلہ یا آپس کی قیمت کا لین دین کرکے معاملہ صاف کرنا درست ہے اس لیے مذکورہ وارثین کے شرعی سہام ہم بناد یتے ہیں اگر ان سہاموں کے مطابق پہلی والی تقسیم ہوئی ہے تو وہ صحیح ہے، اور اگر نہیں ہوئی ہے تو اسی کے مطابق تقسیم کی جائے:

میت ۱۵

لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی	لڑکی
۲	۲	۲	۲	۲	۲	۱	۱	۱

کل ترکہ ۱۵؍سہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث بھائی کو دو، دو اور ہر ایک بہن کو ایک ایک ملیں گے، اور تقسیم میں اسی نقشہ کی پابندی لازم ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹؍جمادالاولی ۱۴۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۰۱۵)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۷/۵/۳۰ھ

متوفیہ کے ترکے اور بچے کا حکم

سوال [۱۱۵۹۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) میری اہلیہ کا انتقال ہوگیا، ورثاء میں شوہر، ایک لڑکا، ایک لڑکی، ماں باپ کو چھوڑا، ترکہ میں کچھ سامان ہیں، مہر وغیرہ میرے ہی پاس ہے، ترکہ کی تقسیم کس طرح ہوگی؟

(۲) لڑکے کی عمر تقریباً دس سال ہے، اور لڑکی کی عمر تقریباً پانچ سال ہے ان بچوں کی پرورش کی ذمہ داری کس پر ہے؟ دادا، دادی یا نانا، نانی پر؟

المستفتی: احمد حارث رفعت پورہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) آپ کی اہلیہ کے انتقال کے وقت ان کی ملکیت میں جو چیزیں موجود تھیں وہ تمام چیزیں ان کے ورثاء کے لیے میراث ہیں، اسی طرح آپ کی اہلیہ مرحومہ کا جو مہر آپ کے پاس ہے وہ بھی میراث میں شامل ہوگا، اور تمام شرعی وارثین کے درمیان درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا:

$\frac{۳۶}{۱۲}$

میت

شوہر	ماں	باپ	لڑکا		لڑکی
$\frac{۳}{۹}$	$\frac{۲}{۶}$	$\frac{۲}{۶}$		(۵)	
			۱۰		۵

مرحومہ کا کل ترکہ سامان اور مہر وغیرہ ۳۶؍سہام میں تقسیم ہوکر شوہر کو نو حصے، ماں باپ کو چھ چھ حصے اور لڑکے کو دس اور لڑکی کو پانچ حصے ملیں گے۔

إن جميع ما ترك الميت من أملاكه ميراث للورثة سواء كان من أشياء استعماله الشخصية كالثياب والأواني أو من أشياء يمكن الاسترباح منها كالأرض وعروض التجارة والنقود. (تكملة فتح الملهم اشرفيه ديوبند ۲/ ٤)

أن أعيان المتوفیٰ المتروكة عنه مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم. (شرح المجلة رستم اتحاد ١/ ٦١٠، رقم المادة: ١٠٩٢)

(۲) لڑکا جب دس سال کا ہو چکا ہے تو اس کی پرورش کی ذمہ داری نہ دادا، دادی پر ہے نہ نانا، نانی پر بلکہ وہ آپ کے پاس ہی رہے گا کیونکہ آپ ہی اس کی تعلیم وتربیت کا بہتر انتظام کر سکتے ہیں، رہی بات لڑکی کی تو جو نانی اگر چاہے تو اس کو حق پرورش مل سکتا ہے، البتہ خرچ کی ذمہ داری آپ کے اوپر ہوگی، آپ جس معیار کا خرچ اپنی بچی پر کرنا چاہیں اسی معیار کا خرچ نانی کر سکتی ہے اس سے زائد نہیں، اور پڑھائی کے بارے میں جس خرچہ کے ذریعہ جس اسکول میں آپ چاہیں گے اس کی اسی اسکول میں اسی خرچہ کے ساتھ پڑھائی ہو سکتی ہے، نانی کو صرف اپنے پاس رکھنے کا حق ہے، ورنہ پھر دادی ہی کے پاس رہے گی۔

الحضانة تثبت للأم......ثم أي بعد الأم بأن ماتت أو لم تقبل أو سقطت حقها أو تزوجت بأجنبي أم الأم ثم أم الأب، وفي كتب الشافعية: مؤنة الحضانة في مال المحضون لوله وإلا فعلى من تلزمه نفقته وقواعد تقتضيه فيفتى به. (در مختار مع الشامی، کتاب الطلاق، باب الحضانة، زکریا ٥/ ٢٦٢، کراچی ٣/ ٥٦٢)

وتجب النفقة بأنواعها على الحر لطفله يعم الأنثى والجمع الفقير.

(شامی، باب النفقة، زکریا ٥/ ٣٣٦، کراچی ٣/ ٦١٢)

وبعد الفطام يفرض القاضي نفقة الصغار على قدر طاقة الأب وتدفع إلى الأم حتى تنفق على الأولاد فإن لم تكن الأم ثقة تدفع إلى غيرها لينفق على الولد. (هنديه، الفصل الرابع فی نفقة الأولاد زكريا قديم ١/ ٥٦١، جديد ١/ ٦٠٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۹/ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۵۲۷)	۱۴۲۹/۴/۹ھ

جائیداد کی تقسیم میں نزاع اور اس کا حل

سوال [۱۱۶۰۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید مرحوم کے ورثاء: اہلیہ (مرحومہ)، بڑا بیٹا (مرحوم) اس کی اہلیہ اور ایک بیٹی، منجھلا بیٹا، چھوٹا بیٹا، پانچ بیٹیاں۔

زید کے انتقال کے بعد بڑے بیٹے نے والدہ کی نگرانی میں ترکہ کے تعلق سے جو حصہ کیا تھا وہ درج ذیل ہے:

زید کی کل پراپرٹی اس طرح ہے: ایک آبائی مکان اور ۳؍ ہزار اسکوائر فٹ پر مشتمل ایک پلاٹ جس پر آج ایک چار منزلہ عمارت بنی ہوئی ہے۔

زید نے ۱۹۶۲ء میں آٹھ لوم کی شکل میں ایک کارخانہ، بڑے بیٹے کو تجارت کی غرض سے ذمہ داری کے لیے دیا تھا، اس کارخانے پر بڑے بیٹے نے خود کی محنت اور بھائیوں کے تعاون سے کل ۲۷؍لوم کیئے۔

بڑے بیٹے کا نظریہ یہ تھا کہ ہر بھائی کا اپنا ۲۴؍لوم کا کارخانہ ہونا چاہیے، سو آج اس شکل میں موجود ہے، جس میں چھوٹے بھائی کا ۱۲/۱۲؍لوم کی شکل میں دو گالے اور دو بھائیوں کا ۲۴/۲۴؍لوم کی شکل میں ایک ایک گالے ہیں۔

بڑے بھائی اور منجھلے بھائی کی ۲۴/۲۴؍لومی لاگت ۲۰/۲۰؍لاکھ روپئے ہیں، اور یہ دونوں گالے Ownenship کے ہیں، جبکہ چھوٹے بھائی کے ۱۲/۱۲؍لوم کے دونوں گالے کرایہ کی زمین پر ہیں جو اس نے اپنی مرضی سے لیے ہیں، اس کی لاگت تقریباً ۱۸؍لاکھ روپئے ہے، حالانکہ اس سے کہا گیا تھا کہ وہ بھی Ownenship کا گالا لے لے۔

بڑا بھائی اور چھوٹا بھائی کارخانے کی ذمہ داری سنبھالے ہوئے تھے، منجھلا بھائی ٹیچنگ کے پیشے سے منسلک ہے، بڑے بھائی نے والدہ کی خیاتی اور نگرانی میں پانچوں بہنوں کو ۲/۲؍لاکھ روپئے ترکہ کے حصے کے طور پر دیدئے ہیں، جس جگہ چار منزلہ بلڈنگ واقع ہے وہ

بلڈنگ بڑے بھائی نے اپنے رشتہ دار سے ۱۴/ لاکھ روپئے قرض لے کر تعمیر کرنا شروع کی، اس درمیان میں اس بلڈنگ کی دو منزلہ تعمیر ہوگئی، جس میں گراؤنڈ فلور پر دو کانیں ہیں اور دو منزلے پر فلیٹ ہیں، بڑے بھائی کو ۱۴/ لاکھ روپئے قرض ادا کرنے کی ہمیشہ بے چینی رہتی تھی۔

یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ ۲۴/ ۲۴/ لوم اور ۱۲/ ۱۲/ لوم کے دو گالوں سے پہلے صرف ۲۴/ لوم اور ۱۲/ لوم کے گالے کی کل پراپرٹی تھی، اور یہ قرض اسی دور کا تھا، اس لیے ۱۴/ لاکھ روپئے میں بیچ دیا، اور اس قرضہ کو ادا کردیا، ایسی صورت میں گھر کے خرچ کے لیے اس نے چھوٹے بھائی سے کہا کہ تم اپنے گھر کا خرچ جو ۱۲/ لوم کا گالا ہے اس کی انکم سے چلانا، اسی درمیان چار منزلہ کے دوکان کا ایک گالہ بکنے پر اس کے تمام روپئے بلڈنگ کی مزید تعمیر میں لگا دیئے، اس وقت ان کے پاس صرف ۳۰/ ہزار روپئے نقد صورت میں موجود تھے، منجھلے بھائی سے انہوں نے کہا کہ تمہیں اپنے گھر کا خرچ اپنی تنخواہ میں پورے سال چلانا ہے، اور میں جو ۳۲/ ہزار میرے پاس موجود ہیں اس سے اپنے گھر کا خرچ سال بھر چلالوں گا، اس طرح ۱۲/ لوم کی انکم سے چھوٹے بھائی کے گھر کا خرچ چلتا رہا، بڑے بھائی نے ۳۰/ ہزار روپئے جو اس کے پاس موجود تھے، اس سے اپنا سال بھر کا خرچ چلایا، اور منجھلے بھائی نے اپنی تنخواہ سے پہلے دوسرے منزلے کی تعمیر کے بعد بڑے بھائی نے تیسرے اور چوتھے منزلے کی تعمیر کو Dvelopment پر دیدیا۔

چار منزلہ بلڈنگ کی تمام دوکانیں فروخت کردی گئیں، اور اس چار منزلہ عمارت میں تین فلیٹ کو چھوڑ کر تمام فلیٹ فروخت کردیئے گئے، انہی روپیوں سے یہ تمام تعمیر ہوئی اور بڑے بھائی نے پہلے خود حج کیا اور بعد میں دونوں بھائیوں کو حج کے لیے بھیجا، جو تین فلیٹ فروخت نہیں کیے گئے ان میں ایک گراؤنڈ فلور تھا، دوسرا دوسرے منزلے پر، اور تیسرا تیسرے منزلے پر تھا، بڑے بھائی کا ارادہ آبائی مکان کو بھی نئے سرے سے تعمیر کرنے کا تھا، جس کے لیے اس نے ۳/ لاکھ روپئے کی رقم اپنے پاس جمع رکھی تھی، بقیہ رقم کا انتظام گراؤنڈ فلور اور تیسرے منزلے کے فلیٹ کو بیچ کر ہونا تھا، اس نے والدہ کی موجودگی میں دونوں بھائیوں سے یہ پوچھ لیا کہ کون کہاں رہنا چاہتا ہے؟ کیونکہ ایک فلیٹ دوسرے منزلے پر راہی منزل

میں موجود تھا، اس لیے اس کا ماننا تھا کہ اگر آبائی مکان تعمیر کیا جائے گا تو اس میں اتنے ہی منزلے بنائے جائیں گے، جتنے کی ضرورت ہے۔

اس درمیان بڑے بھائی کا ۲۰/مئی ۲۰۰۴ء کو اچانک انتقال ہوگیا، اس کے بعد والدہ نے چھوٹے بیٹے سے اس کی اپنی مرضی معلوم کی، کہ وہ کس بلڈنگ میں رہنا چاہتا ہے، اس نے اپنی والدہ سے کہا کہ وہ چار منزلہ بلڈنگ کے دوسرے منزلے کے فلیٹ میں رہنا چاہتا ہے، جس کا کل رقبہ ۱۱/سو اسکوائر فٹ ہے، اور جس کی آج کی walution ۳۵/ سے ۴۰/ لاکھ کے درمیان ہے، بڑے بھائی نے جب اپنی حیات میں منجھلے بھائی سے پوچھا تھا کہ وہ کہاں رہنا چاہتا ہے؟ تو اس نے یہ کہا تھا کہ وہ اس آبائی مکان میں رہنا چاہتا ہے جسے نئے سرے سے تعمیر کیا جائے گا، آبائی مکان صرف دو منزلوں پر مشتمل ہے جس کے دونوں فلیٹ کا رقبہ ۷۵۰-۷۵۰/اسکوائر فٹ ہے، اور جس کی آج کی walution ۲۱/ لاکھ روپئے ہوتی ہے، آبائی مکان کے گراؤنڈ فلور پر چار دوکانیں ہیں، دوکان (۱) کا رقبہ ۱۰۰/اسکوائر فٹ، (۲) کا رقبہ ۹۵/ (۳) کا رقبہ ۹۰/اور (۴) کا رقبہ ۱۱۰ اسکوائر فٹ ہے، ہر دوکان کی آج کی waluation تقریباً چار لاکھ روپئے ہے، اور ایک ۱۰۰/اسکوائر فٹ کا کمرہ جس کی آج کی waluation ۳/ لاکھ روپئے ہے ان دو منزلوں کی تعمیر میں بڑے بھائی کے پاس رکھا ہوا ہے، ۳/ لاکھ روپیہ، گراؤنڈ فلور کے فلیٹ کو بیچ کر حاصل کیا ہوا ۱۰/ لاکھ روپیہ اور تیسرے منزلے کے فلیٹ کو بیچ کر ساڑھے سات لاکھ روپئے یعنی کل ساڑھے بیس لاکھ روپئے کا خرچ آیا۔

بڑے بھائی نے علماء سے مشورہ کر کے والدہ کی حیات میں اس طرح جائیداد کا حصہ کر دیا کہ پانچوں بہنوں کو ۲/۲/ لاکھ روپئے تینوں بھائیوں کو ۲۴/۲۴/ لوم اور ایک ایک فلیٹ۔

بڑے بھائی کے انتقال کے بعد آبائی مکان کی تعمیر منجھلے بھائی نے کی تھی، دوکان ۱/ بھابی کے حصے میں دے دی گئی، دوکان ۲/ منجھلے بھائی کے حصے میں، اوپر دوکان ۳/ چھوٹے بھائی کے حصے میں دیدی گئی، اور چوتھی دوکان والدہ کو دی گئی تاکہ اس سے ان کے علاج و معالجہ کا خرچ چلتا رہے، والدہ اور بڑے بھائی نے یہ طے کیا تھا کہ جو بھی چار منزلہ بلڈنگ کے

فلیٹ میں رہے گا اس کا حق اس بلڈنگ تک محدود رہے گا، اور جو بھائی آبائی مکان کی بلڈنگ میں رہے گا اس کا آبائی مکان تک، کیونکہ دونوں کی waluation میں فرق تھا۔

اس تقسیم کو تینوں بھائیوں اور بہنوں نے والدہ کی حیات میں تسلیم کرلیا تھا، اس کے گواہ گھر کے افراد ہیں، ۱۶/نومبر کو ۲۰۰۸ء کو والدہ کا انتقال ہوگیا۔

۲۰۱۳ء میں چھوٹے بھائی کا کہنا کہ وہ اس تقسیم کو نہیں مانتا، اس تقسیم میں اس کے کہنے کے مطابق کئی باتیں شامل نہیں ہیں، اس لیے ان کو بھی شامل کیا جائے، جبکہ والدہ اور بڑے بھائی کی حیات میں اس نے اس تقسیم پر کبھی اعتراض نہیں کیا، ٹیچنگ کے پیشے سے جو تنخواہ منجھلے بھائی کو ملا کرتی تھی اس بابت والدہ اور بڑے بھائی کا یہ کہنا تھا کہ وہ کچھ سالوں ۱۰۰۰/ روپئے، ۱۲۰۰/ روپئے اور ۱۵۰۰/ روپئے کی رقم والدہ کے پاس جمع کرے جس کو وہ چولہا الگ ہونے تک یعنی ۱۹۹۹ء تک دیتا رہا، اس وقت اس کی تنخواہ اسکول کی Paysheet کے مطابق ۱۰۲۴۲/ دس ہزار دوسو بیالیس روپیہ تھی، منجھلا بھائی اسی تنخواہ سے اپنا ذاتی خرچ بھی اٹھاتا تھا، اور گھر سے کوئی رقم نہیں لیتا تھا۔

تقسیم پر چھوٹے بھائی کے اعتراضات:

(۱) اسے دوکان چھوٹی دی گئی۔

(۲) اس کا کہنا ہے کہ منجھلا بھائی جو ٹیچنگ کرتا ہے اس کی تنخواہ کو بھی پراپرٹی کی تقسیم میں شامل کیا جائے۔

(۳) کارخانے کی Valuation کا فرق بھی شامل حال رکھا جائے۔

(۴) چھوٹا بھائی چارمنزلہ عمارت کے اپنے فلیٹ میں ورثاء کے لیے کسی حق کو تسلیم نہیں کرتا۔

درج بالا اعتراضات چھوٹے بھائی نے والدہ اور بڑے بھائی کی حیات میں کبھی نہیں اٹھائے، اس کے گھر کے تمام افراد گواہ ہیں۔

نوٹ: آبائی مکان کا کمرہ بڑے بھائی اور منجھلے بھائی کے تصرف میں ہے، ماں کے قبضہ میں جو دوکان تھی وہ انہوں نے اپنی زندگی ہی میں فروخت کردی تھی، منجھلے بھائی ٹیچنگ کے ساتھ ساتھ کاروبار بھی دیکھا کرتے تھے، اور ان کی تنخواہ کی آمدنی اجمال میں جمع ہوتی تھی۔

استدعا: بھائیوں کے درمیان ناچاقی دن بدن سنگین ہوتی جارہی ہے اس لیے بصد ادب گذارش ہے کہ ممکن اولین فرصت میں مسئلہ کا واضح حل عنایت فرمائیں، کرم ہوگا۔

المستفتی: محمد فراز

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوالنامہ میں گھریلو جھگڑے اول الجھاؤ کی پیچیدہ باتیں درج ہیں، جس کا حاصل اور آخری نتیجہ یہی سمجھا گیا ہے کہ چھوٹے بھائی کو بڑے بھائیوں کی طرف سے کی گئی تقسیم میں اشکال ہے، اور سوالنامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تقسیم میں قیمت کے اعتبار سے برابری کا خیال نہیں رکھا گیا، بلکہ ہر ایک کو الگ الگ گالے اور الگ الگ رہائش دی گئی ہے جس میں لوم کے اعتبار سے برابری کا خیال نہیں رکھا گیا اور رہائشی مکانات کی تقسیم میں بھی قیمت کا لحاظ نہیں کیا گیا، اس لیے کسی سمجھ دار آدمی کو بیچ میں ڈال کر تمام جائیداد کی قیمت کا حساب لگا کر تقسیم کیا جائے، اور اس کے بعد جس کو زیادہ اشکال ہوا سے ان حصوں میں سے ایک حصہ لینے کے لیے اختیار دیا جائے تاکہ جھگڑا اور نزاع ختم ہوجائے اور تقسیم کے اندر شرعاً قرعہ ڈالنے کی بھی اجازت ہوتی ہے کہ جس کے نام سے جو حصہ نکلے وہ وہی حصہ لے لے، اور چھوٹے بھائی کا یہ کہنا درست ہے کہ کارخانے کی Valuatiion کا خیال رکھا جائے۔

لیکن یہ کہنا درست نہیں ہے کہ جس فلیٹ میں وہ رہتا ہے اس میں دوسروں کا حق شامل نہیں ہے، بلکہ اس میں اور دوسرے بھائی جن فلیٹوں میں رہتے ہیں یا آبائی مکان میں رہتے ہیں ان سب کا تقسیم میں شامل ہونا لازم ہے، اور منجھلے بھائی کی ٹیچری کی تنخواہ کی جو بات کہی جاتی ہے، اس کے بارے میں حکم شرعی یہ ہے کہ جب تک سب لوگ ایک ساتھ رہ رہے ہیں اس وقت تک ٹیچری کے ذریعہ سے جو تنخواہیں اسے ملی ہیں وہ بھی مجموعی آمدنی میں شامل کر کے تقسیم میں داخل کرنی چاہیے، اور تقسیم ہوجانے کے بعد اس کی ٹیچری کی تنخواہ میں کسی دوسرے بھائی کا حق نہیں ہوگا، نیز مشترک رہتے ہوئے جن دیگر بھائیوں نے جو کمایا ہوگا اس میں منجھلے بھائی کا بھی حق ہوگا۔

وفی الخیریة: فی زوج امرأة و ابنها اجتمعا فی دار واحدة و أخذ کل منهما یکتسب علی حدة و یجمعان کسبهما ولایعلم التفاوت ولا

التساوى ولا التمييز فأجاب بأنه بينهما سوية، وكذا لو اجتمع إخوة يعملون فى تركة أبيهم ونما المال فهو بينهم سوية ولو اختلفوا فى العمل والرأئ.

(شامی، مطلب: اجتمعا فی دار واحدة واکتسبا ولا یعلم التفاوت فهو بینهما بالسویة زکریا ۶/۵۰۲، کراچی ۴/۳۲۵، شرح المجلة رستم اتحاد ۲/۷۴۱ رقم المادۃ: ۱۳۹۸، هندیه زکریا قدیم ۲/۳۲۹، جدید ۲/۳۳۲) **فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷ر شعبان المعظم ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۲۶۷)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۴/۸/۱۷ھ

❁❁❁

سب ہی ناظرین سے گذارش ہے کہ عنداللہ شرف قبولیت اور خاتمہ بالخیر کی دعاء فرمائیں۔

ربنا تقبل منا انک أنت السميع العليم، وتب علينا إنك أنت التواب الرحيم، اللهم وفقنا لما تحب و ترضىٰ عدد ما تحب و ترضىٰ، وصلى الله تعالىٰ على حبيبه سيدنا و مولانا وسندنا وإمامنا محمد و علىٰ آله و أصحابه أجمعين.

يارب صل و سلم دائما أبداً ☆ على حبيبك خير الخلق كلهم

الله أكبر كبيرا والحمد لله كثيرا وسبحان الله بكرة و أصيلا.

(صحيح مسلم، النسخة الهندية ۱/ ۲۲۰، بيت الأفكار رقم: ۶۰۱، سنن الترمذى، النسخة الهندية ۲/۱۹۹، دار السلام رقم: ۳۵۹۲)

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

خادم جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد (یوپی) الہند